فہرست مضامین کتاب حیات ولی

فہرست مضامین نوٹ جو علم حدیث کی تعریف و اقسام مین کتاب ہذا کے بعض موقعون پر لکھے گئے ہین جنکی تعداد ١٤ ٣١ ہے

تمام ہوئی فہرست مضامین

بسم اللہ الرحمن الرحیم

تمہید

یہ امر عموماً تسلیم ہے کہ شرقی تعلیم کا سیلان سوانحات قدیمہ کی اشاعت مین جنہین علوم کی جان اور فنون کی روح کہنا کسی طرح نازیبا نہوگا روز بروز حیرتناک ترقی کر رہا ہے۔ اور واقعات گزشتہ کو تاریخی جامہ پہنانے مین ہر قت اور ہر آن سرگرم ہے۔ بزرگان دین اور ائمہ مذہب کے واقعی حالات جو ایک عرصے سے فسانون کے تیرہ و تاریک بھول بھلیون مین کرم شب تاب یا چراغ سحری کی طرح ٹمٹماتے نظر آرہے تھے اور مسلمان قوم کے سچے واقعات مذہبی فسانون کے دھندلے غبار مین صبح کے جھلملاتے ستارون کی صورت مین عنقریب بے نور ہونے والے تھے اُنپر تاریخی روشنی چمکانے مین انتہا سے زیادہ جد و جہد کر رہا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ تاریخ عالم کی مختلف شاخون مین دنیائے اسلام جسقدر بلحاظ اپنی ذاتی خوبیون کے معزز و ممتاز ہے اُسیقدر تواریخی حصہ مین اُسکا سرمایہ بہت کچھ جمع ہوگیا ہے اور روز بروز ہوتا جاتا ہے۔ لیکن اگر اسے غلط خیالی پر محمول نکیا جائے تو کہا جا سکتا ہے کہ دنیائے اسلام مین جسقدر تاریخی حصہ کے روشن اور چمکیلا کرنے مین نہایت مستعدی اور سرگرمی کیساتھ کوشش کیجا رہی ہے اُسیقدر مبالغہ آمیزی اور مدحیہ الفاظ سے اُسے دُھندلا اور مکدر کیا جا رہا ہے۔ اب زمانہ کی کتاب کا وہ ورق بالکل اُلٹ دیا گیا ہے کہ اکابر دین اور معززین مذہب کی عزت و وقعت صرف تعریفی الفاظ اور مدحیہ جملون مین منحصر سمجھی جائے بلکہ وہ زمانہ آگیا ہے کہ اُنکے اصلی اور واقعی حالات زندگی سے کمال تحقیق کیساتھ بحث کیجائے اور نہایت آزادی کیساتھ ہر پہلو کو میزان تواریخ مین وزن کرکے دودھ اور پانی کے اجزا کو کیمیائی قوت سے الگ الگ کرکے دکھا دیا جائے۔

دنیائے اسلام مین باوجودیکہ تاریخی سرمایہ بہت کچھ جمع ہے۔ مگر افسوس سے دیکھا جاتا ہے کہ اُسے عمل مین لانے والے بہت کم لوگ ہین۔ اکثر طبیعتین تحصیل علوم سے بالکل ہٹ گئی ہین اور روز بروز ہٹتی چلی جاتی ہین۔ ان مین اسقدر بھی لیاقت و استعداد نہین دیکھی جاتی کہ ایک نہایت سہل اور معمولی تاریخ کا مطالعہ کرکے مقتدایان قوم اور مذہبی پیشواؤن کی سیرت و خصلت معلوم کرسکین۔ میرا ذاتی تجربہ ہے کہ ملک مین ایسی طبیعتین بکثرت موجود ہین جو اپنے معمولی مذاق اور عام دلچسپی کے مطابق بھی اپنے خاندانی بزرگون کے حالات سے واقف نہین ہین اور نہ واقف ہونا چاہتی ہین۔

ایسی بے توجہی اور عام بدخستگی طبع پر کبھی اسطرف خیال ہی نہین دوڑ سکتا کہ موجودہ زمانہ کے لوگ مقتدایانِ مذہب

اور اکابر سلف کے واقعات کو سرسری اور اجمالی شرح کیساتھ لکھیں یا اُنکے حالات سے محدود واقفیت حاصل کریں
میرا سلسلۂ خیالات جہان تک میری مدد کرتا ہے مین سمجھتا ہون کہ جسقدر بزرگان اسلام کے پاک نامون کی شہرت اور اُنکے
مذہبی تقدس کا آج عام چرچا پھیلا ہوا ہے وہ گزشتہ زمانہ کے لحاظ سے ہے ورنہ ہماری قوم کے اُن نوجوانون کو جن پر جدید
علوم اور نئی تحقیقات کی روشنی پڑ چکی ہے۔ اُن مقدس اور برگزیدہ نامورون کے تواریخی حالات زندگی تو الگ رہے اُن کے
نامون سے بھی پورے طور پر واقفیت نہین ہے۔ ایسی حالت مین بجز اسکے اور کوئی تدبیر سمجھ ہی نہین آتی کہ مصلحان قوم کے
تاریخی واقعات اور مذہبی پیشواؤن کے کارنامے اردو کی عام اور سلیس زبان کے سانچہ مین ڈھال ڈھال کر ملک و قوم مین شائع
کیئے جائین تاکہ موجودہ زمانہ کے وہ لوگ جو اکابر دین کے واقعات پڑھنے کی دل سے خواہش رکھتے ہین اُنکے معاشرتی اور تمدنی
حالات سے بخوبی واقف ہو جائین ؁

اُن عجوبہ روزگار نئی روشنی کے دلدادون اور جدید تحقیقات کی بھول بھلیون مین مر مٹنے والون پر نہ صرف تعجب
بلکہ تعجب کیساتھ حیرت ہوتی ہے جو تاریخی فن کو نہایت حقارت اور بے وقعتی کی نظر سے دیکھتے ہین اور دنیا کے نامور اور
مشہور راسخ مذہب کے نصائح آمیز حالات اور تعجب انگیز واقعات کو ملک و قوم کے مختلف مذاقون کا بازیچہ یا زور قلم کے عام
شہسوارون کا جولانگاہ سمجھتے ہین اور نہ صرف اِسی پر اکتفا کرتے ہین بلکہ اُنہین بیکارون کا شغلہ اور ہاتھ پاؤن ٹوٹے ہوؤن
کی دل لگی کا سامان بتاتے ہین۔ حالانکہ جن لوگون کے دماغ صحیح۔ خیالات روشن نظرین بلند تجربے وسیع عقلی مشاہدے
سلیم ہین۔ اُنہین وضاحت کیساتھ معلوم ہے کہ فن تاریخ ہی ایک ایسا عجیب و غریب فن اور معلومات کا ذریعہ ہے جس پر آدمی
غور کرنے سے ابدی زندگی حاصل کر سکتا ہے۔

علامہ ابن اثیر جزری مصنف کامل التواریخ جس کی ہمعصری پر ابن خلکان جیسے مورخ کو بہت بڑا فخر تھا اپنی تاریخ
کے دیباچہ مین تاریخ و سیر کے فوائد بیان کرتے ہوئے یون ریمارک کرتا ہے کہ "جو لوگ علم و فضل کے دعویدار ہین اور جنہین اپنے
تبحر اور عقل پر بڑا افتخار اور فخر کیساتھ دعوی ہے وہ با یں خیال علم تاریخ کی طرف ملتفت نہین ہوتے کہ اُس سے کوئی مفید اور اطمینان
بخش نتیجہ حاصل نہین ہوتا۔ غایۃ ما فی الباب یہ ہو کہ کچھ قصص و حکایات معلوم ہو جائین۔ کچھ عجیب و غریب اور دلچسپ باتین
سننے مین آ جائین۔ اِسکے علاوہ کوئی اور معتد بہ فائدہ حاصل نہین ہوتا۔ اور جب یہ ہے تو اس علم کی تحصیل مین کوشش کرنا
سر تا سر تضییع اوقات ہے۔

لیکن یاد رکھنا چاہیئے کہ ضعیف اور کمزور خیال اُن ہی لوگون کا ہے۔ جن کے دماغ سست اور آئینۂ عقل نہایت مکدر
اور دھندلا ہو رہا ہے۔ کیونکہ جو لوگ عقل سلیم اور طبع مستقیم رکھتے ہین وہ خوب جانتے ہین کہ تاریخی فوائد نہ صرف دنیاوی

معاملات ہی مین فائدہ بخش ثابت ہوتے ہین بلکہ اُخروی فوائد بھی اسمین بہت کچھ نظر آتے ہین بشرطیکہ ثمین اور غور بین بنی
ہوتی نظرون سے دیکھے جائین۔ سب سے مفید اور نتیجہ خیز یہ بات ہے کہ ایک مورخ کی نظر آخر ایسا وسیع اور فراخ ہوجاتا ہے کہ
اہل دنیا مین سے کسیکی اسقدر طولانی زندگی کا ہونا محال اور سخت محال ہے۔ اس سے ہماری یہ مراد نہین ہے کہ اُسکی حقیقی
زندگی اسدرجہ طول طویل ہوجاتی ہے۔ بلکہ اس سے یہ مراد ہے کہ ایک بہت بڑی عمر والے آدمی کی طولانی زندگی کا بجز اسکے
اور کوئی نتیجہ نہین نکلتا کہ چند واقعات اُسکی یادگار رہتے ہین جنھین وہ اپنے زمانہ مین پاتا اور اُنسے تجربہ حاصل کرتا ہے
وہ گزشتہ ایام کے اُن واقعات سے جو اُسکے زمانہ زندگی مین گذرے ہین زیرکی اور دانائی پیدا کرتا ہے۔ اسیکو تجربہ
حیات اور حاصل زندگی کہتے ہین جو ایک مورخ کو تھوڑی سی زندگی مین حاصل ہوتی ہے۔

باین لحاظ حقیقت مین ایک تجربہ کار مورخ کو وہ زندگی حاصل ہوجاتی ہے جسے ابدی حیات سے تعبیر کرسکتے ہین۔ وہ
شخص جسنے گزشتہ واقعات کو کانون سے سُنا اور جسکی زندگی مین اُن واقعات کا سمان آنکھون کے تلے پھر گیا۔ دونون بالکل
ایک ہی شخص کے حکم مین ہین بلکہ ایک مورخ کو جس صراحت اور بسط و شرح کیساتھ وہ حالات معلوم ہونگے اُس قدر
شرح و بسط کیساتھ اُسے معلوم نہین ہوسکتے۔ جو اُس وقت موجود ہوگا۔

یہ محض ناممکن ہے کہ ایک زمانے مین موجود ہونے والا شخص تمام جزئی واقعات کا عالم ہوجائے۔ زیادہ سے زیادہ
اسقدر ہوسکتا ہی کہ بڑے بڑے واقعات اور عظیم الشان حالات اُسکی آنکھون کے سامنے گذر جائین اور انھین کے ساتھ
اُسکی واقفیت محدود ہو بخلاف اُس شخص کے جو تاریخی صفحات کی ورق گردانی کرتا اور ہر واقعہ کو غور سے دیکھتا چلا جاتا ہے
جب ایک مورخ کسی زمانے کی تاریخ یا اکابرین مین سے کسی بزرگ کی لائف پر نظر ڈالتا ہے تو گویا اُسکے تمام جزئی و کلی
واقعات کا مجموعہ اُسکی نظرون تلے پھر جاتا ہے اور اُس جلسہ مین نہ صرف شریک ہی ہوتا ہے بلکہ اُسکی سوسائٹی کا ایک معزز
و ممتاز ممبر قرار پاتا ہے۔ اور اسی لحاظ سے ہم کہتے ہین کہ مورخ کی زندگی ایک ابدی زندگی ہے۔

تاریخ کا دوسرا فائدہ جو پہلے سے زیادہ نتیجہ بخش اور مفید ہے یہ ہے کہ وہ مقتدر سلطنتون اور با اختیار ذی جاہ
حکومتون کیلئے ایک نہایت دانشمند مشیر ہے۔ وارثان تاج و تخت اور ارباب مملکت شاہان سلف کے جور اور ظالمانہ برتاؤ
پر مطلع ہوتے اور اُنکے ناجائز اور قبیح افعال سے آگاہ ہوکر اپنی خرابی و بدنامی سے حذر کرتے ہین اور اُنکے ناشایستہ افعال سے
متنفر ہوکر اپنی رعیت و سلطنت سے خرابیون اور برائیون کے دور کرنے مین ان تھک کوششین کرتے ہین۔ اُن کی دوراندیشی
اور عاقبت بینی مین تاریخ نہ صرف شاہان سلف کے ناجائز کارروائیون پر اطلاع دیتی ہے بلکہ اُن بڑے بڑے ہنگامون اور مصیبت
کے لشکر ٹوٹ پڑنے اور قیامت زا حوادثات کے پیش آنے کے وقتون مین اُنہین بڑا جری بڑا صابر بڑا مدبر بنادیتی ہے

جن اصولون کو شاہان اولوالعزم نے نہایت نازک اور خطرناک موقعون مین جاری کیا تہا۔ تاریخ ہی ایک ایسی عقلمند دوست ہے جو جانگزا حوادثات اور جگر خراش مصائب کیوقت اُس صبر و استقلال کا سبق دیتی ہے جسکی وجہ سے شاہان سلف نے اپنی کامیابی کے عالیشان جھنڈے ہر چہار طرف گاڑدیئے اور عَلَم فتح کے پہریرے مشرق سے مغرب تک اڑادیئے اگر غور سے دیکھا جائے تو کشورکشائی کی پیچیدہ اور تنگ و تاریک راہین فن تاریخ ہی سے طے ہوسکتی ہین اور گزشتہ فرمانروایون کی دانشمندیون اور تجربہ کاریون کے نمونے تاریخ ہی کے صفحات مین نہایت روشن اور جلی صورت مین نظر آتے ہین۔ تاریخ ہی ایک ایسی شفیق و مہربان استاد ہے جو انجام بینی اور دوراندیشی کا عمدہ فن تعلیم کرتی ہے کس لیئے کہ بہت سے ناعاقبت اندیش اور انجام بینی پر نظر رکہنے والون کے نہایت خطرناک واقعات اُس نے اپنے صفحات پر دکہلائے ہین۔

تاریخ مین سب سے زیادہ نشاط انگیز اور دلچسپ صفت ہی وہ یہ ہے کہ ایک مورخ جب کسی علمی مجلس مین شریک ہوجاتا ہے تو اہل جلسہ اُسکے گرویدہ ہوجاتے اور اُسکی بے نظیر داستانون اور حیرت انگیز حکایتون کو رغبت کے کانون سے سنتے ہین اور سنکر حد سے زیادہ مسرور ہوتے ہین۔ اُسپر وقعت و محبت کی نگاہین ہر طرف سے پڑنے لگتی ہین اور وہ اپنے ہمعصرون مین امتیازیہ نظرون سے دیکھا جاتا ہے۔ جسطرف نکلجاتا ہے لوگ بڑے جوش مسرت سے اُسکا استقبال کرتے اور اپنے جلسون کی ایک بہت بڑی دلچسپی کا سامان اُسے قرار دیتے ہین۔

دنیاوی فوائد کے علاوہ تاریخ مین دینی فائدے بھی بہت کچھ ہین۔ جن کی مثالین شرعیات مین بکثرت پائی جاتی ہین۔ مین اُن مثالون کو لکھکر اپنے عنوان کو طول دینا نہین چاہتا۔ شائقین تاریخ خود ابن اثیر کی تمہید کو ملاحظہ کرسکتے ہین۔ خلاصہ یہ کہ علم تاریخ ایک ایسا عجیب و شریف اور نتیجہ بخش علم ہے جس سے انسان کو دینی و دنیاوی دونون طرح کے معاملات مین کافی مدد ملتی ہے۔

بزرگان اسلام اور ائمہ دین کے تعجب خیز کارنامون کے بیان کرنیسے ایک بے لوث غیر متعصب مورخ کا صرف اتنا ہی مقصود ہوتا ہے کہ ابنائے جنس اور ہمعصر لوگون کو اُنکے واقعی اور نہایت سچے واقعات تمدنی و ملکی حالات علمی و عملی ترقیون پر عام طور سے واقفیت اور تعارف پیدا ہوجائے اور اس آسانی و سہولت سے عبور ہوجائے جس مین اُنہین کوئی وقت اور مشکل اُٹھانی نہ پڑے۔ ساتہہ ہی یہ بھی سمجھہ لینا چاہیئے کہ شان تاریخ کیا ہے۔ واقعہ کسی زمانہ کا کیون نہو صدا قت و سچائی کے رتبہ سے نہ گرے۔ قائل کا اصلی منشا ہرگز نہ بدلے۔ ایسے تکلفات اور مبالغہ آمیز الفاظ کی بھرتی نہ کی جائے جو اصلی مطلب کو متغیر نہ کردین۔ جو بات ہو اپنی حد پر ہو۔ جو کلام ہو اپنے موقع پر ہو وہ تاریخین جو وزنی اور

مشین الفاظ سے رنگین کیجاتی ہین اکثر معتبر نہین سمجھی جاتین۔

اس بات کے ماننے مین ہمین ذرا بھی تردد اور پس وپیش نہین ہے کہ جو معزز و مقتدر حضرات قرون سابقہ مین ہو گزرے ہین اُن کے تاریخی حالات اور کتابی واقعات دنیائے اسلام نہایت وقعت و عزت کی نگاہ سے دیکھ رہی ہے۔ لیکن اسکے ساتھ ہی ہمین یہ کہنے مین ذرا تامل نہین کہ موجودہ زمانے مین جسقدر اُن اولوالعزم اور عظیم الشان حضرات کے تذکرے لوگون کے نزدیک باوقعت اور مسرت بخش ہین جو اس زمانے سے زیادہ متصل اور قریب ہین اسقدر قبل کے تذکرے زیادہ دلچسپی کے ساتھ نہین دیکھے جاتے گو وہ فی حد ذاتہ اپنے ساتھ دلچسپی کے بہت کچھ سامان کیون نہ لیئے ہوئے ہون۔

اس بنا پر ہمین ضرور ہے کہ گزشتہ نامورون مین سے صرف اُنہین حضرات کے تمدنی و معاشرتی احوال اور علمی و عملی برکتون کی دلکش اور خوشنما تصویر ملک و قوم کے سامنے کھینچین جو ہمارے زمانہ سے زیادہ متصل و قریب ہین اور جنکے مفید اور نہایت کارآمد تصانیف کی حیرتناک شہرت اور عام چرچا موجودہ زمانہ مین گھر گھر پھیلا ہوا ہے۔

جنوری ۱۸۹۹ء مین جب مین نے حیات عزیزی لکھنی شروع کی تو دفعۃً اُس سے میری طبیعت اُچاٹ ہوگئی اور مین نے کتاب کو غیر مکمل اور ناتمام چھوڑ کر قلم ہاتھ سے رکھدیا کیونکہ اس کتاب مین جن واقعات کا مین فوٹو لینا چاہتا تھا وہ بالکل ناقص اور نامکمل فوٹو تھا۔ شاہ عبدالعزیز صاحب کے تاریخی واقعات اور آپکے اخلاق و عادات کے متعلق میری واقفیت بالکل سرسری اور اجمالی تھی۔ اور معلومہ واقعات کے علاوہ مزید حالات لکھنے کیلئے جس تاریخی سرمایہ اور معلومات کی ضرورت تھی اور سخت ضرورت تھی اتفاق وقت سے مین اُسپر کامیاب نہو سکا۔ اس بنا پر مین نے جن واقعات کو قلمبند کیا تھا وہ میرے نزدیک محض معمولی واقعات تھے۔ اُن مین نہ تو کوئی غیر معمولی بات تھی نہ تاریخی حالات مین چندان ندرت و جدت ہی تھی اسلیئے حیات عزیزی کے لکھنے کا میرا بالکل ارادہ نہ تھا۔

لیکن جب میرے بعض دوستون اور بزرگون کو یہ معلوم ہوا تو اُنہون نے مجھے اِسکے پورا کرنے پر مجبور کیا اور سچ تو یہ ہے کہ خود مجھے بھی اپنی محنت و جانکاہی اور کوشش کے رائگان جانے کا بہت بڑا افسوس تھا۔ یہ سبب تھا جسنے مجھے اُن پریشان اوراق اور نامکمل و غیر مربوط حالات کے ترتیب دینے پر آمادہ کیا۔ ورنہ ایسے معمولی اور نامرتب واقعات کو قلمبند کرنا اور اُنہین سوانح عمری کا لقب دینا مجھے کسیطرح زیبا نہ تھا۔ ایک مشہور اور نامی شخص کے تاریخی واقعات مین جس قسم کی اطلاعین اور یادداشتین ضروری لازمی ہوتی ہین اُن مین سے حیات عزیزی مین ایک چیز بھی نہین ہے۔ البتہ شاہ عبدالعزیز صاحب کی طرز معاشرت تمدنی حالت علمی برکت عملی فیاضی کے متعلق چند ایسے واقعات قلمبند کیئے گئے ہین جنسے ناظرین بہت کچھ دلچسپی لے سکتے ہین پس جو شخص اس کتاب کو بلحاظ تاریخ دیکھنا چاہتا ہے وہ جیسا کہ چاہیئے اس سے پورا لطف اُٹھا نہین سکتا۔ اور تمام وقتین

اور مشکلیں مجھے اسوجہ سے انتہائی پڑین کہ اس کتاب کے لکھتے وقت میرے پاس تاریخی سرمایہ بالکل موجود نہ تھا جس کا مجھے سخت افسوس ہے۔

ہرچند کہ میری عام واقفیت کے ذرائع اور معلومات کے وسائل اسقدر محدود اور تنگ تھی تاہم جو باتین مین نے اسمین درج کی ہین انمین سے سب کی نسبت نہین تو اکثر کی نسبت مجھے بالکل یقین ہے کہ انکے متعلق میری جو رائے قائم ہوئی ہے وہ قطعاً صحیح اور یقینی ہے اور انمین ذرا بھی غلطی کا احتمال نہین۔

غرضکہ حیات عزیزی کی تکمیل کے بعد میرا خیال ہوا کہ جناب شاہ ولی اللہ صاحب اور انکے معزز و شریف خاندان کے چند اولوالعزم اور ممتاز حضرات کا ایک تذکرہ کسیقدر شرح و بسط کیساتھ لکھون اور اسکے ضمن مین حیات عزیزی کے افسردہ قالب مین ایک تازہ روح پھونکون۔ ہنوز مین انہین خیالات مین مستغرق تھا کہ میرے ان معزز کرمفرماؤن اور بزرگوار رونے جنھون نے حیات عزیزی کو نہایت وقعت و قدر کی نگاہ سے دیکھا میرے خیال کی بدل تائید کی۔

مین اپنے ان عنایت فرماؤن کا تہ دل سے شکریہ ادا کرتا ہون جنھون نے میری اس ناچیز تحریر کو قدر کی نگاہ سے ملاحظہ فرمایا۔ گو یہ کتاب اپنے اعلیٰ مضامین اور ان ممتاز و اولوالعزم بزرگوارون کی شان اور بزرگ داشت اور وقعت کے لحاظ سے کتنے ہی قابل قدر و منزلت کیون نہو لیکن جس قلم اور جس دماغ سے وہ مضامین نکلے ہین وہ ہرگز قابل قدر نہین ہوسکتے۔ تاہم لائق بزرگوارون اور قدرشناسون نے مجھ ناچیز کی تالیف کی حد سے زیادہ قدردانی کی اور سیکڑون جلدین دست بدست خرید کین۔

یہ سب کچھ تھا لیکن میری طبیعت کو کسیطرح سکون و اطمینان نہ تھا اور وہی سابق کی دقتین اور مصیبتین ہروقت اپنا بھیانک اور خوفناک چہرہ دکھا دکھا کر مجھے ہمیشہ دہلاتی اور سخت پریشان کرتی تھین۔ کیونکہ مجھے یقین تھا کہ میرے پاس جسقدر تاریخی سرمایہ موجود ہے وہ اس اہم اور عظیم الشان کام کیلئے کسیطرح کافی نہین ہوسکتا یہی ایک خیال تھا کہ جسنے اول اول مجھے اس ارادہ سے باز رکھا۔ لیکن اسپر بھی میری طبیعت کی خلش اور کرید برابر چلی جاتی تھی بلکہ میرا عزم مستقل ہوچکا تھا کہ جسطرح بن پڑے گا اور جب موقع ہاتھ آئے گا اپنے ارادے کی ضرور تکمیل کرونگا مگر چند در چند اسباب سے دیر ہوتی گئی حتے کہ گزشتہ دنون مین مجھے بالکل مایوسی سی پیدا ہوگئی اور میرا وہ مستقل عزم اب ایک نہایت ہی کمزور اور ضعیف سا خیال رہگیا۔

لیکن تھوڑا ہی عرصہ گزرنے نہ پایا تھا کہ پھر ایک عجیب اتفاقی طور پر میرے اس ارادے کو تحریک اور تحریک کیساتھ تکمیل ہوئی۔ قدرتاً چند ایسے اسباب جمع ہوگئے جن کی وجہ سے مجھے بلا تامل قلم اٹھانا پڑا مرزا عبدالغفار بیگ صاحب

مالک افضل الاخبار و پروپرائیٹر افضل المطابع دہلی جو میرے قدیم مہربان اور عنایت فرما دوست ہیں اس جلیل القدر تذکرہ کی تالیف کے محرک و باعث ہوئے۔

مرزا صاحب موصوف نہ صرف میرے قدیم دوست ہی ہیں بلکہ سچ پوچھیے تو پرلے محسن اور انتہا درجہ کے خیر خواہ ہیں۔ اُنکے احسانات کا میری گردن پر ایسا گرانبار بوجھ ہے جس سے میں کبھی سبکدوش نہیں ہوسکتا۔ میں چاہتا ہوں کہ اپنی ناچیز تالیفات کا سلسلہ اُن کے نام نذر کرکے اُن احسانات کا شکریہ ادا کروں جو ہمیشہ وقتاً فوقتاً اُنکی طرف سے ظہور میں آئے ہیں۔ مگر افسوس اور سخت افسوس کے کہنا پڑتا ہے کہ میں اور میری تالیفات ہرگز اس قابل نہیں کہ اُن کے احسانات کی تلافی کر سکیں۔

مرزا صاحب قطع نظر اسکے کہ علم دوست اور قدردان اہل علم اور عام اخلاق کی مجسم تصویر ہیں۔ بزرگان دین سے قدرتاً بالکل ایسی ہی محبت و عقیدت رکھتے ہیں جیسے ایک صالح اور سعادتمند اور قابل شخص کو سزاوار ہے۔ یہی وجہ ہے کہ آپنے اپنی فیاضانہ ہمت اور اولوالعزمی سے اکابر سلف سے محبت تازہ رکھنے اور اپنے عقیدتمندانہ خیالات ظاہر کرنے کی غرض سے انکی سوانح عمریاں اور تاریخی حالات زندگی مختلف زبانوں کے قوالب میں ڈھال ڈھالکر ملک و قوم کے سامنے پیش کیں اور لوگوں کو عام طور پر فائدہ پہنچایا آپ کو بزرگان قوم کے حالات اور اُنکے عبرت انگیز کارنامے شائع کرنے کا دلی شوق ہے۔ اور اسیوجہ سے کمترین کو یہ موقع ملا کہ اپنے قدیمی ضعیف اور مردہ خیال میں ایک تازہ روح پھونکے اور دلی ارادے کو پبلک کے سامنے مرزا صاحب کے وسیلے سے ظاہر کرے۔

اسلامی دنیا بالخصوص مشرقی حصوں نے جسقدر گزشتہ ناموروں خاصکر ائمہ اربعہ اور محدثین کے مبارک ناموں سے واقفیت اور تعارف پیدا کر لیا ہے اُس سے زیادہ تر موجودہ زمانہ کے لوگ جناب عارف باللہ حضرت شاہ ولی اللہ صاحب اور اُن کے شریف خاندان کو جانتے ہیں اور اُن کی شان اور بزرگ داشت اور عزت و وقعت ہمارے دلوں میں اسقدر ہے جس کی وجہ سے ہماری طبیعتیں اُنکے اختیاری جوش کیساتھ اُنکے حالات اور واقعات کی طرف متوجہ ہوتی ہیں۔

شاہ ولی اللہ صاحب اور آپکے خاندان کے عظیم الشان ممبروں کے تذکرہ کی نسبت ہماری کیا رائے ہوسکتی ہے۔ جبکہ ہم دیکھ رہے ہیں کہ ان بزرگواروں کے پاک اور مقدس نام تمام ہندوستان بالخصوص دہلی کے بچہ بچہ کی زبان پر نہایت وقعت و نیکنامی کے ساتھ جاری ہو رہے ہیں بیشک ایسے دنیا کے مشہور و معروف محدث اور اُسکے بزرگ خاندان کا تذکرہ ضرور دلچسپ و ندرت انگیز ہوگا۔

ہرچند کہ یہ کام میری لیاقت اور قابلیت سے کہین زیادہ تہا۔ اور مجھے اپنی بے استعداد اور کم فہمی سے
ہرگز امید نہ تھی کہ مین اسپر کامیاب ہو سکونگا۔ لیکن خدا پر بہروسہ کرکے مینے اس کتاب کو لکھنا شروع کیا اور
جہان تک میرے امکان مین تہا بہت تحقیق کیساتھ واقعات کو لکھا ہر واقعہ مین تحقیق و تدقیق کا کوئی دقیقہ اٹھا
نہ رکھا۔ خدا کا ہزار ہزار شکر ہی کہ اُسنے اپنی بے انتہا عنایت سے مجھے میرے مقصد پر کامیاب کیا۔ کیا عجب ہے
کہ میرے بہائی مسلمان میری اس ناچیز تالیف سے نفع حاصل کرین۔

خداوندا تو میری اس حقیر و ناچیز تالیف کو قبول فرما۔ اور اس کی مقبولیت عام لوگون مین پہیلا۔
آمین ثم آمین۔ وآخر دعونا ان الحمد للہ رب العلمین۔

خاکسار خادم الفقراء
ابو محمد رحیم بخش مولف اعظم التفاسیر و حیات عزیزی وغیرہ

پہلا حصہ

جناب عارف باللہ حضرت شاہ ولی اللہ صاحب کے اجداد عظام کے سلسلہ کا تفصیلی ذکر

قبل اسکے کہ مین جناب فخر المحدثین امام المفسرین عارف باللہ حضرت مولانا **شاہ ولی اللہ** صاحب کے اجداد عظام اور اس محترم و جلیل القدر خاندان کے ممتاز و اولو العزم حضرات کے تفصیلی واقعات جدے جدے عنوانون اور علیحدہ علیحدہ سرخیون کیساتھ بیان کرون زیادہ بہتر و مناسب ہوگا کہ ناظرین تذکرہ کو یہ بات بتادون کہ شاہ صاحب کے معزز و واجب الاحترام اجداد مین سب سے پیشتر کس شیر اسلام نے ہندوستان مین قدم رکھا اور ہندوستان کے کس حصہ مین بباست اختیار کی۔

قدیم تذکرون مین نہایت استناد و وثوق کیساتھ بیان کیا گیا ہو کہ حضرت شاہ ولی اللہ صاحب کے اجداد عظام مین سب سے اول جس شخص نے ہندوستان کے ایک معروف و مشہور شہر رہتک نام مین توطن اختیار کیا۔ شیخ شمس الدین مفتی ہین۔ جنکی محتاط زندگی اور انتہا سے زیادہ اتقا و پرہیزگاری نے انکی شہرت دور دور پھیلا دی تھی اور جنپر ہمیشہ تاریخی روشنی بڑی تابانی کیساتھ چمکیگی۔

یہ بات نہ صرف تعجب خیز بلکہ سخت افسوسناک ہو کہ ہندی مورخون کی بے توجہی اور لاپروائی سے مجھے معلوم نہین ہوسکا کہ شمس الدین مفتی کس زمانہ مین رہتک تشریف لائے اور کون سے سنہ مین یہان اقامت اختیار کی نہ قدیم تذکرون مین اسبات کا کہین پتہ نشان چلتا ہے کہ اُسوقت ہندوستان کس تاجدار کے زیر حکومت تھا البتہ مختلف تحقیقات سے صرف اسقدر ظاہر ہوتا ہو کہ جب فاتحان اسلام کی خونریز تلوارین ایشیائی دنیا مین چمکین اور اُن کے پیل پیکر گھوڑون کے سُمون نے قریبًا تمام مشرقی حصون کو روند ڈالا۔ اور ہندوستان کے طبقات مین اسلام کے شاندار جھنڈے ہوا مین لہرین لینے لگ گئے تو بہت سے شرفا قریش اور رؤسا عرب نے رُہتک شہر مین توطن اختیار کیا جنمین ایک شیخ شمس الدین مفتی بھی تھے خود جناب شاہ ولی اللہ صاحب نے اپنے جلیل القدر اور نجیب و شریف خاندان کے تذکرہ مین ایک نہایت مختصر

لاجواب کتاب لکھی ہے جسمین شیخ شمس الدین مفتی کا ہندوستان مین آنا اور رہتک مین اقامت اختیار کرنا اور اُنکی علمی برکت اور فیاضانہ ہمت سے مقدس پاک اسلام کے واجب الاحتشام شعائر کا ترقی عروج کا جامہ پہنکر اِس سرے لیکر اُس سرے تک دوڑ جاتا وغیرہ وغیرہ سرسری طور پر لکھا ہے۔ یہ ایک نہایت ہی لاجواب اور بےمثل کتاب ہے۔ اور اس خاندانی تذکرہ کی بابت جو واقعات وحالات اسمین لکھے ہین کسی اور کتاب مین نہین دیکھے گئے ہین۔ اسمین شاہ صاحب نے اپنی پیدائش اور بچپنے کی مختصر کیفیت بڑی خوبی سے لکھی ہے اور اپنے عظیم الشان خاندان کا تذکرہ کسیقدر تفصیل وتوضیح کیساتھ ایک نئے پیرائے اور انوکھی طرز مین بیان کیا ہے۔

چنانچہ آپ اِس واقعہ کو اپنے پرزور قلم سے یون تحریر فرماتے ہین کہ "یہ یقینی بات ہے کہ ہمارے اجداد عظام مین سب سے پیشتر حضرت شیخ شمس الدین مفتی ہندوستان مین تشریف لائے اور قصبہ رہتک مین بسا ست اختیار کی"۔ اِس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ جناب شیخ شمس الدین مفتی کا ہندوستان مین آنا کفر وشرک کی ابتدائی شکست اور اشاعت اسلام کا پہلا موقع تھا۔ آپ کی دلی عقیدتمندی اور مالی امداد سے اسلام کی غریبانہ حالت کو بہت کچھ عروج اور فارغ البالی حاصل ہوئی حقیقت مین شیخ کا یہ کارنامہ تاریخ اسلام مین نہایت اعلیٰ وارفع درجہ کا ہے جو اسلامی تاریخ مین ہمیشہ اپنی چمک دکھائیگا۔

رُہتک ہانسی اور دہلی کے بیچمین ایک قدیم شہر ہے جو دہلی سے تقریبًا تیس میل کے فاصلہ پر قبلہ کی جانب واقع ہے۔ جب اسلامی فتوحات نے معراجِ ترقی پر قدم رکھا اور فاتحان اسلام کفار کے ممالک کو زیروزبر کرتے ہوئے ہندوستان کیطرف بڑھے اور مشرقی سلطنتون کا جلتا ہوا چراغ اسلام کی تیز فوجی ہوا سے گل ہوگیا تو بہت سے اشراف عرب اور سادات قریش اس شہر مین آبسے۔

شہر رہتک اسلامی فتوحات نیز قدامت وتاریخی واقعات کے لحاظ سے ایک یادگار مقام ہے۔ ؎

از نقش ونگار در و دیوار شکستہ ✤ آثار پدیدست صنادید عجم را ✤

جو عروج اور ترقی اُس زمانہ مین اسے حاصل تھی ہندوستان کے کسی اور شہر کو بہت کم نصیب ہوئی ہے اس صوبہ مین کوئی شہر وقصبہ ایسا نہ تھا جو وسعت آبادی اور سرسبزی وشادابی مین اسکی برابری کرسکتا۔ اسکے میدان نہایت وسیع اور خوش منظر و پرفضا تھے اور اسکی چارون طرف نہایت زرخیز مقامات واقع تھے۔ یہان کے باشندے بڑے باوقار اور ممتاز تھے۔ ہر قسم کے باکمال اور اہل ہنر کا وجود پایا جاتا تھا جسقدر باشندے تھے سب خوشحال و دولتمند تھے۔ دوکاندار اور پیشہ والے

حتیٰ کہ قلی اور مزدور بھی نہایت خوش وضع اور پاکیزہ لباس تھے۔ اطراف کی زمین نہایت سیر حاصل تھی اور خود شہر
تجارت و فلاحت کا بہت بڑا مرکز تھا۔ اعتدالِ آب و ہوا کے لحاظ نیز اسلامی پولیٹیکل مصلحتون کے اعتبار سے
بھی یہ جگہ نہایت موزون تھی۔ بُت پرستون کے قدیم معابد اور بتخانے توڑ کر نہایت پُر رفعت اور شاندار
مسجدین بنائی گئی تھین جنسے ناقوس و قرنا کی بجنے اور بیہودہ صدا کی جگہ دن رات مین پانچ دفعہ اللہ اکبر کی
دلچسپ و ہدایت افزا آواز کانون مین گونجتی تھی۔ اور سرپرستان اسلام کے دلون مین رہ رہکر ایک بے
اختیارانہ جوش اور خوش آئندہ شوق پیدا کرتی تھی۔

کہتے ہین کہ ایک زمانہ مین یہ شہر اُس معراج کمال پر پہنچگیا تھا کہ اِس صوبہ کا کوئی مقام و موضع اسکے برابر
خوش منظر اور دلفریب نہ تھا۔ جابجا نہایت خوشنما اور شاندار عمارات کا سلسلہ تھا۔ اور دور تک برابر چلا گیا تھا
اُسکی وسعت اور تمدن کا اندازہ کافی اور معتدبہ تھا۔ ہر پیشہ و صنعت کی دوکانین مختلف نمونون کی موجود
تھین۔ عام صفائی اور زیب و زینت حد سے زیادہ بڑھی ہوئی تھی۔ یہان کی آب و ہوا نہایت لطیف اور خوشگوار
تھی۔ نہرون کی روانی اور باغون کی فضا قابل تعریف تھی۔ جاڑون کے موسم مین معمولی سردی پڑتی تھی لیکن
گرمیون کا موسم اسقدر راحت انگیز اور جانبخش ہوتا تھا کہ بیان نہین ہوسکتا۔

لیکن شہر رہتک کی یہ تمام تفصیل لوگون کی زبانی روایت ہے۔ مین نے کسی تاریخ سے اسکی تصدیق و
توثیق نہین کی نہ کسی تذکرہ مین مجھے اسکا پتہ لگا۔ البتہ شاہ ولی اللہ صاحب نے اپنی قابل قدر تالیف مین اسپر
ایک نہایت دلچسپ و مختصر ریمارک کیا ہے جسے ہم اسمقام پر نقل کرکے رُہتک سے رخصت ہوتے ہین۔ شاہ صاحب
فرماتے ہین کہ "جب ہندوستان کے بلند مقامات پر اسلامیون کی خون آشام تلوارون کی چمک پڑی اور
بُت پرستون کے شوالون کی اونچی اونچی چوٹیون کی جگہ اسلام کے عالیشان اور شاندار جھنڈے بڑی خوفناکی کے
ساتھ علم ہوئے تو اُس زمانہ مین یہ شہر اس صوبے مین نہایت خوش منظر اور معمور تھا۔ مگر جس شہر کی خوبصورتی
تمام دنیا مین دھوم دھام تھی افسوس ہے کہ زمانہ کی رفتار کیساتھ روز بروز اسکے عروج و ترقی تنزل و پستی سے
بدلتے گئے۔ یعنی اسکے بعد جون جون زمانہ گزرتا گیا دن بدن اسکی آبادی و رونق گھٹتی گئی اور اسکی خوبصورتی
اور خوشنمائی کو۔ اُسکی چہل پہل اور عروج کا زمانہ اپنے ساتھ لیتا گیا۔ اب بجز ایک معمولی قصبہ اور قلیل سی آبادی
کے اور کچھ نظر نہین آتا" اسکی موجودہ ویران حالت دیکھکر اُن اصلی انجنیرون کے امیرانہ شوق پر بہت افسوس
ہوتا ہے۔ جنہون نے اسکا نقشہ بنایا پھر باغات و چشمون سے سجایا تھا۔

الغرض جس پاک اور برتر نفس کی بدولت شہر رہتک کی قسمت مین روز ازل سے مشہور معروف ہونا لکھا تھا وہ دنیا کے نامور شیر ملک[1] کے بیٹے اور محمد عطا ملک کے پوتے تھے جنکا نام نامی شمس الدین مفتی تھا اور جنکے سلسلہ مین اخیر عہد مین جناب شاہ ولی اللہ صاحب جیسے فخر خاندان و قوم اور نہایت معزز و ممتاز فاضل پیدا ہوئے۔ چونکہ محمد عطا ملک[1] اور شیر ملک کی حالات زندگی تاریکی مین ہین۔ اسلیئے ہمارا تذکرہ بھی جناب شمس الدین مفتی بن شیر ملک سے شروع ہوتا ہی۔ مین اس مقام پر ناظرین کی آسانی کے لیئے اس خاندان کے ان معزز حضرات کا شجرہ نسب لکھنا مناسب سمجھتا ہون جنکے حالات زندگی سے اس حصہ مین بحث کیجائیگی۔

جناب شیخ شمس الدین مفتی کی اولاد امجاد کا شجرہ نسب یہ ہے
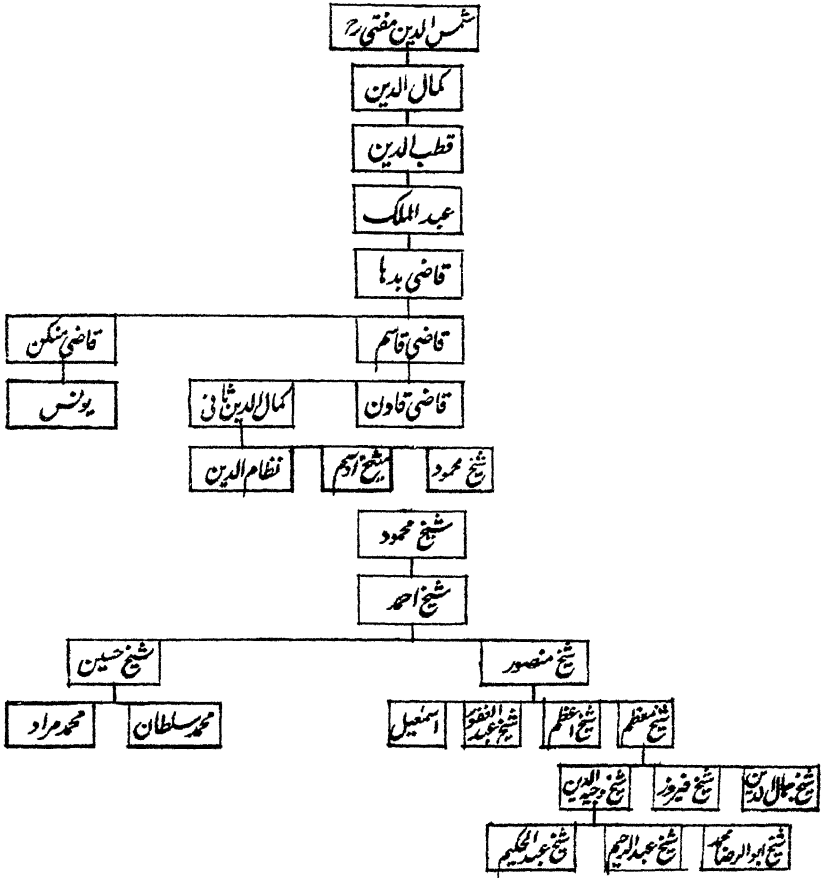
- شمس الدین مفتی رح[2]
  - کمال الدین
    - قطب الدین
      - عبد الملک
        - قاضی بدھا
          - قاضی قاسم
            - قاضی قادن
            - کمال الدین ثانی
              - شیخ محمود
              - شیخ آدم
              - نظام الدین
          - قاضی منکن
            - یونس

- شیخ محمود
  - شیخ احمد
    - شیخ منصور
      - شیخ معظم
        - شیخ جمال الدین
        - شیخ فیروز
        - شیخ وجیہ الدین
          - شیخ ابو الرضا محمد
          - شیخ عبد الرحیم
          - شیخ عبد الحکیم
      - شیخ اعظم
      - شیخ عبد الغفور
      - اسمٰعیل
    - شیخ حسین
      - محمد سلطان
      - محمد مراد

---

[1] ملک کا لفظ ایک تعظیمی لقب اور وزنی خطاب ہے جو اس عہد مین ایک معزز اور مخرز خاندان و قوم کو گورنمنٹ اسلام کی طرف سے حاصل ہوتا تھا جیسا کہ ہمارے زمانہ مین خان بہادر وغیرہ الفاظ معزز عہدہ دارون اور ممتاز لوگون کے تعظیمی محل مین استعمال کیئے جاتے ہین ۱۲

[2] شمس الدین مفتی کے اگرچہ چند نامور فرزند اور بھی ہین لیکن کمال الدین مفتی کو سب پر ایک قسم کا تفوق ہے۔ باقی فرزندون کے نام باوجود تحقیقات کے اب تک معلوم نہین ہوئے ۱۲ مؤلف

شیخ شمس الدین مفتی ایک نہایت ہی بزرگ اور فقیر طبیعت عالم و عابد شخص تھے۔ آپ کے انتہا سے زیادہ بڑھے ہوئے زہد و عبادت کا چرچا گھر گھر پھیلا ہوا تھا اور ضمیری و روحانی جوہرون اور ریاضت مجاہدہ کے کرشمون کے ڈنکے ایک عالم مین بجگئے تھے۔ وہ تمام ربانی لیاقتین اور روحانی قابلیتین جو ایک خدا پرست اور ولی کامل مین ہونا چاہئین سب بزرگ شیخ مین بوجہ احسن پائی جاتی تھین۔

مجھے بافسوس کہنا پڑتا ہی کہ واجب الاحترام شیخ کے ابتدائی حالات باوجود تحقیقات کے کوشش سے دستیاب نہین ہوئے اور اگر ہوئے بھی تو ایسے سلسلہ سے ہوئے جنپر مین پورا یقین اور کافی بھروسہ نہین کر سکتا۔ لہذا مین یقین و اعتبار سے گرے ہوئے حالات کو بالکل چھوڑتا اور اُن حالات کو قلمبند کرتا ہون جو مجھے قدیم تذکرون اور معتبر مورخون سے تحقیق ہوئے ہین۔ امید ہی کہ ہمارے تذکرہ کے ناظرین اُنہین بڑی دلچسپی سے پڑھین گے۔

محترم و بزرگ شیخ عربی النسل تھے اور عموماً شرفائے قریش مین امتیازی نظرون سے دیکھے جاتے تھے اور قریش مین سب سے پہلے وہ معزز و بزرگ شخص جنھون نے اپنے مقدس و پاک نفس سے شہر بنک کو منور و روشن کیا یہی خدا کے پیارے اور نیک بندے تھے۔ آپ ہی کی ذات بابرکات سے اِن اطراف مین شعائر اسلام اور خداوندی قوانین نے نہایت متانت اور آزادی کیساتھ اشاعت پائی۔ کفر و بت پرستی کی آگ جو مدت سے ہندوستان مین بڑی تیزی و تندی کیساتھ بھڑک رہی تھی آپکے قوی انفاس کی برکت سے یک لخت بجھ گئی۔ آپنے اپنے ایمان و ایقان کی بھری ہوئی تلقین سے لوگون کو دفعۃً خواب غفلت سے چونکا دیا اور اُن کے مردہ دلون مین ایک نئی اور تازہ روح پھونک دی۔ آپکی پُر ہدایت اور سچی تلقین نے تمام ہندوستان کی کایا پلٹ دی۔ اور آپکی روحانی برکتون اور باطنی فیضون نے دلونکو نورِ معرفت سے پُر اور لبریز کر دیا۔ مٹی پتھر اور لکڑی کی ترشی ہوئی اور انگھڑت مورتون کی پرستش کرنیوالے موحد و خدا پرست ہو گئے۔ اور خدا کی راہ سے ہوئے بھٹکے ہوئے حقیقت و معرفت کے دقایق و نکات بیان کرنے لگے۔ وحشی مہذب بن گئے۔ جہالت کی تاریکی دور ہوئی۔ اور اُسکی جگہ علوم و فنون نے ترقی پائی۔ ناجائز قتل زنا چوری۔ شراب خوری۔ قماربازی کے بدلے جن کا اثر عام طور پر اِن بلاد مین چھایا ہوا تھا خُلق۔ مروت۔ عصمت۔ امانت و دیانت۔ اتقا و پرہیزگاری کا جلوہ نظر آنے لگا۔ غرضکہ یہ آپ ہی کا معجز نما فیض تھا جو بہت تھوڑے عرصہ مین اس صوبہ کی تمام اطراف مین برقی قوت بنکر دوڑ گیا۔ اور مقدس اسلام کا پُر شوکت و شان ڈنکا نہایت دھشتناکی سے سب طرف بجگیا۔ اُسکی مقناطیسی

جذبات نے لوگون کو آہستہ آہستہ اپنی طرف کھینچنا شروع کیا اور جنکے پاک نفوس مین کلام ربانی سے کسیقدر
بھی دلچسپی لینی ودیعت رکھی گئی تھی اور تجلیات ربانی کا کچھ پرتو بھی اُنکے مجلۂ دل مین پڑ گیا تھا۔ بے اختیار
اسلام کے گرویدہ ہوگئے اور اُسکے قوانین و احکام کے آگے بیچون چرا تسلیم کی گردنین خم کردین یہ سب کچھ
تھا لیکن ابھی تک سچے اسلام کا نور حقیقی اپنی پوری تابانی کیساتھ نہ چمکا تھا۔ اور ارکان اسلام نے دھوم دھام
سے اشاعت نہ پائی تھی بت پرستی کی بیخ و بنیاد پورے طور پر جڑ سے اُکھڑی تھی نہ بدعت سنت سے الگ اور
ممتاز کیگئی تھی۔ اسلیئے بزرگ شیخ کو ضرور ہوا کہ کوئی ایسی صورت پیدا کرین جس سے وہ تمام نخے عنوانیان مٹ
جائین جو اسلام کے حقیقی نور کیلئے روک ہین حقیقت مین یہ ایک نہایت برتر و بزرگ اور الہامی خیال تھا جو کہ بجلی
کیطرح محترم اور واجب التعظیم شیخ کے دماغ مین کوندا۔ آپنے سوچتے سوچتے آخر اسبات پر رائے قائم کی کہ ایک
مدرسہ کی بنیاد ڈالی جائے جسمین لوگون کو کلام ربانی کی تلقین کیجائے اور وہ ربانی اسرار اور الہامی نکات جو
قرآن و حدیث کا معجز نما الفاظ مین کوٹ کوٹ کر بھرے ہوئے ہین عام لوگون پر ظاہر کیئے جائین۔

ان مین اسلامی

مدرسہ کی بنیاد پڑی تھی کہ مسلمان جوق کے جوق آپسے فیض حاصل کرنیکے لیئے آنے لگے۔ گویا ہی
تاریخ سے مذہب بت پرستی اور اصول شرک کے ساکن دریا مین ایک عجیب اتفاقی طور سے تحریک اور تحریک
کیساتھ تموج پیدا ہونے لگا۔ لیکن یہ تموج ایک ایسا خفیف و ضعیف تموج تھا جو اس عمیق اور عظیم الشان سمندر
مین ذرا بھی محسوس نہوا۔ چونکہ شیخصاحب قوانین فطرت کی باریکیون کو خوب سمجھے ہوئے تھے اور آپکے ضمیر
ور وحانی جوہر اپنے مین سکون و وقار کی گہری تہ رکھتے تھے۔ اس لیئے آپ جانتے تھے کہ صدیون کی خرابی جو لوگون
کے دلون مین جم جاتی ہے اُسکا دفعۃً قلع و قمع کرنا مشکل اور بہت مشکل ہوا کرتا ہے۔ ممکن ہے کہ اب نہین تو کسی آیندہ
زمانہ مین اسکا ضرور اثر پڑے گا۔ پس مجھے اِسوقت کی ناکامی سے کبھی برداشتہ اور شکستہ نہونا چاہیئے یہی وجہ
تھی کہ گو شیخصاحب نے اپنی کوششون کو بظاہر ناکامی کی پوشاک پہنتے ہوئے دیکھا۔ لیکن دل مین ذرا بھی خوف و
ہراس نہین کیا بلکہ اپنے دلکو اطمینان دلایا کہ گو مجھے بظاہر متواتر ناکامیون کا سامنا کرنا پڑا ہے۔ مگر حقیقت مین
بڑی خوش قسمتی کی بات ہے کہ یہ تمام ناکامیان نہایت مبارک اور خوش آیندہ ہین۔ اسمین ذرا شک نہین کہ ہر طرح
کی بیماری و تکلیف ہمیشہ طبیعت پر شاق و ناگوار گزرا کرتی ہے اور آدمی گو کیسا ہی صاحب تحمل و وقار کیون نہو
آخر کار اُسکی طبیعت اُکتا جاتی ہے۔ لیکن واقعی بات یہ ہے کہ جس مرض کا انجام صحت ہو گو ابتدا مین مہلک اور موذی
ہی کیون نہو عقلا ہمیشہ سے ایسے مرض کو مبارک اور خوش آیندہ کہتے چلے آئے ہین۔

الغرض بزرگ شیخ کو اگرچہ اپنے اس ارادہ مین بظاہر ناکامی ہوئی لیکن بڑی خوشی سے کہا جاتا ہی کہ گو آپ کی کوشش مذہب بت پرستی و شرک کے سمندر کی خونی موجون اور خوفناک لہرون سے مقابلہ نہ کر گئی مگر پھر بھی آپ نے ایک ایسا بیج بو دیا جو آپ کی آیندہ نسلون کی کوشش سے پھلا پھولا اور نہایت سرسبزی و شادابی کیساتھ لہلہا اٹھا۔

شیخ شمس ظاہری

جناب شیخ شمس الدین مفتی کی تاریخی زندگی مین جو بات سب سے زیادہ قابل نوٹ ہو وہ یہ ہے کہ آپ جیسے تفسیر و حدیث و فقہ کے علوم مین اجتہاد کا درجہ رکھتے اور ماہرین فن کے زمرہ مین شمار کیے جاتے تھے۔ ویسے ہی علم ادب اور انشا پردازی مین ضرب المثل تھے۔ علاوہ ازین آپکا برتر و پاک نفس روز ازل سے باطنی علوم کا بھی حصہ رکھتا تھا اور ربانی جلال پورے طور پر آپکے چہرہ دلپر اپنی تابانی اور درخشانی ڈال چکا تھا۔ غرضکہ دینی و دنیاوی اعزاز و اقتدار کیلئے کوئی ایسی صفت نہ تھی جو فیاض ازل نے آپ سے دریغ رکھی ہو۔ یہی وجہ تھی کہ اس عہد کی تمام اسلامی مجلسون مین آپکی عزت و توقیر ہوتی تھی اور مذہبی تقدس و دینی اقتدار کی وجہ سے آپکے سامنے سلاطین وقت کی گردنین جھکتی تھین قطع نظر اسکے آپکی محتاط زندگی اور اتقا و پرہیزگاری اور عام اخلاق کی شہرت کا جادو رہتک کے تمام باشندون پر اپنا پورا اثر ڈال چکا تھا۔ اسوجہ سے ہر گلی کوچہ مین آپکی معاشرتی زندگی کی تہ دل سے داد دیجاتی اور بچہ بچہ کی زبان پر آپکا نام بڑی وقعت سے لیا جاتا تھا

آپسے بہت سے عجیب و غریب واقعات اور حیرت انگیز حالات صادر ہوئے ہین جنسے تاریخی کتابون کے صفحات ابتک روشن و منور پائے جاتے ہین۔ چونکہ مجھے ان واقعات لکھکر اپنے بیان کو طول دینا منظور نہین ہے اسلیئے صرف ایک واقعہ پر اکتفا کرنا مناسب سمجھتا ہون۔

شیخ شمس حیرت

جناب شیخ شمس الدین مفتی کی حیات مستعار کا وسیع پیمانہ جب لبریز ہو کر چھلکنے کے قریب ہوا تو آپ نے اپنی اولاد و احفاد کو جمع کر کے وصیت کی کہ جب میری روح اس عنصری جسد سے مفارقت کر کے عالم بالا مین پرواز کر جائے تو میری نعش کی تجہیز و تکفین بالکل اُسی طریقے اور طرز پر ہونا چاہیئے جو سنت سے ثابت ہی۔ تجہیز و تکفین کے بعد جنازہ کی نماز نہایت خشوع اور متواضعانہ ہیئت سے ادا کیجائے اس کے بعد میرا جنازہ مسجد مین جو میری خاص عبادت گاہ اور مقام اعتکاف ہے رکھا جائے۔ حاضرین کو چاہیئے کہ تھوڑی دیر کیلئے وہان سے ہٹ جائین اور مسجد کو بالکل خالی کر دین۔ بعد ازان اگر میری نعش پائی جائے تو دفن کرین ورنہ اپنے اپنے گھر واپس چلے جائین اور کسیطرح کا تذبذب و تردد نہ کرین۔

چنانچہ آپکے انتقال کے بعد لوگون نے ایسا ہی کیا اور آپکی وصیت کی بڑی سرگرمی اور مستعدی کیساتھ

تعمیل کیگیئی۔ مسجد کے ایک مختصر گوشہ مین جنازہ رکھا گیا۔ اور تھوڑی دیر کیلیئے ساری مسجد خالی کردیگئی پھر
جو دیکھا تو جنازے کا نام ونشان تک نپایا۔ حاضرین اس ندرت انگیز واقعہ سے سخت متعجب ہوئے اور تعجب وحیرت
کو ساتھ لیئے ہوئے واپس آئے۔

اگرچہ یہ حکایت بھی لوگون کی زبانی روایت ہی ہے مین نے کسی قدیم وجدید مستند تاریخ سے اسکی تصدیق
نہین کی لیکن مختلف تحقیقات سے ایسا معلوم ہوتا ہی کہ اگر یہ واقعہ پیش آیا ہو تو کوئی تعجب وحیرت کی جگہ
نہین ہی مین نے خاص حضرت شاہ عبدالرحیم صاحبؒ کے واقعات مین لکھا دیکھا ہے کہ جب آپ یہ حکایت
سنتے تو نہایت وثوق کیساتھ اسکی تصدیق وتائید فرماتے۔ چنانچہ فاضل اجل جناب شاہ ولی اللہ صاحب
اپنی ایک قیمتی تصنیف مین یون تحریر فرماتے ہین کہ ''میرے محترم وبزرگوار والد جب یہ حکایت سنتے تو بلا تردد
اسکی توثیق کرتے اور فرماتے۔ مجھے اپنے حافظہ پر پورا بھروسہ ہی اور مجھے یقین ہے کہ مین اپنی یاد مین کبھی غلطی نہ
کرونگا۔ اسمین ذرا بھی شبہ نہین کہ قدیم زمانہ کے سلسلہ چشتیہ کے مشائخ کے حالات وواقعات مین جو
کتابین لکھی گئی ہین اور جنمین واقعات کے لحاظ سے نہایت موشگافی اور چھان بین کیگئی ہی اُن مین مینے
یہ واقعہ اپنی آنکھ سے لکھا دیکھا ہی گو مین کافی یقین کیساتھ یہ نہین بتا سکتا کہ وہ واقعہ خاص ان ہی بزرگ
مفتی صاحب کا ہی جو تقدس اور شریفانہ اخلاق کے مجسم تصویر تھے یا کسی اور بزرگ سے علاقہ رکھتا ہے
کیونکہ جہان یہ واقعہ لکھا گیا ہی اُس مقام پر اس اولوالعزم اور بزرگ کے نام نامی کی صراحت نہین کیگئی۔

غرضکہ جب وہ اجب الاحترام فخر ہندوستان شیخ اس دار ناپائدار سے عالم بقا مین انتقال کرگئے تو آپکے
بزرگ اور عظیم ترین اولاد جناب شیخ کمال الدین مفتی آپکے جانشین قرار دیئے گئے۔ گو شیخ شمس الدین مفتی کی
اور بھی اولاد تھی اور سب کی سب نہایت قابل ور مذہبی تقدس وعلم وفضل کی جیتی جاگتی تصویرین تھین۔ مگر چونکہ
شیخ کمال الدین مفتی اپنے والد بزرگوار کی تاریخی زندگی کا پورا حصہ اپنے مین رکھتے تھے اور الولد سر لابیہ کے پورے
فوٹو تھے۔ اسلیئے اس معزز اور جلیل القدر خلافت کیواسطے آپ ہی منتخب کیئے گئے

قدیم تذکرون اور کہنہ تاریخون کے صفحات پر عمیق اور غور مین نظر ڈالنے سے اسبات کا بخوبی ثبوت ملسکتا
ہی کہ اُس زمانہ مین عام طور پر یہ قاعدہ استعمال مین لایا جاتا تھا کہ مسلمانون مین سے جو محترم ومحتشم نیک طینت
پاک نفس شخص ان جیسے بلاد وصوبجات مین توطن اختیار کرتا اور وہان کے باشندے عموماً اُسکے لاثانی زہد واتقا
اور بیمثل تہذیب وشائستگی کو تسلیم کرتے۔ ملکی سیاست کے متعلق جسقدر اہم امور ہوتے تھے۔ مثلاً قضا۔ احتساب افتا وغیرہ

الدین مفتی

کے تمام معزز مناصب اور ممتاز عہدون کیلئے وُہی شخص انتخاب کیا جاتا اور یہ قابل عظمت عہدے اُسی تقدس مآب کے تفویض کیئے جاتے۔

لیکن ان محترم و معزز عہدون کو کسی شخص یا کسی خاندان کیساتھ مخصوص و محدود نہین کیا جاتا تہا۔ اور کچھ یہی ضرور نہ تہا کہ جو شخص ان جلیل القدر مناصب کے لیئے ایک دفعہ منتخب کر دیا گیا تو اب یہ عہدے نسلاً بعد نسل اُسکے خاندان مین موروثی قرار دیدیئے جائین۔ خواہ قابل ہون یا نا قابل۔ نہین بلکہ سب سے پہلے یہ بات دیکھی جاتی تھی کہ کیا یہ شخص اُن امور کے سمجھنے اور اُن واقعات کی تہ مین بیٹھ جانے کی قابلیت رکھتا ہے جو ان مناصب سے تعلق رکھتے ہین یا نہین۔ گویا اُس منتخب ممبر کیلئے بھی ایک دن اور ایک وقت اُسکی علمی قابلیت اور ذہانت و حافظہ کے امتحان کا ہوتا تہا۔

اسیطرح ان ممتاز عہدون اور جلیل القدر منصبون کیلئے یہ بھی ضرور نہ تہا کہ جو محترم و محتشم شخص ان کیلئے انتخاب کیا جاتا اُسی قاضی اور مفتی اور محتسب کے معزز القاب سے پُکارا جاتا۔ بلکہ بغیر ان القاب کی شہرت کے اور بغیر کسی قسم کی ظاہری تخصیص کے اُسکی گورنمنٹ خلائق کا مرجع و مرکز سمجھی جاتی۔

یہ بڑی خوشی کی بات ہے کہ جناب شیخ کمال الدین مفتی بحکم الولد سر لابیہ تقدس و تمام شریفانہ عادات مہذبانہ اخلاق علم و فضل مین اپنے واجب الاعتصام والد کے بالکل قدم بقدم تھے۔ جو علمی مذہبی بلند خیالی روشن دماغی دقیق النظری مین جواب نہ رکھتے تھے۔ آپکے مراقبات و مکاشفات اور خدا اور تقدس کی اُن اطراف مین بہت بڑی شہرت تھی۔ آپکا اکثر وقت یا تو کتب بینی مین صرف ہوا کرتا تہا یا ریاضت و مجاہدات مین۔ شیخ کمال الدین مفتی گو اکہرے بدن کے دُبلے پتلے اور نحیف آدمی تھے لیکن آپ کی متین و وسیع پیشانی اُس عظیم الشان نصیبے کی شہادت دیتی تھی جو آپ کو آیندہ حاصل ہونے والا تہا۔ یہ بات نہ صرف تعجبناک بلکہ حیرت انگیز ہے کہ شیخ کمال الدین مفتی کو بہت تھوڑے عرصہ مین وہ مقبولیت عام حاصل ہو گئی تھی (جسے ربانی مقبولیت سے تعبیر کر سکتے ہین) کہ ان اطراف کے باشندون کا بچہ بچہ آپ کا نام نہایت مقدس اور پاک الفاظ کیساتھ زبان پر لاتا تھا۔

جب جناب شیخ کمال الدین مفتی کی زندگی کا پیمانہ لبریز ہُوا اور لبریز ہو کر چھلک گیا یعنی آپکی مقدس روح جہان فانی سے عالم باقی مین انتقال کر گئی تو آپکے بعد آپکے نہایت لائق اور ہونہار فرزند جناب قطب الدین اس معزز عہدے سے ممتاز کیئے گئے۔ افسوس کہ اس مقدس شخص کے تفصیلی حالات

باوجود تحقیق کے ہمیں کہیں سے دستیاب نہیں ہوئے بلکہ جہان تک تحقیق ہوا ہی صرف اسقدر ہوا ہی کہ آپکے انتقال کے بعد آپکے بڑے صاحبزادے عبد الملک جانشین ہوئے اور یہ عظیم الشان منصب اُن کی تفویض مین کیا گیا۔

جناب عبد الملک بڑے تیز ہوش اور ذہین و طباع شخص تھے فطرت نے اول ہی روز سے آپکے ضمیر کو ربانی قابلیتون اور روحانی جوہرون سے آراستہ کر دیا تھا اِسلیئے روز بروز اور ساعت بساعت حقانی تیقن اور الہامی غوامض آپکے پاک اور مقدس نفس سے اپنی اصلی تابانی و درخشانی دکھاتے تھے۔ اِن جیسے بزرگ وارثون کی وجہ سے اب یہ نجیب شریف خاندان کچھ حد سے زیادہ مقبول انام ہو گیا تھا اور اِس معزز خاندان کے ہر ممبر کی معاشرت اور تمدنی حالت ایک نرالی اور انوکھی طرز کی ہو گئی تھی۔

گو آپنے علوم کی تعلیم روحانی ذریعہ سے حاصل کی تھی اور ربانی جلال کا پورا اثر آپکے دلمین چمک چکا تھا۔ مگر پھر بھی تمام وہ معمولی کتابین جو اُسوقت درس مین شامل تھین اپنے ہی خاندان کے ایک فاضل اجل اور علامہ سے بہت جلد نکال لین چونکہ فطرت نے پہلے ہی سے آپ کا دماغ کامل عقل سے آراستہ کر دیا تھا اِسلیئے آپ کو اِن معمولی کتابون کا بہت جلد پڑھ لینا کچھ بھی مشکل نہ تھا جب آپ معمولی و رسمی علوم وفنون کی تحصیل سے فارغ ہوئے تو علم حدیث پڑھنا شروع کیا۔ بیشک علم حدیث ایک بڑا سخت اور دشوار گزار علم ہے اِسکی اہمیت اور معنی آفرینی کو کچھ وہی شخص سمجھ سکتا ہے جسے اِس فن مین لگاؤ اور مس حاصل ہی لیکن بڑی خوشی سے دیکھا جاتا ہی کہ بزرگ عبد الملک کے سامنے یہ مشکل اور دقت آفرین علم بھی پانی تھا کیونکہ آپکا دل اور دماغ روز اول ہی سے اُن فطرتی جوہرون کی تابانی سے چمک چکا تھا جنھین ربانی بخشش اور فیض خداوندی سمجھنا چاہیئے۔

آپ کو کلام الٰہی سے بڑی دلچسپی تھی۔ یہی وجہ تھی کہ اکثر اوقات اُسکی تلاوت مین مشغول رہتے۔ اور حاضرین کو اُسکے اسرار و نکات کی تلقین فرمایا کرتے تھے۔ گویا یہ آپ کا وعظ تھا جس سے ہر وقت مجلس گرم رہتی تھی۔ آپ کی مقدس زبان سے جو جملہ اور فقرہ نکلتا تھا وہ ایسا دانشمندانہ اور حکیمانہ ہوتا تھا جس سے فطرت اللہ کا اصلی منشا اور کلام ربانی کا ذاتی مفہوم ظاہر ہوتا تھا۔ آپ کی خوش لہجگی مین وہ مقناطیسی اثر تھا کہ سننے والون کی طبیعتین ایک بے اختیارانہ جوش کیساتھ آپکی طرف مائل و متوجہ ہوتی تھین آپکے لفظ لفظ سے سامعین کے دلون پر ایک چوٹ سی لگتی تھی۔ اور اُنکے جسم کانپ کانپ اُٹھتے تھے۔ اُنپر ایک محویت اور بے اختیاری کیحالت

طاری ہوجاتی تھی اور اس حالت بیخودی مین اس شدت سے رقت ہوتی تھی کہ پرنم آنکھون سے آنسوون کا دریا بہاتے تھے۔

جن باتون کا تذکرہ خصوصیت کیساتھ آپکے رجحان ہوا کرتا تھا وہ وحدت پرستی اور اسلام کے ضروری ارکان تھے گو یا آپ کو اُس عمارت کا نقش رونگار سے آراستہ وپیراستہ کرنا منظور تھا جسکی بنیاد آپکے مقدس اور اولوالعزم جدامجد حضرت شیخ شمس الدین قدس سرہ نے اول روز ڈالی تھی آپ کا سب سے بڑا اور اہم خیال یہی تہا کہ جسطرحسے بن پڑے بُت پرستی کی بیخکنی ہوجائے اور آسمانی شریعت مین جو نفرت انگیز اور بیہودہ رسمین رواج پکڑ گئی ہین دنیا سے میٹ دیجائین مسلمانون کو اُن ناپاک آلایشون اور نفرتناک بیہودگیون سے پاک صاف کردیا جائے جنمین وہ صدہا سال سے گرفتار ہین وہ غلیظ وقابل نفرت عادتین جو اُن کے خمیر مین صدیون کی خرابی سے پڑگئی تہین اور جن منغص بیہودگیون مین وہ ایک درازمدت سے مبتلا تھے اُن سے اُنہین اسطرح پاک صاف کردیا جائے کہ گویا مان کے پیٹ سے آج ہی پیدا ہوئے ہین حقیقت مین یہ کام ایک بڑا ہی برتر اور اہم کام تہا جسکی تجدید آپنے کی۔ اگرچہ ویسی کامیابی جو در حقیقت اسمین ہونی چاہئیے تھی آپ کو حاصل نہین ہوئی مگر پہر بھی آپ کی اس تعلیم وتلقین نے اپنا قیمتی اثر مسلمانون پر ڈالا اور اُن کے اخلاقی خیالات ایسے نتہر گئے جنپر آج اسلامی دنیا اگر کسیطرح کا فخر کرے تو بیجا نہوگا لیکن یہ افسوس سے لکھنا پڑتا ہے کہ شیخ عبدالملک عمر طبعی کے زمانہ تک پہنچنے سے پیشتر ہی عین اُسوقت مین جبکہ آپ کا عروج کمال شہاب ثاقب کیطرح چمک رہا تہا اس جہان سے تشریف لیگئے یعنی فلک کجرفتار نے قبل اسکے کہ آپ خوشۂ مراد کی گلچینی سے بہرہ ور ہوکر اپنی دلی آرزوؤن اور پرشوق تمناؤن پر کامیاب ہون عین عالم شباب مین لقمۂ اجل بنا ڈالا حیف صد حیف اے دنیائے دون اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔

ہم پہلے لکھ آئے ہین کہ شہر رہتک اور اُسکے اطراف وجوانب مین دستور نہ تہا کہ مُلکی سیاست کے اولوالعزم عہدے کسی خاص شخص یا کسی مخصوص خاندان کیساتھ محدود ہون اور اُس خاص شخص یا مخصوص خاندان کے علاوہ کوئی اور شخص قضا اور احتساب وافتا کے مناصب کے لیئے انتخاب کی لیاقت نہ رکھتا ہو بلکہ جو محترم ومحتشم مُسلمان اس صوبہ مین توطن اختیار کرتا اور اُسے فطرت سے ربانی قابلیتون اور روحانی وضمیری جوہرون کا حصہ ملتا وہ ان جلیل القدر اور عظیم الشان عہدون سے ممتاز کیا جاتا۔ لیکن اب اس قدر زمانہ گذرجانے اور اس واجب الاعتصام خاندان مین ایسے مقتدر اور محتاط حضرات کے ظہور کرنے سے کلیتہً یہ قانون نافذ ہوگیا کہ قضا وافتا کے معزز

عہد سے اسی شریف و بزرگ خاندان کیساتھ مخصوص و محدود ہون کیونکہ اس زمانہ کے لوگون کو یہ بات یقینی طور پر معلوم ہو گئی تھی کہ فطرت نے جو عزت و شرف اِس نجیب خاندان کو دیا ہے دوسرے کو کبھی نصیب نہین ہو سکتا۔ اِس معزز خاندان کے حضرات کے ضمیری و روحانی جوہر اپنے مین گہری ممتازیت کی تہ رکھتے ہین۔ اور اُنکے پاک نفوس مین ربانی جلال کا پورا پرتو اُتر چکا ہے۔ اسلیئے قیاس کیا جا سکتا ہے کہ اِس جلیل الشان خاندان مین آیندہ جسقدر لوگ پیدا ہون گے سب کے سب نہ صرف فخر خاندان بلکہ فخر روزگار ہون گے۔

حقیقت مین اُس زمانہ کے لوگون کا یہ تفرس و قیاس بالکل صحیح اور نہایت قدر و منزلت کے قابل تھا اخیر عہد مین جناب شاہ ولی اللہ صاحب اور اُن کے صاحبزادے جناب شاہ عبد العزیز اور شاہ رفیع الدین اور شاہ عبد القادر اور شاہ عبد الغنی اور پوتے شاہ اسمٰعیل صاحب ایسے مقدس و نامور اور مشہور عالم ہوئے جنکی محتاط زندگی اور اتقا و پرہیزگاری اور علمی برکتون نے انکی شہرت نہ صرف ہندوستان مین محدود رکھی بلکہ اُنکے تقدس و پاکی کی ناموری نے دور دوران کے خاندان کی شرافت و بزرگی مین اور بھی جان ڈالدی۔ اور جنکی بدولت ہندوستان بالخصوص دہلی کو بہت بڑا فخر حاصل ہوا حق یہ ہے کہ ہندوستان جہان تک اسبات پر فخر کرے بجا ہے کہ اُسنے اپنی ناز بھری گودی مین ایک دراز عرصہ تک ایسے ممتاز و معزز بچون کو پالا ہے کہ اُسکے مقابلہ مین کسی ایشیائی ملک کو یہ بات بہت کم نصیب ہوئی ہو۔

مجھے اس مقام پر اپنے ایک معزز ہمعصر کا خیال ظاہر کرنا زیادہ مناسب معلوم ہوتا ہے جس سے میرے بیان کی پوری تائید ہو سکتی ہے۔ "معزز ہمعصر اپنی ایک قیمتی تصنیف مین اس خاندان کے علم و فضل کی شہرت کے متعلق یون ریمارک کرتا ہے کہ جناب شاہ ولی اللہ صاحب کے خاندان کے علم و فضل کی آوازین ہندوستان کی چار دیواری سے نکلکر مسلمانون کے ممالک روم و شام وغیرہ مین پہنچی تھین اور جس مسئلہ مین مکہ مدینہ کے علما مین جھگڑا ہوتا تھا وہ ثالث بالخیر شاہ ولی اللہ صاحب اور شاہ عبد العزیز کو بناتے تھے۔ ملا رشیدی مدنی اور شاہ عبد العزیز سے جو خط و کتابت ہوئی ہے اُس سے ہم اپنے دعوے کی سند دیسکتے ہین۔ ایک خط مین ملا رشیدی نے یہ لکھا ہے "شاہ صاحب آپکا کچھ ایسا اثر بلاد اسلامیہ مین ہوا ہی کہ جب کوئی فتوے دیا جاتا ہی اور علما اُسپر اپنی مُہرین کرتے ہین تو ہر شخص فتوے مین آپ کی مُہر کا متلاشی رہتا ہی۔ اور وہ فتوے جبتک اُسپر آپ کی مُہر نہو زیادہ وقعت کی نظر سے دیکھا نہین جاتا۔ اگر آپ یہان تشریف لے آوین تو ہم لوگون کیلیے بڑے فخر کی بات ہی اور سلطان ٹرکی بھی آپ کی بہت بڑی عزت کرین"۔"

اسکے بعد معزز ہمعصر لکھتا ہے۔ اس خط سے اُس مقبولیت کی پوری پوری کیفیت معلوم ہوتی ہے جو شاہ عبد العزیز صاحب کی بلاد اسلامیہ مین بھی اسکو ربانی مقبولیت کہتے ہین اور یہ اعلیٰ علم و فضل ہے"۔

الغرض شیخ عبد الملک کے مبارک عہد مین قضا و احتساب اور افتا کے معزز عہدے اس خاندان کے لیے موروثی حقوق قرار دیدیئے گئے۔ اسلیئے آپ کے انتقال کے بعد آپکے لائق اور عزیز الوجود فرزند جناب قاضی بدھا نے اپنی موروثی ریاست اور خاندانی حقوق و تعلق کو محفوظ رکھنے کی غرض سے منصب قضا اختیار کیا اور مدت العمر تک مخلوق خدا کے اُمور کے متکفل و نگران رہے۔

کچھہ شبہہ نہین کہ اس محترم خاندان مین جسقدر مقدس اور پاک نفس حضرات گزرے ہین سب کے اخلاق نہایت وسیع اور فیاضانہ تھے۔ غرور و نخوت۔ ترفع اور کم بینی ان مین نام تک کو نہ تھی یون تو اس واجب الاحترام خاندان کا ہر ایک ممبر نہایت فیاض اور خوش اخلاق تہا لیکن جو خوش اخلاقی اور فیاضی طبعی جناب قاضی بدھا مین پائی جاتی تھی اُسکا ڈھنگ سب سے نرالا اور جدا تہا۔ اگرچہ آپ ایک ایسے اولو العزم اور اعلےٰ درجہ کے عہدہ سے ممتاز تھے جسکے آگے زبردست سے زبردست سلطنت کو بھی بجز گردن تسلیم خم کرنیکے اور کچھ کرتے دھرتے بن نہ پڑتا تہا اور اُسکے حق مین آپ کی مخالفت ایک زہریلا اور نہایت بد اثر نتیجہ پیدا کرنے والی تھی۔ لیکن یہ بات نہایت خوشی سے کہی جاتی ہے کہ ہر شخص خواہ وہ کسی رتبہ کا آدمی ہوتا بغیر کسی ذریعۂ تعارف کے ہر وقت آپ سے ملسکتا۔ اور آپ جس تواضع اور خوش اخلاقی سے اُسکے ساتھ پیش آتے۔ ملنے والا بہت عرصہ تک اُسکا اثر اپنے دلمین محسوس پاتا۔ اس سے قطعاً ثابت ہوتا ہو کہ آپکے اخلاق نہایت وسیع اور عام تھے۔ اور اُسکے لیئے وسیلۂ تعارف عزت وجاہ کی سفارش کی کچھ ضرورت نہ تھی۔

یہ بات بالکل صحیح ہو کہ ابتدا مین قاضی بدھا صاحب نے ظاہری علوم و فنون اور دینی کتب کے مطالعہ کرنے مین زیادہ محنت نہین کی۔ لیکن جو لوگ قلبی فراز و نشیب اور ضمیری قابلیتون سے کسیقدر بھی واقفیت رکھتے ہین وہ خوب جانتے ہین کہ جن پاک نفوس کو فطرت کی باطنی قوتون مین درک و مہارت اور اُسکے پوشیدہ یا اَن دیکھے جوہرون کا کسیدر جہ علم ہوتا ہے۔ اُنہین علمی ترقی مین زیادہ محنت کرنیکی ضرورت ہوتی ہے نہ کتب بینی مین زیادہ وقت صرف کرنیکی حاجت۔ جو طبیعتین کہ فطری جوہرون کے نور سے روشن اور چمکدار ہوجاتی ہین اور اُنپر ربانی تجلیات کا عکس پڑجاتا ہو وہ بغیر کسی محنت و جانکاہی کے

حقائق ربانی کے سمجھنے مین ید طولیٰ رکھتی ہین علیٰ ہذا القیاس بعض وعبائع جنہین مطالب الہامی اور مقاصد ربانی اخذ کرنے اور اُنسے مستفید ہونیکا ذوقی مادہ پیدا ہوجاتا ہے کتب بینی اور سبق خوانی کیطرف زیادہ متوجہ نہین ہوتین۔

بیشک یہ بات تسلیم کیئے جانیکے قابل ہے کہ جو لوگ کتابی تعلیم حاصل نہین کرتے اُن مین اگرچہ مقاصد فہمی کی لیاقت پیدا ہوجاتی ہے لیکن پھر بھی وہ ایسے قابل نہین ہوتے جیسے کتابی تعلیم حاصل کرنیوالے۔ اِسکے ساتھ ہی یہ امر بھی ماننا پڑے گا کہ محنت ایک ایسی چیز ہے جس سے غبی الانسان بھی کچھ نہ کچھ فائدہ اُٹھا ہی لیتا ہے لیکن یہ بات قابل نوٹ ہے کہ لیاقت و قابلیت کتب بینی اور باضابطہ تعلیم حاصل کرنے مین ہرگز منحصر نہین ہے بلکہ ایک ایسا شخص جسنے معمولی تعلیم سے اپنی ذات یا قوم کو فائدہ پہنچایا وہ اُس تعلیم یافتہ سے زیادہ وقعت کی نگاہ سے دیکھے جانیکے قابل ہے جس نے علم مین بہت بڑا تبحر اور ملکہ حاصل کرنیکے بعد اُس سے اپنی ذات یا ملک و قوم کی بہبودی نہین چاہی۔ اِسیطرح جن مقدس الانفاس لوگون کے دل و دماغ ابتدا ہی سے اُن جوہرون سے آراستہ و مجلا ہوجاتے ہین جنہین فطرت کی خاص بخششین سمجھنا چاہیئے تو اُنہین خود بخود وہ ربانی لیاقتین اور روحانی قابلیتین حاصل ہوجاتی ہین جو نہ کسی سنگین محنت سے حاصل ہوسکتی ہین نہ جانکاہی و جگر خراشی سے نصیب ہونے کی اُمید کی جاسکتی ہے۔

خلاصہ یہ کہ گو جناب قاضی بُدھا صاحب زیادہ لکھے پڑھے نہ تھے لیکن آپ کی فراخ و خوبصورت پیشانی کی تابانی انسانی نظرون کو اسبات کا صاف پتا دیتی تھی کہ اِس مغز شخص کی دماغی قوتون و قلبی جوہرون کو فطرت کی طرفسے وہ حصہ ملا ہے جو ایک زبردست متبحر عالم جامع فنون کو بہت کم نصیب ہوا ہے بزرگ قاضی بدھا صاحب کے انتقال کے بعد اُنکے دو فرزند باقی رہے جو تقدس و پاکی اور شریفانہ عادات کے مجسم تصویر اور آپ کی ایک عظیم الشان یادگار تھے۔ ایک قاضی قاسم جو اپنے واجب الاحترام والد کے انتقال کے بعد اُنکے جانشین اور خلیفہ مقرر کیئے گئے۔ دوسرے شیخ منگن جو انتہا سے زیادہ علمی لیاقت اور باطنی قابلیت رکھتے تھے اور جو نسبتہً باطنی علم کا زیادہ حصہ قدرتی طور پر رکھتے تھے۔ آپکے انتقال کے بعد صرف ایک فرزند یونس نام باقی رہے جو بڑے ہوکر نہایت قابل و فخر خاندان شخص قرار دیئے گئے۔ واجب الاحترام اور معزز یونس سیرت مین صورت مین اخلاق و عادات مین بالکل اپنے والد بزرگوار

کے قدم بقدم تھے۔ اُن کی طرز معاشرت اور تمدنی حالت بالکل ایسی ہی تھی جیسی جناب قاضی بدہا صاحب کی۔ اُس زمانہ کے لوگ صرف اِس لحاظ سے اُن کی اور بھی وقعت وقدر کرتے تھے کہ یہ قاضی صاحب کی شکل وشباہت سے زیادہ ملتے جلتے تھے۔ قاضی بدہا صاحب کے فرزند رشید، جناب قاضی قاسم صاحب کے انتقال کے بعد اُن کے دو عزیز الوجود اور گرامیقدر صاحبزادے باقی رہے۔ ایک قاضی قادن دوسرے شیخ کمال الدین۔ قاضی قادن اور شیخ کمال الدین دونوں محترم بزرگ حضرات اگرچہ علم وفضل عقل وتمیز، ذہانت وطباعی وغیرہ میں مساوی درجہ رکھتے تھے۔ گو بعض بعض خصوصیتوں میں ایک دوسرے سے کسیقدر ممتاز اور مستثنےٰ تھے۔ لیکن چونکہ جناب قاضی قادن صاحب شیخ کمال الدین سے عمر میں کسیقدر بڑے تھے۔ اسلیئے آپ ہی اپنے والد بزرگوار کے انتقال کے بعد اُن کے قائم مقام اور جانشین قرار پائے اور شہر کی ریاست اور سیاست آپ ہی کے تفویض میں کیگئی۔

قاضی قادن صاحب ہرچند کہ تمام تذکروں اور تاریخی صفحوں میں اسی نام نامی سے یاد کیے گئے ہیں لیکن بظاہر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ شاید آپ کا اسم گرامی عبدالقادر یا قوام الدین ہوگا جو ایک زمانہ تک متعصب ہندؤں کی ناآشنا اور جاہل زبان پر جاری ہوتے اور تحریف وتصحیف قبول کرتے کرتے عبدالقادر سے صرف قادن رہگیا۔

قاضی قاسم کے دوسرے صاحبزادے شیخ کمال الدین جو قاضی قادن کے چھوٹے بھائی تھے۔ اور جو اِن اطراف میں علم وفضل کی بہت بڑی شہرت رکھتے تھے۔ اُن کے ہاں صرف ایک فرزند پیدا ہوئے جنکا نام نامی نظام الدین رکھا گیا۔ اور جو بڑے ہوکر علمی فیاضیوں اور فطری قابلیتوں کے سرچشمہ ہوئے اِن ہی سے شیخ کمال الدین کے انتقال کے بعد اُنکی نسل قایم ہوئی اور آیندہ زمانہ میں اِس نسل کے سلسلہ میں بڑے بڑے عالی وقار اور حوصلہ مند دقیق النظر حضرات پیدا ہوئے

محترم قاضی قادن کے انتقال کے بعد دو فرزند آپ کی یادگار میں باقی رہے ایک شیخ محمود۔ دوسرے شیخ آدم جو بہائی خان کیساتھ کمال شہرت رکھتے تھے۔ شیخ محمود اپنے معزز اور واجب الاحترام قبائل میں بڑے نجیب وشریف اور ممتاز شخص گنے جاتے تھے اور نہ صرف اِس جلیل القدر خاندان کے شرفاء آپ کی عظمت وجبروت شان وشوکت کو تسلیم کرتے تھے بلکہ شہر رہتک اور اُسکی اطراف وجوانب کے تمام اولوالعزم اور محترم باشندے پرلے درجہ کی تعظیم وتوقیر سے پیش آتے تھے۔ چونکہ اِس زمانہ میں

بہت سے خارجی اسباب اور اس بزرگ خاندان کی طبیعت کی مخالف چند ایسے ہی سامان جمع ہوگئے تھے۔ لہذا شیخ محمود کو جو اسوقت تمام بقیہ خاندان مین امتیازیہ نظرون سے دیکھے جاتے تھے منصب قضا سے کنارکش ہوکر اعمال سلطانیہ مین مشغول ہونا پڑا۔

چونکہ فطرت نے پہلے ہی سے جناب شیخ محمود کیلئے تجویز کر رکھا تھا کہ آپ زمانہ کے سرد و گرم نرمی و سختی دونون قسم کی کیفیتون سے دلچسپی حاصل کرینگے نیز بہت سے پیچیدہ اور اہم معاملات کی گتھیون کو سلجھانا اور نئے نئے الجھیڑون مین سے موشگافیان کرنا آپکی قسمت مین لکھا جاچکا تہا اسلیئے ضرور تہا کہ آپ منصب قضا کو خدا حافظ کہکر ایک ایسا سلسلہ اختیار کرین جس سے مسلمانون کی آئندہ نسلون کو کچھ فائدہ پہنچ سکے۔ یہ ایک ارادہ تہا جو بزرگ شیخ محمود کے دماغ مین بجلی کیطرح ساعت بساعت اور آناً فاناً کوندرہا تھا اور جسمین ایک عجیب اتفاقی طور پر تحریک اور تحریک کیساتھ تکمیل ہوئی۔ اُس مضمر جوہر نے جو ابتدا ہی سے آپکی طبیعت مین خمیر کردیا گیا تہا دفعةً زور کیا یک بیک آپکا دل برداشتہ ہوا اور وہ ضعیف سا خیال و تحریک جو بجھی ہوئی چنگاری کیطرح آپکے باطن مین کبھی کبھی اپنی تابانی دکھا جاتی تھی۔ اب ایک نہایت مضبوط اور مستحکم قصد ہوگیا آپنے ہر بات کے چڑھاؤ اُتار اور مخالف و موافق پہلوؤن پر عمیق نظر دوڑا کر اپنے دلمین قطعی فیصلہ کرلیا کہ موجودہ حالتمین زندگی بسر کرنے سے سپاہیانہ زندگی اچھی اور انسب و اولی ہی۔ اس میلان طبع مین بھی بڑے بڑے ربانی اسرار اور فطرتی راز مخفی تھے جنکی خبر ہنوز آپکو بھی نہ تھی۔ اس امر کے تسلیم کرنے سے کسی متنفس کو ہرگز انکار نہین ہوسکتا کہ خدا تعالی کو اپنے جس بندہ سے اُسکی زندگی کے آئندہ حصہ مین جیسا کام لینا ہوتا ہی اُسکے لیئے اسباب و سامان بھی ویسے ہی پیدا کردیتا ہی چونکہ آپ مسلمانون کی بہبودی اور ترقی و عروج کیلئے پیش خیمہ قرار دیئے گئے تھے اسلیئے آپکا فرض منصبی تہا کہ اپنے میلان طبع کی متابعت کرین یعنی کوئی ایسی صورت پیدا کرین جس سے مسلمانون کی آئندہ نسلونکو ملک و سلطنت کیطرفسے کافی فائدہ پہنچے۔

ہمین تحقیق سے معلوم ہوا ہے کہ جب شیخ محمود قضا کا عہدہ چھوڑکر اعمال سلطانیہ مین مشغول ہوئے ہین تو اُنہین بہت سے ایسے جانگزا مصائب اور جگرخراش تکالیف کا سامنا کرنا پڑا ہی جنکا تحمل کسی بڑے سے بڑے حوصلہ مند سے بھی متصور نہین ہوسکتا لیکن بڑی خوشی کا مقام ہی کہ آپنے تمام مصائب و تکالیف کا بڑی خوشی اور استقلال کیساتھ استقبال کیا اور زندگی کی ناگوار زحمتین اُٹھاتے اُٹھاتے بھی کبھی آپکی طبیعت اُچاٹ نہین ہوئی اور اسکی بڑی وجہ یہ تھی کہ آپکی پرشوق نظرین ہمیشہ اسطرف پڑرہی تہین کہ چاہے مجھے جسقدر تکلیف پہنچے لیکن مسلمانون کی آئندہ نسلون کیلئے کوئی ایسا سلسلہ قائم ضرور ہوجائے جس سے اُنہین سلطنت وقت کیطرفسے پورا فائدہ پہنچ سکے اور اُنکی ترقی و عروج اوج کمال پر پہنچ جائے

ساتھ ہی اُن تمام کامیابیون کے جو شیخ صاحب کو حاصل ہوئین نہایت تعجب سے دیکھا جاتا ہی کہ آپ اِس ترقی پر بھی اپنے منصبی فرائض بڑی جرأت و دلیری سے ادا کرتے اور ہمیشہ اُن ہی باتون کو استعمال مین لاتے رہی جو آپکے شریف خاندان کیساتھ خصوصیت رکھتی تھین باوجودیکہ آپ سلطنت کیطرف سے ایک معزز عہدہ پر ممتاز تھے اور اُسکی انجام دہی کے ذمہ دار قرار دیدیئے گئے تھے۔ مگر جو طریق آپکے خاندان مین مروج تھی۔ اُن سے سر مو تجاوز نکرتے تھے۔ اِسی لیئے قدیمی تذکرون مین آپ کی بابت لکھا گیا ہے کہ اگر شیخ محمود کے ظاہری احوال پر سرسری اور اجمالی نظر ڈالی جاتی ہی تو صاف معلوم ہوتا ہی کہ جس قدر خاص شہر رہتک اور اُسکے ضلاع مین صدیق گزرے ہین سب مین آپ ہی کا نمبر اول تھا۔

جناب شیخ محمود جب سن بلوغ کو پہنچے تو آپنے تحفظ النسل کے لئے ایک نہایت ہی عفت مآب اور شریف خاتون سے نکاح کیا۔ جسکا نام آفریدہ تھا اور جو سونی پت کے سادات و اشراف مین سے ایک بڑے شریف و نجیب خاندان کی عورت تھی اِس عورت کے بطن سے آپکے ہان ایک سعادتمند اور خوش قسمت لڑکا پیدا ہوا جسکا نام شیخ احمد رکھا گیا۔ اور جو بڑا ہوکر نہایت تیز ہوش اور بیدار مغز صاحب طریقت ہوا۔

شیخ احمد نے بچپنے ہی مین اپنے وطن مالوف کو خدا حافظ کہا تھا۔ اور رہتک سے نکلکر حضرت شیخ عبدالغنی بن شیخ عبدالحکیم کیساتھ نشو و نما پایا تھا۔ بچپن کا زمانہ طی کرکے جب آپنے عالم شباب مین قدم رکھا۔ اور سن بلوغ کو پہنچے تو آپ کی سنجیدہ اور متین پیشانی مین رشد و ہدایت کے آثار نہایت درخشانی و تابانی کیساتھ نمایان ہوئے جو قیافہ شناس نظرون کیلئے ایک عظیم الشان واقعہ کی پشینگوئی کرتے تھے اور جنھین دیکھنے والے فوراً تاڑ جاتے تھے کہ عنقریب ایک وہ زمانہ آنیوالا ہے جسمین دنیاوی جاہ و جلال اور حشمت و شوکت اِس ہونہار نوجوان کے قدمون کو بوسہ دینگے اور اِس اقبالمند کا پرشوکت ستارہ شہاب ثاقب کیطرح اوج کمال پر چمکے گا۔ خدائی فوج کا جھنڈا اُسکی رکاب مین ہوگا۔ اور رب الافواج کا ہاتھ ہمیشہ اُسکے سر پر رہے گا۔

شیخ عبدالغنی صاحب نے جن کی تربیت و تعلیم مین شیخ احمد اپنی قیمتی زندگی بسر کرتے تھے اپنی خداداد تفرس اور باطنی صفائی سے پہلے ہی معلوم کرلیا تھا کہ یہ لڑکا ہونہار اور انتہا سے زیادہ باوقعت ہی۔ اِسی لیئے اُنھون نے اپنی صاحبزادی اُن کے نکاح مین دیکر ایک دراز عرصہ تک اُن کی

تربیت و تعلیم مین حد سے زیادہ مصروف رہی اور کبھی لمحہ بھر کیلیے بھی اُنکی جدائی اختیار نہین کی لیکن
جب شیخ احمد جوان ہوئے تو دفعتہً اُنکی طبیعت یہان سے اُچاٹ ہوگئی اور یہی برخاستگی طبع انجام کار اُن
کے رُہتک مین دوبارہ آنیکی باعث ہوئی۔

جب آپ رُہتک مین جلوہ آرا ہوئے تو قلعہ کے باہر ایک نہایت عالیشان اور شاندار عمارت
تیار کرائی اور اپنے خاندان کے تمام قبائل کو یہان جگہ دی۔

کچھ شک نہین کہ جناب شیخ احمد صاحب کے وہ دلچسپ واقعات جو اُنکی تاریخی زندگی سے تعلق رکھتے
ہین نہایت عجیب و غریب واقعات ہونگی۔ اور اپنے ساتھ ندرت مآب حالات کا ایک بیشُل انبار رکھتے
ہونگے لیکن مجھے بافسوس کہنا پڑتا ہی کہ شیخ احمد کے اِسکے بعد کے حیرت انگیز واقعات کسی تذکرہ اور
تاریخ مین میری نظر سے نہین گزرے۔ نہ کسی ایسے معتبر ذریعہ سے بہم پہنچ سکے جنہین مین اِسمقام پر لکھکر
ناظرین تذکرہ کو محظوظ کرتا۔

القصہ شیخ احمد کے انتقال کے بعد اُن کے دو فرزند باقی رہے ایک شیخ منصور دوسرے شیخ
حسین۔ شیخ احمد کی آیندہ نسلون کا سلسلہ اِن ہی دونون حضرات کی اولاد مین منحصر و محدود ہی شیخ منصور
نہایت متواضع اور خلیق تھے۔ آپکے اخلاق ایسے عام اور وسیع تھے جنہون نے مخالفون کے دلون مین بھی
آپ کی کافی جگہ کردی تھی۔ شجاعت و بہادری مین لاجواب و رتحمل و وقار مین بیمثل تھے۔ آپنے اولاً اپنے
حقیقی ماموں شیخ عبداللہ بن شیخ عبدالغنی کی صاحبزادی سے نکاح کیا جو نہایت فہیشعور اور صاحب
فہم خاتون تھین۔ اِس عفیفہ اور عصمت مآب خاتون کے بطن سے باجاہ وجلال دو لڑکے پیدا ہوئے
ایک شیخ معظم دوسرے شیخ اعظم۔ لیکن جب اِس خداشناس اور رحمدل بی بی کا انتقال ہوگیا تو پھر
آپنے ایک اور شریف خاندان کی عورت سے نکاح کیا جسکے بطن سے شیخ عبدالغفور اور شیخ اسمٰعیل
پیدا ہوئے۔

شیخ احمد صاحب کے سلسلہ بیان مین جناب شیخ عبدالغنی صاحب کا بھی ذکر آگیا ہی جو شیخ احمد صاحب کے
خسر تھے جیساکہ مین اوپر تفصیل کیساتھ لکھ آیا ہون۔ اِسمقام پر مجھکو زیادہ مناسب معلوم ہوتا ہی کہ قبل اسکے
کہ اِس معزز خاندان کے اولوالعزم ممبرون کا تذکرہ ختم کرون شیخ عبدالغنی صاحب کے سوانح عمری کا سرسری
اور اجمالی خاکہ کھینچون۔ اگرچہ مجھے شاہ ولی اللہ صاحب کے خاندان کے علاوہ دیگر خاندان کے حضرات کے

واقعات و حالات سے بحث کرنی نہین چاہیئے اور نہ اس قسم کی بحث میرے منصب کے لحاظ کے مناسب ہے لیکن یہ کیونکر ممکن ہے کہ ایک ایسے نادرۂ روزگار کے حالات ظاہر کرنیسے پہلوتہی کرون جو حضرت شاہ ولی اللہ صاحب کے خاندان سے نہ سہی لیکن اُنکے خاندان سے خاص قسم کا تعلق رکھتا ہو۔ مجھے معزز ناظرین سے امید ہو کہ وہ خارج البحث کے الزام دینے سے معذور رکھینگے۔

شیخ عبد الغنی صاحب ایک بڑے زبردست علامہ اور فاضل اجل تھے۔ آپکی محتاط زندگی تبحر علمی زہد و پرہیزگاری۔ متواضعانہ اخلاق۔ شایستہ و زیبا عادات کی شہرت ایک عالم مین پہیل گئی تھی اور ہندوستان کا ہر ایک شخص آپ کو ولی کامل سمجھتا تہا۔ جلال الدین اکبر جیسا پرشوکت اور قہار بادشاہ آپ کی عظمت و جبروت اور جاہ و جلال کو تسلیم کرتا اور برسر دربار نہایت عقیدتمندی اور پاک اعتقادی کیساتھ تعظیم دیتا تہا

اگرچہ اس زمانہ مین مسلمانون کی حالت ترقی کنان اوج کمال پر پہنچگیئی تہی لیکن افسوس سے دیکھا جاتا ہو کہ انکی ملکی ترقی اور شوکت و جبروت کی برقی روشنی کے آگے مذہبی بہبودی اور اسلامی علوم برابر گھٹتے جاتے تھے۔ اسمین ذرا بھی شک نہین کہ ہندوستان مین جلال الدین اکبر کی حکومت ایک پرشوکت اور نہایت امن کی حکومت تسلیم کیجاتی ہے۔ لیکن بدقسمتی سے اس حکومت مین بھی مذہبی علوم کے مردہ قالب مین جان نہین ڈالی گئی۔ اور اُسے یون ہی ادموا چھوڑ کر دنیاوی جاہ و جلال و شوکت و عظمت حاصل کرنیکی طرف توجہ مائل کیگئی۔

تعجب اور تعجب کیساتھ حیرت سے دیکھا جاتا ہو کہ مقدس و پاک اسلام جو فاتحان ہندوستان اس سرزمین مین اپنے ساتھ لائے تھے بجائے اسکے کہ وہ ملکی فتوحات اور اسلامی تاجدارون کی ترقیون کے پہلو بہ پہلو ترقی کرتا اور بغداد و اندلس کیطرح ہندوستان مین اپنی حیرتناک ترقی کا جلوہ دکھاتا۔ الٹا کچھ ایسا بے فروغ ہوگیا کہ بس اب بجز نام کے اور کچھ باقی نہین رہا تہا۔ اور اسکی بڑی وجہ یہی ہوئی کہ مذہبی علوم کے آثار دن بدن گھٹتے جاتے اور لوگون کو اُنکی طرف توجہ بہت کم ہوتی جاتی تھی گو اسوقت بہت سے حامیان دین اور فدائیان اسلام علما موجود تھے۔ جیسے کہ شیخ عبد الغنی صاحب اور اُنکے خاندان کے چند اور حضرات لیکن جب حاکم وقت ہی کی حالت درست نہو اور خود اُسے ہی اسلامی علوم سے دلچسپی نہو تو بیچارے علما کی طوطی کی آواز نقارخانہ مین کب سُنی جا سکتی تھی۔

ان واقعات سے صاف معلوم ہوتا ہو کہ ہندوستان کی قسمت مین روز اول ہی سے لکھدیا گیا

تھا کہ یہ مسلمانون کے دینی علوم اور مذہبی فنون سے بے نصیب ہے۔ اور اِسکے باشندے یہانکی تعیش خیز آب وہوا سے کچھ ایسے سرخوش اور از خود رفتہ ہوجائین کہ اپنی آیندہ نسلون کی کامیابی وبہبودی کا خیال اُنکے دلون سے بالکل نکلجائے اور وہ بھول کر بھی کبھی اِس راہ مین قدم نہ ڈالین۔

غرضکہ جناب شیخ عبد الغنی صاحب کی تمام خوش اخلاقی۔ طرز معاشرت۔ تقوے وپرہیزگاری عبادت۔ مروت۔ صداقت۔ شیرین زبانی ایسی تہی جسنے نہ صرف اکبر بادشاہ کو اپنی طرف متوجہ کرلیا تہا بلکہ اُسکے تمام رؤسا اور ارکان سلطنت کی طبیعتین بیساختہ اپنی طرف مائل کرلی تہین۔ اکبر نے آپکے اتقا وزہد اور باطنی قوتون کے پرجوش ولولون کی کیفیت سُن کر اپنا مشیر مقرر کرلیا تہا اور کوئی کام بغیر آپکے مشورہ کے کبھی نکرتا تہا

یہ بالکل صحیح ہی کہ واعظ کا زبانی وعظ ونصیحت سامعین کے دلونپر اپنا اثر ضرور ڈالتی ہی۔ لیکن اسکے ساتھ ہی یہ بات یاد رکھنے کے قابل ہو کہ واعظ وناصح کی عملی زندگی اُسکی زبانی پند ونصیحت سے بہت زیادہ اثر ڈالتی ہی۔ شیخ عبد الغنی صاحب کی مبارک زندگی ایسی پر اثر تھی اور اسمین وہ جوہر مضمر وپوشیدہ تھے کہ حکومت کے اکثر ارکان اور فوج کے بکثرت آدمی آپکے معتقد ہوگئے تھے۔ آپ اپنے متواضعانہ خلاق اور منکسر المزاجی کیوجہ سے اکثر اوقات بادشاہ کی مجلس شورے مین شریک ہوتے اور بعض اہم معاملات مین اُسے نیک مشورہ دیتے۔ لیکن چند روز مین اکبر عیش پسندی مین اسدرجہ مستغرق ہوکر دین ودنیا سے گیا گزرا ہوگیا اور اُسکی منغص بیہودگیون اور نفرت انگیز کارروائیون کی یہان تک نوبت پہنچی کہ الحاد وزندقہ مین کوئی کسر باقی نہین رہی جب اکبر کی یہ زبون حالت اِسدرجہ تک پہنچی تو شیخ عبد الغنی صاحب نے یک لخت ترک ملاقات کردی اور محبت والفت کے رشتہ کو پارہ پارہ کرڈالا۔ جانبین سے ایک قسم کی قابل تنفر کشش پیدا ہوئی اور شیخ عبد الغنی نے اب سے اکبری دربار کو خدا حافظ کہا۔

اِسی اثنا مین بادشاہ کو چتوڑ کی مہم پیش آئی اور اکبری جھنڈے اُسطرف اُٹھ کھڑے ہوئے خاص اکبر آباد سے جو اُن دنون ہندوستان کا دار الخلافہ اور پایۂ تخت تہا نہایت خونخوار اور خونریز لشکر متواتر اور پے درپے بہیجے جارہے تھے اور فوجون کا تانتا بندھ رہا تہا۔ اکبری فوج نے وہان پہنچکر کچھ روز قیام کیا اور پہر کئی جانب سے چتوڑ پر حملہ کیا۔ ہرچند کہ یہ جرارو بہادر فوج ایک عرصہ تک برابر حملے کرتی رہی اور نہایت سفاکی اور بیجگری سے مقابلہ مین آمادہ رہی مگر پہر بھی کچھ فتح کے آثار نمایان نہین ہوئے

اسی اثنا مین ایک عجیب واقعہ یہ پیش آیا کہ امام ناصر الدین شہید ابن امام محمد باقر رضی اللہ عنہما کے مقدس و متبرک مزار پر ایک پاک طینت نیکدل شخص معتکف تہا۔ رات کیوقت خواب کیحالت مین نہین بلکہ بیداری کیحالت مین دیکہتا کیا ہے کہ ایک شخص روشن اور دہوئین دہار مشعل ہاتھ مین لئے آگے بڑھ رہا ہے جسکی روشنی مین ایک مختصر سی جماعت قدم اُٹھائے چلی آرہی ہی۔ اور عجب شان و شوکت سے آرہی ہی فوجی لباس سارے جسم کو چھپائے ہوئے ہی۔ کمرون سے تلوارین بندھی ہوئی ہین۔ ایک ہاتھ مین آہنی چمکدار نیزہ اور دوسرے مین لمبا پرچھا ہی یہ جماعت تعداد مین نہایت مختصر تھی۔ جسکے افراد بسہولت و آسانی کے ساتھ انگلیون پر شمار کرلیئے جاسکتے تھے۔ اُن کے حلقہ مین ایک نوجوان شخص گہوڑے پر سوار تہا جو قرینہ سے معلوم ہوتا تہا کہ یہ ان کا سردار ہے۔ جس انداز سے وہ شخص گھوڑے پر سوار تہا اور اُسکے چہرہ سے جس جرأت شان کا اظہار ہوتا تھا بیان مین نہین آسکتا۔

امام ناصر الدین شہید کے مزار کے معتکف کا بیان ہی کہ مین نے یہ عجیب ماجرا دیکھکر آنکھین پھاڑ پھاڑ کر دیکھا کہ کہین مین خواب مین تو نہین ہون۔ معلوم ہوا کہ بیداری کی حالت مین دیکھ رہا ہون۔ الغرض تہوڑی دیر مین مشعل و مشعل کیساتھ یہ لوگ مزار کے قریب آپہنچے۔ دفعتًہ مشعل مزار کے قبے مین داخل ہوئی اور ساتھ ہی یہ مسلح فوج کا دستہ بھی اندر گھسا مین نے اپنے دلمین خیال کیا کہ شاید یہ لوگ مسافر ہین اور زیارت کی غرض سے یہان آئے ہین۔ میرا ارادہ تہا کہ جب یہ لوگ زیارت سے فارغ ہوکر واپس آئینگے تو مین اُنکی بود و باش کی کیفیت دریافت کرون گا۔ اور معزز نوجوان کو نہایت نیازمندی اور عاجزی کیساتھ آداب بجالاؤن گا۔ لیکن مین کبھی جھوٹ نہ بولون گا اُسوقت میری بیخودی اور ازخود رفتگی کا یہ عالم تھا کہ ٹکٹکی باندھے کہڑا تھا۔ اور ایک بے اختیاری کی حالت کے ساتھ اُنکی ثنا و صفت بیان کررہا تہا۔

مین اسی حالت مین محو تہا کہ دفعتًہ ایک اور واقعہ نے جو مذکورہ بالا واقعہ سے بھی زیادہ تعجب انگیز ہی مجھے چونکا دیا۔ یعنی مجھے اسبارہ مین بہت تہوڑی دیر انتظار کرنا پڑا۔ دیکھتا ہون کہ وہ رئیس جسے فوجی سپاہیون کا جھرمٹ حلقہ کیئے ہوئے تہا گھوڑے سے اُتر کر قبر مین داخل ہُوا۔ اور اُسکے قبر مین اُترتے ہی فوجی سپاہیون کا ایک ایک شخص قبر مین گُہسنے لگا۔ مین نے اپنے گئے ہوئے حواس بجا کرکے نہایت جرأت کیساتھ ایک شخص کا دامن پکڑ لیا اور بے انتہا لجاجت ظاہر کرکے عرض کیا

کہ مین آپسے صرف اسقدر دریافت کرنا چاہتا ہون کہ یہ سردار کون ہو اور اسکے ساتھ جو یہ سپاہی ہین کیسے ہین۔ بولا۔ سردار جناب امام ناصر الدین شہید ہین اور جنہین تو فوجی سپاہی سمجھ رہا ہو شہیدون کی جماعت ہو۔ مین نے پوچھا اچھا یہ لوگ کہان گئے تھے۔ جواب پایا ہم چتوڑ کو سر کرنیکی غرض سے وہان گئے تھے۔ چنانچہ آج قلعہ چتوڑ فلان ساعت مین فلان برج کیطرف سے فتح ہوا اور پہاڑون کی اونچی چوٹیون پر اکبری پھریرے ہوا مین فراٹے بھرنے لگے یہ حضرات کامیاب اور فتحمند ہوکر وہان سے تشریف لا رہے ہین۔

محترم شہید کے مزار کا معتکف کہتا ہو کہ مین اس حیرت انگیز واقعہ سے نہایت متاثر ہوا اور جیسا دیکھا تھا بجنسہ جناب شیخ عبد الغنی صاحب کی خدمت سراپا برکت مین حاضر ہوکر عرض کیا۔ شیخ صاحب نے اس واقعہ پر مطلع ہوکر جلال الدین اکبر کو فتح چتوڑ اور تسخیر قلعہ کی مبارکباد دی اور صورت واقعہ بے کم و کاست بیان کردی۔ چندہی روز گزرے تھے کہ چتوڑ کی فتح اُسی اسلوب و طریقہ پر بادشاہ کی خدمت مین معروض ہوئی جیسا کہ جناب شیخ عبد الغنی صاحب نے بیان کیا تھا۔ اسپر اکبر شاہ بہت خوش ہوا اور اپنی فیاضانہ ہمت سے بارہ [۱۲] وسیع و معمور گاؤن جناب امام ناصر الدین شہید کے مزار کی نذر کردیئے۔ اور شیخ عبد الغنی صاحب کے نام ایک شاہی فرمان جاری ہوا کہ ان قصبات کی سالانہ آمدنی آپ کی تفویض مین ہمیشہ رہیگی۔ آپکو اس بات کا کلی مجاز و اختیار ہوگا کہ اس رقم کو جس طرح چاہین اور جس موقع پر مناسب سمجھین خرچ کرین۔ گویا اسکے سپید و سیاہ کرنیکا ہر طرح آپکو اختیار ہو۔

اس واقعہ کے ذکر کرنیسے میری صرف اتنی ہی غرض ہو کہ ناظرین کو شیخ عبد الغنی صاحب کی خداداد قابلیت اور غیر معمولی لیاقت معلوم ہوجائے اور سمجھ لیا جائے کہ اکبری دربار مین آپکی کیسی کچھ عزت کیجاتی تھی۔ اسی مقام پر مین آپکا ایک اور واقعہ لکھتا ہون جسمین آپ کی عجیب و غریب بزرگی اور بے انتہا جلال نظر آتا ہے۔ اور صاف معلوم ہوتا ہو کہ آپ کی مقدس ذات مین عملی زندگی اور روحانی حیات کی کسقدر پرزور قوتین ودیعت کی گئی تہین اور فطرت کے کتنے اسرار آپ مین مضمر و مخفی تھے۔

خواجہ محمد ہاشم کشمی شیخ مجدد یعنے حضرت شیخ احمد صاحب سرہندی قدس سرہ سے ناقل ہی کہ شیخ مجدد فرماتے ہین۔ ہمارے والد بزرگوار ایک مدت تک جناب شیخ عبد الغنی صاحب کی ملاقات کے جویان رہے جو شہر سونی پت کے ایک بڑے کامل درویش اور مشہور و معروف بزرگ تھے۔ ہمارے والد بزرگوار

کو آپسے نیاز حاصل کرنے اور خدمت مین حاضر ہونیکا اس لحاظ سے اور بھی بیتابانہ شوق تھا کہ انہین کسی معتبر ذریعہ سے معلوم ہوگیا تھا کہ شیخ عبدالغنی صاحب اپنے بزرگ و محترم پیر کا ایک خاص راز مضمر رکھتے ہین۔ یہ سنکر انہین کمال اضطراب ہوا اور اسی اضطراب کے دفعیہ کیلئے شیخ عبدالغنی صاحب کی ملاقات کے از حد مشتاق تھے۔ وہ قیمتی اور وزنی راز جسنے ہمارے والد ماجد کو اسدرجہ بیچین کر رکھا تھا کہ رات کی نیند اور دن کا آرام آپ کو ناگوار بلکہ حرام ہوگیا تھا یہ تھا۔

شیخ عبدالغنی فرماتے ہین۔ جب میرے خداشناس اور بیقرار پیر کے انتقال کا وقت قریب آیا تو انہون نے مجھے اور ایک شوریدہ کار درویش کو اپنے پاس بلایا تاکہ القاء نسبت کی آخری رسم جو اس خاندان کا عام قاعدہ ہے ادا کرین اور جو کچھ اس فقیر پر توجہ مبذول کرنی تھی اور باطنی فیض عطا کرنا تھا کردین۔ جب مین اپنے رہبر کامل و مرشد اکمل کی خدمت مین پہنچا تو حضور نے معاملہ حقیقت کا ایک نہایت عمیق و غمیض بھید زبان مبارک پر جاری فرمایا جسکے سنتے ہی درویش تو فوراً جان بحق تسلیم ہوگیا۔ اور مین اسیطرح حیران و سراسیمہ اپنی جگہ برقرار رہا۔

پس میرے والد بزرگوار کو اس راز کی اطلاع نے شیخ عبدالغنی صاحب کی ملاقات کا حد سے زیادہ مشتاق بنا رکھا تھا۔ انکی دلی آرزو تھی کہ جسطرح بن پڑے خود جناب شیخ عبدالغنی صاحب سے ملکر انکی زبان سے یہ راز حل کرین۔ یہ ایک عجیب اتفاق کی بات ہے کہ شیخ عبدالغنی صاحب کو دفعتہً ایک ایسی ضروری اور اہم مہم پیش آئی جسکے سر کرنیکی غرض سے آپکو خاص ہمارے قصبہ سرہند سے عبور کرنا پڑا۔ اور آپ عین اسوقت جبکہ کسیکو خیال و وہم بھی نہ تھا اچانک سرہند مین جلوہ آرا ہوئے۔ شیخ عبدالغنی صاحب نے سرہند مین پہنچکر سرا مین قیام کیا اور ہمارے والد صاحب کو آپسے نیاز حاصل کرنیکا یہ بہت اچھا موقع ملگیا۔ والد بزرگوار سرا مین تشریف لیگئے اور شیخصاحب سے ملکر نہایت محظوظ ہوئے۔ معانقہ و مجالست اور معمولی مزاج پرسی کے بعد خلوت کی درخواست کی اور اُس راز سربستہ کے اظہار کرنیکی التماس کی۔ چونکہ شیخصاحب نہایت رحمدل خوش اخلاق مروت پسند تھے آپنے بے دریغ سارا راز کھول دیا اور مافوق العادت تسلی و تشفی کرکے والد صاحب کو رخصت کیا۔ جب میرے والد شیخصاحب کی پُرلطف اور نشاط انگیز صحبت سے جدا ہوکر باہر تشریف لائے تو شیخ جمال الدین صاحب نے جو اپنے زمانہ کے فاضل اجل اور مشہور صاحب دل تھے اور جو ہمارے والد بزرگوار کے تمام خلفا مین ایک بڑے قابل

لائق خلیفہ تھے دریافت کیا کہ آپنے شیخصاحب سے اُس راز کا استفسار کیا؟ فرمایا ہان! عرض کیا وہ راز تہا کیا؟ جواب دیا وہی معمولی اور قدیم مسئلہ تھا جو ہمارے اور ہمارے خاندان کے عقائد کی روح ہے یعنے یہ تمام کائنات اور اُسکا ذرہ ذرہ جو وقتاً فوقتاً انسانی نظرون مین سماتا ہے واحد حقیقی ہے جو کثرت کے عنوان میں نمودار ہوتا ہے چونکہ وہ شوریدہ کار درویش جو شیخ عبد الغنی صاحب کی معیت مین تہا بالکل سادہ لوح اور باطن کی پرزور قوتون سے کورا تہا جون ہی یہ وزنی راز اُس کے کان مین پڑا اُسکی پست حوصلگی اور تنگ خیالی اس عظیم الشان راز کا تحمل نہ کرسکی اور روح عنصری قالب سے پرواز کر گئی۔ لیکن جبکہ شیخ عبد الغنی صاحب کے ضمیری جوہر اور فطری قابلیتین بچپن ہی سے نہایت چمکدار اور تابان تہین اور وہ پہلے ہی سے اس خانہ برانداز راز سے کمال شناسائی اور عام واقفیت رکہتے تھے اُس بہید کو سنکر اپنی جگہ برقرار رہے اور کسیطرحکے تذبذب و تردد نے اُنہین مداخلت نہین کی۔

اس واقعہ سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ جناب شیخ عبد الغنی صاحب کی مبارک طبیعت پر اُن ربانی اسرار اور قوانین خداوندی کے نقوش اپنے پورے ضبط اور زور کیساتھ منقش ہوچکے تھے جو باطنی قوتون کی جان و روح ہین۔ خدا کی بخششون اور عنایتون کی کوئی حد نہین وہ اپنے بندون کو طرح طرح کے علوم و فنون اور قسم قسم کے ہنرون سے سرفراز کرتا ہے کسیکو کوئی نعمت عطا کرتا ہے۔ اور کسیکو کسی بخشش سے سربلند کرتا ہے۔ اسمین کسیکو دم مارنے اور سر اُٹھانے کی گنجایش نہین اور کسیکا اتنا زہرہ نہین جو اُسکی حکمت بالغہ پر اُنگلی اٹھانے کا خیال کرے اور سرسری اور اجمالی طور پر بہی کسی قسم کا وہم و گمان طبیعت مین پیدا کرے۔

ترتیب مضمون اور نسق کلام کی وجہ سے مین اپنے سلسلۂ بیان سے بہت دور جا پڑا اور اس مضمون پر جسے مین شیخ عبد الغنی صاحب کے واقعات و حالات سے اول اور زیادہ تفصیل کیساتھ لکھتا بہت دیر مین پہنچا ورنہ ذاتی شوق اور منصبی فرض کے لحاظ سے یہی مضمون تہا جسے مین اپنے سلسلۂ بیان مین پہلے لکھتا۔

مین سابق مین لکھہ آیا ہون کہ شیخ احمد صاحب کے دو فرزند تھے ایک شیخ منصور دوسرے شیخ حسین

شیخ حسین صاحب جمعیت او منبسط الحال تھے اور اپنی باطنی فیاضیون اور ضمیری برکتون کیوجہ سے اس اطراف مین بڑی شہرت رکھتے تھے۔ مین یہ نہین بتا سکتا کہ بزرگ شیخ حسین کا جوہر کن کن آسمانی عنصرون سے ترکیب دیا گیا تہا۔ لیکن جب آپکی تاریخی زندگی پر ایک سرسری اور اجمالی نظر ڈالی جاتی ہے تو یقین کیساتھ ظاہر ہوتا ہے کہ آپ نہایت بھولے اور محتاط زندگی رکھنے والے مسلمانون مین خیراندیش اور مقدس و شریفانہ اخلاق کی مجسم تصویر تھے۔ فطرۃ اللہ کا اصلی مفہوم اور کلام ربانی کا اصلی منشا جیسا آپ سمجھتے تھے دوسرے کو بہت کم نصیب تہا۔

شیخ حسین کے انتقال کے بعد آپکے دو فرزند باقی رہے۔ محمد سلطان اور محمد مراد۔ محمد سلطان کے حالات مجھے کہین سے دستیاب نہین ہوئے۔ ہان شیخ محمد مراد کی نسبت جناب عارف باللہ حضرت شاہ ولی اللہ صاحب فرماتے ہین کہ میرے والد بزرگوار جناب شیخ عبدالرحیم صاحب نے محمد مراد کو خود دیکھا ہے اور اُن کی خداداد قوت و شوکت اور فطری جوانمردی کے بہت سے عجیب و غریب آثار مشاہدہ کیے ہین چنانچہ آپ اُن کا ایک چشم دید واقعہ اسطرح بیان کرتے ہین کہ مین نے محمد مراد کو اپنی آنکھ سے دیکھا کہ اسّی سال کی عمر مین جو قوے کی انحطاط اور جسمانی قوتون کے گھٹنے کا زمانہ ہے اشرفی کو انگوٹھے اور کلمہ کی انگلی سے ملکر دوہرا کر دیتے تھے۔

شیخ محمد مراد جب جناب شیخ عبدالرحیم صاحب کو بچپن کیحالت مین دیکھتے تو فرمایا کرتے کہ مین جب اس لڑکے کو دیکھتا ہون تو میرے دل و جگر پر ویسا ہی رعب اور ہیبت چھا جاتی ہے جیسے اسکے دادا شیخ معظم کے دیکھنے سے چھا جاتی تھی۔ مجھے اگر اپنے خیال مین غلطی کا احتمال نہو تو مین کہہ سکتا ہون کہ یہ بچہ کسی زمانہ مین بڑا صاحب ثروت اور اقبالمند ہوگا۔ اسکے رعب و ہیبت کا بھالا مخالفون کی جان و جگر مین گڑ جائے گا۔ اور کسیوقت مین یہ ایک ایسی اعجاز نما ترقی حاصل کریگا جسے دیکھکر ایک عالم عش عش کرنے لگے گا۔

شیخ منصور جو جناب شیخ حسین کے بڑے بہائی تھے اور جنکا ذکر کسیقدر تفصیل کیساتھ مین پہلے لکھ آیا ہون انکے چار صاحبزادے تھے۔ شیخ معظم اور شیخ اعظم یہ دونون صاحبزادے شیخ منصور کی پہلی بیوی کے بطن سے پیدا ہوئے تھے جو شیخ عبداللہ کی صاحبزادی اور جناب شیخ عبدالغنی صاحب کی پوتی ہوتی تہین۔ شیخ عبدالغفور اور شیخ اسمعیل یہ دونون فرزند رشید دوسری بی بی صاحبہ کے بطن سے پیدا

ہوئے تھے۔

چونکہ ہمارے تذکرہ کو جناب شیخ معظم کے دلچسپ اور نشاط انگیز واقعات سے زیادہ تعلق ہے اسلیئے ہم یہان صرف اُنہین کے حالات سے بحث کرنا زیادہ مناسب سمجھتے ہین۔ شیخ معظم کی تاریخی زندگی مین جو بات سب سے زیادہ قابل تعریف ہو اور جسکی مثال ایشیائی دنیا مین بمشکل ملسکتی ہو یہ ہے کہ آپ شجاعت و بہادری مین عدیم المثال اور لاجواب تھے۔ چنانچہ آپکے شجاعانہ واقعات اور بہادرانہ حالات سے تاریخی کتابون کے صفحات اب تک روشن و منور ہین۔

یہ منظر بہت ہی تعجبناک اور سخت حیرت خیز ہوگا جبکہ ہم اس بات کا اظہار کرینگے کہ ہندوستان کی اسلامی سلطنت کے ملکی و مذہبی ضعف نے مسلمانون کی جماعتون مین سپاہیانہ فنون کو بھی ضعیف کردیا ہو۔ مسلمانون کے اولوالعزمانہ ارادے اور بہادرانہ جوش اُنکی اسلامی کمزوری کے ساتھ ساتھ خیرباد ہوگئے۔ اور اب اُن مین یا تو بیہودہ عیش پسندی کا مادہ زور پکڑ گیا ہو یا سستی و کاہلی نے ولون کو پژمردہ بنا رکھا ہو۔ اگر آنکھ کھولکر دیکھا جائے تو معلوم ہوگا کہ یہی سپاہیانہ فنون جو اس زمانہ مین زیادہ حقارت کی نگاہ سے دیکھے جاتے ہین اور زیادہ تر اُن لوگون کے ساتھ مخصوص خیال کیئے جاتے ہین جو کمینے اور نیچ قوم کہلائی جاتے ہین۔ سابق کے مسلمانون کے قیمتی زیور اور اسلامی اشاعت کے زبردست اسباب و ذرائع تھے۔

دنیا کے تمام مروجہ مذاہب پر مقدس اسلام کو اس بات کا فخر حاصل ہو کہ اُسنے جسمانی قوت کیساتھ ساتھ روحانی قوت کے بڑھانیکی بھی تعلیم دی ہو اور یہ ظاہر بات ہو کہ روحانی قوت کی مضبوطی و پائداری اور اُسکا اُبھار و استحکام جسمانی قوت کے باقی رہنے سے ہوتا ہو۔ اگر کسی کی جسمانی قوت مضمحل اور ناپائدار ہو تو اُسکی روحانی قوت مین وہ اُبھار و استحکام نہوگا جو جسمانی قوت والے کو نصیب ہے اور چونکہ فطرۃ اللہ کے اصلی منشاء کے مطابق دین کے ساتھ دنیا کا پاس و لحاظ رکھنا بھی مناسب ہے اسلیئے سپاہیانہ فنون کا حاصل کرنا جو حقیقت مین مسلمانون کے لیئے نہایت قیمتی زیور اور جسمانی قوت کے محرک و مولد ہین اسلامی ترقی کے نہایت ہی مؤثر اور کامیاب کرانیوالے بواعث ہین۔

جب شیخ معظم معمولاً علمی تحصیل سے فارغ ہوئے تو آپکی طبیعت ایک نئے اختیارانہ جوش کے ساتھ سپاہیانہ فنون کی تحصیل اور تحصیل کے ساتھ تکمیل کیطرف دوڑی۔ گو آپ کی طرز معاشرت بالکل

درویشانہ اور عالمانہ تھی۔ لیکن آپ کی پرشوق اور تیز نظرین اُس لاجواب اور عدیم المثال شجاعت کی طرف بڑی شتابی کیساتھ اُٹھ رہی تھین جو زمانہ سابق مین اسلام اور بانیان اسلام کے حق مین فطرت کی عین بخششین سمجھی گئی تھین۔ اور جسکی وجہ سے اہل اسلام ہمیشہ نیکنامی اور ناموری کیساتھ مشہور ہوتے چلے آئے ہین۔

شیخ معظم کے والد بزرگوار شیخ منصور بھی بہت بڑے شجاع اور دلیر تھے اور آپ مین شجاعت کی روح اور جرات و اولوالعزمی کا مادہ کوٹ کوٹ کر بھر دیا گیا تہا۔ لیکن جو بیخوف دلیری اور بیدھڑک جرات شیخ معظم کو اس صغرسنی مین حاصل تھی کہ ابھی آپ آٹھہ نو ہی برس کے بچے ہی تھے وہ بیشک قابل تعریف اور لائق عزت تھی آپنے بچپن ہی مین تمام وہ سپاہیانہ فنون جو اُسوقت تمام مشرقی حصون مین رائج تھے تدریجاً حاصل کر لیئے تھے۔ اس خاندان کے تمام حضرات شیخ معظم کی یہ کیفیت دیکھکر تعجب کرتے اور کہتے تھے کہ ہمارے خاندان کا یہ بچہ سپاہیانہ روح کا پیدا ہوا ہے۔ یہ ایک عام فقرہ تہا جو کثرت سے اُن لوگون کی زبان پر جاری تہا۔ جو قیافہ شناس نظرین اور تجربہ کار نگاہین رکھتے تھے۔ لیکن یہ کسے معلوم تہا کہ اس ہونہار بچے مین زور قضا مضمر کیا گیا ہے اور اسی کے پر قوت بازوون سے آئندہ نہایت صعب اور دشوار گذار راہین طے ہونیوالی ہین۔ اور ایسے نظر باز کہان تھے جو آپ کی ان حرکتون سے تاڑ جاتے کہ یہی وہ مبارک بچہ ہے جس سے طفلانہ حالت مین شجاعت و بہادری کے ایسے جوہر ظاہر ہون گے جو ہمیشہ کیلئے یادگار ثابت ہون گے۔ اور جنپر تاریخی روشنی دوامًا نہایت تابانی کیساتھ چمکے گی۔

مین اسمقام پر شیخ معظم کے معرکہ جنگ مین شریک ہونیکا ایک وہ واقعہ جس سے آپ کی بیدھڑک شجاعت بہت کچھ ثابت ہوتی ہے لکھنا مناسب خیال کرتا ہون تاکہ ناظرین کو آپکے ضمیری جوہرون اور دلیرانہ جرات کے نمونون کے جانچنے پرتالنے کا پورا پورا موقع ملے چونکہ یہ واقعہ نہایت دلچسپ اور نشاط انگیز ہے اسلیئے امید کیجاتی ہے کہ ناظرین اسے زیادہ دلچسپی اور شوق کیساتھ دیکھینگے۔

جناب شیخ عبد الرحیم صاحب فرماتے ہین کہ شیخ معظم کے والد بزرگوار شیخ منصور صاحب کو ایک دفعہ ایک راجہ کیساتھ جنگ کرنے کا اتفاق پڑا جسمین شیخ معظم صاحب نے لڑائی کا زیادہ حصہ لیا اور اپنی بے محابا جراتین اور عدیم النظیر شجاعتین چمکا کر دکھائین۔ جب دونون خونخوار لشکر صف آرا ہوئے اور متصل دو تین گھنٹے تک یہ فوجی دریا لہرین لیتا رہا تو شیخ منصور صاحب نے اپنی فوج کے دو حصے کیئے۔ ایک حصہ کی کمان تو

آپ نے اپنے ہاتھ مین لی - اور ایک حصہ شیخ معظم کی سرکردگی مین دیا - اولوالعزم جوشیلا نوجوان شیخ شمشیر علم کیئے ہوئے اس دلیر اور بے جگر لشکر کی سرکردگی مین پرشوق قدم اُٹھائے آگے بڑھ رہا تھا اور اُسکی پر قہر نظرین مخالف کے لشکر پر برابر اُٹھ رہی تھین -

اسوقت شیخ معظم کی عمر بارہ برس کی تھی باوجود اس صغر سنی کے آپنے اس معرکہ مین جو شجاعت و بہادری کے جوہر دکھائے ہین اور جس دلیری اور قابل توصیف بیجگری سے اپنی فوج کو لڑایا ہے نہ صرف لایق تعریف بلکہ مافوق العادت بات ہی - غرضکہ شیخ معظم نے فوج کی کمان اپنے ہاتھ مین لیتے ہی اُسے آگے بڑھنے اور دشمن پر حملہ کرنے کا حکم دیا - جون ہی اس فوج نے قدم اُٹھائے مخالف کے لشکر نے ایک نہایت ہی عاجلانہ حرکت کی اور دونون لشکر کلہ بہ کلہ جنگ کیلئے مستعد ہوگئے - نیزون اور تلوارون کی چمک نے سارے میدان کو درخشان بنادیا اور لوگون کی آنکھون مین چکاچوند اور خیرگی پیدا کردی پھر جو جنگ کا گھمسان ہوا ہے تو خدا کی پناہ کفار کے لشکر کی گردنین مجاہدون کی خونخوار تلوارون سے کھیرے ککڑی کیطرح برابر کٹ رہی تھین اور نیزون کی کھچاکھچ کی آوازون اور تیرون کی جگر خراش صداؤن کے علاوہ اور کچھ سنائی نہ دیتا تھا متصل چار گھنٹے اس قسم کی سینہ بسینہ لڑائی رہی اب نہ ترکشون مین تیر باقی رہے تھے نہ رانون کے نیچے گھوڑے تھے - کسیکو اپنے گھوڑے کی خبر نہ تھی نہ یہ معلوم تھا کہ مین کہان ہون اور کیا کر رہا ہون - انجام یہ ہوا کہ صنادید کفر کو میدان معرکہ چھوڑ کر پیچھے ہٹنا پڑا - اور یہ میدان بہادر شیخ معظم کے ہاتھ رہا -

چونکہ صنادید کفر کے قدم اُکھڑ گئے تھے اور اُنکے سنگین مورچون پر مجاہدین کا قبضہ ہوچکا تھا اسلیئے راجہ نے اسدن جنگ کی موقوفی کا اعلان دیا گو شیر دل شیخ معظم اور اُنکے لشکر پر کسی قسم کی تکان اور ضعف غالب نہ آیا تھا - لیکن پھر بھی آپکو اپنی حالت مین بہت کچھ درستی کرنی تھی - لہذا آپنے بھی موقوفی جنگ کا اعلان منظور کرلیا - اسی اثنا مین شیخ معظم سے کہا گیا کہ آپکے والد بزرگوار نے شہادت کا چھلکتا ہوا ساغر مُنہ سے لگالیا اور اس ناپائدار دنیا سے عالم جاودانی مین تشریف لیگئے - اُنکی ہمراہی مین جسقدر حبشی بہادر تھے سب جنگ سے پہلوتہی کرکے اور شکست کھاکر ادُہر اُدُہر بھاگ کھڑے ہوئے شیخ معظم اس وحشتناک خبر کے سنتے ہی سر سے پاؤن تک تھرتھر کانپنے لگے - ابراہیمی غیرت حمیت کا مصفا خون بے اختیار جوش مین آیا اور فاروقی غیظ و غضب کا جوش خون کیطرح رگون مین دوڑ گیا آپنے

اپنی بیدھڑک شجاعت اور بیخوف دلیری سے اُسیوقت لشکر کفار پر بڑی خوفناکی کیساتھ ایسا زبردست اور بیباکانہ حملہ کیا جسے صنادید کفار کی مجموعی طاقت بھی نہ روک سکی۔ ہزارون کافر قتل ہوئے اور صدہا زخمی وگھائل تڑپتے رہے۔

شیخ کا مصمم ارادہ ہوچکا تھا کہ مین جبتک کفار کے تاجدار کی گردن اپنے ہاتھ سے نہ اُڑا دون گا اور اُسکی ناپاک اور نجس نعش کو اپنے پیل پیکر گھوڑے کی سمون سے نہ روند ڈالون گا نیز لشکرِ کفار کی بیخکنی پورے طور پر نہ کرلون گا تلوار کو میان نہ کرون گا۔ جسکا نتیجہ یہ ہُوا کہ جو شخص آپکے سامنے آیا یا تو قتل کردیا گیا یا زخمون سے چُور چُور ہوکر ادموا اور بیکار ہوگیا۔ اگرچہ صنادید کفر نے آپکے اِس بیباکانہ وشجاعانہ حملے کے روکنے مین بڑی مستعدی اور سرگرمی کیساتھ کوشش کی اور جان نثاری کا کوئی دقیقہ اُٹھا نہ رکھا۔ مگر یہ ممکن نہ تہا کہ بپھرے ہوئے شیر کے سامنے سے اُسکا شکار علیحدہ کرکے گھاس پھوس کی کمزور ٹٹی سے وکدیا جائے۔ شیخ معظم اپنے اُسی استقلال اور جوش کیساتھ آگے قدم بڑھائے چلے جاتے تھے اور آپکی قہر آلود اور غضبناک نظرین راجہ کی صورت پر بڑی بیتابی اور غصہ کیساتھ بلند ہورہی تہین غرضکہ آپ کفار کو برابر قتل کرتے اور اپنے لشکر کو آگے بڑھاتے چلے گئے۔ یہانتک کہ راجہ کے ہاتھی کے قریب پہنچگئے۔ شیخ معظم کی یہ بیدھڑک جرأت اور بیباکانہ جسارت دیکھکر کٹکہ وزیر اعظم جو شجاعت و بہادری مین منظیر شہرت رکھتا تہا اور جسکی سفاکی و بیباکی کے ڈنکے ایک عالم مین بجگئے تھے آپکے مقابلہ کو بڑہا اور بڑی پہرتی سے شیخ معظم پر سر اور سینہ توڑ نیزہ کا وار کیا۔ آپنے اُسکے اِس بزدلانہ وار کو سخت حقارت کی نگاہ سے دیکھا اور جھٹ پینترا بدلکر اور نیزہ کی زد سے بچکر زہر کا بجھا ہُوا ایک نیزہ اُسکے سینہ پر مارا۔ نیزہ کا زخم ایسا کاری تہا کہ وزیر السلطنت جان بر نہو سکا۔ اور فوراً گھوڑے سے نیچے آرہا۔ اُسکی ناپاک نعش پیل پیکر گھوڑون کے سمون سے پاش پاش کردیگئی۔ اور سر جسم سے جدا کرکے ایک بڑے لمبے برچھے مین آویزان کیا گیا۔

وزیر السلطنت کے یون قتل کیئے جانیکے بعد چارون طرف سے فوج سمٹ سمٹا کر ایک جگہ جمع ہوئی اور کثیر التعداد سوار خون آشام تلوارین علم کیئے ہوئے اور نیزے جُھکائے ہوئے آفت ناگہان کی طرح شیخ معظم پر پل پڑے۔ یہ دیکھکر آپ بھی مستعد ہوگئے اور اسیجگہ اپنی پوری قوت کا زور دیدیا راجہ ایک بلند اور اونچی سطح پر کہڑا ہوا جنگ کا تماشا دیکھ رہا تہا جون ہی اُس نے دیکھا کہ ایک نوعمر لڑکے کا بیشمار فوج محاصرہ کیئے ہوئے چارون طرف سے حملہ آور ہے تو اُسنے ایک نہایت خوفناک آواز مین للکارا اور

دہمکی کے لہجہ مین کہا خبردار اس بہادر اور اولو العزم نوجوان کو آنچ نہ آئے۔ جو شخص باوجود اس کم عمری کے شجاعت و جوانمردی کے ایسے حیرتناک جوہر دکھائے درحقیقت وہ بہت بڑی عزت و وقعت اور تاج بخشی کے لایق ہے۔ گو اس نوعمر لڑکے نے میری فوج کو انتہا سے زیادہ صدمہ و نقصان پہنچایا ہی اور میری حکومت کا ایک قوی اور مضبوط بازو اسکے آبدار نیزہ سے خون مین نہایا ہی لیکن اسکی دلفریب صورت اور فراخ حوصلگی و اولو العزمی اسکی جان بخشی کی سفارش کر رہے ہین

یہ کہکر خود راجہ ہاتھی سے اُترا اور دوڑکر شیخ معظم کے ہاتھون کو چوم لیا۔ اول نہایت نرم اور خوش کن لفظون مین آپ کی دلجوئی کی بعدازان کمال لجاجت سے عرض کیا۔ صاحبزادے آخر اسقدر غیظ و غضب کا سبب کیا ہے؟ آپنے نہایت متانت اور سنجیدگی کے لہجہ مین جواب دیا مجھے خبر پہنچی ہے کہ میرے والد بزرگوار اس معرکہ مین شہید ہو گئے ہین۔ اب اُن کے بعد مجھے اپنی زندگی اچھی نہین معلوم ہوتی۔ مین نے عزم بالجزم کر لیا ہے کہ جبتک جان مین جان باقی ہے۔ کبھی ممکن نہین کہ مین یہان سے مُنہ موڑ جاؤن یا جنگ نہوے پر صلح کر لون بلکہ یا تو خود شہید ہوکر والد ماجد کیخدمت مین جا حاضر ہون یا اس تمام لشکر اور خود وارث تاج و تخت کے سر کو خاک و خون مین غلطان دیکھون۔ گو مین ایک کم سن لڑکا ہون۔ لیکن اپنے ارادے مین پورا اور عزم مین پکا ہون

اگرچہ شیخ معظم کی یہ بیباکانہ اور درشت تقریر سُنکر راجہ کسیقدر آشفتہ خاطر اور برہم ہوا لیکن وہ اپنی آشفتگی کے آثار اور برہمی کے جذبات خوراک پی گیا۔ اور آپکی اس دلیری و بیباکی پر عش عش کرنے لگا بیشک شیخ معظم کی یہ تقریر نہایت سخت اور درشت تھی بالخصوص ایک قاہر تاجدار کے سامنے اُسی کی نسبت۔ مگر اُسنے نہایت نرمی سے جواب دیا کہ اے بہادر نوجوان جس شخص نے آپکو یہ خبر دی ہے کہ آپکے والد بزرگوار میرے لشکر کے ہاتھون سے شہید ہوئے ہین وہ محض کذاب اور جھوٹا ہی اُس نے آپکو دھوکے مین ڈالدیا اور ایک مخلوق خدا کے خون سے مفت زمین کو رنگین کیا۔ آپکے والد زندہ ہین (اور ایک طرف اشارہ کرکے) دیکھیئے اُس مقام پر اُن کے ہلالی جھنڈے ہوا مین فراٹے بھر رہے ہین

شیخ معظم نے ایک بڑے بیتابانہ شوق اور بے اختیارانہ جوش کیساتھ اُسطرف قدم اُٹھائے اور نہایت شان و شوکت اور عزت و وقار کیساتھ یہان سے رخصت ہوکر اپنے والد بزرگوار کے جھنڈے کے نیچے پہنچگئے۔ عقب سے راجہ نے ایک عریضہ جناب شیخ منصور کیخدمت مین بایں مضمون روانہ کیا

کہ ہمنے اس بہادر اور شجاع لڑکے کیوجہ سے صلح کی آپ جس بات کی ہم سے درخواست کرینگے فوراً عمل
مین لائی جائے گی اور جو شرائط نامہ آپ مرتب کرینگے۔ مین اُسے بدل منظور کرون گا۔

شیخ منصور صاحب نے اپنی طرف سے چند شرطین لکھکر بھیجدین اور قاصد کی زبانی کہلا بھیجا کہ اگر یہ
شرطین منظور ہون تو مین صلح کیلیے آمادہ ہو سکتا ہون ورنہ مجھے منظور نہین صلح نامہ کی شرطین گو راجہ
کے حق مین نہایت سخت اور ناگوار تھین۔ مگر وہ بلحاظ پولٹیکل معاملات کے دب گیا اور صلح کو جنگ سے غنیمت
جانا۔ نیز اُسکے دل پر شیخ معظم کا اسقدر رعب بیٹھ گیا تہا کہ مجبوراً اُسے اُن تمام شرطون کو منظور کرتے ہی بنی۔

شیخ معظم کا ایک

علی ہذا القیاس جناب شیخ عبدالرحیم صاحب آپکا ایک اور اسی قسم کا واقعہ بیان کرتے ہین جس سے
صاف واضح ہوتا ہی کہ آپ صفت شجاعت مین کہان تک قابل اور لایق ہین۔ شیخ عبدالرحیم صاحب
فرماتے ہین۔ مین نے ایک عمر رسیدہ دہقان سے جو موضع شکوہ پور یعنی شیخ معظم صاحب کے پرگنہ خاص
مین رہتا تہا سُنا ہی کہ اُس موضع کے گرد و پیش تیس سرکش ڈاکو رہتے تھے جنکی سفاکی و بیرحمی اُن ضلاع
مین بڑی شہرت رکھتی تہی اور جنکے مظالم اور جفا شعاریون سے وہان کے باشندے چیخ اُٹھے تھے اُن غریبون
مین اسقدر قوت نہ تھی کہ بیرحمون سے اپنا انتقام لیتے۔ لیکن ہر وقت آسمان کیطرف مُنہ اُٹھا کر دعا کیا
کرتے اور چاہتے تھے کہ کوئی منتقم اُٹھ کھڑا ہو اور ہم اُسکی مدد مین اپنی جانین تک قربان کر ڈالین۔ یہ ظالم
اور ستمگار ڈاکو اس قصبہ مین آتے اور جو کچھ ہاتھ لگتا سب لوٹ کھسوٹ کر چنپت ہو جاتے۔ عوام بیچارے
تو کس شمار مین تھے جو دلیر اور جوانمرد کہلائے جاتے تھے اُن کے دلونپر بھی ڈاکوون کا رعب و ہیبت اس
خوفناکی سے چہایا ہوا تہا کہ جسقدر چاہتے ظلم کیا کرتے۔ لیکن اُنکے کانون پر کبھی جون تک نہین رینگتی تہی۔

ان باتون کو ایک عرصہ گزر گیا اور یہان کے لوگ بالکل بے سکت اور تباہ و برباد ہوگئے ایک دفعہ
کا ذکر ہے کہ جفا کیش ڈاکو اپنی عادت کے مطابق گاؤن مین آئے اور لوگون کی بہت سے مویشی لوٹ
کھسوٹ کر لیگئے۔ اتفاق سے اس موقع پر شیخ معظم صاحب بہی اپنے اس پرگنہ خاص مین موجود تھے گاؤن
والون نے اس قیامت زا حادثہ کی اطلاع آپ کو اُسوقت دی جبکہ آپکے سامنے کھانے کا دسترخوان بچھ
چکا تہا اور کھانا دسترخوان پر چُن دیا گیا تہا۔ آپنے نہایت اطمینان و سکون کیساتھ کھانا تناول فرمایا
اس اثنا مین آپسے کوئی عاجلانہ اور شتاب زدگی ظہور مین نہین آئی بلکہ آپ اتنی ہی دیر مین کھانے سے
فارغ ہوئے جتنے عرصہ مین معمولاً فارغ ہوا کرتے تھے۔ کھانے سے فارغ ہو کر ہاتھ دھوئے کُلی کی اور ایک

تنکا لیکر دانت کریدنے لگے۔ ازان بعد خادم کیطرف متوجہ ہوکر فرمایا میرے ہتیار لاؤ اور گھوڑا حاضر کرو۔ خادم نے آپکے ارشاد کی فوراً تعمیل کی۔ آپ اُٹھے اور نہایت سہولت و آسانی کیساتھ جسم کو ہتیارون سے آراستہ کیا مسلح ہوکر گھوڑے پر سوار ہوے۔ اور ڈاکوؤن کا پتہ نشان دریافت کرکے اُس طرف تنہا روانہ ہوگئے۔

اگرچہ دہقانون کی ایک مختصر سی جماعت ہتیار باندھکر آپ کی پارکابی مین حاضر رہنے کیلیے مستعد ہوئی لیکن آپنے سب کو منع کردیا اور فرمایا کہ میرے ساتھ نہ چلو کیونکہ مین ڈاکوؤن کے سرون پر بہت جلد پہنچونگا۔ تم میرے گھوڑے کے ساتھ دوڑ نہ سکوگے۔ چنانچہ اور سب لوگ تو گاؤن مین واپس چلے آئے لیکن صرف ایک شخص آپکے ساتھ رہگیا۔ آپ ڈاکوؤن کا تعاقب کرتے ہوئے اُس مقام پر پہنچے جہان اُنھون نے اپنا مسکن اور پناہ و امن کی جگہ بنا رکھی تھی جب شیخ معظم ان مقامات مین پہنچے ہین تو جفاکار ڈاکو اپنے اپنے منازل مین داخل ہوچکے تھے اور یہ موقع شیخ معظم کیلیے نہایت ہی خطرناک تھا لیکن خوشی کی بات ہی کہ اس شیر دل شجاع کی طبیعت مین کسیطرح کا ہراس و خوف وخیل نہین ہوا آپنے میدان مین کھڑے ہوکر چند ایسے غیرت انگیز کلمات اُن کی نسبت استعمال کیئے جنکا اُننے تحمل نہ ہوسکا مجبوراً میدان مین آنا پڑا۔ اور مسلح ہوکر آنا پڑا شیخ معظم برابر سر اور سینہ توڑ تیرون کا مینہ برساتے ہوے آگے بڑھے جاتے تھے تیر ایسے کاری لگتے تھے کہ ایک ایک تیر مین دو دو بدقسمت ڈاکو بیجان ہوتے تھے۔ ہنوز دو تین ہی تیر اس میدان جنگ کے شہسوار کی پرزور چٹکی سے نکلے ہونگے کہ نڈر اور بیباک ڈاکوؤن کے دلون پر ایک رعب عظیم غالب ہوگیا۔ جسکا بدیہی نتیجہ یہ ہوا کہ اُن حرمان نصیب جگر سوختون نے اپنی اس فعل و شرمناک زندگی سے مایوس ہوکر امن کی درخواست کی اور جان بخشی کے ملتمس ہوے اور نہایت نیازمندی کیساتھ عاجزانہ لہجہ مین عرض کیا کہ خدا کے لیئے آپ ہمین امن دیجئے۔ ہم اپنے ان ناشایستہ و قبیح افعال سے توبہ کرتے اور آپسے التجا کرتے ہین کہ ہمارے سرون پر معافی کا تاج رکھین اور ہماری ان بیجا اور ناجائز تقصیرون سے درگزر فرمائین۔

شیخ معظم نے ڈاکوؤن کی اس بزدلی اور نامردی کو نہایت نفرت کی نظرون سے دیکھا اور سخت حقارت آمیز لہجہ مین فرمایا۔ تمہاری توبہ یہی ہے کہ ہتیار زمین پر ڈالدو۔ اور ہر ایک اپنے ہاتھ سے ایک دوسرے کی مشکین کسدے۔ تمہارے پاس جسقدر ہتیار گھوڑے سواریان موجود ہون حاضر کرو اور

میرے ساتھ موضع شکوہ پور مین لیچلو۔ ڈاکوؤن نے ایسا ہی کیا۔ اور ایک کثیر التعداد جماعت کے روبرو حلف اٹھایا کہ آیندہ ہم اس بستی کے کبھی بدخواہ ثابت نہون گے اور شیخ کے اخلاف اور آپکی صوابدید سے ہم موتجاوز نکرینگے ان واقعات کے علاوہ تذکرون مین اُن واقعات کا ثبوت ملتا ہے جو شیخ معظم کی شجاعت و دلیری کو بڑی دھوم دھام سے ثابت کر رہے ہین لیکن چونکہ مین ناظرین کا زیادہ وقت لینا نہین چاہتا اسلیئے اِن ہی دو مختصر واقعات پر اکتفا کرتا ہون

غرضکہ شیخ معظم صاحب نے جنپر ہمیشہ تاریخی روشنی بڑی تابانی کیساتھ چمکیگی سید نور الجبار صاحب سون پتی کی عصمت مآب اور پاکدامن دختر سے نکاح کیا۔ سید نور الجبار ایک فقیر طبیعت بزرگ تھے جنکی محتاط زندگی اور زہد و اتقا نے اُنکی شہرت کو نہ صرف سون پت کی چار دیواری یا عدود مین بند رکھا تھا بلکہ دور دراز ملکون مین آپکے تقدس اور پاکی کی ناموری نے آپکے خاندان سادات کی نجابت و شرافت مین ایک تازہ روح پھونکدی تھی۔ سون پت کے تمام باشندے آپکی فضیلت بزرگی۔ عالی نسبی ایمانداری اور علمی برکتون کی انتہا سے زیادہ قدر کرتے اور آپکی معمولی اور ادنی باتون کو بھی عزت و وقعت کی نگاہ سے دیکھتے تھے۔

واجب الاحترام سید قطع نظر اپنی ذاتی بزرگی کے آبائی فضیلت بھی بہت کچھ رکھتے تھے آپکا شریف و نجیب خاندان علم و فضل کے لحاظ سے سون پت اور اُسکے ضلاع مین بےمثل اور لاثانی گزرا ہے۔ اگر یون کہا جائے کہ اس خاندان کا ہر ایک شخص آسمان علم کا نہایت درخشان اور تابناک آفتاب تھا تو شاید چندان نازیبا نہوگا عجب ذرا عمیق و غمیض نظرون سے دیکھا جاتا ہے تو بزرگ سید کے اولوالعزم اور جلیل القدر خاندان کے علاوہ ایسا خاندان دنیا مین بہت کم دکھائی دیتا ہے جسکے ہان چند پشت سے علمی فیاضیون کی ایک کیفیت رہی ہو۔

خلاصہ یہ کہ سید نور الجبار اپنی خاص نوعیت اور ذاتی و عرضی صفات مین اپنا جواب نہین رکھتے تھے نیز فطری لیاقتون اور روحانی برکتون مین بے نظیر اور عدیم المثال خیال کیے جاتے تھے سید نور الجبار کی عفت مآب پاکدامن لڑکی کے بطن سے شیخ معظم کے ہان تین فرزند پیدا ہوئے شیخ جمال الدین شیخ فیروز شیخ وجیہ الدین۔ جناب شیخ وجیہ الدین جو حضرت شاہ ولی اللہ صاحب کے جد امجد ہوتے ہین چونکہ میرے تذکرہ کے اس حصہ کو آپکے حالات سے زیادہ تعلق ہے۔ لہذا آپکے واقعات کو خصوصیت

کے ساتھ جدا عنوان سے کسیقدر تفصیل سے لکھنا مناسب سمجھتا ہون۔

شیخ وجیہ الدین صاحب کے دلچسپ واقعات

شیخ وجیہ الدین شہید غواص بحرِ معانی شہسوار میدان علوم ظاہری و باطنی جناب شیخ عبدالرحیم صاحب کے والد بزرگوار اور جناب عارف باللہ حضرت شاہ ولی اللہ صاحب کے جد امجد ہین جو اپنی ذاتی لیاقت اور روحانی قابلیت مین ید طولی رکھتے اور تقدس و پاکی کی ناموری مین پوری شہرت رکھتے تھے۔

شیخ وجیہ الدین شہید کے وہ واقعات و حالات جو آپکے زمانہ طفولیت اور بچپن سے تعلق رکھتے ہین مورخین ہند نے اُنکے بیان کرنے مین زیادہ توجہ نہین کی۔ اور یہی وجہ ہی کہ مین اُنکی لائف کا پورا خاکا کھینچ نہین سکتا۔ لیکن تاہم مختلف روایات سے جو مختصر حالات معلوم ہوئے ہین اور جنکا متعدد تذکرون سے کچھ کچھ پتا چلتا ہے وہ قلمبند کیئے جاتے ہین۔ اس صورت مین ناظرین تذکرہ بخوبی اندازہ کر سکتے ہین کہ مجھے آپکے بچپن کے حالات ایسے سلسلہ سے نہین پہنچے جنہین مین بے کم و کاست یقین کیساتھ بیان کر سکتا۔ البتہ جو کچھ مجھے آپکے مختلف واقعات سے تحقیق ہوا ہی اُسے درج کرتا ہون۔ اس مقام پر صرف اُنہین روایات کو لیا گیا ہی جو محققین کے نزدیک پختگی کو پہنچ گئی ہین اور خوش اعتقاد راویون کی اُن روایات کو جو فسانہائے شبینہ کے قصون سے زیادہ وقعت و منزلت نہین رکھتین بالکل چھوڑ دیا گیا ہے۔ آپکے ابتدائی حالات کی نسبت مجھے اس سے زیادہ کچھ معلوم نہین ہُوا کہ جب آپ چار سال کے ہوئے تو آپکے واجب الاحترام والد شیخ معظم نے آپکو مکتب مین قرآن مجید پڑہنے کیلیئے بٹھایا۔ لیکن یہ تعجب کیساتھ دیکھا جاتا ہی کہ اس ہونہار اور طباع بچے نے بہت جلد قرآن شریف پڑھ لیا۔ طوطے کیطرح صرف الفاظ مُنہ سے نکالنے ہی نہین سیکھے بلکہ کلام ربانی کا اصلی منشا اور فطرۃ اللہ کا ذاتی مفہوم اور اُسکے معانی و مطالب کے نقوش بھی دل پر جما لیئے۔ گو اس معصومیت کے عہد مین کلام ربانی کے نکات اور الہامی غوامض و دقائق کو پورے طور پر سمجھنا بہت مشکل تھا لیکن پھر بھی وہ مذہبی اصول جو اُسمین واضح طور پر بیان کیئے گئے ہین یا اُنکے تامل سے مستنبط ہو سکتے ہین آپ کو بخوبی محفوظ اور ازبر ہوگئے تھے جو حقیقت مین ایک گونہ آپکے خرق عادت مین داخل تھے۔

آپ کا ابتدائی زمانہ معمولی بچون کیطرح بے نتیجہ نہ تھا بلکہ تحمل۔بردباری۔مسکینی۔کم گوئی
دہشت آمیز تفکر یہ تمام باتین جو بچون مین معمولاً بہت کم دیکھی جاتی ہین۔آپ مین بوجہ احسن موجود
تہین جنسے قیافہ شناس نظرین فوراً یہ نتیجہ نکال سکتی تہین کہ یہ بچہ کس زمانہ مین بڑا صاحب وجاہت
اور مقتدر ہوگا۔طرفہ یہ کہ جون جون آپ عمر مین ترقی کرتے جاتے تھے مزاج مین انکسار تواضع
خلق مروت پیدا ہوتی جاتی تھی۔

یہ سخت تعجب کی نظر سے دیکھا جاتا ہے کہ ابھی آپ کی عمر بارہ تیرہ برس سے متجاوز نہین ہوئی
تھی کہ معمولی درسی کتابون سے جو عام درسگاہون مین اُس زمانہ مین داخل تہین فارغ ہوگئے تھے اور
اس چھوٹی سی عمر مین دینیات کی ضروری اور مختصر کتابون کا مطالعہ کرلیا تھا۔اسکے ساتھ یہ اور بھی
تعجب کی بات ہے کہ اسی اثنا مین آپ کو علم باطنی بھی حاصل ہوگیا تھا اور ریاضت و مجاہدت مین وہ
مشق وکمال پیدا کرلیا تھا جس سے آپکی روحانی قوتین اور فطری وضمیری جوہر خوب اُبھر اُبھر کر چمکنے
لگے تھے اور آپسے ایسی ایسی حیرت افزا کرامتین صادر ہونے لگ گئی تہین جنسے دیکھنے والون کا روز
بروز استعجاب بڑھتا جاتا تھا۔

باوجودیکہ یہ تمام فضائل ومحاسن جو ایک گونہ خرق عادات مین خیال کیئے جاتے اور فطرت
کی خاص بخششین سمجھے جاتے ہین۔آپ کی مقدس ذات مین بوجہ اکمل پائے جاتے تھے لیکن بڑی خوشی
سے دیکھا جاتا ہے کہ آپ کی طبیعت مین سادگی اور انکسار نہایت درجہ کا تھا۔آپ بڑے بڑے مجامع
مین معمولی آدمیون کیطرح نہایت سادگی کیساتھ آمدورفت کرتے تھے۔غریبون اور مسکینون کے
ساتھ شفقت کرنے اور اُنکے ساتھ رحیمانہ برتاؤ برتنے مین شہرہ آفاق تھے۔خویش و اقارب کیساتھ
آپکا حسن سلوک۔غربا مساکین کی امداد۔فیاضانہ مہمان نوازی عام وخاص مین اسدرجہ مشہور ہوگئی
تھی کہ آپ کا دولت خانہ غربا اور مساکین کا بہت بڑا مرکز بن گیا تھا۔آپکے قومی احسانات وتفضلات
کا ہر شخص معترف تھا اور آپکی سخاوت وفیاضی کی شہرت دور دور تک پھیل گئی تھی۔غرضکہ وہ تمام
باتین جو ایک مقدس وبزرگ شخص مین پائی جانی لازمی اور ضروری ہین وہ سب اس فخر خاندان و
قوم مین موجود تہین۔

اب مین شیخ وجیہ الدین شہید کے غیر مرتب اور نامکمل ابتدائی حالات چھوڑ کر کیونکہ باوجود

تحقیقات کے مجھ اور حالات دستیاب نہین ہوئے) آپ کی آخری زندگی کے زمانہ مین آتا ہون لیکن قبل اسکے کہ آپ کی انتہائی زندگی کے حالات لکھے جائین تسلسل کے لحاظ سے ضروری معلوم ہوتا ہے کہ درمیانی زمانہ کے کچھ واقعات مختصراً بیان کرون۔

جناب شیخصاحب کا زمانۂ شباب ابتدائی زمانہ سے زیادہ نتیجہ خیز اور مؤثر تھا۔ سکوت خیز چہرے پر چہرۂ انفراسشباب کے آثار اور اسکے ساتھ اتقاو پرہیزگاری کی سرخی پورے طور پر اپنی تابانی دکھا رہی تھی۔ اس زمانہ مین اگرچہ آپ کی زندگی بالکل پرائیوٹ تھی لیکن متانت انگیز چہرے پر جس مدبری اور شجاعت و بہادری کے آثار پائے جاتے تھے اُسے کچھ وہی نظرین خوب تاڑتی تھین جو فطرتاً خدائے ذوالجلال کے بیزوال نور سے جلا پا چکی تھین۔ گو صورت پر مسکینی حلیمی سنجیدگی غیر معمولی سکوت و خاموشی برستی تھی لیکن ساتھ ہی ان مختلف رنگون کے دوش بدوش بے دھڑک شجاعت نڈر جرأت بیباکی بیخوفی صاف طور سے ہویدا تھی۔

باوجود اس خداداد حسن اور زور شباب کے وہ قابل تنفر اور غیر خوش آئندہ جوشون کے اُبھار اور نامبارک ولولے جو اکثر نوجوانون کی طبیعتون مین گدگدتے ہین آپکی طبیعت مین کبھی نہین اُٹھے۔ آپکی معمولی مذہبی پابندی بلکہ خدا کے خوف اور اسکی شرم نے ان تمام بے نتیجہ ولولون کو اندر ہی اندر ایسا نیست و نابود اور ملیامیٹ کر ڈالا تھا کہ تمام عمر اُنہین اُبھرنا نصیب نہین ہوا۔ رفتار زمانہ کے موافق اور ترقی عمر کے ساتھ ساتھ آپکے تمام کمالات عروج پکڑتے گئے اور اسوقت جبکہ آپکی روزافزون جسمانی قوت نے معراج ترقی کے آخری ڈنڈے پر قدم رکھا۔ باطنی کمالات اور روحانی قوتین اوج کمال پر پہنچ گئی تھین آپ کی محتاط زندگی اور تورع و پرہیزگاری کی روایتین بہت مشہور ہین جنمین سے دو ایک مختصراً یہان لکھی جاتی ہین تاکہ ناظرین آپکی وقعت کا خاص طور اندازہ کرسکین۔

ایک یہ کہ مولنا شیخ عبدالرحیم صاحب فرماتے ہین کہ میرے واجب الاحترام والد نہایت محتاط اور متورع آدمی تھے چونکہ آپکا قالب بالکل سپاہیانہ تھا اور آپ فطرتاً چاق و چست تھے اسلیئے شمشیر زنی کر اور اپنی بیخوف شجاعت کی جوہر ظاہر کرنے کا آپ کو زیادہ شوق تھا جسے سپاہیانہ قالب کی سچی روح کہہ سکتے ہین یہی وجہ تھی کہ آپ ابتدائی زمانہ سے سلطنت مغلیہ کی فوج مین بھرتی ہوگئے تھے۔ اور اپنے کارنمایان کے صلہ مین کوئی بڑا اور معزز فوجی عہدہ رکھتے تھے۔ جب اسلامی فوجین مخالفان اسلام

کی بیخکنی اور اُنکی نخوت و غرور کی گردنین توڑنے کیلئے کسیطرف بڑہتین تو آپ بڑے جوش مسرت کے
ساتھ اُنمین شریک ہوتے اور منکرانِ اسلام کو بتا دیتے کہ ابھی تک فاروقی مصافون کا جوش کم نہین ہوا
ہی۔ باوجود ان تمام باتون کے آپکا تورع اور احتیاط انتہا سے زیادہ قابل تعریف اور لایق تقلید تہا
جب لشکر کے گھوڑے بیچارے غریب کسانون کی کھیتیان روندتے اور پامال کرتے ہوئے بے محابا
چلے جاتے تو آپ کمال احتیاط کیوجہ سے لشکر سے الگ ہوجاتے اور اپنے گھوڑے کی باگ کھیتون سے
اور طرف موڑ لیتے۔ اگرچہ بعض وقت اسکی وجہ سے آپکو سخت مشکل پیش آتی اور متعارف راستہ کو چھوڑکر
مسطح اور ہموار زمین سے علیحدہ ہوکر اونچے نیچے اور غیر مسطح قطعات اور پیچیدہ راہون کی صعب اور
دشوار گزار گھاٹیان بڑی دقت سے طے کرنی پڑتین۔

دوسرے یہ کہ آپ کسی معرکۂ جنگ مین تشریف رکھتے تھے کہ آپکی اونٹنی جسپر کھانے پینے کا اسباب
اور اوڑھنے بچھونے کا ساز و سامان لدا ہوا تہا گم ہوگئی اور عجیب اتفاق یہ تہا کہ جس رسالہ کی کمان آپکے
ہاتھ مین تھی وہ بھی ان سامان سے خالی تہا۔ ادھر کڑاکے کا جاڑا پڑنے لگا تہا۔ برف باری شروع ہوگئی
تھی خنک ہوا کی بانی مین بھیگے ہوئے جھونکے بڑی تیزی و تندی کیساتھ چل رہے تھے۔ غرضکہ اسوقت
ان لوگون کی حالت نہایت نازک اور افسوسناک تھی۔

اگرچہ شیخصاحب کی عملی زندگی اُن لوگون پر زیادہ اثر ڈال چکی تھی جو آپکی ماتحتی مین کام کرتے تھے
اور فوج کے کثیر التعداد لوگ آپکے فیض و برکت سے بہرہ ور ہوچکے تھے۔ مگر اس وقت فاقہ کی زبردست
بیقراری کے سامنے اسکا اثر زیادہ دیر تک نہ رہسکا اُنہون نے تنگ ہوکر قرب و جوار کی مواشی جبرًا
پکڑ لین اور ذبح کرکے تناول کین لیکن شیخصاحب احتیاط و تورع کے اسقدر پابند تھے کہ تین روز
کے تابڑ توڑ فاقون کی سخت بیقراری کا تحمل کیا اور غصب شدہ چیزون مین سے کوئی چیز تناول کرنی
آپکی محتاط اور اتقا پسند طبیعت نے گوارا نہین کی۔

جب فاقہ کشی کی یہان تک نوبت پہنچی کہ بدن مین نام تک کو قوت باقی نہین رہی تو رزاق حقیقی
کی فیاضی و رزاقیت نے ایک نہایت عجیب و غریب شگوفہ کھلایا اور خدائے ذو الجلال کی کارسازی ایک
انوکھی صورت اور نرالی طرز پر نمایان ہوئی۔ یعنے آپ ایک عجیب اتفاقی طور پر چابک کی باریک نوک سے
زمین کرید رہے تھے جیسا کہ متفکر اور محو تامل شخص سے اکثر اوقات ظہور مین آیا کرتا ہے۔ دفعۃً کچھ چیونٹیان

کی ایک پوٹلی آپکے قوت کے موافق زمین سے پیدا ہوئی چونکہ وہ آپکے لیئے شرعاً حلال و جائز تھے لہذا آپنے اُنہین دہو دُہلا کر صاف ستھرا کیا اور اُبال کر تناول فرمایا۔

اِسیطرح غریبون بیکسون کے حال پر شفقت کرنے اور خدام و ملازمین کیساتھہ نہایت نرمی اور تلطف سے پیش آنے اور ہر بات مین انصاف پسندی مدنظر رکھنے کی بہت سی روایتین مشہور و معروف ہین جناب فاضل اجل شیخ عبدالرحیم صاحب کا بیان ہے کہ مجھے خوب یاد ہے۔ میرے والد علیہ الرحمۃ خدام و ملازمین سے کہ گھسیارون تک سے جس رحیمانہ برتاؤ اور نرمی و انصاف سے پیش آتے تھے اُسکی مثال کہین نہین پائی جاتی تھی بالخصوص اُس زمانہ کے متقیون اور خداشناسون مین بہت کم دیکھی جاتی تھی۔

یہ ہم پہلے لکھہ آئے ہین کہ شیخ وجیہ الدین صاحب کی طبیعت کو فطری طور پر فنون سپہگری سے زیادہ تعلق تہا۔ اور آپ کا قالب بالکل سپاہیانہ اور شجاعانہ تہا۔ اسیوجہ سے آپ سلطنت مغلیہ کی افواج مین بھرتی ہوگئے تھے۔ لیکن اس امر مین ہماری واقفیت بالکل محدود ہے اور کسی مستند شہادت کے روسے یہ کہدینا بہت مشکل ہے کہ آپ شاہان مغلیہ مین سے کس تاجدار کے عہد حکومت مین فوج مین بھرتی ہوئے اور کس زمانہ مین فوجی سلسلہ اختیار کیا۔ اگرچہ یہ مضمون اس قابل تہا کہ اسے مفصل لکھا جاتا مگر افسوس کہ مورخین کی بے پروائی سے مجمل رہا جاتا ہے ہان شیخ کے مختلف حالات پڑہنے سے معلوم ہوتا ہے کہ اُسوقت سلاطین تیموریہ کا دسوان تاجدار ابوالمظفر شہاب الدین محمد شاہجہان بادشاہ تخت سلطنت پر جلوہ افروز تہا جیسا کہ ذیل کے چند واقعات سے عنقریب ثابت ہوگا۔

آپکے جنگی معاملات و واقعات صاف اِس بات کا پتہ دیتے ہین کہ ابتدا مین جب آپنے فوجی ملازمت اختیار کی ہے تو شاہجہان بادشاہ اُسوقت سلطنت پر حکمران تہا اور جب عالمگیر کا دور دورہ ہوا تو اُسوقت آپ ایک فوجی عہدہ پر ممتاز تھے۔ بہرحال آپکی بے مثل شجاعت اور عدیم المثال بہادری کی حکایتین اسدرجہ مشہور ہوگئی ہین کہ جہان کہین آپکی دینی خدمات اور علمی فیاضیون کا ذکر ہوتا ہے وہان آپکی شجاعت و بہادری کا بھی ضرور ذکر ہوتا ہے چنانچہ اسمقام پر ہم آپ کی شجاعت کے وہ مختصر واقعات جو ہمین مختلف تحقیقات سے ثابت ہوئے ہین نہایت اختصار کیساتھہ لکھتے ہین اور حقیقت مین جناب شیخصاحب کی تاریخی زندگی کے ابتدائی حالات مین ان واقعات سے زیادہ مہتم بالشان اور

دلچسپ اور کوئی واقعہ بھی نہین ہے۔ ان واقعات کے ذکر کرنیسے ہمین ناظرین کو یہ بھی دکھانا منظور ہے کہ وہ معلوم کرلین کہ آپ اس وصف کے کہان تک اور کس درجہ تک قابل تھے اور اس فرض منصبی کو کس قابلیت سے ادا کرتے تھے۔

شیخ عبد الرحیم صاحب فرماتے ہین ہنوز مین چار سالہ تہا کہ میرے پدر بزرگوار جناب شیخ وجیہ الدین صاحب سید حسین کی ہمراہی مین جو اپنے زمانہ کا ایک بڑا شجاع و دلیر شخص تہا اور جسکی بیخوف بہادری کی شہرت اس زمانہ مین ہرطرف پھیلی ہوئی تھی قصبہ دہامونی کیطرف متوجہ ہوے۔ اتفاق وقت سے اس سفر مین مین بھی آپکے ہمرکاب تہا۔ اسوقت قصبہ دہامونی مین جو مالوہ کے دائرہ مین داخل تہا بہت بڑی فساد کی آگ مشتعل ہوئی جسمین طرفین کے ہزارون آدمی کام آگئے۔ اس فتنہ کا بانی دہامونی کا راجہ تہا۔ جو شجاعت وجوانمردی مین مشہور اور استقلال وجرأت مین معروف تہا۔ اصل مین یہ راجہ شاہجہان بادشاہ کا باجگزار تہا لیکن انجام کار اُسنے اس باجگزاری کی ذلیل حالت مین (اور سچ پوچہئے تو عزت اور وقر کیحالت مین) رہنا پسند نہین کیا اور اپنی فطری شرارت سے بغاوت کے جھنڈے بلند کیئے شاہجہان کو اسکی شرارتونکی متواتر خبرین روزمرہ پہنچ رہی تہین اور سفیر مالوہ کی روزانہ ڈاک سے معلوم ہوتا تہا کہ صوبہ دہامونی نے ایک عام شورش پہیلا رکھی ہے۔ شاہجہان کی نظرین تمام ارکین دولت اور امرائے سلطنت پر دوڑین۔ لیکن اُسے اسوقت بجز اسکے اور کچھہ بن نہ آیا کہ صوبہ دہامونی کی تمردی سرکشی اور بغاوت کی بھڑکتی ہوئی آگ دبانیکے لیئے سید حسین کو ایک عظیم الشان فوج کی سرکردگی مین اُس طرف روانہ کیا۔ جسمین میرے والد بزرگوار بھی شریک تھے۔

ابتدا مین اگرچہ دونون لشکرون مین ایک عظیم الشان خونخوار جنگ ہوئی لیکن پہر اس لڑائی کا خاتمہ بظاہر صلح پر ہوگیا۔ راجہ نے بدستور سابق جزیہ دینے کا وعدہ کیا۔ اور سید حسین کی مجلس مین حاضر ہوکر معذرت کرنیکو منظور کرلیا۔ صلح کے دوسرے دن تنہا مجلس مین حاضر ہوا۔ چونکہ اسلحہ جنگ سے آراستہ تھا اسلیئے دربانون نے دروازہ پر ٹوکا اور ہتیارون کے ڈالدینے کا حکم کیا۔ لیکن مغرور راجہ اسپر راضی نہین ہُوا اور جب قیل وقال حد سے تجاوز کرگئی تو نخوت پرست راجہ نے مغرورانہ الفاظ مین سید حسین سے کہلا بہیجا کہ جب تم سپاہیانہ قالب رکھتے ہو اور اسکے علاوہ کثیر التعداد فوج بھی تمہارے پاس موجود ہے تو بڑی شرم کی بات ہے کہ ایک تنہا شخص کو جو تمہارے مقابلہ مین مجھہ سے زیادہ وقعت نہین رکھتا

ہتیارون کیساتھ مجلس مین نہین آنے دیتے۔ سید حسین سے اُسکی یہ مغرورانہ تقریر سُن کر بجز اسکے اور کچھ نہوسکا کہ دربانون کو حکم دیدیا کہ اُسکے ہتیارون سے کوئی تعرض نکیا جائے اور ہتیارون سمیت مجلس مین لایا جائے۔ مغرز سید کے حکم کی تعمیل کیگئی۔ اور راجہ ہتیار لگائے ہوئے بڑی شان و شوکت سے داخل مجلس ہوا۔

شیخ وجیہ الدین صاحب کہتے ہین کہ جس آن بان سے راجہ حاضر مجلس ہوا ہو اُسکا اثر اب تک میرے ذہن مین باقی ہو۔ مُنہ مین پان چباتا جاتا تہا اور بڑے نازو انداز سے نخوت کے نشہ کی لن ترانیون مین آہستہ آہستہ نازان و فرحان قدم اُٹھاتا تہا۔ اُسکے چہرہ کی بشاشت سے صاف معلوم ہوتا تہا کہ گویا کسی شادی کی مجلس مین جاتا ہے۔ حالانکہ موت کے مُنہ مین جاتا تہا۔ الغرض میرے والدنے اُسکی صورت دیکھتے ہی فرمایا کہ یہ شخص اس مجلس مین ضرور کوئی فتنہ برپا کریگا۔ یہ کہتے ہی آپنے شاہانہ لہجہ مین ایک خدمتگار کو بُلایا اور میری طرف اشارہ کرکے فرمایا۔ اس بچے کو کسی اونچے مقام پر کہڑا کردے مبادا جہپٹ مین آکر کسی قسم کا صدمہ پہنچے۔ اہل مجلس کیلئے شیخ کا یہ فرمان ایک معما تہا جسکا حل کرنا بہت مشکل تہا ہرچند کہ اہل دربار نے اس پہیلی کو بوجہنا چاہا۔ لیکن درباری رعب و جلال سے اُس وقت کسیکو یہ جرأت نہوئی کہ اس طلسم کی پردہ کشائی کرے۔

دہامونی کا راجہ جب دربار کے اُس مقام پر پہنچا جہان سے درباری رعب ہر شخص پر بڑے جاہ و جلال کیساتھ پڑتا تہا اور شاہی داب کی پابندی حاضرین دربار کو طوعاً و کرہاً ادا کرنی ضروری ہوتی تہی تو وہان سے بڑی دلیری اور گستاخی کیساتھ آگے بڑھا اور محل سلام سے تجاوز کرگیا۔ دربان نے روکا اور خوف زدہ لہجہ مین کہا کہ شاہانہ سلام کی رسم یہین سے ادا کر۔ اور آگے قدم نہ ڈال۔ لیکن اُسنے دربان کی اس گفتگو پر کچھ التفات نہ کیا اور جواب دیا کہ مین جناب سید صاحب کے قدم مبارک کو بوسہ دینا چاہتا ہون تاکہ میرے دامن سے جرائم و تقاصیر کی وہ آلودگیان دُہل جائین جو مجھے ایسے مقدس شخص کی گستاخی کی وجہ سے نصیب ہوئین۔

سید حسین کے ارشاد کے بموجب راجہ کی اس بے ادبی پر بھی اغماض کیا گیا۔ لیکن اب وہ جون جون قریب ہوتا جاتا تہا اُسکے تیور بدلتے جاتے تھے۔ اور چہرے کی بشاشت کی جگہ غیظ و غضب کے آثار نمایان ہوتے جاتے تھے۔ سید حسین کی نشستگاہ تک پہنچتے پہنچتے اُسنے بڑی غضبناکی کیساتھ تلوار پر ہاتھ ڈالا

اور پوری طاقت سے وار کیا خوش قسمتی سے سید حسین پہلے ہی سے ہوشیار تہا تلوار کے علم ہوتے ہی اُسنے ایک عاجلانہ حرکت کی اور فوراً ایک طرف ہوکر تلوار کی زد سے بچگیا۔ تلوار سر جھکائے ہوے جب زمین پر پہنچی تو راجہ نے سید حسین کے سر کی جگہ تکیہ کو دو پارہ پایا۔ جہلا کر دوبارہ تلوار اُٹھائی اور سید حسین پر وار کرنے ہی کو تہا کہ میرے والد بزرگوار بسرعت تمام اُس غدار کے سر پر جا پہنچے اور خنجر کی ایک ہی ضرب مین ملعون کا کام تمام کر ڈالا۔ سید حسین نے اِس خوفناک منظر مین جب اُس ستمگر کی ناپاک نعش بیحس و حرکت دیکھی تو ایک بیساختہ جوش کیساتھ اُٹھ کھڑا ہوا۔ والد بزرگوار کی بیدھڑک شجاعت کی بیحد تعریف کی اور بڑی تپاک سے معانقہ کیا۔

جب سید حسین اس مہم سے فارغ ہوا تو اب اُس نے اپنی عنانِ توجہ ملک مالوہ کے ایک اور صوبہ کیطرف پہیری۔ تاریخی حیثیت سے اگرچہ اِس بات کا پتہ لگانا بہت مشکل ہی کہ اِس صوبہ کا کیا نام تہا جسکی طرف دہامونی کی فتح کے بعد سید حسین نے رُخ کیا۔ لیکن واقعات سے ثابت ہوتا ہی کہ یہ صوبہ دہامونی کے اطراف مین یہاںسے قریباً بیس میل کے فاصلہ پر واقع تہا کیونکہ سید حسین کی جو تاریخ دہامونی سے کوچ کرنے کی ہے وہی تاریخ اُس صوبہ مین داخل ہونے کی دریافت ہوتی ہی الغرض جب سید حسین کا جرار لشکر ملک مالوہ کے صوبہ مین پہنچا تو وہان کا حکمران مقابلہ کیلئے تیار ہُوا۔ دونون لشکر باقاعدہ صف آرا ہوئے اور فوجی دریا بڑے زور شور سے لہرین لینے لگا دونون لشکر اِس انتظار مین صورت تصویر بنے کھڑے تھے کہ کب حکم ہو اور ہم اپنی جگہ سے جنبش کرین دفعتہً مخالف کی فوج مین سے ایک شخص صفین چیرتا ہُوا باہر آیا اور عجب شان و شوکت سے آیا ایک ہیبل پیکر گھوڑے پر سوار تہا زرہ بکتر سے تمام جسم چہپا ہوا تہا کمر مین دونون طرف تلوارین لٹک رہی تہین۔ داہنے ہاتھہ مین چمکدار نیزہ اور بائین مین لمبا برچھا تہا چہرہ سے شجاعت و بہادری کے آثار نمایان تھے۔ قیافہ شناس نظرین فوراً تاڑگئین کہ یہی اِس صوبہ کا حکمران معلوم ہوتا ہی۔ چنانچہ اُنہین بہت تہوڑی دیر انتظار کرنا پڑا کہ وہ دونون لشکرون کے بیچ مین آکھڑا ہوا اور بآواز بلند بولا کہ اِس صوبہ کا حکمران مین ہی ہون اور یہ لوہے مین ڈوبا ہوا وفادار لشکر مجہی پر جان چھڑکنے کیلئے مستعد کھڑا ہی لیکن مین تا بہ امکان خونریزی کو پسند نہین کرتا۔ اور اِسی لیئے اپنی قسمت کے آخری فیصلہ کیواسطے تنہا میدان مین کھڑا نظر آتا ہون۔ اِسصورت مین تم لوگ سمجھ گئے ہونگے کہ مین

کس ارادے سے یہان آیا ہون اور میری حالت تمہین صاف بتا رہی ہوگی کہ مین کیا چاہتا ہون
اگر تم لوگ مجھے قتل کرنا چاہو تو کر سکتے ہو لیکن شجاعت کا یہ مقتضا نہین ہے کہ چند آدمی ملکر
تنہا شخص کو قتل کر ڈالین۔ شجاعت کی شرط یہ ہے کہ سید حسین تنہا معرکہ مین آکر مجھسے مقابلہ کرے اور پھر
تلوار جسکے حق مین جو فیصلہ دیدے وہ اُسپر بدل راضی ہو جائے۔ اِسصورت مین لشکر کی خونریزی
نہوگی اور ہزارہا جانین خونی دریا مین غرق ہونیسے بچ جائین گی۔ رئیس کفار کی اس غیرت انگیز تقریر
سے سید حسین کی ہاشمی رگ حرکت مین آئی۔ اور ابرآہنی مصفا خون فوارے کی طرح جوش مارنے لگا۔
فوراً بدن پر ہتیار لگائے۔ اور گھوڑے پر سوار ہوکر مقابلہ کیلئے اُٹھا۔ دونون طرفسے نیزون کے تابڑتوڑ
وار ہونے لگے اور اسمین جب کسیکو کامیابی نہ ہوئی تو دونون نے تلوارون پر ہاتھ ڈالا۔ سید حسین
کے حریف نے کچھ ایسی چابکدستی کی کہ یکبارگی تلوار کی چمک بجلی کیطرح کوندی۔ اور چشم زدن سے پہلے
سید حسین کے سر پر پہنچی۔ سید حسین نے اگرچہ بڑے استقلال وتحمل سے تلوار کو سپر پر لیا لیکن پھر
بھی تلوار ایسی کاری لگی تھی کہ سپر کو کاٹتی ہوئی دستہ تک پہنچگئی۔ اور دوسرے دستہ مین جا اٹکی حریف
نے جب تلوار کو نہایت سختی اور زور سے کھینچا تو سید حسین اُس جھٹکے سے گھوڑے کی کمر سے نیچے جا رہا
حریف یہ موقع غنیمت پاکر گھوڑے سے کود پڑا۔ اور سید حسین کے سینہ پر چڑھ بیٹھا۔ اور خنجر نکال کر
سید کے بھونکنا ہی چاہتا تہا کہ جناب شیخ وجیہ الدین صاحب جھٹ اُسکے سر پر جا پہنچے اور تلوار کی
ایک ہی ضرب سے اُسکی زندگی کی رسّی کو کاٹ ڈالا۔

سید حسین اور جناب شیخصاحب اپنے لشکر مین واپس آئے اور جان نثار فوج نے وفادارانہ جوش
کیساتھ نعرۂ فتح بلند کیا۔ حکمران صوبہ کے یون دفعتہً مارے جانے اور سید حسین کی اس نمایان فتح حاصل
کرنے نے حریف کے تمام لشکر مین زلزلہ ڈالدیا اور ہر طرف ایک تہلکہ سا پڑگیا جب جانبین کے فوجی
سمندرون کی طوفان خیز موجون مین سکون پیدا ہوا تو مخالف کے لشکر مین سے ایک اور سوار میدان
کی طرف بڑھا جو اول سوار سے پوری مشابہت رکھتا تھا۔ اُسنے بھی سوار اول کے مطابق بآواز بلند
کہا کہ مین مقتول کا برادر حقیقی ہون اور تنہا اسلیئے تمہارے سامنے کھڑا ہون کہ تم مین سے جس کا
جی چاہے مجھے قتل کرڈالے۔ لیکن مین اپنی قسمت کا فیصلہ اُس شخص کے ہاتھ مین دینے سے خوش
ہون جو میرے بھائی کا قاتل ہے۔ اُسکی اس تقریر کے سلسلہ کا ابھی خاتمہ بھی نہوا تہا کہ جناب شیخ

وجیہ الدین صاحب اپنے مبارز کیطرف پرشوق نظرین اُٹھائے ہوئے آگے بڑھے اور چند مختلف اور متواتر ضربون کے بعد اُس لعین کا کام تمام کر ڈالا۔

شیخصاحب کی یہ جرأت اور بیجگری دیکھکر تمام لشکر کفار پر ایک سکوت خیز سناٹا چھا گیا اور آپ کی عظمت اور جلال دیکھکر ہر شخص محو حیرت ہو گیا۔ تھوڑی دیر تک کسی شخص کو لشکر سے نکلنے کی جرأت نہ پڑی لیکن انجام کار ایک تیسرا سوار جو اول کے دونون سوارون سے زیادہ تنومند اور جسیم تھا اور جسکی شجاعانہ کوششون کی دھاک اُس زمانہ کے تمام فوجی افسرون پر نہایت دہشتناکی کے ساتھ بیٹھی ہوئی تھی۔ سر سے پاؤن تک لوہے مین ڈوبا ہُوا باہر نکلا اور پہلے سوارون کے مطابق اپنا مبارز طلب کیا۔ شیخصاحب نے گھوڑے کو ایڑ کی اور مقابل ہوتے ہی لگاتار وار کرنے شروع کر دیئے۔ اگرچہ ان دونون مبارزون مین زیادہ عرصہ تک حریفانہ کوششین استعمال مین لائی گئین لیکن ہنوز کوئی کسی پر غالب نہ آیا بلکہ ہر شخص ایک دوسرے کو سینہ بسینہ اور کلہ بکلہ جواب دیتا رہا انجام کار رئیس کفار نے شیخصاحب کی دونون کلائیان پکڑ کر چاہا کہ زمین پر گرا دے یا اپنے گھوڑے پر کھینچ لے۔ شیخصاحب نے حتی الامکان مدافعت و مزاحمت کی اور ساتھ ہی یہ فکر ہوئی کہ کسی حیلہ سے اِس سے نجات حاصل کرنا چاہیئے۔ حقیقت مین شیخصاحب کے لیئے یہ ایک مشکل اور نہایت سخت و خطرناک موقع تھا۔ آخر کار اپنے مقصد پر کامیاب ہونیکے لیئے شیخصاحب نے یہ تدبیر نکالی کہ آپنے بطریق خداع فرمایا خبردار اِس بہادر سورما کو پس پشت سے قتل نہ کر۔ شیخ کے یہ پر اثر الفاظ کان مین پڑتے ہی اُسنے پشت کیجانب مُنہ پھیرا اور اِسطرف مُنہ پھیرتے ہی اُسکے قوی بازوون مین ضعف سا پیدا ہو گیا بازوؤن کا ڈھیلا پڑنا تھا کہ شیخصاحب نے اپنی پوری قوت کیساتھ ایک ایسا جھٹکا دیا کہ ہاتھ چھوٹ گئے۔ رئیس کفار نے پھر جو اِسطرف رُخ کیا تو شیخ کا زہر مین بُجھا ہُوا خنجر پشت مین اُترا ہُوا پایا۔

اِسکے مارے جانے سے لشکر کفار مین ایک اور بھی کھلبلی مچگئی اور اب سب نے ہتیلی پر جان رکھکر یکبارگی جنبش کی۔ سر اور سینہ توڑ تیرون کے مینہ برسانے اور آتش فشان آلات سے درگزر کرنیکے بعد سینہ بسینہ جنگ ہونے لگی اور دوپہر تک ایسی زبردست خونریزی ہوئی کہ طرفین کے لشکرون کو موت آ گیا۔ سید حسین نے جسقدر مذہبی لڑائیان راجپوتون سے لڑین۔ اگرچہ تقریبًا سب مین شیخ وجیہ الدین نے اُنمین زیادہ حصہ لیا۔ لیکن اِس لڑائی کا خاتمہ اور توڑ گویا آپ ہی کے ہاتھ پر ہوا اور یہ فتح مالوہ کے تمام

اٹھا

ایک

اضلاع و اطراف آپ ہی کی وجہ سے فتح ہوئے۔

غرضکہ اس انقطاعی جنگ پر طرفین کی آنکھین لگ رہی تہین اور اسموقع کو دونون لشکرون نے اپنی فتح و شکست کا مدار علیہ سمجھ لیا تہا۔ سید حسین کا لشکر معرکہ جنگ مین جس بےجگری اور بیدھڑک دلیری سے لڑ رہا تہا اور اپنی بے محابا جرأتون اور بے نظیر شجاعتون کے جوہر دکھا رہا تہا اگرچہ وہ نہایت پُر فخر اور قابل قدر تھے۔ لیکن جس خوبصورتی اور بہادری سے راجپوت ان کے متواتر اور لگاتار حملون کو روک رہے تھے اور دوش بدوش جواب دے رہے تھے ایک انصاف پسند مؤرخ کے نزدیک ضرور وقعت کی نگاہ سے دیکھے جانیکے قابل ہین یہی وجہ تھی کہ سید حسین کے لشکر کی بیخوف جرأت اور نڈر دلیری وہ نتیجہ پیدا نکر سکی جو اسموقع پر ظاہر ہونا چاہیئے

فیاض ازل نے روز اول ہی سے اس عظیم الشان معرکہ کی فتح جناب شیخ وجیہ الدین صاحب کے نام زد کردی تھی اور پہلے ہی سے آپ کی قسمت مین اسلامی فتوحات کا ایک بڑا حصہ لکھا گیا تہا پھر یہ کیونکر ممکن تہا کہ دوسرا شخص اس جلیل القدر تمغۂ ازلی کو حاصل کرلیتا۔ پہلے دن کی لڑائی مین شیخ صاحب کے چند زخم ایسے کاری آئے تھے جنہون نے آپکو سخت ضعیف اور نڈہال کردیا تہا اور اسوجہ سے آپ اس سخت اور گھمسان کی لڑائی اور عظیم الشان خونریزی مین شریک نہین ہو سکے تھے دو روز تک برابر کشت و خون ہوتا رہا اور میدان جنگ خونی سمندر ہوکر عجیب خونخواری سے لہرین لیتا رہا۔

گو سید حسین کو شیخ صاحب سے پہلے ہی کمال عقیدت تھی۔ لیکن اب ان حیرت انگیز واقعات اور شجاعانہ کوششون کے آپ سے ظہور مین آنے کے بعد اُسکے اعتقاد مین اور بھی پختگی اور تعجب انگیز ترقی ہوگئی تھی۔ اگرچہ اسوقت اُسکے روزانہ اوقات جنگی معاملات مین صرف ہوتے تھے۔ لیکن پھر بھی جنگ کے انتظام سے جو وقت دم لینے کو ملتا تہا وہ شیخ کی خدمت اور آپکی تیمارداری مین صرف ہوتا تہا خدا خدا کرکے تین دن کے بعد آپ کو کچھ افاقہ ہوا اور بدن کے زخم بھی کچھ کچھ بھر آئے۔ آپنے اسی حال مین فوج کی کمان اپنے ہاتھ مین لی۔ اور موجودہ معاملات جنگ کے فراز و نشیب اور اُتار چڑہاؤ پر سرسری نظر ڈالکر سید حسین کو مشورہ دیا کہ ہماری فوج کی تعداد اگرچہ حریف کے مقابلہ مین بہت کم ہے لیکن پھر بھی دیکھنے کے قابل ہی۔ سب کو درست کرکے ایکبارگی حملہ کردینا چاہیئے۔ فتح ہمارے ساتھ ہی خدا نے چاہا تو پہلے ہی حملہ مین غنیم کی فوج پس پا ہوجائیگی۔ سید نے آپ کی اس دلسوزی اور حکمت آمیز

تقریر کی بہت تعریف کی اور آپکے مشورہ کے مطابق حملہ کردیا۔ میدان مین تلوارین چمکنے لگین اور آتش فشان آلات کے دہوئین سے سارا جنگل تیرہ و تاریک ہوگیا۔ شیخ وجیہ الدین کی حسن تدبیر اور زور بازو نے اول ہی حملہ مین صوبہ وہاموں کی فوجی طاقت کو نہایت کمزور کردیا اور چند فوجی افسرون کے قتل کیساتھ وہاموں کی حکومت کا بھی خاتمہ ہوگیا۔ اب اسلامیون کیواسطے میدان صاف ہوگیا اور وہ بڑی جسارت کیساتھ باغی فوج کا تعاقب کرتے ہوئے شہر مین گھس گئے۔ راجپوت شکست کھاکر بھاگے اور فتحمندی کا عظیم الشان جھنڈا شیخ وجیہ الدین کے ہاتھ رہا۔ خاص شہر مین تھوڑی دیر تک ایک عام خونریزی رہی اور اسکے بعد لشکر کفار کو شکست ہوئی۔ اکثر ہلاک ہوے۔ اور بقیۃ السیف گرفتار کرلیے گئے۔ میدان سید حسین کے ہاتھ رہا۔ اور بیشمار غنیمتین لوٹ مین آئین۔

عام شکست

شیخ وجیہ الدین کے فضل و کمال روشن دماغی صائب رائے تدبیر و شجاعت شوکت و ہیبت کی جہان تک سچی تعریف مُشتَبَہ اور وزنی الفاظ مین کیجائے بہت کم ہی۔ کیونکہ اس معزز و مشہور خاندان مین ایسے لوگ بہت کم گزرے ہین جنمین وہ تمام اوصاف پائے جاتے ہون جو تنہا آپ مین دیکھے جاتے تھے یہی اوصاف تھے جنھون نے سید حسین جیسے امیر کبیر اور شجاع شخص کو شیخصاحب کا گرویدہ بنادیا تھا۔ اور آپ کا اعزاز پورے طور پر اُسکے دلمین قائم کردیا تھا بلکہ آگے چلکر خود تاج و تخت کے وارث شہنشاہ عالمگیر کے دلمین آپ کی عظمت و وقار کے نقوش کندہ کردیے تھے۔ سید حسین جیسے دانشمند اور عقل کے پتلے کو چونکہ آپ کی ذہانت خداداد قابلیت تجربہ پر کافی اعتماد ہوگیا تھا اسلیئے اب سے کوئی ملکی و جنگی معاملہ ایسا نہین ہوا جس مین آپ کے نتیجہ خیز مشورے کے مطابق عمل درآمد نہین کیا گیا بلکہ ہر معاملہ مین آپکو اپنا ہمراز بناتا اور جو کچھ آپ مشورہ دیتے اُسیکے مطابق عمل مین لاتا۔

عظمت

یہ بالکل صحیح ہی کہ تمام امراء کو اپنے قابل اور ممتاز کارکنون سے ایک خاص قسم کا ارتباط اور اتحاد ہوتا ہے۔ لیکن سید حسین اور شیخصاحب کا دلی تعلق خاصکر اس لحاظ سے قابل ذکر ہے کہ ان مین بالکل ویسے ہی باہمی تعلقات پائے جاتے تھے جیسے فطرتًا بھائی بھائی مین پائے جاتے ہین قریبًا تمام معاشرتی امور اور تمدنی احوال مین سید کا تعلق شیخصاحب سے بالکل برادرانہ اور عزیزانہ تعلق تھا اور سب سے زیادہ قابل تعریف بات یہ ہی کہ ان دونون کے باہمی تعلقات نمایشی اور بناوٹی نہ تھے بلکہ عملی طور پر اُن کا ظہور ہوتا تھا۔ یہی وجہ تھی کہ اسکا اثر یہان تک پہنچا کہ جو شخص محترم اور واجب التعظیم

اتحاد و

شیخ کی مخالفت کرتا تھا بزرگ سید کو اُس سے ذاتی اختلاف ہوتا تھا۔

قصہ مختصر جب فتحمند لشکر نے بہزار کامیابی اپنے قیامگاہ کیطرف مراجعت کی تو شیردل سید نے اس فتح کی خوشی مین ایک شاہانہ جلسہ کیا اور کمال حوصلہ مندی اور عالی ہمتی سے لشکریون کی گودیان مال وزر سے بھردین۔ چند روز تک لشکر کا اس مقام پر قیام رہا۔ اور نہایت فارغ البالی سے عیش و کامرانی مین مصروف رہا۔ اِسی اثنا مین ایک نہایت عجیب اور حیرتناک واقعہ پیش آیا۔ وہ یہ کہ اس فتح کے تین دن بعد ایک مسن اور ضعیف عورت شیخصاحب کو دریافت کرتی اور تلاش کرتی ہوئی آپکے خیمہ مین آئی اور ٹوٹی ہوئی آواز مین گویا ہوئی کہ برخوردار من! مین اُن تینون شخصون کی والدہ ہون جنکے سر تیری تیغ بیدریغ سے قلم کیئے گئے ہین۔ مین جانتی تھی کہ دنیا بھر مین کوئی شخص میرے فرزندون سے زیادہ شجاع اور قوی تر نہوگا۔ لیکن حقیقت مین مجھے دہوکا ہُوا جو آج نہ صرف میری نظرون مین بلکہ ہزارہا انسانون کی نگاہون مین طشت ازبام ہوگیا۔ تجھپر خدا کی رحمت ہو اور آسمان و زمین کا پیدا کرنیوالا تجھے نظر بد کے زہریلے اثر سے ہمیشہ بچائے رکھے۔ بیشک تو اُن سب سے قوت و شجاعت مین بہتر و برتر ثابت ہُوا۔ مین نمایشی اور بناوٹی طور پر نہین بلکہ حقیقی طور پر اُنکی جگہ تجھے اپنا فرزند خیال کرتی ہون۔ میری آرزو ہے کہ تو مجھے اپنی مان کے قائم مقام تصور کر۔ اور میری کلبۂ احزان اور تاریک گھر کو اپنے نور قدوم سے منور کرکے چند روز اطمینان اور آسایش کیساتھ جلوہ آرا ہو تاکہ مین تجھے سیر ہوکر دیکھون اور تیرے جاہ و جلال سے بھرے ہوئے چہرہ سے میری آنکھون کو خنکی اور دلکو تسلی اور اطمینان نصیب ہو۔

چونکہ بُڑھیا کی تقریر دلسوزی اور شفقت و مہربانی سے بھری ہوئی تھی۔ اسلیئے محترم شیخ پر اُس کا بہت بڑا اثر پڑا۔ خادم سے فرمایا کہ گھوڑا کس۔ اور آپ فوجی لباس سے آراستہ ہوکر بڑھیا کیساتھ چلنے پر آمادہ ہوگئے۔ عزیز و اقارب کی ایک جماعت نے جن مین آپکے بھائی بندھی تھے آپکو اس ارادہ سے باز رکھنا چاہا۔ اور عرض کیا تعجب کی بات ہے کہ آپ جیسا تیزہوش اور عقلمند ایک ایسی حرکت پر پیشقدمی کرے جسکا نتیجہ نہایت ضرررسان اور مضرت دہ ہو ایک عورت ذات کی چند نمایشی باتون اور بناوٹی لفظون پر جن کی بنا صرف دہوکے اور غرور پر ہو بھروسہ کے قابل سمجھنا بیشک بعید از قیاس اور دور از عقل ہے۔ بالخصوص وہ عورت جس کے تین اولوالعزم اور بہادر فرزند آپ کی تیغ بےدریغ سے قتل کیئے گئے ہون آپکا وہان جانا اور اس عورت کا مہمان ہونا ہماری سمجھ مین بالکل نہین آتا۔ ہرچند کہ ان لوگون نے آپکو اس ارادہ

سے باز رکھنے مین بہت کوشش کی۔ لیکن آپنے اُن کی تقریر کیطرف ذرا بھی التفات نہین کیا
اور اُن کا منع کرنا کسی گنتی مین نہ لائے۔

جب مانعین کی اس جماعت نے دیکھا کہ آنے والی بڑہیا کی شیرین کلامی اور پر اثر الفاظ کا جادو
واجب الاحترام شیخ پر اپنا پورا اثر ڈال چکا ہے اور ہماری تمام کوششون پر ناکامی کا پانی پھیر دیا گیا ہی
تو آندھی مینہ کیطرح جھپٹے ہوئے سید حسین کیخدمت مین حاضر ہوئے۔ اور بڑہیا کی التماس اور اُسکے قبول
کرنے مین شیخ کی مستعدی بیان کی۔ بزرگ سید اس وحشتناک خبر سے سخت متذبذب ہوئے اور ایک
عاجلانہ حرکت کیساتھ شیخ کیخدمت مین پہنچکر گہری گہری قسمین دلائین اور بڑھیا کی التماس قبول کرنے
سے باز رکھا۔

اِسوقت آپسے بجز اِسکے اور کچھہ نہو سکا کہ بڑھیا کو بلاکر نہایت تسلی آمیز لہجہ مین فرمایا کہ مادرمن! یہ
لوگ مجھے تیرے ساتھ چلنے کی اجازت نہین دیتے مجھے افسوس ہے کہ مین بالفعل تیری اس التماس کے قبول
کرنیسے قاصر ہون لیکن تجھے مطمئن رہنا چاہیئے کہ مین چند روز کے بعد تیری بستی مین ضرور آؤن گا اور
تیرے حسب منشا کچھہ عرصہ تک وہان رہون گا۔ مین تجھ سے مضبوط وعدہ کرتا ہون اور تو یقینی طور
پر سمجھہ لے کہ مسلمان ہمیشہ اپنے وعدون کو پورا کرتے ہین اور اُنکے نزدیک عہد شکنی۔ بدعہدی ایک ایسا
سنگین جُرم اور سخت گناہ ہی جو معافی کی قابلیت نہین رکھتا۔

چند روز کے بعد جبکہ تمام لوگون کے دلونسے یہ واقعہ نسیًا منسیًا ہوگیا تو شیخ وجیہ الدین صاحب اپنے
متعلقین کو غافل پاکر سوار ہوئے اور اُس بڑھیا کے مکان پر تشریف لیگئے۔ بڑھیا درحقیقت ویسی ہی
محبت و تعظیم اور اخلاص و دلسوزی سے پیش آئی جیسے حقیقی اور سگی مان اپنے قابل اور فخر خاندان فرزند
سے پیش آتی ہی۔ سب سے اول بڑے جوش مسرت کیساتھ استقبال کیا۔ پھر نہایت عظمت و وقار کیساتھ
ایک قیمتی فرش پر بٹھایا۔ بڑھیا کی اِسوقت کی بشاشت اور خوشی کا کوئی کافی اندازہ نہین ہوسکتا تھا بار
بار یہی چاہتی تھی کہ شیخ پر قربان ہوجائے اور اپنی جان اُسکے قدمون مین نثار کردے۔ کچھ دیر تک اِسی قسم
کی صحبت رہی۔ ازان بعد بڑھیا نے اپنے معزز مہمان کی کھانے کی تواضع کی اور امیرانہ طرز پر دعوت کا
سامان مہیا کیا۔ کھانیسے فارغ ہونیکے بعد محترم شیخ اور بڑھیا کے مابین ادھر اُدھر کی باتین ہوتی رہین اور
دیر تک راز و نیاز کا سلسلہ بڑھتا گیا۔ الغرض تین روز اِسیطرح گزرے چوتھے روز شیخ صاحب اُس سے اجازت

حاصل کرکے اپنے لشکر مین واپس چلے آئے۔

شیخ عبدالرحیم صاحب فرمایا کرتے تھے کہ مین بارہا اس بُڑھیا کے مکان مین گیا ہون جب کبھی مین اُدہر جا نکلتا تو وہ نہایت شفقت و مہربانی سے پیش آتی اور میری تسلی و دلجوئی کا کوئی دقیقہ اٹھا نہ رکھتی مین اُسے دادی کہا کرتا تہا اور وہ اس سے بہت خوش ہوا کرتی تھی اور حقیقت یہ ہے کہ چونکہ مین نے بچپن مین اپنی دادی کو نہین دیکھا تہا اسلیئے مجھے معلوم نہ تہا کہ اس بُڑھیا کے علاوہ میری کوئی اور دادی ہی واقعات مذکورہ بالا سے جو دلچسپی کے بہت سے سامان اپنے ساتھ رکھتے ہین معزز شیخ کے شجاعانہ کارنامون اور بہادرانہ نام آوریون کے ثبوت کے علاوہ آپ کی وہ خاص خاص خوبیان بھی ظاہر ہوتی ہین جو نہایت وقعت و قدر کی نگاہون سے دیکھے جانیکے قابل ہین اور نہایت مفید اور نتیجہ بخش اثر رکھتی ہین۔ منجملہ اُنکے ایک یہ کہ شیخصاحب جیسے صادق القول اور محتاط تھے ویسے ہی بات کے پکے اور عہد کے پورے تھے۔ کبھی ایسا نہین ہُوا کہ کسی سے آپنے کچھ وعدہ کیا ہو اور پھر اُسے پورا نہ کیا ہو۔

تذکرون مین جسقدر حالات جناب شیخ وجیہ الدین صاحب کی بیدھڑک شجاعت اور نڈر جرأت کی لکھے گئے ہین اُنہین سے بعض واقعات ہم نقل کر چکے ہین جنسے کافی طور پر اندازہ ہو سکتا ہے کہ واجب الاحترام شیخ مین فی ذاتہٖ کسقدر شجاعت و جرأت کا مادہ تہا۔ لیکن اب ہم ابو المظفر محی الدین محمد اورنگ زیب عالمگیر بادشاہ کے پرشوکت زمانہ مین آتے ہین اور شیخصاحب کے چند وہ واقعات مختصرًا ذکر کرتے ہین جنپر عالمگیری تذکرون کیے ساتھ ساتھ تاریخی چمک ابتک برابر پڑ رہی ہی۔

جب ہندوستان کے اقبال کا ستارہ آسمانی سطح کے مشرقی افق مین شہاب ثاقب نبکر چمکا تو عالمگیر جیسا پُر رعب۔ سنجیدہ۔ اولو العزم۔ عاقل۔ مدبر بادشاہ تخت حکومت پر جلوہ آرا ہوا۔ عالمگیر جیسا پابند مذہب اور علم دوست تہا ویسا ہی شجاعت و بہادری پر جان دیتا تہا۔ اُسکے پرشوکت دربار مین جس حیثیت سے علما فضلا کی تکریم و تعظیم کیجاتی تھی۔ اُسی لحاظ سے شجاع اور بہادرون کا اعزاز کیا جاتا تہا غرضکہ دونون فریق اس عہد حکومت مین امتیازیہ نظرون سے دیکھے جاتے تھے چونکہ جناب شیخ وجیہ الدین صاحب کی تاریخی زندگی مین یہ بات نہایت ہی عجیب و غریب تھی کہ آپ تیغ و قلم دونون کے مالک تھے ایک ہاتھ مین تلوار کا قبضہ تہا اور دوسرے مین قلم کا نیزہ۔ جسطرح آپ کی تیغ دودم کی جیتی جاگتی یادگارین اسوقت تک زمین پر قائم و دائم ہین اُسیطرح آپکے قلمی فتوحات کے دفتر ہمیشہ ہماری پیش نظر

ہین ۔اسلیئے عالمگیری دربار مین آپ کا دنیاوی اعزاز اور مذہبی تقدس نہایت ہی وقعت کی نگاہون سے دیکھا جاتا تھا

سنہ ۱۰۶۸ھ مین محمد اورنگ زیب عالمگیر تخت سلطنت پر جلوہ فرما ہوا اور اوائل ۱۰۶۹ھ مین اُسکے برادر شاہ شجاع نے بنگالہ کیطرف خروج کیا۔ عالمگیر ایک عظیم الشان اور جرار فوج ساتھ لیکر شاہ شجاع کی تنبیہ کیلئے روانہ ہوا اور عالمگیری شاندار جھنڈے ایشیائی دنیا کے مشرقی حصون کیطرف فوراً اُٹھ کھڑے ہوئے۔ موضع کھجوہ مین دونون خونخوار اور عظیم الشان لشکرون کا اندہا دُہند مقابلہ اور مقابلہ کے بعد سخت خونریزی واقع ہوئی۔ اس جنگ مین جناب شیخ وجیہ الدین صاحب بھی شریک کر لیئے گئے تھے اور عین معرکہ مین داد شجاعت دیتے تھے۔

اس معرکہ آرائی مین شیخصاحب ہی نے لڑائی کا بہت بڑا حصہ لیا۔ فوج کا ایک مختصر مگر خونخوار دستہ بہادر اور دل چلے شیخ کے زیر کمان بڑے جوش کیساتھ آگے بڑھا چلا جاتا تھا اور تیرون کا برابر مینہ برس رہا تھا۔ ایک موقع پر پہنچکر شیخصاحب نے اپنے گھوڑے کی باگ روک لی اور ساتھ ہی آپ کی وفادار اور جان نثار فوج بھی رُک گئی۔ آپنے چند منٹ تک غور کیا کہ مجھے کس پہلو پر حملہ آور ہونا زیادہ مفید پڑیگا فوراً آپ کی سمجھ مین ایک رُخ آگیا۔ اور اُسیطرف گھوڑے کی باگ اُٹھا دی۔ حریف کے لشکر نے اپنی توپون کے رُخ ادہر کر دیئے اور ایک دم گولون کا مینہ برسانا شروع کر دیا۔ لیکن خدا کی شان اُن کا فیصدی ایک گولا بھی نشان پر نہ لگ سکا۔ چنانچہ اب دونون لشکرون نے توپون کے فیر سے درگزر کرکے تلوارون کے قبضے پکڑ لیئے۔ اور سینہ بسینہ جنگ شروع ہوگئی۔ کچھ دیر تک اندھا دُھند مقابلہ رہا۔ اور سخت خونریزی کے بعد حریف کا لشکر نہایت بزدلی اور سراسیمگی سے پیچھے ہٹا شیخصاحب نے بڑی بے جگری اور بہادری سے یہ مورچہ فتح کیا اور یہان کا ضروری انتظام کرکے بڑے غیظ و غضب کے ساتھ حریف پر دوبارہ حملہ آور ہوئے۔

مخالف فوج نے شیخ کے اس زبردست اور خونخوار حملہ کو بڑے زور سے روکا اور دو گھنٹے یا اس سے کچھ کم و بیش اُنھون نے بڑی خونخواری سے جنگ کی لیکن بعد ازان یک بیک اُن کے پاؤن اُکھڑ گئے اور یہ مورچہ بھی شیخ کے قبضہ مین نہایت آسانی کیساتھ آگیا۔ شاہ شجاع کے تمام لشکر مین ایک تہلکہ پڑ گیا۔ اور شیخ کے متواتر حملون اور تابڑ توڑ وارون نے اُنھین بالکل بزدل بنا دیا۔ چنانچہ جب اُنپر حد سے

زیادہ خوف طاری ہُوا تو سراسیمہ ہوکر بھاگنا شروع کیا۔

شاہ شجاع اگرچہ فنون جنگ سے خوب واقف تھا اور بے نظیر شجاعت و بہادری مین غیر معمولی قابلیت رکھتا تھا۔ لیکن عالمگیر کے مقابلہ مین اپنا ضعف بخوبی سمجھتا تھا۔ گو اسکا لشکر تعداد مین کم نہ تھا۔ لیکن شایستگی اور خونخواری مین عالمگیر کے لشکر کی برابری نہین کرسکتا تھا۔ وہ جانتا تھا کہ ایسی خونخوار اور شایستہ فوج سے میدان لینا مشکل اور سخت مشکل ہے۔ قواعد دان فوج کی کمی افسرون کی بے اعتباری۔ عام لشکر کی طبع برخاستگی۔ اور سب سے بڑھکر سامان حرب کی طرف سے ناکافی اطمینان۔ یہ تمام باتین اس قسم کی تھین جو ہر وقت شاہ شجاع کو متوحش اور بزدل بنارہی تھین

شاہ شجاع نے جنگ کا یہ رنگ دیکھکر پہلے ہی سے نتیجہ نکال لیا تھا کہ اسموقع پر کامیابی کی امید کرنا سراسر فضول ہے اسلیئے اُس نے میدان جنگ کو چھوڑکر آخری تدبیر یہ سوچی کہ چند مست ہاتھی عالمگیر کے لشکر کیطرف چھوڑے جائین اور ہر ہاتھی کے پیچھے زرہ پوشون کی ایک کافی تعداد روانہ کی جائے جب مست ہاتھی مخالف کی فوج پر حملہ کرکے متفرق و پریشان کردین تو زرہ پوشون کا لشکر آفت ناگہانی کیطرح اُن پر ٹوٹ پڑے اور عام قتل کرکے دشمن کو پسپا کردے۔

دوسرے دن جبکہ طرفین کے لشکر صف آرا ہوئے اور عالمگیر کے فوجی افسرون نے اپنے اپنے دستون کا باقاعدہ پرا جمایا تو شاہ شجاع کے لشکر کیطرف سے دو تین کوہ پیکر مست ہاتھی چنگھارتے ہوئے بڑے جوش و خروش کیساتھ نکلے اور اُنکے عقب مین کثیر التعداد فوج لوہے مین ڈوبی ہوئی آہستہ آہستہ آگے بڑھی۔ خونی ہاتھیون نے چارون طرف بیجا با حملے کرنے شروع کردیئے اور زرہ پوش جماعت بڑی دہشتناکی کیساتھ توپ کی باڑین مارنے لگی۔ جب یہ صورت ظہور مین آئی۔ تو عالمگیر کے لشکر مین ایک ہلکم سی پڑگئی۔ بڑے بڑے بہادرون کے پیر اُکھڑ گئے اور ہر شخص ایک سمت بے تحاشا بھاگ کھڑا ہوا۔ عالمگیر کے ہاتھی کے گرد بجز اُن خاص خاص وفادارون اور جان نثارون کے اور کوئی باقی نہین رہا جو خطرناک اور سخت نازک موقع پر اُسکا ساتھ دیتے چلے آئے تھے اور جنہون نے اُسکی ترقی و بہبودی مین ہمیشہ جانین لڑادی تھین۔

شیخ وجیہ الدین صاحب اپنے مورچہ پر بے خوف و ہراس کھڑے ہوئے اس خونی منظر اور قیامت زا حادثہ کو پُرشوق نظرون سے دیکھ رہے تھے۔ فوج کی پریشانی اور بزدلی دیکھکر آپکی رگِ غیرت حرکت مین

آئی - اور بہادرانہ جوش تمام رگون مین خون کی طرح دوڑ گیا - آپنے مورچہ چھوڑکر سب سے اول اُس مست ہاتھی پر حملہ کرنا چاہا جو اُس طرف رخ کیئے ہوئے بڑھا چلا آرہا تھا - جو فوج کا دستا اسوقت آپکی زیر کمان تھا - ہاتھی کا مقابلہ کرتے ہوئے جھجکا اور میدان سے واپس چلا جانا غنیمت سمجھا - بہادر شیخ نے آگے بڑھکر سب کو روکا اور خوف زدہ آواز مین غل مچاکر کہا - "بہادرو! یہی تو لڑائی کا موقع ہے اور شجاعت و بہادری کے جوہر دکھانے کا یہی تو وقت ہی - اسموقع پر جان دینا اور شجاعون کے کارنامون مین اپنی زندہ یادگار قائم رکھنا جان بچانے اور ہمیشہ بزدلی اور نامردی کیساتھ یاد کیئے جانیسے بہت بہتر ہے - شجاعت پیشہ نامورون کی سب سے زیادہ جس چیز نے تاریخ مین بقائے دوام کیساتھہ عزت افزائی کی ہے اور بہادرون کو جس بات نے تاریخی کارنامون مین ممتازیت و انتخاب کا پُر فخر اعزاز بخشا ہے یہی جان نثاری اور وفاداری ہے - اسمین ذرا شک نہین کہ ایسے جان جوکھون اور خطرناک مواقع مین ثابت قدمی و استقامت سے کافی حصہ لینا بعض اولوالعزم اور جان بازون کو بھی نصیب نہین ہوا ہے - لیکن خوب سمجھ لینا چاہیئے کہ انسانی تدبیر تقدیر الٰہی کو کبھی شکست نہین دیسکتی فتح ہمارے ساتھہ ہی اور بغیر مقابلہ واپس چلے جانے مین بدنامی کے علاوہ سراسر حرمان نصیبی اور بدقسمتی آگے کھڑی ہے لیکن پھر بھی مین تمہین بخوشی اجازت دیتا ہون کہ جسکا جی چاہے مجھ سے علیحدگی اختیار کرے اور جسے منظور ہو میرا ساتھ دے"۔

ہرچند کہ آپ کا یہ شیرین اور موثر وعظ دلسوزی اور حکمت آمیز مقولون سے پُر تھا اور سامعین کے دلون پر بہت اچھا اثر ڈالنے کا کافی سامان رکھتا تھا - لیکن تجربہ سے دیکھا جاتا ہی کہ جو طبیعتین حقیقت مین قابل اور متاثر ہوتی ہین اُن مین ادنیٰ بات سے تحریک اور تحریک کیساتھہ تکمیل کا مادہ پیدا ہوجاتا ہے - بخلاف ان کے جو طبیعتین ناقابل اور پژمردہ ہوتی ہین اُن پر کسی مؤثر وعظ کا اثر پڑتا ہے نہ دلسوزی کا اظہار کام آتا ہے - اور چونکہ سنگلاخ چٹانون پر بغیر ہل چلائے بیج ڈالنا اور پھر اُسکے بارور ہونیکی امید کرنا خلاف قانونِ قدرت بات ہی - اسلیئے جناب شیخصاحب اپنے اس ارادہ پر کامیاب نہین ہوسکے

چنانچہ آپکے اکثر رفیق اس خطرناک معرکہ مین آپسے جدا ہوگئے - اور صرف چار شخصون نے اس وحشتناک منظر مین آپ کا ساتھ دیا - یہی چار اولوالعزم اور ارادہ کے پُورے وہ شخص ہین جن کی نسبت شیخ وجیہ الدین صاحب ہمیشہ فرمایا کرتے تھے کہ "اگر ہمارے رفیقون مین سے کوئی شخص کسی خوفناک اور جانبازی کے موقع

مین ہمارا ساتھ دیگا ان ہی چار مستقل اشخاص مین سے ہوگا"
قصہ مختصر آپ ایک اونچے دمدمے سے تلوار علم کیے ہوئے اُترے۔ ان چار شخصون نے آپکے گھوڑے کا فتراک مضبوطی کیساتھ پکڑ کر باہم معاہدہ کیا کہ ہم شیخ کیساتھ جا نین تک لڑا دینگے اور وفاداری کا حق جیسا کہ چاہیئے ادا کرینگے جس مقام پر شیخ کے قدم ہونگے وہان ہم اپنی آنکھین بچھادینگے شیخ نے نہایت استقلال اور ثابت قدمی سے ہاتھیون کیطرف رُخ کیا اور سب سے اول اُس ہاتھی پر سفاکانہ حملہ کیا جو زیادہ سرکشی کر رہا تھا۔ قریب پہنچکر کچھ دیر تک تو خاموش اور چُپ چاپ کھڑے رہے۔ لیکن جون ہی ہاتھی نے اپنی مہیب اور خوفناک سونڈ آپ کی طرف اُٹھائی اور چاہا کہ لپیٹ کر گھوڑے سے کھینچ لے آپنے پوری طاقت سے ایک ایسی تلوار ماری کہ اُسکی سونڈ نیچے کیجانب سے دو پارہ ہوگئی سونڈ کے کٹتے ہی ہاتھی نے ایک نہایت کریہہ ہوش رُبا چیخ ماری جسسے سننے والون کے دل دہل گئے اور لشکر مین عام طور پر ایک سخت زلزلہ اور تہلکہ پڑ گیا۔ ہاتھی ایسی بے سروسامانی اور سراسیمگی کیساتھ پیچھے کیطرف بھاگا کہ زرہ پوشون کا لشکر جو اُسکے عقب مین لشکر عالمگیر پر اسلحہ آتشی یعنے داغنے والے آلات سے باڑین مارتا ہوا آگے بڑھا چلا آتا تھا اُسکے پاؤن سے اسقدر کچلا گیا کہ صرف گنتی کے آدمی اور وہ بھی بہت مشکل سے جانبر ہوسکے۔

شیخ کی یہ شجاعانہ کوشش گویا عالمگیر کی فتح و عروج اور شاہ شجاع کے زوال و ادبار کا مقدمہ تھا۔ ابھی اس سے پیشتر عالمگیر کا اقبال جو پہاڑ کی چوٹی کے ڈھلتے ہوئے سورج کیطرح نہایت حیرت کے ساتھ اس پرخوف نظارہ کو الوداعی نظرون سے دیکھ رہا تھا اُس آفتاب کیطرح چمکنے لگا جو نصف النہار پر پہنچکر اپنی پوری اور کامل درخشانی سے ایک عالم کو منور کر دیتا ہے۔ منتشر اور بھاگی ہوئی فوج سب طرف سے سمٹ سمٹا کر جمع ہوگئی اور شیخ کی سرکردگی مین غنیم کی فوج پر دفعتًہ پل پڑی۔ اب سطح زمین پر تلوارین چمکنے لگین اور آتش فشان آلات سے سارا میدان دھوان دھار ہو کر مہیب اور خوفناک آوازون سے گونج اُٹھا۔ اس جنگ کا یہی حصہ زیادہ پر خطر اور خوفناک تہا۔ بہادرون کے سر کھیرے ککڑی کیطرح بیدریغ کٹ رہے تھے۔ اور زخمی سپاہی خونی دریا مین غوطے لگا رہے تھے۔ کسیکو کسی کی خبر تک نہ تھی اور ایک بڑے گھمسان کی لڑائی ہو رہی تھی۔

نتیجہ یہ ہوا کہ شاہ شجاع کو شکست ہوئی اُسکے لشکر کا اکثر حصہ بیدریغ قتل کیا گیا اور کسیقدر گرفتار

میدان عالمگیر کے ہاتھ رہا۔ اور غنیم کا بیشمار سامان حرب ہاتھ لگا۔ لشکر مین فتح کے شادیانے بجنے لگے اور ہر شخص کو اپنی کھوئی ہوئی عزت اور برتری کے دوبارہ حاصل کرنیکا موقع ملا۔ عالمگیر نے اس فتح کی خوشی مین ایک شاہانہ جلسہ کیا اور چونکہ وہ عین معرکہ مین جناب شیخ وجیہ الدین صاحب کی بہادرانہ کوشش اور وفادارانہ جوش کو اپنی آنکھ سے دیکھ چکا تھا اسلیئے سب سے پیشتر عمدہ اور منتخب اسلحہ کیساتھ کثیر التعداد رقمین آپ کو عطا کی گئین۔ عالمگیر نے خود اپنے ہاتھ سے آپ کی کمر مین تلوار باندھی اور نہایت شکرگزاری کیساتھ آپکے منصب اور عزت افزائی مین ترقی کرنی چاہی۔ لیکن اس سیر چشم اور مستغنی المزاج بہادر نے اپنی اس کارگزاری کے صلہ مین کوئی مہتم بالشان اور منتخب عہدہ لینا پسند نہین کیا کیونکہ آپ اپنے موجودہ منصب کو صوبجات کی گورنری اور پرگنون کی عاملی کے ممتاز عہدون سے کسیدرجہ کم نہ سمجھتے تھے۔ نیز آپ کی محتاط زندگی اور معمول سے زیادہ اتقا و پرہیزگاری اُن معزز عہدون کے مناسب بھی نہ تھی۔ جنمین مصروف ہوکر اکثر لوگ اِن امور سے غفلت مین پڑجاتے ہین عجب نہین کہ آپنے اسی خیال سے اِن عہدون کو قبول نہ کیا ہو۔

اس واقعہ سے ناظرین کو بخوبی معلوم ہوگیا ہوگا کہ شیخصاحب اپنی بے مثل شجاعت اور بیجا باجرأت مین کہان تک قابلیت رکھتے تھے اور شاہی درباروں مین آپ کی شجاعانہ کوششین کسدرجہ اعزاز و وقعت کی نگاہون سے دیکھی جاتی تہین۔ اِسکے علاوہ آپ کی شجاعت کی نسبت اور بھی بہت سے ایسے دلچسپ اور نادرت مآب واقعات تذکرون مین لکھے گئے ہین جنسے آپ کی یہ صفت بوجہ احسن ظاہر ہوتی ہے۔ لہذا مین ایک اور واقعہ لکھکر اس عنوان کو ختم کرتا ہون۔

ایکدفعہ کا ذکر ہے کہ سید شہاب الدین کو جو شاہ عالمگیر کا ایک نہایت معزز و ممتاز اور مشہور کارکن تھا عالمگیر بادشاہ کیطرف سے محاسبہ پیش آیا۔ چونکہ حساب سمجھتے وقت بادشاہ کو اُسکی خیانت ثابت ہوئی۔ اسلیئے عالمگیر نے اُسپر سخت عتاب کیا۔ اور گرفتاری کا حکم دیدیا۔ جناب شیخ وجیہ الدین صاحب نے اُس تعارف کیوجہ سے جو ایک زمانہ سے حاصل تھا عالمگیری عدالت مین اُسکی ضمانت پیش کی اور خود غبن شدہ رقوم کے کفیل ہوگئے۔ آپ کی ضمانت منظور ہوئی اور رقوم کی ادائیگی کے لیئے ایک محدود وقت مقرر کیا گیا۔ لیکن جب وعدہ کی مدت ختم ہوئی اور سید شہاب الدین نے رقومات ادا کرنے مین تساہل کیا تو شاہی مطالبہ آپ کی طرف متوجہ ہُوا۔ رقم کثیر تھی اور شیخصاحب اسقدر

استطاعت نہ رکھتے تھے کہ اُسے اداکر کے حاصل کرتے - اِسلیئے آپنے سید شہاب الدین کو بلایا اور
نہایت نرمی اور سہولت کے ساتھ مطالبہ کا سلسلہ چھیڑا ہنوز باتون کا تار نہ ٹوٹا تہا کہ بدقسمت سید نے آپ کے
اُس قومی احسان اور اس سہلگیری و نرمی کی یہ مکافات کی کہ سخت برہمی اور غصہ کے لہجہ مین بولا۔ کہ
حضرت! میرے پاس مال و دولت کچھہ نہین اور اسکے ساتھ ہی ایک بڑی غضبناکی اور عام جوش
کیساتھہ تلوار میان سے نکالکر کہنے لگا یہ حاضر ہے۔" شیخصاحب نے اُسکی یہ برہمی (اور سچ پوچھیے تو
کمینہ پن) ملاحظہ کرکے ایک نہایت ہی خوش آیندہ تبسم کیساتھ فرمایا۔ "پیارے سید! تلوار کا قبضہ
پکڑنا بہت آسان ہے۔ لیکن اُسکی ذمہ داری سے باہر آنا مشکل اور سخت مشکل ہے۔ تمہاری غضبناکی
محض بیجا ہے اور میرے سامنے کچھہ بھی وقعت نہین رکھتی۔ شیخ کی یہ گفتگو سُن کر وہ اور بھی افروختہ
ہوا اور اُسکی حمیت کی رگ حرکت مین آئی - ایک فوری جوش کیساتھہ تلوار اُٹھائی اور سر تک بلند کیگیا
لیکن ہنوز تلوار نیچے جھکنے نہ پائی تھی کہ دل چلے شیخ کا بایان ہاتھ اُس تک پہنچ چکا تہا آپنے اپنے
بائین ہاتھ سے تو اُسکی تلوار پکڑی اور داہنے ہاتھ سے چہرہ پر ایک ایسا طمانچہ مارا کہ احسان فراموش سید
اوندھے مُنہ زمین پر جا پڑا اور ایک عرصہ تک بیہوش رہا۔ آپنے خادم سے فرمایا کہ اس گردن زدنی کے
ہاتھہ پاؤن رسی سے کس دیئے جائین اور اِسکے طویلہ مین جسقدر اونٹ گھوڑے موجود ہون سب حاضر
کیئے جائین چنانچہ آپکے حکم کی تعمیل ہوئی اور حرمان نصیب سید کا طویلہ فوراً خالی کردیا گیا۔
اِدہر جب سید کو تہوڑی دیر کے بعد ہوش آیا تو آپنے اُسی قہر آلود نظرون سے دیکھکر فرمایا کہ سید!
کیا اُس قومی احسان کا بدلہ یہی تہا جو تو نے ادا کیا - اور ہان یہ تو بتا کہ اب تیرا وہ لاف و گزاف اور تکبر و
غرور کہان گیا۔ سید سے جبکہ اُسنے اپنے تئین ایک بڑی رسی مین جکڑا ہوا دیکھا آپکے پہلے جملہ کو سُن کر
بجز اِسکے اور کچھہ بن نہ آیا کہ گردن نیچی کرلی۔ لیکن جب دوسرا جملہ کان مین پڑا تو اُسکے دلمین ایک غیر
معمولی حرکت پیدا ہوئی اور نہایت جوشیلی آواز مین بولا کہ مین نے اپنے کامیاب ہونے مین کسیطرح
کی کوتاہی نہین کی۔ لیکن اِسے مین کیا کرون کہ آپ کا ہاتھ قبل اِسکے کہ مین اپنا وار کرون حرکت مین
آیا اور ایک ایسا قوی صدمہ مجھے پہنچا جس سے بیہوش ہوکر زمین پر گر پڑا پھر آپ ہی فرمائین کہ اس مین
میرا کیا قصور ہے۔
شیخصاحب نے اُسکی یہ بیہودہ اور فضول گفتگو سنکر فرمایا کہ بیشک تم سچ کہتے ہو اب مین تمہین پورا

موقع دیتا ہون کہ اپنی کامیابی مین کوشش و محنت کا کوئی دقیقہ اُٹھا نہ رکھو اور جو کچھ کرنا ہی کر گزرو
چنانچہ آپنے خادم کو اشارہ کیا کہ سیّد کے ہاتھ پاؤن کھولدیئے جائین اور اُسکی تلوار اُسے دیدیجائے
فوراً آپکے ارشاد کی تعمیل ہوئی۔ اور ناعاقبت اندیش سیّد تلوار لیکر محترم شیخ کے مقابلہ مین اُٹھ کھڑا
ہُوا۔ ہر چند چاہا کہ حملہ کرے۔ لیکن شیخ کا رعب اِسدرجہ غالب ہُوا کہ اُسکا جسم سر سے پاؤن تک تھر تھر
کانپنے لگا اور بدن پر اسقدر رلرزہ پڑا کہ حملہ کرنیکی جرأت نہ ہوئی۔ انجام کار اُسنے تلوار زمین پر پھینکدی اور
بیساختہ آپکے قدمون پر گر پڑا۔

اِس واقعہ سے شجاعت کے سوا آپکے قومی احسان و تفضلات سہلگیری اور استقلال کے عمدہ
نمونے ظاہر ہوتے ہین اور یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ رعب و ہیبت جو شجاعت کیلئے لازمی ہین آپ مین
بطرز احسن پائے جاتے تھے۔ پھر اس واقعہ کو اگر ناظرین لطیفہ سمجھین تو حقیقت مین ایک عمدہ اور نتیجہ
خیز مذاق ہی۔ لیکن اگر تاریخی لحاظ سے دیکھا جائے تو اس بات کی پوری تحقیق ہوتی ہی کہ واجب الاحترام
شیخ کی شجاعت۔ شہرت سے درگزر کرکے ضرب المثل کی حدتک پہنچ گئی تھی۔ اگرچہ کتب تواریخ اور عام
تذکرون مین بزرگ شیخ کی شجاعت کے افسانے جستہ جستہ مذکور ہین۔ لیکن اس واقعہ کی نسبت مجھے یہ لکھنا
بہت مشکل ہے کہ کس تاریخ مین اسکا ذکر ہوا ہے تاہم مین یقین کیساتھ کہہ سکتا ہون کہ گو مورخین
نے اِسے ایک عام معمولی اور جزئی واقعہ سمجھکر نظر انداز کردیا ہے۔ لیکن اِسکے واقعی اور محقق ہونے
مین کسیطرح کا شک نہین اور اِسکے ثبوت مین مین صرف ایک مستند شہادت پیش کرنا کافی سمجھتا
ہون وہ یہ کہ جب جناب شیخ عبدالرحیم صاحب کے سامنے اس واقعہ کا ذکر ہُوا تو آپنے نہایت وثوق کے
ساتھ ارشاد کیا کہ "یہ واقعہ میرا چشم دید ہے۔ اُسموقع پر مین خود موجود تھا اور اس خوفناک منظر کو اپنی
آنکھہ سے دیکھہ رہا تھا"۔ پس اس مستند اور فاضل کی واجب القبول عینی شہادت کے مقابلہ مین
ہمین ہرگز جائز نہین کہ واقعہ مذکورہ کے ثابت اور محقق ہونے مین کسیطرح کا شک و شبہ کرسکین۔

محترم شیخ کی تاریخ زندگی مین سب سے زیادہ جس چیز نے آپ کو تمام ہندوستان مین معروف و
مشہور کردیا ہے وہ یہی آپ کی شجاعت کے کارنامے اور بہادری کے افسانے ہین جنمین سے مین بعض
اُن واقعات کو بہ تفصیل بیان کر آیا ہون جنمین ناظرین کی دلچسپی کی بہت کچھ سامان تھے اب مین
آپ کی استقامت اور قلبی قوت کا ایک واقعہ ذکر کرتا ہون جو علاوہ دلچسپی کے مذکورہ بالا عنوان سے

کمال تعلق رکھتا ہے کیونکہ حقیقت مین قلبی قوت اور استقامت ہی بیت الشجاعۃ کا پہلا دروازہ ہے جسمین قدم رکھتے ہی ناظرین کو آپکی شجاعت کا اور بھی کافی اندازہ ہوجائیگا۔ اور معلوم ہوجائیگا کہ آپنے اِس صفت خاص مین وہ غیر معمولی ترقی کی جس سے آجتک صفحات تواریخ پر آپکا نام نامی ثبت ہے۔

بیان کیا جاتا ہے کہ آپ کی بیباکی اور قلبی قوت اس حدتک پہنچگئی تہی کہ ایک معرکہ جنگ مین عظیم الشان مقاتلہ اور سخت خونریز محاربہ واقع ہوا۔ دونون لشکرون کے بیشمار اور انگنت آدمی قتل کیے گئے اور کچھہ زخمی۔ لیکن انجام کار مسلمانون کو نمایان فتح نصیب ہوئی اور مقدس اسلام کے شاندار جھنڈے ہوا مین اُڑنے لگے۔ جب مسلمانون کا جنرل جسکی زیر کمان یہ فاتح لشکر موجود تھا۔ اپنے مقام پر پہنچا تو رات کیوقت حسب دستور تمام فوجی افسر دربار مین حاضر ہوئے۔ مقتولون کی تعداد مین گفتگو کا سلسلہ چھڑگیا اور یہ سلسلہ بڑھتے بڑھتے مناظرہ کی حدتک پہنچا ہر شخص مقتولون کی ایک تعداد قائم کرتا تھا۔ اور دوسرے کیطرفسے فوراً اُسکی تردید ہوتی تہی۔ شدہ شدہ جب آپکی نوبت آئی تو فرمایا مجھے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ جانبین سے پانچ کم دوسو یا پانچ اوپر دوسو آدمی قتل کیئے گئے ہین اور جو لوگ شکست کھاکر بھاگے ہین اُنکی بابت مین کوئی کافی معیار اور صحیح رائے قائم نہین کرسکتا۔

حاضرین نے جب آپ کا یہ عاقلانہ حیرت انگیز فیصلہ سُنا تو سخت استبعاد و استعجاب کیا اور تحیر انگیز صورت مین شیخ کے چہرہ کو تکنے لگے۔ لیکن تاہم کسیکو یہ مجال نہ تھی کہ آپکے قول کی تکذیب کرتا۔ اور ہان نا کا کوئی جواب دیتا۔ اس تحیر اور بیجا سکوت نے محترم شیخ کو آشفتہ کیا اور آپ کسیقدر برہمی سے کہنے لگے کہ تم لوگ اسقدر متعجب کیون ہوتے ہو مین نے کوئی بات نفس الامر کے خلاف نہین کہی ہے یہ اور بات ہی کہ تم اُسے واقعہ کے مطابق نہ سمجھو۔ حاضرین نے اگرچہ اپنی متذبذب حالت کے درست کرنیمین بہت کچھہ کوشش کی مگر بدقسمتی سے وہ اسمین ناکام رہے۔ تاہم بلجاجت یون عرض کرنے لگے۔ مخدوم و محترم شیخصاحب! ہم اعتراضاً متعجب و متحیر نہین ہوئے بلکہ ہمین اس واقعہ سے کماحقہ واقفیت نہین ہے ورنہ ہم آپ کی ہربات قابل تسلیم سمجھتے اور اُسے وقعت کی نگاہون سے دیکھتے ہین۔

حاضرین دربار یہ سب کچھہ کہہ رہے تھے لیکن حقیقت مین اُنہین واجب الاعتصام شیخ کی اس

بات مین بہت بڑا شک اور سخت تردد تہا۔ آپ اُنکے اس تذبذب کو فوراً تاڑ گئے اور چاہا کہ سب کو حقیقت حال پر مطلع کرین۔ چنانچہ آپ اُس مجلس سے ایسی ہیئت پر اُٹھے جیسے کوئی شخص قضا رحاجت کیلئے اُٹھتا ہی رات نہایت اندہیری اور تیرہ و تاریک تھی۔ ہاتھ کو ہاتھ سُجہائی دیتا تہا نہ رستہ کا پتہ و نشان معلوم ہوتا تھا آس پاس کے گانون والون نے کبھی کے چراغ گل کر دیے تھے۔ چارون طرف سے کالی کالی گھنگور گھٹائین اُمڈی چلی آرہی تہین بجلی کی کڑک سے سارا جنگل گونج رہا تہا۔ گاہے گاہے بادِ صرصر کے تیز جھونکے آبادی کا نشان دیتے تھے ورنہ اندہیرے کی سیاہ چادر سے یہ معلوم ہوتا تہا کہ میلون تک عالم خاموشی اور سنسانی حکومت کر رہی ہی۔ ایسی خطرناک حالت مین شیخ ہی کا کام تہا کہ تلوار کا قبضہ ہاتھ مین پکڑ کر بیجا یا معرکہ مین تشریف لیگئے۔

اِسوقت معرکہ جنگ اور بھی پُر خوف اور زیادہ خطرناک تہا کہین کہین سے زخمیون کی جگر خراش آوازین اور جانگزا صدائین سنائی دیتی تہین۔ یا اِدہر اُدہر سرونکے ڈھیر پڑے ہوئے معلوم ہوتے تھے بے سر لاشونکے تودے لگے ہوئے تھے اور جسطرح مینہ سے زمین بھیگ جاتی ہی اسیطرح بہادرون اور جانبازون کے خون سے زمین بھیگی ہوئی نظر آتی تھی۔ یہ سب کچھہ تہا لیکن دل چلے اور نڈر شیخ کے دل پر اس حسرتناک منظر کا کچھہ بھی اثر نہ پڑتا تہا۔ آپنے نہایت احتیاط اور اطمینان کیساتہہ مقتولون کو گننا شروع کیا۔ اِسی اثنا مین آپ کا ہاتھ ایک ایسی گھائل نعش پر پڑا جسمین ہنوز کچھہ جان باقی تھی ہاتھ پڑتے ہی اُسنے ایک نہایت دہشتناک چیخ ماری ممکن تہا کہ شیخ اس ہولناک چیخ سے دہشت مین آجاتے۔ لیکن تعجب اور تعجب کیساتہہ حیرت ہی کہ کچھہ تذبذب آپ مین دخیل نہین ہوا۔ آپنے اُسکی تسکین کی اور اپنا نام بتاکر اور لاشون کی پڑتال شروع کی۔ اسی اثنا مین آپ کا خیال اسطرف دوڑا کہ معرکہ جنگ کے علاوہ کچھہ مقاتلہ گانون کے عین وسط مین بھی ہوا تہا وہان بھی چلکر مقتولونکی نعشین ٹٹولنی چاہئین چنانچہ آپ میدان جنگ کی نعش شماری سے فارغ ہوکر گانون مین پہنچے اور جہان جہان احتمال تہا انتہا سے زیادہ مقتولون کا تجسس کیا آپ ایک ایک لاش پر ہاتھ رکھتے اور گنتے جاتے تھے کہ دفعتہً آپکا ہاتھ ایک بڑھیا عورت سے چھوگیا جو لڑائی کیوقت ایک گوشہ مین چھپ کر بیٹھ گئی تھی اُسنے بھی ایک نہایت خوفناک چیخ ماری اور غل مچاکر امن و پناہ کی استدعا کی۔ آپنے اُسکی بھی تسلی کی اور مزید اطمینان کیلئے آپنے اپنے نام نامی سے آگاہ کیا۔

یہ سخت تعجب بلکہ ایک گونہ خرق عادت بات ہو کہ مقتولون کی تعداد اُسیقدر ظاہر ہوئی جو شیخصاحب کا معیار تھا۔ آپنے نہایت جوش مسرت کیساتھ لشکر کیطرف مراجعت فرمائی۔ او مجلس کو اُسی ہیئت پر پایا جسپر آپ چھوڑ کر معرکہ کیطرف تشریف لیگئے تھے۔ حسبِ قاعدہ مجلس مین جا بیٹھے اور جب لوگون کو اپنی طرف متوجہ دیکھا تو معرکہ مین جانے اور مقتولون کی نعشین شمار کرنے اور اُن دونون شخصون سے ملاقات کرنے کا سارا قصہ بتفصیل بیان کیا۔ اب حاضرین کا استعجاب اور بھی زیادہ ہوا اور وہ پہلے سے بھی کسیقدر زائد حیرت زدہ ہو گئے۔ سبسے زیادہ خود رئیس کو آپ کی اس قلبی قوت اور حیرت افزا استقامت پر تعجب تھا۔ اُسنے فوراً حکم دیا کہ سَو بہادر سوار مشعلین لیکر معرکہ میں جائین اور تمام مقتولون کا شمار کرکے اُن دونون شخصونکو ہمراہ لے آئین۔ سوارون کی یہ جماعت اگرچہ اپنی بے دھڑک شجاعت اور بیخوف دلیری مین بیمثیل تھی۔ لیکن اس خطرناک وقت اور پرخوف مقام کی ہیبت سے معرکہ مین جاتے ہوئے ہچکچائی اور خوف کے مارے سر سے پاؤن تک تھرتھر کانپنے لگی۔ امیر نے جب اِن لوگون کی یہ حالت دیکھی تو ایک تند اور غضبناک لہجہ مین بولا۔ ہان ہان ابھی جاؤ اور اس سربستہ راز کی مجھے جلد اطلاع دو۔ اور اس طلسم کی پردہ کشائی کرو۔ اس دوسرے حکم نے انکے رہے سہے ہوش و حواس بھی گم کردیئے۔ اور اب بجز اُسکے ارشاد کی تعمیل کے اور کچھ نہ ہوسکا۔ معرکہ مین جاکر مقتولون کا شمار کیا اور اُن دونون شخصونکو ساتھ لے آئے۔ مقتولون کی تعداد نے شیخ کی رائے سے موافقت کی اور اُن دونون شخصون نے آپکے نام سے امیر کو اطلاع دی۔

قصہ مختصر محترم شیخ کی شجاعت و استقامت اور قلبی قوت کے حالات و واقعات اسقدر وسیع اور غیر محدود ہین جنکے ذکر کرنے کی ہم اپنے اس مختصر تذکرہ مین گنجایش نہین دیکھتے۔ یہی وجہ ہو کہ اسمقام پر بطور مشتے نمونہ از خروارے بہت تھوڑے وقائع لکھکر اس عنوان کو ختم کرنا مناسب خیال کرتے ہین القلیل ینبئ عن الکثیر والغرفۃ یحکی عن البحر الکبیر ورنہ خاصکر آپکی بے مثال جرأت اور سچی شجاعت کے اسقدر واقعات ہین کہ اگر فیصدی دس کا بھی انتخاب کیا جاوے تو بھی ہمارا تذکرہ اُنکے لیئے ناکافی ہو تاہم ناظرین کی دلچسپی کے لیئے چند روایتین اوپر نقل کر آئے ہین جنسے آپکی شجاعانہ کوششین بخوبی ظاہر ہوتی ہین۔ لیکن اس بات کو ہم ڈنکے کی چوٹ کہین گے کہ شیخ کے پولٹیکل معاملات کی نسبت ہمین ایک واقعہ بھی لکھنا بہت مشکل ہے کیونکہ مورخین نے اُنہین عام اور جزئی واقعات خیال کرکے بالکل نظرانداز

کردیا ہی اسلیئے ہمین امید ہے کہ ناظرین اسبات کا الزام دینے سے ضرور اغماض کرینگے کہ ہمنے کوئی پولیٹیکل واقعہ شیخ کی سوانح عمری مین ذکر نہین کیا۔

شیخ کے عام اخلاق وعادات

شیخ کے سپاہیانہ واقعات کو چھوڑکر اب ہم آپکے عام اخلاق وعادات پر نظر ڈالتے ہین کیونکہ انسان کی تاریخی زندگی مین بھی ایک ایسا دلکش مرقع ہے جسمین مختلف شکل و شمائل کی تصویرین دکھائی دیتی ہین۔ نہایت تعجب سے دیکھا جاتا ہی کہ وہی شیخ جسکے پرزور ہاتھ مین ابھی ابھی تلوار کا قبضہ تھا اب علمی جلسون مین فضیلت کی کرسی کو زینت دے رہی ہین۔ وہی شیخ جو کل معرکہ آرائیون مین داد شجاعت دے رہے تھے اور بیمثل جرأت کے حیرتناک نمونے دکھا رہے تھے آج علمی مذاق کی نہرون مین بڑی خوشی سے غوطے لگا رہے ہین۔ کبھی آپ کا روئے سخن علمأ و فضلا کیطرف دکھائی دیتا ہی جسمین علمی باریکیان بیان کیجاتی ہین کبھی درویشون اور پیروان طریقت کیطرف متوجہ معلوم ہوتے ہین جسمین کشف و مراقبہ کے عام مباحث ذکر کیئے جاتے ہین۔ علمأ، فضلا مشائخ وسالکین کا مجمع درِ دولت پر لگا ہوا ہے اور سب مرادون اور کامیابیون سے گودیان بھر بھر کر جا رہے ہین۔ مین اس عنوان مین جسقدر آپکے اخلاق وعادات اور عام خوبیون کی تعریف کرونگا وہ حقیقت مین آپکے اصلی واقعات ہونگے جن مین شاعرانہ استعارہ ہوگا نہ تکلف وبناوٹ کا دخل۔

شیخ وجیہ الدین صاحب علاوہ حسن صورت اور شجاعت و بہادری کے علم و فضل مین خاص امتیاز رکھتے تھے اور جسطرح ظاہری علم مین عدیم المثال سمجھے جاتے تھے، اسیطرح علم باطن مین ضرب المثل تھے آپکے ضمیری اور روحانی جوہر اپنے مین متانت کی گہری تہ رکھتے تھے اور ربانی اسرار اور الہامی نکات آپ مین کوٹ کوٹ کر بھرے ہوئے تھے اور یہ ایک ایسی خصوصیت آپ کو حاصل تھی جسکی وجہ سے اُسوقت کی تمام اسلامی سوسائیٹیون اور علمی مجلسون مین آپ کی بیحد عزت کیجاتی تھی۔ اور قطع نظر اس خصوصیت کے آپکی تواضع۔ علمی قدردانی۔ انشا پردازی۔ شیرین کلامی۔ فصاحت وبلاغت کا جادو ہر شخص پر اپنا پورا اثر ڈال چکا تھا۔ اسلیئے ہر موقع و محل یہان تک کہ شہر کی گلی کوچون مین آپ کی خداداد قابلیت کی بڑے زور وشور سے داد دیجاتی تھی۔

مورخین نے شیخ کی قابلیت پر جو مختصر ریمارک کیے ہین اُنکے متفقہ الفاظ یہ ہین کہ اِس جلیل القدر اور عظیم الشان خاندان ہین جو سب سے زیادہ قابل فخر اور خاندانی اعزاز کے بقا اور دوام کا باعث ہی وہ شیخ وجیہ الدین صاحب کا وجود باجود ہے۔ تمام خاندان مین آپسے زیادہ کوئی شخص پُر مغز عالی دماغ حوصلہ مند دقیق النظر بردبار خوش اخلاق صائب رائے شجاع فصیح و بلیغ عقیل و فیاض نہین ہُوا۔ باوجود امیرانہ شان و شوکت کے آپکے مزاج مین انتہا سے زیادہ عجز و انکسار تہا۔ آپکا طرز معاشرت بالکل سادہ اور تکلف و بناوٹ سے کوسون دور تہا۔ آپ علمی جلسون اور اسلامی انجمنون مین نہایت سادگی کیساتھ شریک ہوتے۔ درویشون اور مشائخون سے ملاقات کرتے۔ اُنکے مکان پر پاپیادہ جاتے۔ علما و فضلا کی عظمت کرنے مین کوئی دقیقہ اٹھا نہ رکھتے۔ بیمارونکی عیادت کرتے محتاجون مسکینون کی ہرقت حمایت کرتے سب سے بڑی قابل تعریف اور خوبی کی بات یہ تھی کہ اگر بمقتضائے بشریت کسی معاملہ مین آپسے غلطی ہوجاتی اور اُسپر کوئی متنبہ کرتا یا احیاناً نصیحتاً کوئی بات کہتا تو آپ اُسے نہایت مشکوری کیساتھ فوراً قبول کرلیتے۔ اور اگر وہ نیک صلاح ہوتی تو نہایت مستعدی اور آمادگی کیساتھ عمل مین لاتے۔ غرضکہ یہ تمام باتین اِس قسم کی تہین جنہون نے شیخ کو تمام ہندوستان مین مشہور کردیا تہا اور جن کی وجہ سے آپکے پُر فخر اور قابل قدر و منزلت واقعات سے صفحات تاریخ کو اب تک زینت ہی بلکہ امید ہے کہ یہ تاریخی روشنی ہمیشہ تک آپ پر تابان اور درخشان رہیگی۔

الحاصل شیخ کے اِن واقعی اخلاق و عادات سے ناظرین کو معلوم ہو گیا ہوگا کہ آپ کیا بلحاظ شہرت عام اور کیا بلحاظ دیگر فضائل و خصائل جامع جمیع کمالات اور حاوی حسنات و خیرات تھے۔ اور جب آپ کی شجاعت و دلیری کے کارنامے بھی ان تمام اوصاف کیساتھ پیش نظر کیے جائینگے تو صاف معلوم ہوجائیگا کہ بزرگ شیخ نامداران اسلام کی تاریخ مین بلحاظ عام مقولہ اَلْوَلَدُ سِرٌّ لِاَبِیْہِ کے اپنے والد بزرگوار جناب شیخ معظم اور جد امجد جناب شیخ منصور کے پورے فوٹو تھے بلکہ سچ پوچھیے تو اُنکے بقائے دوام اور شہرت عام کے باعث آپ ہی تھے۔ اِس خاندان کے سلسلہ نسب مین ہم شیخ معظم کی اولاد کے نام لکھ آئے ہین لیکن اُن مین جسے سب سے زیادہ تاریخی شہرت اور عام مقبولیت حاصل ہی وہ شیخ وجیہ الدین ہمارے اِس عنوان کے ہیرو ہی ہین۔ گو شیخ جمال اور شیخ فیروز آپکے دو بھائی بھی علم و فضل اور خاص اوصاف کیساتھ موصوف تھے۔ لیکن آپ کی مقامی شہرت کے مقابلہ مین پاسنگ بھی نہ تھے۔ اسلیئے ہمین اِس کہنے کی جرأت ہوسکتی

کہ اس خاندان کے تمام موجودہ گروہ مین آپ ہی ایک ایسے واجب الاحترام اور معزز شخص تھے جنہین خاندان کا چشم و چراغ کہا جائے تو بیجا نہو گا۔

شیخ کے حالات زندگی مین جو بات سب سے زیادہ قابل تعریف پائی جاتی ہے وہ یہ ہے کہ آپ کلام ربانی کے ساتھ انتہا سے زیادہ عشق رکھتے تھے اور مقدس کلام الٰہی کو سفر حضر مین ہمیشہ تعویذ بازو بنائے رہتے تھے۔ چنانچہ جناب شیخ عبدالرحیم صاحب فرماتے ہین کہ "میرے والد محترم کا عام دستور تھا کہ ہر شبانہ روز قرآن مجید کے دو سیپارے تلاوت کیا کرتے تھے لیکن یہ تلاوت سرسری اور طوطے کیطرح نہوتی تھی بلکہ وہ باقی نکات اور الہامی غوامض کی رعایت کیساتھ ہوتی تھی وہ الہامی اسرار جو قرآن مقدس کے لفظ لفظ مین کوٹ کوٹ کر بھرے ہوئے ہین۔ اثنا تلاوت مین آپ پر منکشف ہوتے اور ہر ہر لفظ کا آپکی طبیعت پر ایسا زبردست اثر پڑتا تھا کہ بعض اوقات بے اختیار رونے لگتے تھے۔ غرضکہ آپ مین مقاصد ربانی کے سمجھنے اور اُنسے موثر ہونیکی پوری قوت تھی اور جو کچھ آپکو اُس سے فائدہ حاصل ہوا وہ کسیطرح معرض تحریر مین نہین آسکتا یہی وجہ تھی کہ آپکو قرآن مجید سے کمال عشق ہو گیا تھا اور آپکو سفر حضر خوشی رنج مین کبھی دو سیپارے پڑھے بدون چین ہی نہین پڑتا تھا جب آپ معمر ہوئے اور بصارت مین کچھ ضعف آگیا تو ایک جلی قلم قرآن اپنی تلاوت کیلئے پسند کیا اور سفر مین کسیوقت اپنی جان سے جدا نہین کیا۔

شیخ وجیہ الدین صاحب نے شیخ رفیع الدین محمد ابن قطب العالم بن شیخ عبد العزیز کی عصمت مآب اور پاکدامن دختر سے نکاح کیا اور اُسکے بطن سے تین فرزند پیدا ہوئے۔ شیخ ابو الرضا محمد۔ شیخ عبدالرحیم شیخ عبدالحکیم۔ باستثنائے شیخ عبدالحکیم کے باقی دونون حضرات کے مفصل و بسیط حالات چونکہ ناظرین کو آگے چلکر ملین گے۔ لہذا اسموقع پر مختصراً اسقدر عرض کرنا مناسب ہے کہ شیخ وجیہ الدین صاحب کو جسقدر محبت شیخ عبدالرحیم صاحب سے تھی اُسقدر اور فرزندون سے نہ تھی یہی وجہ تھی کہ سفر و حضر کے اکثر موقعون مین آپکی ہمراہی کا شیخ عبدالرحیم ہی کو اعزاز حاصل تھا۔ اور چونکہ آپکی آغوش محبت اور سایۂ عاطفت مین شیخ عبدالرحیم ہی نے بچپن سے پرورش پائی تھی اسلیئے آپکو اُن ہی سے کمال محبت تھی اور اُس عالمگیر شہرت کا باعث جو شیخ عبدالرحیم کو اسوقت تک حاصل ہے غالباً یہ ہی محبت ہے۔

فضل و کمال کے لحاظ سے شیخ ابو الرضا محمد جس رتبے کے شخص تھے گو اُسکی نظیر بمشکل ملسکتی ہے لیکن نشر علوم اور مفید فنون کی اشاعت کے اعتبار سے جو خصوصیت اور تاریخی شہرت جناب شیخ عبدالرحیم کو

حاصل ہوئی اسمین شیخ ابو الرضا محمد دوسرے درجہ مین جگہ رکھتے ہین جنہنے سب سے پہلے دہلی مین بیت العلوم کی عمارت کا نقشہ بنایا اور اُسکے در و دیوار کو علوم و فنون کے مرقعوں سے سجایا ازان بعد طالب علمون کی گودیان علمی برکتوں سے لبریز کین وہ شیخ عبد الرحیم صاحب ہین۔ جنکے حلقۂ درس مین مختلف ملک و دیار کے ذہین طلبہ نے زانوئے ادب تہ کیئے اور علم ادب دینیات منقول معقول حساب ہیئت علم اللسان فلسفہ حکمت مناظرہ کلام علم الرجال وغیرہ علوم کی تکمیل مین مصروف ہوئے وہ شیخ عبد الرحیم ہین مگر تاہم ہمین اس بات کا اعتراف ہے کہ شیخ ابو الرضا محمد خود ایک جلیل القدر فاضل تھے اور بلند ہمتی کیساتھ مختلف علوم سے خاص دلچسپی رکھتے تھے۔ حدیث و فقہ اور تفسیر قرآن جنکی اہل اسلام کے تمام طبقون مین عزت کیجاتی ہے ان علوم مین آپکو ایسا کمال تھا جسے ماہرین فن اب تک تسلیم کرتے ہین اسکے علاوہ آپکے رسمی علوم و فنون بالخصوص علم ادب کا کمال بھی بڑے بڑے ادیبوں کو تسلیم ہے مختصر یہ کہ شیخ ابو الرضا محمد کی ہمہ دانی نہایت حیرت انگیز ہے آپ فقہ حدیث تفسیر طب ادب شاعری کلام اور سب سے بڑھکر علم تصوف مین مجتہدین فن کے درجہ مین شمار کیئے جاتے تھے۔ اگرچہ آپ جامع علوم تھے لیکن جسقدر تصوف اور ادب سے دلچسپی تھی اسقدر دوسرے علوم و فنون سے کم تھی جیسا کہ آگے چلکر آپکی لائف مین ان تمام باتون کا ذکر ہوگا۔

اب مین صرف ان الفاظ پر اس عنوان کو ختم کرتا ہون کہ جب جناب شیخ وجیہ الدین صاحب کو تمام علوم و فنون مین مہارت کامل حاصل ہوگئی اور آپ زمانہ کے سرد و گرم سے خوب واقف ہوچکے تو ایک باخدا ولی کی ولایت کے شواہد مشاہدہ کرکے اُس سے بیعت کی اور اشغال صوفیہ مین مستغرق و محو ہوگئے۔ لوگون سے زیادہ ملنا جلنا چھوڑ دیا۔ خاموشی اور کم گوئی کی عادت ڈالی اور گوشہ نشینی مین زندگی بسر کرنی پسند کی بغرضکہ چند روز مین آپنے اسمین وہ کمال پیدا کر دیا جسکی نظیر اُس زمانہ کے صوفیون مین پائی نہ جاتی تھی وھذا فضل اللہ یؤتیہ من یشاء

شیخ کی شہادت اور باب کا خاتمہ

ہرگز نمیرد آنکہ دلش زندہ شد بعشق	ثبت ست بر جریدۂ عالم دوام ما

شیخ وجیہ الدین صاحب کے سوانح عمری مین جو باتین ہم نقل کر آئے ہین وہ آپکے حالات زندگی کا ایک مختصر سا خاکہ ہے لیکن سب سے زیادہ اہم اور مہتم بالشان آپکی شہادت کا افسوسناک واقعہ ہے جسے ہم مختصراً یہان بیان

کرتا ہون مگر مجھے افسوس ہی کہ اب مین اپنے قلم سے ایک ایسے بے مثل بہادر ایسے لاثانی شجاع ایسے قابل اور فخر روزگار کے دنیا سے اُٹھ جانے کا واقعہ لکھ رہا ہون جسکی شریف اور مقدس ذات حقیقت مین آیندہ تمام کامیابیون کا ایک مختصر دیباچہ اور دینی و دنیوی ترقیون کا پورا فوٹو تھی اور جسکی شجاعت و بہادری پر ہندوستان کو انتہا سے زیادہ فخر و ناز تھا۔ بیشک شیخ وجیہ الدین صاحب کا دنیا کو یون خدا حافظ کہنا اور عزیز و اقارب سے یک لخت منہ موڑ لینا ایک ایسا جانگداز حادثہ اور جگرخراش صدمہ ہی جسپر پتھر کا دل بھی آنسو ڈالے بدون نہین رہ سکتا۔ لیکن تاہم ہمین خوش ہونا چاہیئے کہ گو دنیا سے شیخصاحب کا اعتزال ہوگیا ہی مگر انکا نام نامی ابتک خیر و خوبی کیساتھ باقی ہے اور قیامت تک دائم و قایم رہے گا اگرچہ لوگون کی نظرون سے انکا وجود باجود غایب ہوگیا ہی لیکن ابدالآباد تک اُنکا ذکر بلند رہیگا۔ وہ موت بہت ہی مبارک ہے جسکی وجہ سے ہمیشہ کی زندگی انسان کو نصیب ہوتی ہی اور وہ انسان نہایت خوش قسمت ہی جسکے لیے اقبال کی یاوری سے وہ سامان پیدا ہوجائین جنسے اُسے بقائے دوام اور شہرت عام حاصل ہو۔ ہم شیخصاحب کی اس مبارک موت سے خوش ہین جسنے انکو ابدی زندگی اور اُسکے ساتھ خدائی رضامندی کا معزز و محترم تمغہ حاصل کرایا اور خداوند عالم سے دست بدعا ہین کہ ہمین اور تمام مسلمانون کو یہی موت نصیب ہو۔ آمین

یا رب لا تسلبنی حبہا ابداً ۔۔۔ ویرحم اللہ عبداً قال آمینا

شیخ عبدالرحیم صاحب کا بیان ہی کہ میرے بزرگوار والد صائم النہار اور قایم اللیل تھے ہمیشہ رات کو تہجد کی نماز کیلئے اُٹھا کرتے تھے اور اکثر ایسا ہوتا تھا کہ تمام شب تہجد گذاری مین بسر کرتے تھے ایکدفعہ کا ذکر ہے کہ آپ تہجد گذاری مین مصروف تھے اور مین بھی اُسوقت آپکے پاس حاضر تھا آپکے ایک سجدہ نے اسقدر طول کھینچا کہ مجھے یقین ہوگیا کہ آپ کی مقدس روح عنصری جسم سے مفارقت کرگئی۔ مین حیران تھا کہ اب کیا کرون اور کسکو اس واقعہ کی اطلاع دون۔ اُسوقت طرح طرح کے خیالات کا میرے دلپر ہجوم تھا اور اُنکا سلسلہ آناً فاناً بڑھتا چلا جاتا تھا۔ غرضکہ کوئی بات میری سمجھ مین نہ آتی تھی اور مین دل ہی دل مین کہہ رہا تھا کہ الٰہی یہ کیا معاملہ ہی۔ انچہ می بینم بہ بیداریست یا رب یا بخواب۔ اتنے مین آپکو ہوش ہوا اور آپ نہایت بشاش سجدہ سے اُٹھے جب مین نے اُس سجدے کی طولانی کا سبب دریافت کیا تو فرمایا مجھے سجدہ مین غیبت واقع ہوئی اور اسی حالت مین شہیدون کے احوال پر مطلع ہوا۔ جب مین نے اُنکے اعلیٰ درجات اور قدر و منزلت کو اپنی آنکھ سے دیکھا تو میرے دلمین ایک بے اختیارانہ جوش پیدا ہوا اور مین نے جناب الٰہی مین نہایت عاجزی کے

شہادت کی درخواست پیش کی۔ اور یہان تک اصرار و الحاح کیا کہ میری التماس نے آخرکار قبولیت کا جامہ پہنا۔ اور منکشف ہوا کہ دکن کیجانب جانا چاہیئے کیونکہ شہادت کا اعزاز وہان پہنچکر حاصل ہوسکتا ہی۔ معین الدین گوا کی زبانی یہ الفاظ سن رہا تہا اور زار زار رو رہا تہا اور اُسوقت میرا بُرا حال تہا۔ آپ نہایت خوش آیندہ تبسم کیساتھ مجھے تسلی دیتے اور میری آنکھوں سے آنسو پونچھتے جاتے تھے۔

الغرض اس واقعہ کے بعد آپنے سفر کی تیاریان کردین اور باوجودیکہ آپ شاہی منصب کو مدت سے خداحافظ کہہ چکے تھے۔ اور اُس سے آپکو پہلے ہی سے دلی نفرت پیدا ہوچکی تہی۔ لیکن اسوقت شہادت کا شوق اس درجہ دامنگیر تہا کہ پہر از سر نو اسباب سفر و جنگ فراہم کرنے مین مشغول ہوگئے نہایت عمدہ گہوڑے خریدے اور جن ہتیارونکی کمی تہی ضرورتاً شاہی اسلحہ خانہ سے لیئے۔ اور دکن کیجانب شاداں و فرحان متوجہ ہوئے۔ اسوقت آپ کا خیال تہا کہ شاید راجہ سیوا سے جو اُس زمانہ مین دکن کا حکمران تہا اور وارث تخت و تاج خیال کیا جاتا تہا۔ اور جسکی طرف سے قاضی اسلام کی نسبت سخت سخت بیحرمتیان ظہور مین آئی تہین مجھے جنگ کرنے اور قاضی وقت کا اُس سے انتقام لینے کا اشارہ ہوا ہے چنانچہ اس خیال سے آپ آگے بڑھے چلے گئے۔ لیکن جب برہان پور مین پہنچے تو آپ پر منکشف ہوا کہ تم اپنی شہادت کا مقام بہت پیچھے چھوڑ آئے ہو آپ فوراً اُسطرف پلٹے اور جن قدمون گئے تھے اُنہین قدمون مراجعت فرمائی اثنائے راہ مین تاجرونکے ایک قافلہ سے ملاقات ہوئی جو صلاح و تقوے کیساتھ متصف تہا اور جو آپکی صحبت مین رہنا غنیمت سمجھتا تہا آپنے بڑی خوشی کیساتھ ان سچے اور پاک نفس مسلمانون کو اپنی صحبت کیلیئے پسند کیا اور سبنے ملکر قصبہ ہندیا سے عبور کرکے ہندوستان مین آنا چاہا۔ ایکدن کا ذکر ہے کہ اثنائے سفر مین ایک نہایت بوڑھا اور مسن شخص آپکے سامنے آیا جو ضعیفی اور کم طاقتی کے سبب سے قدم قدم پر ٹہوکرین کہاتا تہا اور حالت رفتار مین اُسکے پاؤن برابر ڈگمگاتے تھے۔ آپنے اُسکے حال زار پر کمال مہربانی فرمائی اور ہمدردی کے لہجہ مین اُسکا مقصد دریافت کیا۔ بڈھے نے تہرتہراتی ہوئی آواز مین بلجاجت عرض کیا کہ مین دہلی جانا چاہتا ہون اگر آپ اپنے خدمتگارون مین مجھے جگہ دین اور امن و امان کیساتھ دہلی پہنچادین تو زندگی بہر ممنون منت رہونگا۔ بزرگ شیخ نے بڈھے کی تشفی کی اور اپنے ایک ملازم سے ارشاد کیا کہ اس ضعیف کو ہر روز تین پیسے یا دو وقت کی خوراک دیدیا کرو۔ چنانچہ ملازم نے آپکے ارشاد کے بموجب اُسے کہانا دیا اور نہایت حفاظت سے اپنے پاس رکھا۔

حقیقت مین یہ بدمعاش بڈھا رہزنون کا جاسوس تہا جو تاجرونکے قافلہ مین اس غرض سے آشامل ہوا تہا کہ فرصت کا موقع پاکر رہزنون کو خبر دے اور وہ عین غفلت مین غافل تاجرون پر ٹوٹ پڑین لیکن افسوس اُس غدار و بیوفا کی یہ ہوکا دہی کسی پر ظاہر نہین ہوئی اور سب نے ایک غریب مسافر سمجھکر اُسکی مہمان نوازی مین بڑی فیاضی برتی جب اس مختصر سی جماعت کا قیام سرائے نوبہریا مین ہوا تو جاسوس نے رہزنون کو اطلاع دی۔ کچھ دن ہی سا دن چڑھا تہا کہ رہزنونکی ایک کثیر جماعت ہتیارونسے آراستہ سرائے مین آ دہمکی۔ جناب شیخ صاحب ہنوز تلاوت قرآن مین مشغول تھے اور کلام آلہی کے مؤثر الفاظ سے دلچسپی لے رہے تھے آپ ربانی نکات کے تتبع مین اسدرجہ محو تھے کہ اس قیامت زا حادثہ کی مطلق خبر نہ تھی اتنے مین دو تین شخص رہزنون کی جماعت سے علیحدہ ہوکر آپکے پاس آئے اور کہنے لگے شیخ وجیہ الدین کسکا نام ہے اور وہ کون شخص ہے فرمایا یہ نام تو میرا ہی ہے۔ کہا ہمین معلوم ہے کہ آپکے پاس کچھ مال و اسباب نہین ہے نیز ہماری جماعت مین کا ایک شخص آپکا نمکخوار بھی ہے اس لیئے گزارش ہے کہ آپ ان لوگونسے علیحدہ ہوجائین ہمین آپ سے کسی قسم کا تعرض نہین اور نہ ہمین یہ منظور ہے کہ آپکو کوئی تکلیف پہنچے۔ کیونکہ ہم اس قافلہ کو لوٹنے کی غرض سے آئے ہین اور تا بہ امکان یہ لوگ ہمارے ہاتھ سے جانبر نہین ہونگے آپنے رہزنون کا یہ منشا سمجھکر قرآن مجید کو غلاف کیا اور اُنسے مخاطب ہوکر فرمایا یہ تم کیا کہہ رہے ہو یہ ممکن نہین کہ مین اپنے دینی بہائیونکی رفاقت چھوڑکر علیحدگی اختیار کرون اور انہین مصیبت مین مبتلا دیکھکر خاموش رہون۔ یہ کہکر آپنے ہتیار اُٹھا لیئے اور ایک نہایت عاجلانہ حرکت کیساتھ سب سے پہلے آپ ہی انکے مقابلہ کیلیئے میدان مین پہنچے

صبح کا وقت ہے قریبًا آٹھ گھنٹے بج چکے ہین آفتاب کی تیز اور چمکیلی شعاعین غلیظ ابر سے چھپی ہوئی ہین۔ رہزنون کی کثیر جماعت بڑی چیرہ دستی اور خونخواری کیساتھ پرا جمائے کھڑی ہے انکے چہرے نہایت بشاش اور ترو تازہ ہین اور ایک مٹھی بہر آدمیون سے مقابلہ کرنا کوئی بات ہی نہین سمجھتے شیخ صاحب اپنے مصیبت زدہ رفیقون کو ساتھ لیئے ہوئے خدا کے نام پر جان دینے کیلیئے بالکل آمادہ و تیار ہین۔ اگرچہ آپ اپنے ساتھیون کی بے سر و سامانی اور انکی مصیبت کا خیال کرکے کسیقدر افسردہ ہین لیکن شہادت کا انتہا سے زیادہ شوق آپکے قوی دل اور مرد میدان ہونیکو ثابت کر رہا ہے۔ تلوار کا قبضہ ہاتھ مین ہے اور تسلی آمیز لہجہ مین اپنے ساتھیونکی دلجوئی مین مصروف ہین آپ چاہتے ہین کہ بیدین رہزنون پر تنہا ٹوٹ پڑین۔ لیکن اپنے رفیقونکے مصیبت مین مبتلا ہونے سے ڈرتے ہین اور پھر اپنے ارادہ کو آیندہ وقت کیلیئے اُٹھا رکھتے ہین۔ اسوقت آپکو یقین ہوگیا تہا کہ میرا خون اسی سرزمین پر گرایا جائیگا۔ اور مرتبہ شہادت کا اعزاز ہمین حاصل ہوگا اور یہی ایک یقین تہا جو ایسے نازک اور خطرناک موقع

پر آپکو بہت کچھ شادان و فرحان بنا رہا تھا اتنے مین جنگ چھڑ گئی اور جانبین سے تیر و تلوار کے وار ہونے لگے۔ بہادر شیخ جنکے قدم قدم پر شہادت کا شوق بھڑک رہا تھا بپھرے ہوئے شیر کیطرح بڑی بیتابی کیساتھ رہزنون پر جھپٹ پڑے اور آپ کو بالکل خبر نہین رہی کہ مین کہان ہون اور کس جم غفیر پر حملہ کر رہا ہون رہزن چارون طرف سے سمٹ سمٹا کر اس شیر دل بہادر پر ٹوٹ پڑے اور سب نے نرغہ مین کر لیا۔ آپکے جسم مبارک پر بائیس زخم کاری لگے اور آخری زخم مین سر جسم سے علیحدہ ہو گیا۔ لیکن اسپر بھی آپنے اللہ اکبر کا نعرہ بلند کرتے ہوئے پچاس قدم تک کفار کا تعاقب کیا۔ اسی اثنا مین ایک عورت آپکے سامنے آگئی اور آپکا یہ حال دیکھکر تعجب و تعجب کیسا سخت حیرت زدہ ہوئی آپ اُسی مقام پر ٹھنڈے ہو کر گر پڑے اور وہین مدفون ہوئے۔

اسوقت شیخ وجیہ الدین شہید کا غم سب سے زیادہ آپکے نہایت پیارے اور چاہیتے فرزند شیخ عبد الرحیم کو تھا بیشک آپ اپنے مہربان والد کے فراق مین جسقدر رنج و غم اور آہ و زاری کرتے بجا تھا لیکن آپنے اس جانگداز صدمہ مین جس صبر و استقلال سے کام لیا در حقیقت وہ آپ ہی کا کام تھا شیخ کی یہ دلگداز حالت سنکر کوئی ایسا سخت دل نہ تھا جو آپ پر غم کے آنسو نہ بہاتا ہو مگر واقعی بات یہ ہی کہ جناب شیخ عبد الرحیم صاحب کے صبر و استقلال مین کچھ بھی فرق نہ آیا تھا بلکہ آپ بالکل سچے اور پاک نفس حضرات کیطرح صبر و استقلال کو اپنا اوڑھنا بچھونا بنائے ہوئے تھے اگرچہ لوگ تعزیت سے آپکے غم کو رہ رہکر ابھارتے اور اکساتے تھے مگر آپ صرف دو ایک غمناک کلمے کہکر خاموش ہو جاتے تھے اور مشیت ایزدی سے دم بخود تھے۔

شیخ عبد الرحیم صاحب فرماتے ہین کہ جسروز میرے والد بزرگوار شہید ہوئے تھے اُسی شام کا ذکر ہی کہ مجھے یکایک بیچین ہو کر نیند آگئی مین دیکھتا ہون کہ شیخ صاحب اُسی حالت مین متمثل ہو کر میرے پاس تشریف لائے جسمین آپ شہید ہوئے تھے اور جہان جہان آپکے جسم پر زخم لگے تھے مجھے ایک ایک کرکے دکھا رہے ہین مین فوراً گھبرا کر اُٹھ بیٹھا اور ایصال ثواب کی غرض سے کچھ صدقہ دیا نیز آپ فرماتے ہین کہ میرا ارادہ تھا کہ اپنے والد کی لاش مبارک اُس میدان سے نقل کر کے دہلی مین لاؤن لیکن جب مین نے عزم بالجزم کیا تو آپ پھر میرے خواب مین تشریف لائے اور مجھے منع کر دیا کہ میری لاش یہین رہنے دو اور یہان سے نقل کرکے دوسرے مقام پر نہ لیجاؤ۔

شیخ وجیہ الدین صاحب کے وہ حالات جو مجھے لکھنے تھے لکھ چکا۔ لیکن اسکے ساتھ ہی مجھے اسبات کا سخت افسوس ہے کہ جسطرح آپکی ولادت کا سنہ اور تاریخ کسی کتاب مین دستیاب نہین ہوا اُسیطرح آپکی شہادت کے سنہ و تاریخ کا بھی کہین پتہ نہین چلا اور مجھے اسبات کا اقرار کرنا چاہیئے کہ قدیم مؤرخون نے کوئی کتاب ایسی نہین لکھی جسمین ان باتون کا صاف صاف ذکر ہو اور جس سے ایک مؤرخ کو تاریخ نویسی کی حیثیت سے کافی مدد ملسکے لیکن تاہم شیخ کے حالات زندگی کی بابت جو کچھ مین نے لکھا ہے حتی الوسع مستند تذکرون

دوسرا حصّہ

معزز ناظرین! ہمارے تذکرہ کا پہلا حصہ ختم ہوگیا جسمین جناب عارف باللہ حضرت شاہ ولی اللہ صاحب کے خاندان کے ان معزز و ممتاز بزرگوارون کے حالات آپ پڑھ چکے ہین جو اس محترم اور شریف خاندان کے سلسلہ نسب مین تاریخی شہرت زیادہ رکھتے تھے اب دوسرے حصہ کا آغاز ہے جسمین آپکے والد بزرگوار حضرت شیخ عبدالرحیم صاحب کے نانا جناب شیخ رفیع الدین محمد کے اجب الاحترام خاندان اور خود آپکے ننہیال کے محترم و معزز حضرات کے مفصل حالات پڑھینگے۔ اسی لیے مین نے اس حصہ کے دو باب قرار دیئے ہین پہلے باب مین جناب شیخ عبدالرحیم صاحب کے ننہیال کا ذکر ہوگا۔ اور دوسرے مین حضرت شاہ ولی اللہ صاحب کے۔

باب اول

شیخ رفیع الدین محمد

جناب شیخ رفیع الدین محمد جو حضرت شیخ وجیہ الدین شہید کے خسر اور جناب شیخ عبدالرحیم صاحب کے نانا ہین اُس نامور اور دنیا کے مشہور عالم و فاضل کے فرزند رشید ہین جو قطب العالم کیساتھ پکارا جاتا تھا اور جسکے تبحر علمی غیر معمولی تقدس انتہا سے زیادہ فہم و دانائی بلاغت و فصاحت کے پر فخر اور قابل قدر کارنامون کی چمک سے صفحات تاریخ ابتک روشن ہین آپکی خداپرستی تقدس نفسانی اپنے ضمیر کی جوہر کی تابانی۔ اخلاق کی تہذیب شائستگی۔ خیالات کی نجابت شرافت پر دہلی اور اہل دہلی کو کمال فخر تھا اور حقیقت یہ ہے کہ وہ خدا کے سچے جلال کی روشنی اور اسلامی برکتون سے مالامال اور اُسکی بخششون اور لازوال نعمتون سے بہرہ ور تھا۔ اگرچہ شیخ رفیع الدین محمد کے اور بھی چند بھائی تھے لیکن تاریخ نویسون نے اس خاندان پر ریمارک کرتے ہوئے اس بات کو تسلیم کیا ہے کہ شیخ رفیع الدین محمد اپنے تمام بھائیون پر ایک خاص قسم کی عظمت و فضیلت رکھتے تھے۔ آپ ظاہر و باطن دونون طرح کے علوم کے جامع اور کتب تصوف سے کماینبغی واقفیت رکھتے تھے۔ پہلے پہل آپنے اپنے والد بزرگوار سے طریقہ چشتیہ و قادریہ حاصل کیا اور کچھ دنون شیخ نجم الحق صاحب کی مبارک صحبت مین فیضیاب ہے۔ زان بعد والد کی ترغیب و تحریص سے خواجہ محمد باقی کی خدمت مین حاضر ہوئے اور ایک دراز مدت تک اُنکی صحبت مین زندگی بسر کی اور جو کچھ حاصل کرنا تھا یہان سے حاصل کرلیا خواجہ محمد باقی اس بلند اقبال اور ہونہار تلمیذ یا مرید کو انتہا سے زیادہ دوست رکھتے تھے اور اُسکی خداداد قابلیت اور ذہن رسا کی وجہ سے اپنے حلقہ کے تمام تلامذہ پر ترجیح دیتے تھے۔ یہی وجہ تھی کہ اس خاص فن کے واسطے کوئی

ایسی صفت نہ تھی جو خواجہ محمد باقی نے شیخ رفیع الدین محمد سے دریغ رکھی ہو شیخصاحب چند روز مین طریقت کے تمام
مراتب پر عبور کر لیا اور پیر کی غایت درجہ کی توجہ کی وجہ سے معراج کمال پر پہنچگئے۔ جناب شیخ عبدالرحیم صاحب
فرماتے ہین کہ خواجہ محمد باقی شیخ رفیع الدین محمد صاحب کا بہت بڑا ادب کرتے اور ہمیشہ اعزاز و توقیر سے پیش آتے تھے
جب آپکو خطاب کرتے تو شیخ یا دوسرے معزز الفاظ سے یاد کرتے تھے اور جو کچھہ شیخصاحب عرض کرتے تھے اُسے خواجہ صاحب
ضرور مان لیتے تھے یہی وجہ تھی کہ خواجہ صاحب کے تمام یارون اور خلیفون مین یہ بات عام طور پر مشہور ہوگئی تھی کہ شیخ
رفیع الدین محمد صاحب خواجہ کے معشوق ہین حقیقت مین خواجہ کے برتاؤ شیخ رفیع الدین محمد صاحب کے ساتھہ ایسے ہی تھے
جیسے کسی مہربان باپ یا شفیق استاد کے برتاؤ اپنے نہایت پیارے اور چاہیتے فرزند یا لائق و قابل تلمیذ کیساتھہ
ہوا کرتے ہین۔ اور آپکا یہ اعزاز گویا اُن مجموعی خدمتگزاریونکا ایک بیش بہا مرقعہ تہا جسے آپنے اپنے بزرگوار پیر
کی نمایان خدمات سے مختلف الوان اور نقش و نگار کیساتھہ سجایا تہا۔ چنانچہ مین اسمقام پر چند اُن واقعات کا
ذکر کرتا ہون جنسے ان دونون حضرات کے اتحاد اور ارتباط اور دلی تعلقات نہایت تفصیل کیساتھہ ظاہر ہوتے
ہین اور یہ بہی واضح ہوتا ہی کہ خواجہ محمد باقی اپنے لائق و قابل مرید کی کسی بات کو کبہی رد نکرتے تھے اور تمام معاشرتی
امور مین اُنسے عزیزانہ برتاؤ برتتے تھے۔

شیخ عبدالرحیم صاحب فرماتے ہین کہ جب شیخ رفیع الدین محمد صاحب کی بیوی کا انتقال ہوگیا اور آپنے
شیخ محمد عارف ابن شیخ عفور اعظم پوری کی لڑکی سے نکاح ثانی کرنا چاہا تو مجلس عقد مین جناب خواجہ محمد باقی
کو قدم رنجہ فرمانیکی تکلیف دی۔ خواجہ نے ضعف کا عذر کیا اور شیخ رفیع الدین سے معذرت کہلا بہیجی کہ مین تمہارے
عقد کے جلسہ مین ضعف کیوجہ سے شریک نہین ہوسکتا۔ امید ہے کہ تم مجہے معذور رکہوگے میرے تمہارے تعلقات
نمایشی نہین ہین بلکہ فطرتی اور حقیقی طور پر وابستہ ہین اور جب یہ ہے تو گو مین بظاہر تمہارے جلسہ عقد مین شرکت
نہین رکہتا لیکن دل سے ضرور شریک ہون شیخ رفیع الدین محمد صاحب جب خواجہ کی اس معذرت پر مطلع
ہوئے تو خود حاضر خدمت ہوکر عرض کیا کہ حضور کو میرے جلسہ عقد مین ضرور شریک ہونا پڑیگا خواجہ نے
جواب دیا کہ عزیز من! مجھے اس شرکت سے معاف کرو۔ آجکل میرا ضعف اور نقاہت اسدرجہ بڑہے ہوئے ہین کہ
اعظم پور تو بہت دور ہے تہوڑی دور بہی جانیکی برداشت نہین کرسکتا شیخ نے عرض کیا بہلا حضور یہ کیونکر ہوسکتا ہے
کہ مین تنہا جاؤن بغیر آپکے مجہے کہین لطف صحبت نہین ملسکتا اگر حضور کی یہی مرضی ہی اور آپ میرے جلسہ عقد مین
قدم رنجہ نہین فرماسکتے تو مین بہی نہین جاتا شیخ کی اس تقریر نے خواجہ کو ساتہہ چلنے پر مجبور کیا اور اب وہ اعظم پور جانے کیلئے راضی ہوگئے

جب خواجہ محمد باقی اعظم پور پہنچے اور اُسطرف کے صوفیوں نے آپ کی آمد آمد کی خبر سنی تو سب جمع ہوئے اور بڑے جوش مسرت کیساتھ آپ کا خیر مقدم ادا کیا۔ ہر ایک شخص نے اپنے حوصلہ کے موافق زر نقد آپ پر نثار کیا اور ایک پُر تکلف اور عالیشان مکان مین مسند پر لا بٹھایا۔ اعظم پور کے اطراف و ضلاع سے جوق جوق صوفی آنے لگے اور آپکی صحبت مبارک سے فیضیاب ہونے لگے۔ اُس نواح کے سَو سَو کوس کے صوفی اس مجلس مین حاضر تھے اور محفل کا وہ رنگ تہا جو اس سے پیشتر کسی نے کبھی سنا تک نہ تہا۔ غرضکہ اسی محفل مین شیخ رفیع الدین محمد کا نکاح منعقد ہوا۔ اور مجلس برخاست کیگئی۔ جناب شاہ ولی اللہ صاحب اس واقعہ کو نقل کرتے ہوئے فرماتے ہین کہ میرے والد بزرگوار کی والدہ ماجدہ ان ہی شیخ محمد عارف کی صاحبزادی تہین جنکا نکاح شیخ رفیع الدین محمد سے اس مجلس مین ہوا۔ والحمد للہ۔ خلاصہ یہ کہ اس بیان سے وہ دلی تعلقات بخوبی ظاہر ہوتے ہین جو جناب خواجہ محمد باقی اور شیخ رفیع الدین محمد صاحب مین تھے۔

(۲) بیان کیا جاتا ہی کہ شیخ احمد سرہندی سے جناب خواجہ محمد باقی کی نسبت کوئی گستاخی و بے ادبی ظہور مین آئی اور کسی شخص نے خواجہ کی خدمت مین اُسے بجنسہ نقل کردیا جس سے آپ نہایت آشفتہ و برہم ہوئے اور آثار قہر و غضبناکی آپ کی پیشانی سے ظاہر ہونے لگے اتفاق سے وہان ایک تاگا پڑا ہوا تہا آپنے اُٹھا کر بڑی مضبوطی کیساتھ گرہ لگائی اور وہین ڈالدیا۔ شیخ رفیع الدین محمد نے جو خواجہ کے مزاج سے واقف اور شناسا تھے اس تاگے کو اُٹھا لیا اور بڑی حفاظت و احتیاط سے پاس رکھا۔ چند روز کے بعد شیخ احمد سرہندی قبض شدید مین مبتلا ہوئے۔ اور جون جون علاج کرتے گئے بیچینی بڑہتی گئی۔ آخرکار وہ اِسکے سبب کی تلاش اور تفحص کے درپے ہوئے اور مدت تک چھان بین کرتے رہے جب حقیقت حال واضح ہوا تو آپ دہلی مین آئے اور خواجہ کے رفقا سے اس بارہ مین شفاعت کی درخواست کی کسیکو اسقدر جرأت نہ پڑی کہ خواجہ کی خدمت مین اسکی بابت لب کشائی کرتا۔ اور شیخ احمد سرہندی کی معذرت کرکے اُنکی گستاخی معاف کراتا۔ انجام کار سب نے مجبور ہوکر جواب دیا کہ ہم خواجہ کی خلاف مرضی کچھہ نہین کرسکتے لیکن اگر تم خواجہ کے معشوق سے کہوگے تو امید ہے کہ وہ تمہارا مطلب حل کردینگے۔ شیخ احمد نے جناب شیخ رفیع الدین محمد کیطرف رجوع کی اور باصرار و الحاح اپنا حال عرض کیا۔ شیخ خواجہ کیخدمت مین حاضر ہوئے اور شیخ احمد کی التماس کو ایک ایسے شائستہ اسلوب اور عمدہ طریقے سے خلوت مین عرض کیا کہ خواجہ کو قبول کرنیکے سوا کچھہ بن نہ پڑا اور بہت سے لیت و لعل کے بعد خواجہ نے فرمایا بیشک مجھے تمہاری خاطر سے شیخ احمد کی گستاخی سے درگزر کرنا اور اُسکے سر پر معافی کا تاج رکھنا مناسب تہا لیکن کیا کرون وہ

تاگا میرے پاس سے گم ہوگیا۔ شیخ نے خواجہ کی اس مہربانی اور عزت افزائی کا شکریہ ادا کیا اور وہ تاگا جیب سے
نکال کر فوراً حاضر کر دیا اور خواجہ کے حکم سے اُسکی گرہ کھولڈالی۔ تاگے کی گرہ کھلتے ہی شیخ احمد کا قبض جاتا
رہا۔ اور اُنکا رنج و بیماری فرحت و صحت سے بدل گئی۔ اسواقعہ سے بھی جناب خواجہ محمد باقی اور شیخ رفیع الدین محمد کے
خصوصیات اور باہمی تعلقات کا کافی اندازہ ہوسکتا ہے اور یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ جو اعزاز شیخ رفیع الدین محمد کو
خواجہ کے علمی دربار مین حاصل تھا اُسکی کوئی برابری نہین کرسکتا تھا۔ اور اس میدان مین آپکی عظمت کے برابر
کوئی قدم نہین رکھہ سکتا تھا آپ کی بے مثال عزت اور لاثانی توقیر خواجہ کے عظیم الشان حلقہ مین سب کو
تسلیم تھی اور ہر شخص آپکو اپنا سرتاج سمجھتا تھا علاوہ ان دو واقعون کے کتابون مین اور بھی خواجہ محمد باقی اور شیخ
رفیع الدین محمد کے باہمی تعلقات اور اتحاد کی جنتی مثالین لکھی ہین۔ لیکن چونکہ وہ ناظرین کی دلچسپی سے خالی ہین
اسلیئے نظر انداز کیجاتی ہین۔ مگر مجھے یہان اسقدر اور کہنا مناسب معلوم ہوتا ہے کہ شیخ رفیع الدین محمد نے جس دلسوزی
اور دردمندی سے خواجہ محمد باقی کی خدمت کی بہر حال وہ اُن کا فرض منصبی سمجھا جاتا ہے مگر خواجہ نے جو اعزاز
واکرام شیخ رفیع الدین محمد کا اپنے مریدون کے حلقہ مین قایم کیا اُسکے احسان سے شیخصاحب کبھی سبکدوش نہین ہوسکتے
شیخ رفیع الدین محمد کی ذکاوت و فراست بھی خاصکر قابل ذکر ہے اور اُسکی روائتین حد سے زیادہ دلچسپ ہین
چنانچہ ایک دو روائتین یہان نقل کیجاتی ہین (۱) شیخ فرید بخاری جو اپنے وقت کے معزز امیرون مین سے ایک متمول
و دولتمند تھا اور قطع نظر تمول و دولتمندی کے نجابت و صلاح کو جامع اور مشائخ صوفیہ کا انتہا سے زیادہ معتقد
تھا اُسنے ایک عالیشان سرا کی بنیاد ڈالی اور کثیر التعداد روپیہ صرف کرکے اسمین چند بڑی بڑی عمارتین قایم کین
جب سرا اور اُسکی عمارتین بنکر تیار ہوگئین تو اُسنے اپنی عزت افزائی کیغرض سے شہر کے تمام مشائخ کی دعوت کی
اور سامان ضیافت مرتب کیا۔ شیخ رفیع الدین محمد صاحب کی خدمتمین بھی حاضر ہوکر عرض کیا کہ حضور مع رفقا کے
غریبخانہ پر تشریف لاکر کمترین کی عزت افزائی فرمائین چنانچہ آپنے اُسکی دعوت منظور کرلی اور مقررہ وقت پر
تشریف لیگئے۔ کھانیسے فارغ ہونیکے بعد سماع کی محفل گرم ہوئی۔ اور اہل مجلس مین سے ایک شخص پر وجد طاری ہوا
آناً فاناً اُسکا حال متغیر ہوتا گیا اور مستانہ نعرون سے ساری محفل گونج اُٹھی۔ تمام حاضرین دستور مجلس کے مطابق
اُسکی تعظیم کیلئے اُٹھے لیکن شیخ نے اپنی جگہ سے حرکت تک نہ کی۔ اسپر بعض لوگون نے چرچا کیا اور باہم بڑی
حیص بیص کے بعد سب کا اسپر اتفاق ہوگیا کہ بیشک شیخ کا یہ فعل خلاف طریقت ظہور مین آیا۔ شیخ نے فوراً اس
عیب گیری کو تاڑلیا اور سمجھہ گئے کہ ان لوگون نے میرے کھڑے نہونیکو تحقیر کی نگاہ سے دیکھا ہے لیکن ہنوز

آپ اُسیطرح بیٹھے رہے اور کسی سے کچھ نہین کہا جب اُس شخص کا وجد زائل ہوگیا اور محفل سماع برخاست ہوئی تو خود شیخ فریدنے آپسے دریافت کیا کہ صاحبِ وجد کی تعظیم کیلئے جو آپ کہڑے نہین ہوئے اسکا کیا سبب تھا شیخصاحب نے نہایت متانت و سنجیدگی سے جواب دیا کہ اگر تم اُس شخص سے اس وجد اور تغیر کا سبب دریافت کرتے تو میرے بیٹھے رہنے کا عذر بہت جلد روشن ہوجاتا۔ اور مجھسے دریافت کرنیکی حاجت نہ پڑتی چنانچہ شیخ فرید نے اُس شخص کو اپنے پاس بلایا۔ اور رقص و نعرے کا سبب پوچہا۔ جواب دیا کہ مین بجز اسکے اور کچھ نہین جانتا کہ دو تین روز کا عرصہ ہوا ہی کہ میری بیوی انتقال کرگئی ہی۔ اُسکا رنج و غم میرے دلمین اسوقت تک مضمر تھا جب یہ بیچین کردینے والے نغمی اور تڑپا دینے والے راگ میرے کان مین پڑے تو وہ رنج و غم بے اختیار بھڑک اُٹھے اور انتہا سے زیادہ بیچینی اور تغیر مجھہ مین ظاہر ہُوا پھر آپنے وہ تو دیکھہ ہی لیا جو مجھسے ظہور مین آیا جب یہ شخص اپنی تقریر کا سلسلہ ختم کرچکا تو شیخ رفیع الدین محمد نے کسیقدر کرخت آواز مین فرمایا کہ بھلا ایک نداف کی تعظیم کیلئے اُٹھنا جو اپنی جورو کے غم مین مبتلا ہوکر چند نعرے مارے مشائخ طریقت نے کہان اور کس جگہہ بیان فرمایا ہے حاضرین مجلس آپکی اس فہانت وذکاوت سے دنگ ہوگئے اور جنہون نے اسبارہ مین بحث کی تھی خجالت و شرمندگی سے سر نہ اُٹھایا اور انجام کار اپنی اس بیہودہ بحث سی توبہ کی اور شیخ سے معافی چاہی۔ اس واقعہ سے شیخصاحب کی ذہانت و تفرس سے قطع نظر کرکے آپکا قومی اعزاز و اقتدار بھی ثابت ہوتا ہی اور صاف معلوم ہوتا ہی کہ آپ قومی جلسون مین نہایت باوقعت اور مقتدر تسلیم کیئے جاتے تھے۔

(۲) خانعالم جو شاہی دربار کے امیرون مین سے تھا۔ اور ابتدا مین شیخ رفیع الدین محمد کا نہایت معتقد تھا ایک دفعہ اُسکے باغ مین جو اُسکی مکانسے بہت ہی متصل واقع تھا ایک فقیر وضع شخص وارد ہُوا۔ یہ فقیر بظاہر نہایت مہذب معلوم ہوتا تھا اور ابناء دنیا کی مخالطت صحبت سے کلی نفرت رکھتا تھا۔ بات بات مین اُسکی زبان سے قال اللہ وقال الرسول نکلتا تھا اور چونکہ چند روز مین اسکی توکل و قناعت اور تدین و تذہب نیز اتقا۔ خدا پرستی طہارت اور تقدس نفسانی ضمیری جوہرونکی درخشانی دیانت۔ نیک نیتی کی شہرت تمام دہلی مین پہیل گئی تہی اسلیئے تمام اسلامی پارٹیون مین اُسکی عزت کیجاتی تہی۔ اور قطع نظر اس خصوصیت کے چونکہ اُسکی تواضع اور نیک چلنی کا جادو خانعالم کے ہمجلیسون پر اپنا پورا اثر ڈال چکا تھا۔ اسلیئے دہلی کے ہر گلی کوچہ مین اُسکی قابلیت کی داد دیجاتی تہی۔ خانعالم کے ندیمون نے جب اُسکی لیاقت اور خدا پرستی کا ہر طرح پر امتحان کیا تو بسبیل تذکرہ اُسکے مفصل حالات خانعالم سے بیان کیئے اور وہ دل سے اُسکا معتقد ہوگیا۔ ایکدن کا ذکر ہے کہ شیخ رفیع الدین محمد کا

بھی اُس باغ مین گزر ہوا اور آپنے اُس فقیر کو دیکھکر خانعالم سے فرمایا کہ یہ شخص فقیر نہین ہے بلکہ ایک نہایت
زہریلا سانپ ہے اس سے تا بہ امکان بچتے رہنا۔ لیکن خانعالم نے آپکی اِس دلسوزی اور ہمدردی کو حسد پر محمول کرکے
ذرا بھی التفات نہین کیا۔ اور بجائے اسکے کہ شیخ کی نصیحت کو پیش نظر رکھکر اُس سے احتیاط کرتا اُلٹا آنکھ بند کرکے
اُسکی مصنوعی اور بناوٹی باتون پر جان قربان کرنے لگا۔ ابھی اسپر بہت دن نہ گزرنے پائے تھے کہ بادشاہ دہلی
نے خانعالم کو ایران کی سفارت پر متعین کیا اور چونکہ اس دور دراز سفر کیلئے کثیر التعداد روپیہ کی ضرورت تھی
اور اتفاق سے اُسوقت اسقدر روپیہ اُسکے پاس موجود نہ تھا اسلیئے وہ نہایت متحیر و متردد ہوا۔ فقیر نے
خانعالم کی اس سراسیمگی اور تذبذب کو معلوم کرکے دریافت کیا کہ تمہاری پریشانی اور تردد کا کیا سبب ہے
خانعالم نے تمام حال مفصلاً بیان کر دیا اسپر فقیر نے نہایت تسلی آمیز لہجہ مین کہا کہ تم روپیہ کیطرف سے پریشان
نہو مین اکسیر بنانا جانتا ہون لمحہ بھر مین تمہارے آگے روپیہ کا ڈھیر لگا دونگا۔ لیکن اسکے لیئے کسیقدر اسباب مہیا
کرنیکی ضرورت ہے۔ بدقسمت خانعالم فوراً اُسکے دھوکے مین آگیا۔ اور لاکھ روپیہ سے زائد کے توڑے اُسکے سامنے چن دیئے
مکار و عیار فقیر چند روز تک عجیب و غریب حیلے کرتا رہا۔ اور آہستہ آہستہ تمام روپیہ غارت کرکے ایکدن روپوش
ہوگیا ہرچند تلاش و جستجو کیگئی لیکن کہین سُراغ نہ لگا۔ خانعالم کو نقصان مایہ و دیگر شماتت ہمسایہ کا مضمون سمجھکر سخت نادم
ہُوا اور اپنی حماقت و ابلہ فریبی کے طشت از بام ہونیکے خوف سے خاموش ہوگیا۔ اور فقیر کی عیاری و دھوکا دہی
پر عش عش کرنے لگا۔ حقیقت مین اگر خانعالم شیخ رفیع الدین محمد کی دلسوزی و خیرخواہی سے بھری ہوئی نصیحت
پر عمل کرتا اور فقیر کے اِس رنگ و روغن پر نجاتا تو ایسا چشم زخم کبھی نہ اُٹھاتا۔ اور اگر اُسے ذرا بھی خداداد عقل ہوتی
تو ایسے درہم و دینار کے بندہ سے ہمیشہ کوسون دُور رہتا۔ لیکن اصل بات یہ ہے کہ غریب اور سادہ لوح خانعالم کو
بیشک اُس نفس کے بندہ کی صحبت بظاہر خوش اور سعید معلوم ہوتی تھی مگر اُسے یہ خبر نہ تھی کہ ایک مجسم شیطان
کا زہریلا اثر نہ صرف میرے مال کو زہر آلود کریگا بلکہ عزت و آبرو کو ایسی سخت مضرت پہنچائیگا کہ جسکا انجام کار ہاتھ
ملتا رہجاؤنگا۔ وہ کیا جانتا تھا کہ ایک ایسا شخص جسکی پنجگانہ نماز کبھی ناغہ نہو جسکی مجلس مین ہروقت وظیفہ وظائف
کا چرچا رہے جسکی زبان سے اللہ ہُو کے سوا دوسرا لفظ نہ نکلے میرے حق مین کالا ناگ ثابت ہوگا جس کا کاٹا
کبھی نہ بچ سکے گا۔ ان ہی گندم نما جو فروش فقیرون کے حالات پر ریمارک کرتے ہوئے ایک معزز ہمعصر لکھتا ہے
کہ "ایسے صوفیون اور فقیرونکو سلام ہے جو نفس کے بندے ہوکر مال فراہم کرنیکی دُھن مین لوگونکو ٹھگتے پھرتے
اور ناخدا ترسی سے ناواقفون کا اُلٹی چھری سے گلا کاٹتے ہین لیکن اُف تک نہین کرتے۔" اِسمین ذرا بھی

شک شبہ نہین کہ جس شخص نے فقر اور تصوف کو اپنی خبیث اور ناپاک نفسانی خواہشون اور حیوانی جذبات سے بہرہ حاصل کرنے کا ذریعہ قرار دے رکھا ہو اور انسانی عظمت اسلامی برتری علمی حرمت کو نیست و نابود کر کے ذلت کے آخری درجہ پر پہنچا رکھا ہے اُسکی ذات نہایت نفرتناک اور سخت تنفر انگیز ہے جو لوگ فقر تصوف کے ظاہری لباس سے آراستہ ہوتے اور رنگین کپڑے پہنکر گلے مین تسبیح ڈالکر فقیری کے پردہ مین غریبون کی گاڑھی کمائی کا مال غصب کرتے یتیمونکے حلقونسے بڑی بیدردی اور ظلم سے لقمہ نکالتے ہین اُنپر نیز اُنکی فقیری پر دوحرف۔ فقر و تصوف بجائے خود کوئی مضر اور شرع کے خلاف چیزین نہین ہین بلکہ انسے انسان کے ضمیری جوہر نہایت روشن و چمکدار ہوتے اور اپنے مین خدا تعالی کے سچے جلال و جبروت کی تابانی رکھتے ہین لیکن ایسے فقر و تصوف پر خدا کی لعنت جو انسانی شرافت و عظمت کے مٹانیوالے اور ذاتی جوہرون کے خون کرنیوالے ہون۔ فقر اکی فضیلت و بزرگی قرآن مجید کی متعدد آیات اور بیشمار حدیثون سے ثابت ہوتی ہے لیکن اسمین وہ دنیا طلب فقیر ہرگز داخل نہین ہین جو فقیری کی آڑ مین دنیا حاصل کرتے اور غریبونکے مال بیدریغ ہڑپ کر جاتے ہین۔ بلکہ اصلی فقیر وہ ہے جو اپنا مال و متاع خدا کی راہ مین قربان کردے اور خدا کی رضامندی و خوشنودی مین جان تک دریغ نہ کرے یہ شان فقیری ہے اور حقیقت مین انہین فقیرونکی نسبت جناب نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ یدخل فقراء امتی الجنۃ قبل الاغنیاء بخمسمائۃ عام یعنی میری امت کے فقراء غنی اور دولتمندون سے پانسو سال پیشتر جنت مین داخل ہونگے لیکن اُس فقیری کی نسبت جسکا مین اوپر ذکر کر آیا ہون۔ آپ صاف لفظون مین ارشاد فرماتے ہین کہ کاد الفقر ان یکون کفرا ایسی فقیری کا یہ اثر ہے کہ کیمیاگر درویش جو ابھی ابھی زہد و پارسائی کے لباس مین خانعالم کے باغ مین بیٹھا نظر آتا تھا جب یہان سے غریب خانعالم کا کثیر التعداد روپیہ غارت کر کے مخفی ہوا تو تمام زہد و پارسائی کو چھوڑ کر فسق و فجور اختیار کیا اور مذہب سے اسقدر دور ہوگیا کہ ڈاڑھی مونچھ منڈا کر برہمن کا روپ بھرا اور سادہ لوح ہندؤن کو ٹھگنا شروع کیا۔ جب خانعالم ایران کی سفارت کی تکمیل کر کے دہلی واپس آیا تو اثناء سفر مین حافظ محمد حسن نے جو خانعالم کا متبنّے تھا اور تفرس و ذکاوت مین اپنا نظیر نہ رکھتا تھا اس عیار درویش کو دیکھکر فوراً پہچان لیا اور گرفتار کر کے خانعالم کے پاس لے آیا۔ اس مکار نے اگرچہ پہلے پہل اپنا حال مخفی کرنے مین بہت کوشش کی لیکن جب طرح طرح کی ایذا اور المناک سزا دیگئی تو آخر کار اُسنے اپنے جرم کا اقرار کرلیا اور تلاشی کے بعد کچھ مال بھی برآمد ہوا۔ اسکے بعد خانعالم نے خواب مین دیکھا کہ ایک جلیل القدر اور واجب الاحترام بزرگ کی خدمت مین پہنچکر اُس سے

بیعت کی ہو اور اُسکی طاعت و بندگی کا حلقہ اپنے کان مین ڈال لیا ہو فوراً بیچینی کے ساتھ اُٹھہ کھڑا ہوا اور
چونکہ تصویرکشی مین پوری مہارت رکھتا تھا صبح کو اُس بزرگ کی تصویر ایک کاغذ پر کھینچی اور جناب خواجہ محمد باقی
کی خدمت مین حاضر ہوکر خواب کی تعبیر دریافت کی اور کاغذی تصویر ملاحظہ کیلئے پیش کی خواجہ نے فرمایا کہ تصویر
دیکھنے کی کوئی حاجت نہین مین اُس عزیز کو پہچان گیا ہون تمہین چاہیئے کہ شیخ رفیع الدین محمد سے بیعت کرو
اور اُن کے فرمان پر گردن تسلیم خم کردو چنانچہ خان عالم شیخ کیخدمت مین حاضر ہوا اور عذر و معذرت کرکے بیعت کی تجدید کی
الغرض شیخ رفیع الدین محمد صاحب کے اوصاف و کمالات اور خداترسی و روحانی جوہر و نکی جہانتک بیحد تعریف
کیجائے تہوڑی ہی آپکے تاریخی حالات و واقعات کتابون مین اسقدر لکھے گئے ہین کہ اگر انکا دسوان حصہ بہی ذکر کیا
جائے تو حیات ولی اُنکی وسعت نہین رکھتی اسلیئے مین اُن تمام واقعات کو قلم انداز کرکے صرف ایک ایسے واقعہ پر
آپکے حالات کو ختم کرتا ہُون جو نہایت ہی دلچسپ اور نشاط انگیز ہے۔

شیخ رفیع الدین محمد کے اگر تمام اوصاف و اخلاق سے قطع نظر کیجائے اور خواجہ محمد باقی کی خلافت کی انتساب
کو بہی الگ کردیا جائے تو بہی کرم و مروت کی ایک ایسی صفت آپ مین پائی جاتی تھی جس سے مخیرون اور عالی ہمتون
کی فہرست مین آپ کا نام نہایت روشن اور جلی حرفون مین نظر آتا ہی اور غالباً ایک اسی مروت پسندی کی صفت
نے آپکو دنیا بھر مین مشہور کردیا ہی آپکی مروت و حوصلہ مندی کی مثالین اگرچہ تذکرون مین بہت کچھہ پائی جاتی ہین
لیکن مین اسمقام پر صرف ایک واقعہ لکھتا ہُون جس سے واضح ہوجائیگا کہ شیخصاحب کو اس صفت مین اعلیٰ
درجہ کا کمال حاصل تھا۔

شیخ رفیع الدین محمد دولت علم کے علاوہ صاحب ثروت اور مالدار بھی تھے اور یہ تمام دولتمندی و تمول اُنہین
اپنے والد ماجد قطب العالم کے ورثہ سے حاصل ہوا تھا لیکن نہایت قابل تعریف ہی کہ آپ اس تمول کیساتھ اُس زیور
سے بھی آراستہ تھے جو مال و دولت کیواسطے زیب و زینت کا باعث ہی یعنے کرم و سخاوت جوانمردی خوش خلقی
مروت سب باتین آپ مین بوجہ احسن پائی جاتی تہین۔ فقرا اور مساکین کیساتھ سلوک کرنے اور رحیمانہ برتاؤ
سے پیش آنے کے سوا طلبہ سے بہت رعایت کرتے اور تا بامکان اُنکے ساتھ نیک سلوک کرتے آپکے
تمول تخصیص کیساتھ اسوجہ سے اور بھی قابل ذکر ہی کہ باوجودیکہ آپ کی دولتمندی اور تمول تمام دہلی مین اشاعت
پا چکا تھا اور حقیقت مین آپ کا تمول ایک امیر کبیر کی دولت کیساتھ ہمسری کا دعوی کرتا تھا۔ لیکن آپ ایسے
سادہ طریقہ سے اپنی زندگی بسر کرتے تھے جو ایک دولتمند سے مشکل اور سخت مشکل ہی آپ ہر شخص سے خواہ وہ

کسی رتبہ کا آدمی ہوتا نہایت عاجزی و انکسار اور متواضعانہ اخلاق سے پیش آتے۔

ایک دفعہ کا ذکر ہی کہ رہزنون کی ایک جماعت نے آپ کے تمول کی شہرت سُنکر آپکے مکان پر حملہ کرنا چاہا لیکن اس سے قبل کہ سب ملکر یکبارگی مکان پر ٹوٹ پڑین اور آپکا مال و متاع غارت کرکے لیجائین اپنے مین سے ایک شخص کو اسلیئے منتخب کرکے روانہ کیا کہ آمدورفت کے رستہ سے واقف ہوجائے اور نقد و اسباب کا پتہ لگا لائے اور یہ بھی معلوم کر آئے کہ گھر کے لوگ غافل ہین یا ہشیار۔ چنانچہ رہزنونکا منتخب کیا ہوا جاسوس لوگونکو غفلت مین پاکر شیخ کے مکان مین درآنہ گھس گیا۔ لیکن خدا کی شان گھر مین داخل ہوتے ہی اندھا ہوگیا اور نہایت بیچینی کے ساتھ چارون طرف ہاتھ پاؤن مارنے لگا۔ اُسکی یہ آہٹ محسوس کر کے گھر والے جاگ اُٹھے اور چراغ لیکر اِدھر اُدھر دیکھنا شروع کیا جب حقیقت حال پر مطلع ہوئے۔ تو شیخ کی خدمت مین عرض کیا آپنے اپنی انتہا درجہ کی مروت و کرم کیوجہ سے اہل خانہ کو حکم دیا کہ اس سے کسیطرح کا تعرض نکرو اور کچھ دیکر رخصت کردو چنانچہ آپکے ارشاد کی فوراً تعمیل ہوئی اور گھر والون نے اُسے کچھ نقد اور کھانا دیکر رخصت ہونیکی اجازت دی لیکن جاسوس نے بھرائی ہوئی آواز مین غل مچاکر کہا کہ مین کسطرح جاؤن نہ تو آنکھون سے دکھائی دیتا ہی نہ پاؤن مین رفتار کی طاقت ہی۔ میری آنکھین بالکل اندھی ہوگئین اور گھٹنے ٹوٹ گئے ہین۔ یہ سُنکر شیخ بستر خواب سے اُٹھے اور نہایت شفقت اور مہربانی سے اپنی لکڑی اُسکی آنکھون اور گھٹنون سے چھوادی۔ جاسوس بینا و تندرست ہوکر اپنی جماعت سے جاملا اور تمام واقعہ بجنسہ نقل کردیا۔ رہزنونکی جماعت نہایت نادم و پشیمان ہوئی اور تاسف کرتی ہوئی اوٹ گئی اِسکے بعد پھر کبھی انہون نے اِسطرف رخ نہین کیا۔ حالانکہ شیخ کا مکان شہر اور آبادی سے الگ واقع تھا اور مکان کی عمارت سنگین و پختہ نہ تھی بلکہ نہایت خام اور بودی تھی طرفہ یہ کہ آپکا تمول مشہور و معروف تھا اور کوئی پہرہ چوکی دینے والا موجود نہ تھا۔

شیخ رفیع الدین محمد کی اسقدر معروفی کے بعد اب ہم آپکے آبا و اجداد مین سے خاصکر اُن حضرات کے حالات مختصراً ذکر کرتے ہین جو ذیل کے سلسلۂ نسب مین تاریخی شہرت زیادہ رکھتے ہین اور جنکے واقعات دلچسپی و ندرت و جدت کے سامان بہت کچھ اپنے ساتھ لیے ہوئے ہین۔

شیخ رفیع الدین محمد

شیخ طاہر

شیخ حسن

۱؎ شیخ طاہر کے تین فرزند تھے لیکن دو حضرات کے نام باوجود تحقیق کے ابتک معلوم نہین ہوئے ۱۲

۲؎ شیخ حسن کے چار فرزند تھے مگر بجز شیخ محمد المعروف بہ خیالی اور شیخ عبد العزیز صاحب کے دوسرے دو صاحبزادون کے نام کا پتہ نہین لگا ۱۲

۳؎ شیخ عبد العزیز صاحب کے تین صاحبزادے تھے جن مین دو صاحبزادون کے نام کا پتہ نہین لگا ۱۲ مؤلف

شیخ محمد طاہر جو شیخ رفیع الدین محمد کے بیٹے تھے اور جو یورپ میں بڑے مشہور اور ناموَر عالم شمار کیے جاتے تھے
ملتان میں پیدا ہوئے آپکا خاندان ملتان میں بڑی ناموری اور نیکنامی کیساتھ مشہور تھا جسکی نجابت و شرافت کو نہ
صرف ملتان کے باشندے ہی بلکہ دور دراز کے لوگ تسلیم کرتے تھے اور جسکا اعزاز و اقتدار ہر طبقہ کے لوگ ہمیشہ پیش
نظر رکھتے تھے اسی طرح جب احترام اور شریف خاندان میں بہت سے ایسے مقتدر اور باوقعت لوگ موجود تھے جنکے فضل و
کمال کا تمام زمانے کو اعتراف تھا اور جس شہرت کیساتھ انکا نام پکارا جاتا تھا اس سے کہیں زیادہ وقعت لوگوں
کے دلوں میں پیدا ہوگئی تھی غرضکہ محترم شیخ محمد طاہر جنپر تاریخی روشنی ہمیشہ چمکیگی اس معزز و مقتدر خاندان میں پیدا ہوئے

ابتدائی زمانہ میں اگرچہ شیخ محمد طاہر کو حسب معمول قرآن شریف کی تعلیم پانیکے لیئے مکتب میں سپرد کیا گیا
لیکن یہ تعجب اور تعجب کیساتھ حیرت سے دیکھا جاتا ہے کہ انہوں نے تعلیم کیطرف بالکل توجہ نہیں کی بلکہ ہمیشہ سیر
شکار میں مصروف رہے اور یہی مصروفیت تحصیل علوم سے مانع ہوئی مگر جب آپ عمر کے ابتدائی مدارج طے کر کے
سن بلوغ کو پہنچے تو ایکدن کا ذکر ہے کہ آپکی ہمشیرہ نے قرآن مجید کی ایک آیت پیش کی اور اسکی تفسیر دریافت
کی جسکا جواب شیخ سے کچھ بن نہ پڑا لیکن اسکے ساتھ ہی آپکو اسدرجہ ندامت حاصل ہوئی کہ کسیطرح سر نہ اٹھا سکے
اسوقت آپکی غیرت میں اسقدر سلسلہ جنبانی ہوئی کہ قرآن مجید بغل میں لیکر اپنے وطن مالوف کو خدا حافظ کہا
اور تحصیل علوم کیلئے مسافرت کی ناگوار سختیاں برداشت کرنا اختیار کیں اب آپکی یہ کیفیت تھی کہ جس شہر یا قصبہ
میں کسی عالم کی شہرت سنتے اسکی خدمت میں حاضر ہوکر کچھ نہ کچھ حاصل کرتے۔ چند روز میں آپ ٹھٹھہ پہنچے
اور یہاں اسقدر قابلیت پیدا ہوگئی کہ قرآن شریف کے معانی و مطالب خود کرنیکی کامل مہارت اور مادہ قوی
حاصل ہوگیا۔ آپنے اپنی ہمشیرہ کو خط لکھا اور اسی آیت کی تفسیر لکھدی جسکی بابت انہوں نے استفسار کیا تھا

شیخ محمد طاہر کو اسوقت اگرچہ تمام علوم و فنون میں کافی دسترس پیدا ہوگئی تھی لیکن ہمت کو بلند پرواز
شاہین نے اسپر بس نہیں کیا۔ بلکہ ان کا ذوق علمی تھانیسر سے صوبہ بہار میں کھینچ لایا۔ کیونکہ اس عہد میں
بہار کے سوا تحصیل علوم اور تکمیل فنون کا کوئی دوسرا موقع طالب علموں کے حق میں نہ تھا۔ یہاں اسوقت اہل علم کا
بہت بڑا مجمع تھا اور ہر موقع پر علما کے جھگڑے رہتے تھے۔ جب آپ بہار میں پہنچے تو ایک مشہور علامہ کی خدمت
میں تکمیل علوم کی غرض سے تشریف لیگئے اور انہوں نے آپکو رشید اور ہونہار سمجھکر اپنے درس میں داخل کر لیا اور
نہایت محنت و جانفشانی سے چند روز میں تمام کتب درسیہ اور فنون رسمیہ پر عبور کرا دیا اب وہ زمانہ آیا
کہ آپ کی بیمثال جودت طبع اور لاثانی حافظہ کا علما کے عام طبقوں میں چرچا ہونے لگا اور شدہ شدہ

آپ کی عدیم النظیر ذہانت اور استحضار علوم کی وجہ انتہا شہرت تھی لوگوں کو آپ سے بیحد محبت ہو گئی لوگ جوق
جوق آپ کی زیارت کیلئے آتے اور آپکے فضل و کمال و علمی تبحر کا دل سے اعتراف کرتے۔

علاوہ ازین آپکے اخلاق ایسے وسیع اور عام تھے جنکا جادو بہت سے تمام باشندوں پر پوری طرح اثر ڈال چکا
تھا اور جسقدر آپ کی لطافت نیک چلنی عام خلائق کی ہر جگہ داد دیجاتی تھی ہمارے [illegible] کی
شرافت و ایمانداری کی تمام اہل شہر قدر کرتے تھے۔ جیسے اچھی ہیئت پسندیدہ عادات اور شائستہ اطوار نے
سے مسلمانوں کے تسخیر قلوب مین عام طور پر نامور یہ کمال کیا تھی [illegible] شیخ محمد طاہر کے فضائل کمالات و
وجاہت و نجابت کو دیکھا تو اپنی عزیز و پیاری لڑکی کو آپکے عقد مین دیدیا۔ خصوصاً چند روز بعد آپ نے پٹنا
کو چھوڑ دیا اور پورب کے کسی اطراف مین قیام فرمایا۔

الغرض خدا تعالی نے شیخ محمد طاہر کو وہ اندازہ کرنے والا دماغ اور جانچنے والی عقل عطا کی تھی جسکی نظیر
اُس عہد مین بہت مشکل سے ملتی تھی۔ آپ تمام علوم کو جامع اور مروجہ فنون کو حاوی تھے آپ کی نظر ایسی وسیع
اور غائر تھی کہ تمام علوم سے عمدہ عمدہ نتائج اخذ کرلیتے اور اُن کے جزئی و کلی مسائل کا پورے طور پر انتخاب
کرلیتے تھے۔ بہر حال آخر عمر مین آپکو وہ مرتبہ حاصل ہوگیا تھا کہ اپنے زمانہ کے علمائے سرتاج اور ثقات بزرگوار
متفق علیہ تسلیم کئے جاتے تھے۔ شیخ کے یہان تاضی بہائی کی پاکدامن دختر کے بطن سے تین فرزند پیدا ہوئے
جنمین سب سے بڑے اور بزرگ فرزند شیخ حسن تھے۔ شیخ محمد طاہر صاحب آخری عمر مین اپنے فرزندون اور
اہل و عیال کو ساتھ لیکر شہر جونپور مین چلے آئے تھے۔ یہین آپنے انتقال فرمایا اور یہین مدفون ہوئے آپکی
قبر شریف ہنوز موجود ہے اور لوگ دور دور سے اُسکی زیارت کیلئے آتے ہین۔

شیخ حسن صاحب جو شیخ طاہر کے بڑے فرزند تھے بچپن کے زمانہ مین نہایت ذہین اور حلیم فطرت رکھتے
تھے۔ لیکن جون جون آپ ابتدائی عمر کے مرحلے طے کرتے گئے۔ مزاج مین تواضع و انکساری آتی گئی نو سال
کی عمر مین آپنے قرآن مجید یاد کرلیا اور اسکے بعد کتب متداولہ کی تحصیل مین مشغول ہوئے۔ علم صرف نحو کی
معمولی کتابین پڑھنی شروع کین اور دو تین ہی برس مین اس فن کی تمام درسی کتابین نکال لین گیارہ
یا بارہ سال کی عمر مین آپکو صرف و نحو مین کامل مہارت اور تامہ لیاقت ہوگئی۔ اِسکے بعد آپنے فقہ و
حدیث وغیرہ علوم کی تعلیم پائی۔ فقہ و حدیث کے علوم اگرچہ نہایت سخت اور دشوارگزار علوم ہین لیکن
شیخ حسن صاحب کو اپنے بے مثل حافظہ اور عدیم المثال ذہانت کی بدولت یہ اہم اور مشکل علوم بھی پانی تھے

غرضکہ آپ اٹھارہ سال کی عمر مین تمام علوم متداولہ کی تحصیل سے فارغ ہو گئے تھے۔

اگرچہ اس امر مین ہماری واقفیت محدود ہی اور ہمین یہ بتانا بہت مشکل ہے کہ شیخ حسن کی خدمت معلمی کن علما کے سپرد کیگئی۔ لیکن اسمین ذرا شک نہین کہ تعلیم کا دوسرا جزو جسے تربیت سے تعبیر کیا جاتا ہے اُنکی اتالیقی خود جناب شیخ محمد طاہر کے ہاتھ مین تھی۔ اور شیخ محمد طاہر اس پایہ کے شخص تھے کہ اُس عہد مین بڑے بڑے نامور اور مشہور علما کی اتالیقی آپکے سپرد تھی جیسا کہ ہم اوپر ذکر کر آئے ہین بہرحال شیخ حسن کو تعلیم و تربیت کے اعتبار سے اعلیٰ درجہ کے اہل کمال مین شمار کرنا ضرور ہے۔

جب شیخ حسن صاحب فارغ التحصیل ہوئے تو دور دور سے لوگ آپسے فقہ و حدیث کی تعلیم پانیکی غرض سے جوق جوق آنے لگے اور اس کمسنی اور ابتدائی عمر مین آپ مقتدائے خواص اور معتقد علیہ علما تسلیم کیے گئے۔ لیکن آپکی طفلانہ نظرین پہلے ہی سے اس بات کی پیشینگوئی کرتی تہین کہ یہ شریف و نجیب بچہ آیندہ زمانے مین علم طریقت کا سراج اور مشائخ صوفیہ کا پیشوا قرار دیا جائے گا۔ اور بچپن کے زمانہ مین آپکی پیشانی سے وہ رشد و طلب کے آثار نمایان تھے جو صاف طور پر اس بات کی شہادت دیتے تھے کہ یہ ہونہار بچہ درویشون کا معتقد ہوگا

چنانچہ جس زمانہ مین سید حامد راجی شاہ کی عظمت و شہرت کا ستارہ اوج عروج پر شہاب ثاقب بن کر چمک رہا تھا اور اقبال کی یاوری اور کمال علم کا آفتاب اپنی پوری تابانی دکھلا رہا تھا نیز اُنکے ضمیری جوہرون اور روحانی جذبات کی روشنی اطراف عالم مین پھیل گئی تھی تو شیخ حسن بزرگ سید کے امتحان کی غرض سے اُنکی خدمت مین پہنچے۔ اور پہلے ہی مرحلہ مین جاذبہ ازلی نے محترم سید کے حلقہ مین آپکو کھینچ لیا۔ سید حامد راجی شاہ اپنے وقت کے مشائخ مین امتیازیہ نظرون سے دیکھے جاتے تھے اور علم طریقت مین آپنے وہ نام پایا تھا کہ مشائخ زمانہ آپکو نہایت معزز اور معتقد القاب سے یاد کرتے تھے۔ علاوہ ازین جو عظمت اور قدر و منزلت اُن کے دلون مین موجود تھی وہ ایسی اعلیٰ درجہ کی تہی جسکا کوئی کافی اندازہ نہین کر سکتا۔ آپ شیخ حسام الدین مانکپوری کے ممتاز خلیفہ تھے جو حقیقت مین شریعت و طریقت دونون طرح کے علوم کو جامع اور مشائخ چشتیہ مین اعلیٰ درجہ کا اعزاز و اقتدار رکھتے تھے اِسکے علاوہ شیخ نور قطب العالم کی خلافت کا ممتاز منصب بھی آپکو حاصل تھا۔ غرضکہ شیخ حسام الدین صاحب اپنے عہد مین ایک ایسے مسلم الثبوت صوفی تھے جو ہر بات مین اپنا نظیر نہ رکھتے تھے۔ آپ کا زہد و تقوےٰ و ورع ضرب المثل تھا اور آپ کا مستجاب الدعوات ہونا خواص مین بے مثل شہرت پا چکا تھا۔

شیخ نور قطب العالم ہندوستان کے نامور اور مشہور مشائخ مین سے تھے عشق و محبت۔ ذوق و شوق
تصرف و کرامت ریاضات و مجاہدات اور مذہبی مباحث مین سب سے زیادہ حصہ رکھتے تھے بلکہ اُس عہد
مین کوئی شخص اِن باتون مین آپکی ہمسری اور برابری کا دعوٰی نہ کرسکتا تھا۔ کثرت ریاضات نے تمام
عالم مین شہرت عام پیدا کردی تھی۔ اور علمار فضلا ر مشائخ کا مجمع آپکے مکان پر لگا رہتا تھا شیخ نور قطب
العالم کی لائف مین جو بات سب سے زیادہ استعجاب کی نظر سے دیکھی جاتی ہی وہ آپکی دینداری اور مذہبی تقدس
و جوش ہے جسکی نظیر اُس زمانہ کے مشائخ مین بہت مشکل سے ملتی ہی۔ آپ اپنے والد شیخ علاء الحق بن سعد
کے خلیفہ بھی تھے جو جامع علم ظاہر و باطن اور مرجع خواص و عوام تھے۔ گو خلافت کے اس ممتاز منصب نے
شیخ نور قطب العالم کو اور بھی مشہور و معروف کردیا تھا۔ لیکن واقعی بات یہ ہی کہ جس چیز نے آپکے فضل و کمال
کو منصب خلافت کے علاوہ تمام ہندوستان مین مشہور کردیا وہ آپکے علمی کارنامے اور تصرف و کرامات
کے سچے واقعات ہین جسکا نتیجہ یہ ہے کہ آجتک صفحات تواریخ پر اُنکی گہری جھلک پڑرہی ہے۔

شیخ علاء الحق قطع نظر اِسکے کہ بنگالہ اور پورب کے تمام مشائخ مین نہایت قدر و وقعت کی نگاہ سے دیکھے
جاتے تھے۔ اور اُس عہد کے علماء و مشائخ مین غیر معمولی شہرت رکھتے تھے۔ شریعت و طریقت کے دونون
علمون کو جامع اور علمی تبحر مین بے مثل تھے۔ آپکا علم و فضل مین وہ پایہ تھا جو محتاج بیان نہین یہ بات بجز
آپکے اور کسیکو بہت کم نصیب ہوئی ہی کہ جسنے آپکے فیض صحبت اور علمی تعلیم کا حصہ لیا وہ علم و فضل مین کامل
اور بےنظیر ثابت ہوا شیخ علاء الحق جناب شیخ سراج الدین اودہی کے خلیفہ ہین جو شیخ نظام الدین قدس
سرہ کے معزز جانشین اور ایک نہایت بزرگ اور اولوالعزم خلیفہ شمار کیئے جاتے ہین بالغرض جناب شیخ
محمد طاہر کے فرزند رشید شیخ محمد حسن بزرگ و محترم سید حامد راجی شاہ کے مرید و معتقد تھے اور اُنکے کمال علم
اور تبحر کیوجہ سے اُنہین مشائخ کا پیشوا اور علمائے شریعت و طریقت کا سرتاج جانتے تھے۔ چنانچہ آپکے اُس
دلی اعتقاد کی مثال جو سید حامد راجی شاہ کے بارہ مین رکھتے تھے۔ ایک تاریخی واقعہ سے خوب ظاہر ہوتی ہی۔
بیان کیا جاتا ہی کہ شیخ ہداد شارح ہدایہ اور چند نامور علماء نے جو شیخ حسن کے درس مین شریک اور آپکے
جلیس و انیس تھے آپکے اُس اعتقاد کو جو بزرگ سید کے حق مین رکھتے تھے استعجاب کی نظر سے دیکھا اور ایکدفعہ
تو برملا یہ کہہ بھی دیا کہ سید حامد راجی شاہ سے آپکا بیعت کرنا اور اُنکی متابعت کا حلقہ اپنے کان مین ڈالنا
نہایت ہی بعید اور دور از قیاس بات ہی کیونکہ آپ قطع نظر خاندانی عظمت و شان کے علوم و فنون مین عام طور پر

اپنے ہمعصرون مین ممتاز ہین اور آپکے ضمیری و روحانی جوہر تبے مین ممتازیت کی گہری تہ رکھتے ہین اسکے سوا آپکی دانش و فضل کا شہرہ تمام ملک مین پہیلگیا ہی اور اہل ملک کی نگاہین آپ پر وقعت کیساتھ پڑتی ہین باوجود اس فضل و شہرت کے آپکا سید حامد سے بیعت کرنا جو علم مکتب سے چندان حصہ نہین رکھتے سخت تعجب اور تعجب کیساتھ حیرت سے دیکھا جاتا ہی۔

شیخ ہداد کی یہ تقریر سُن کر جناب شیخ محمد حسن نے نہایت متانت اور سنجیدگی سے فرمایا کہ پیارے شیخ ہداد تمہارا یہ کہنا بالکل صحیح ہے کہ واجب الاحترام اور فخر خاندان و قوم سید حامد راجی شاہ مکتبی علم سے حصہ نہین رکھتے لیکن تمہین یہ معلوم ہی کہ ظاہری کتابی تعلیم جو ہر انسان کو مکتب مین دیجاتی ہی اُسکے لیے کچھہ یہی ضرور نہین کہ ہر انسان اس تعلیم سے مصلح قوم اور ریفارمر بننے کی قابلیت و لیاقت پیدا کرلے۔ بلکہ فطرت جس انسان کو اپنے ہنر کا نمونہ بنانا چاہتی ہی اُسکے ضمیر کو اول ہی روز سے روحانی جوہرون اور ربانی قابلیتون کے زیور سے آراستہ کردیتی ہی ایسے وقت مین اگر اُسے مکتبی تعلیم نہ بہی دیجائے تو بہی کوئی اندیشہ اور مضایقہ کی بات نہین ہوتی کیونکہ اُسکے روحانی جوہر جو پہلے ہی سے اُسمین مضمر کیے گئے ہین ایک نہ ایک روز اپنی اصلی تابانی اور روشنی دکھا کر ضرور رہین گے۔

یہ امر عموماً تسلیم کرنا پڑتا ہی کہ ظاہری کسب و محنت کو ہر چیز مین مداخلت ہی گو کوئی شخص کیسا ہی غبی اور کند ذہن ہو مگر پہر بہی محنت ایک ایسی چیز ہے کہ اگر اُسے باقاعدہ عملمین لایا جائے تو کچھہ نہ کچھہ حاصل ہوہی جاتا ہی لیکن اسکے ساتھ ہی یہ بات یاد رکہنے کے قابل ہی کہ ذہانت و حافظہ فطرت کی خاص عنایتین ہین جو مقدس اور پاک نفوس کو بغیر ظاہری تعلیم کے بہی حاصل ہوسکتی ہین اور ربانی قابلیتون کی وہ درخشانی و تابانی جو کسی پاک دل پر پرتو افگن ہوجاتی ہی۔ نہ جانکاہ محنت سے میسر ہوسکتی ہی نہ عرقریزی وہان کچھہ کام دیتی ہے لیکن اسپر بہی مین چاہتا ہون کہ اہل علم کی ایک جماعت منتخب ہوکر محترم سید کی خدمت مین بہیجی جائے تاکہ جو مشکل اور اہم مسائل اور علمی باریکیان دلمین کھٹکتی ہین اُنہین سید کی خدمت مین پیش کرین اگر سید کی توجہ سے حل ہوجائین اور اُنکا جواب باصواب حاصل ہو تو میری طرح اُنکو بہی معتقد و مرید ہونا چاہیے ورنہ خیر۔ چنانچہ شیخ ہداد وغیرہ نے اہل علم کی ایک جماعت سید کے امتحان کیلئے منتخب کی اور اُسے آپکی خدمت مین روانہ کیا۔ لیکن یہ عجیب اتفاق کی بات ہی کہ بعض لوگونکے اشکال تو راستہ ہی مین حل ہوگئے اور بعضون سے بزرگ سید کے پُر انوار جمال کے دیکہنے سے اور باقی لوگون کے شکوک و شبہات آپکے حکمت آمیز اور پر اسرار کلام

کے سننے سے مٹ گئے۔ حاضرین آپکے اس بےمثل اور عدیم المثال تصرف کی بانگی دیکھکر قدمون پر گر پڑے اور فورًا بیعت کرکے رابقۂ ارادت مین داخل ہوگئے۔

الغرض شیخ حسن صاحب ایک دراز مدت تک اُسی مسجد مین طالبونکے ارشاد و تعلیم مین مصروف و مشغول رہے لیکن بعد ازان سلطان سکندر کی استدعا سے جو سلاطین دہلی مین ایک انصاف پسند اور منصف مزاج بادشاہ تہا اور جو فیاضی اور سخاوت مین سب سے افضل و فائق شمار کیا جاتا تہا پُرانی دہلی مین تشریف لائے اور محل بجے منڈل مین اقامت اختیار کی۔

مجھے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ شایقین کی بصیرت و اطلاع کیلئے بجے منڈل کی مجمل ہسٹری مختصرًا قلمبند کرون ناظرین سے امید ہے کہ خارج از بحث کا الزام دینے سے معذور سمجھینگے۔ بجے منڈل ایک نہایت عظیم الشان اور خوشنما محل ہے جو قطب صاحب کے راستہ مین حوض خاص کے سامنے واقع ہے یہ ایک نہایت عالیشان عجیب و غریب اور حیرت افزا عمارت ہے۔ دلچسپ و دلکشا ہونیکے سوا کسی زمانہ مین بہت ہی خوش منظر اور پرفضا ہوگی لیکن اسکی موجودہ ویران حالت دیکھکر اُس شاہانہ شوق پر انتہا سے زیادہ افسوس ہوتا ہے جسنے اس عظیم الشان اور دلگیر عمارت کی بنیاد ڈالی ہوگی۔ بیان کیا جاتا ہے کہ یہ عمارت حوصلہ مند فیروز شاہ کے شوق کا نتیجہ ہے جسنے کثیر التعداد لاگت سے اسے تیار کیا تہا اسی عمارت کو جہان نما بھی کہا جاتا ہے اور بدیع منزل کے لقب سے بھی پکارا جاتا ہے لیکن عوام الناس بجے منڈل کہتے ہین۔ کتب تواریخ پر غائر نظر ڈالنے سے ثابت ہوتا ہے کہ یہ عالیشان اور خوبصورت عمارت اُسی زمانہ مین بنائی گئی تہی جس زمانہ مین فیروز شاہ نے فیروزآباد آباد کیا تہا۔ فیروزآباد کی تعمیر ۷۵۵ھ ہجری مین ہوئی۔ اور اُسکے چند سال بعد بجے منڈل کی تعمیر ہونی شروع ہوئی۔ اس عمارت کی قطع وضع نہایت ہی عجیب و غریب ہے۔ ایک بلند اور اونچے برج پر چار دیوارون کا ایک خوبصورت کمرہ بنایا گیا ہے۔ اس کمرہ مین سے گزر کر اُسکی بغلی دیوار مین اوپر جانے کا زینہ رکہا گیا ہے۔ چند زینے چڑھکر اوپر جانا ہوتا ہے یہان ایک نہایت کشادہ اور سنگین بارہ دری تہی جسکی خوشنمائی اور رونق کو اُسکے عروج کا زمانہ اپنے ساتھ لیتا گیا۔ یہان بجز اس عمارت کے اور کوئی چیز ایسی نہ تھی جسپر انسان کی نظر شوق سے پڑے۔ لیکن افسوس کہ اب وہ عمارت بہی ٹوٹ پہوٹ کر ڈھیر ہوگئی اور بجز علامات و نشانات ملبے کے اور کوئی چیز باقی نہین رہی مدتون کی بیمروتی نے ناز کخیال معمارون کی عجیب و غریب صنعت اور حیرت انگیز کاریگری کو بالکل بےرونق کردیا ہے اور بجائے اسکے کہ کبہی اس سے تفریح ہوتی تھی۔ دل گھبراتا اور وحشت زدہ ہوتا ہے۔ مورخون کا بیان ہے کہ فیروز شاہ نے ایک نقب بنائی تھی کہ قلعہ فیروزآباد سے اس مکان مین ہوکر نقب کے راستہ سے سوار حوض خاص تک چلے جاتے تھے۔ اگرچہ یہ عمارت

اب بہت شکستہ اور خراب ہوگئی ہے۔ لیکن پھر بھی نقشہ او ہیئت اور وضع قطع اچھی ہے۔
خلاصہ یہ کہ جناب شیخ حسن پرانی دہلی مین تشریف لائے اور بیجے منڈل مین اقامت اختیار کی اسی مقام پر آپنے انتقال فرمایا اور یہین مدفون ہوئے۔ کہتے ہین کہ سلطان سکندر کا بلند اقبال و ر ناموز فرزند فتح خان شیخ کا بہت بڑا معتقد تہا۔ ایکدفعہ اُسکے دلمین آیا کہ باپ سے بغاوت کرے اور باغیون کی ایک جماعت کی سرگردگی مین دار الحکومت پر حملہ آور ہوکر مستقل بادشاہ بنجائے۔ دربار کے بہت سے ندیمون اور سلطنت کے اُمراء اور کارکنون نے اُسکے ساتھ اسبارہ مین اتفاق کرلیا اور مسلح ہوکر وقت کے منتظر رہے۔ لیکن جب فتح خان نے اسبارہ مین شیخ سے مشورہ کیا تو آپنے اُسے بغاوت سے منع کیا۔ اور امن و امان کی بشارت دی اسی سے سلطان سکندر بھی آپ کا معتقد ہوگیا۔ اور آپکے اعزاز و اقتدار کا کوئی دقیقہ اُٹھا نہ رکھا۔
بعض مورخون کا یہ بھی بیان ہے کہ جب شیخ دہلی مین تشریف لائے تو بادشاہ وقت شیخ کے بعض کمالات پر خواب مین مطلع ہُوا۔ جسنے اُس کے پہلے اعتقاد مین ایک اور بھی نئی اور تازہ روح ڈالدی۔
جناب شیخ حسن ۹۰۹ھ ہجری کو بیجے منڈل کے محل مین بحالت وجد فوت ہوئے۔ آپ خاصے تندرست اور چُست چالاک تھے کسیطرح کی بیماری عارض نہ تھی۔ آپ کی مجلس مین طالبین کا جمگھٹا لگا ہوا تہا اور ایک باعی جسکا اول مصرعہ "اے ساقی ازان مے کہ دل و دین من ست" ہے بار بار پڑھی جاتی تھی جس سے آپ پر وجد طاری ہُوا اور اسی حال مین آپ کی مقدس روح جسم عنصری سے پرواز کرگئی۔ انا للہ وانا الیہ راجعون
کتاب مفتاح الفیض جو علم سلوک مین تصنیف کی گئی ہے۔ شیخ کی بہت بڑی یادگار ہے جس سے آپکے باطنی علم اور بیمثال روحانی جذبات کی شان و شوکت بڑی خوبی سے واضح و آشکارا ہوتی ہے۔
شیخ حسن کے انتقال کے بعد آپکے چار فرزند یادگار باقی رہے۔ لیکن اُن مین سے جنہین تاریخی شہرت حاصل ہے اور جنسے شیخ صاحب کی آیندہ نسلون کا سلسلہ بڑھا وہ صرف دو فرزند مین شیخ محمد المعروف خیالی اور شیخ عبد العزیز یہی وہ دو شخص ہین جنکے فضل و کمال کی شہرت عام طور پر تمام ہندوستان مین پہیلی ہوئی ہے اور جو علم سلوک کی کتابکے پورے دیباچہ اور الولد سر لابیہ کے کامل فوٹو تھے۔
شیخ محمد خیالی صحیح الحال لطیف المشرب قوی الریاضت تھے۔ اور علم سلوک کے دوسرے بازو سمجھے جاتے ہین حکومت دہلی کیطرف سے آپکا وہی اعزاز و اقتدار کیا جاتا تہا جو جناب شیخ حسن آپکے والد بزرگوار سے وابستہ تہا سلطان دہلی آپکی بڑی عزت کرتا تہا اور سیر و سفر مین اکثر اوقات اپنے ساتھ رکھتا تہا بلکہ کمال قدردانی سے

آپ کو اپنے تخت پر جگہ دیتا تھا اور یہ اُس قابلیت اور پولٹیکل لیاقت کا نتیجہ تھا جو روز اول ہی سے آپ مین مضمر تھی۔ لیکن آپنے باوجود حکومت کے اِس شان وشوکت اور شاہی اعزاز واقتدار کے اپنی اصلی حالت نہین چھوڑی۔ یہی وجہ تھی کہ آپ اپنے عہد مین پیشوائے مذہبی تسلیم کیئے گئے ہین۔

شیخ محمد خیالی کی شہرت اگرچہ زیادہ تر علوم سلوک مین ہو لیکن آپ فقہ وحدیث اور ادب وکلام مین بھی اجتہاد کا درجہ رکھتے تھے۔ گو آپ ابتدا مین اپنے والد بزرگوار کے مرید تھے اور انہین کے طریقہ کو استعمال مین لاتے تھے۔ مگر انجام کار آپ کا وہ ارتباط جو سلسلہ قادریہ کیساتھ وابستہ تھا آپ پر غالب آیا اور اسی زمانہ مین آپنے تکمیل فنون کی غرض سے دہلی سے سفر کیا اور ملک عرب مین پہنچکر حرم مدینہ مین سالہاسال ریاضات شاقہ مین زندگی بسر کی۔ جب حاجی عبد الوہاب بخاری دوسری مرتبہ حرمین شریفین کی زیارت کیلئے تشریف لیگئے تو آپنے شیخ محمد خیالی کو بشارت دی کہ جناب نبی عربی صلی اللہ علیہ وسلم نے خواب مین مجھسے ارشاد فرمایا ہے کہ اس ہندی شیخ زادے نے ایک مدت دشواری سے زندگی بسر کی ہو اب تو اُسے ہندوستان مین پہنچادے لہذا مین بکمال لجاجت عرض کرتاہون کہ آپ میرے ساتھ ہندوستان تشریف لیچلین۔ شیخ نے فرمایا یہ سچ ہو لیکن تاوقتیکہ خود مجھے اسکا حکم نہوگا۔ ہندوستان نہین جاسکتا چنانچہ جب آپ اسپر مامور ہوئے تو حاجی عبد الوہاب بخاری آپکو ہندوستان مین لایا اور یہان پہنچکر آپ کا انتقال ہوگیا۔ آپ بھی منڈل مین اپنے والد بزرگوار کے پہلو مین آرام فرمارہے ہین۔

شیخ محمد خیالی کے خلفا بیشمار اور انگنت ہین اور یہ آپ ہی کے بیمثل فیض کا نتیجہ تھا کہ جسنے آپسے فیض صحبت حاصل کیا وہ بھی علم وفضل مین کمال عروج کو پہنچگیا اور شہرت مین بینظیر اور عدیم المثال ثابت ہوا آپکی خانقاہ مین بعض ایسے ہی معزز ومقتدر خلیفہ ہین جو خود امام وقت اور مجتہد فن کہلائے جاتے ہین اور جو کمال وتکمیل کے مرتبہ پر پہنچ چکے ہین۔ شیخ امان اللہ پانی پتی اور شیخ عبد الرزاق جھنجانوی کو کون نہین جانتا اور کونسا آدمی ایسا ہی جو اُنکے فضل وکمال سے واقف نہین ہو یہ لوگ ایسے نہین ہین جنکے تبحر اور فیض صحبت مین ہندوستان کے مشہور اور نامور مشائخ کو کلام ہو۔

شیخ حسن صاحب کے دوسرے مشہور اور دنیا کے نامور فرزند رشید شیخ عبد العزیز ہین جنکی تاریخی زندگی کی حالات مین سب سے اول اور سب سے مفصل لکھنا چاہتا تھا کیونکہ میرا ذاتی شوق اور اس نجیب شریف خاندان کے معزز حضرات کے حالات کی غایت کے لحاظ سے یہی ایک مضمون اس قابل تھا جو سب سے پیشتر مفصل لکھا جاتا

مگر ترتیب مضامین اور نسق کلام کی وجہ سے مین اِس مضمون پر فنا ور مین پہنچا حقیقت مین شیخ عبد العزیز ہی ایک
ایسے مقدس اور فقیر طبیعت بزرگ تھے جنکی ذاتی شرافت و نجابت جنکی محتاط زندگی جنکی تورع و پرہیزگاری نے
آپکو دور دور مشہور کر دیا تہا اور جن کی تقدس مآبی اور پاکی کی ناموری نے آپکے شریف و معزز خاندان مین اور
بھی جان ڈالدی تہی آپکے بچپن کا زمانہ درحقیقت آپکی آئندہ لائف کا ایک مختصر دیباچہ اور پورا فوٹو تہا دیکھنے
والے اِس شدنی اور ہونہار بچے کی طفلانہ نظرون سے پہلے ہی تاڑ گئے تھے کہ کچھ دنون بعد ہی ہلال ملکت مین
بدر کامل ہو کر چمکنے والا اور اپنی پوری تابانی سے ایک عالم کو روشن و منور کرنے والا ہی اور درحقیقت ایسا ہی
ہوا ہی طبقہ علمائے صوفیہ مین جس قدر مشہور و معروف خاندان دنیا مین گذرے ہین اُن مین سے یہ خصوصیت
خاص پہلے ہی روز سے آپکے حصہ مین تھی کہ علاوہ تکمیل علوم درسیہ و فنون رسمیہ کے سلسلہ سہروردیہ و قادریہ
کے خرقہ سے ممتاز ہون۔ دنیا مین ہر شخص کے ایک فنی ہونیکی شہرت رکھتا ہی اور ایک ہی علم مین اُسکی نظر وسیع
ہوتی ہے اور وہ اُسمین تبحر حاصل کرتا ہی۔ زیادہ سے زیادہ دو فن تک اُسکا شاہین کمال بلند پروازی کیا کرتا ہی
لیکن تعجب کے ساتھ دیکھا جاتا ہی کہ آپ تمام علوم کو جامع اور سب مین تبحر رکھتے تھے اور ہر علم مین ویسی ہی بحث
کر سکتے تھے جیسی کوئی شخص اپنے علم خاص مین بحث کرتا ہی۔ اِس سے زیادہ کیا فخر کا باعث ہو سکتا ہی کہ آپکی
قابلیت و لیاقت ہر قسم کے اہل فن کو تسلیم تہی۔ اور سب کو آپکے فضل کا اعتراف تہا۔

شیخ عبد العزیز صاحب ہنوز دو تین ہی سال کے تھے کہ آپکے والد بزرگوار اپنی عمر شریف کے مرحلے طے کرکے رہگرائے
سفر عالم آخرت ہوئے اور اپنا فیض باطن شیخ قاضی خان ظفر آبادی کے حوالے کر گئے جو آپکے ایک نہایت معزز
خلیفہ تھے اور جن کی استقامت و کرامت زہد و تجرید۔ ریاضت و مجاہدات تاثیر صحبت کا اُس زمانہ مین کوئی
دوسرا دعویدار نہ تہا اور تصرف و کرامت مین اپنا جواب نہین رکھتے تھے شیخ عبد العزیز جب ابتدائی عمر کے مرحلے
طے کرکے سن تمیز کو پہنچے تو جناب سید محمد بخاری ابن حاجی عبد الوہاب بخاری کی خدمت مین تحصیل علوم کی غرض
سے حاضر ہوئے۔ چونکہ سید محمد اور خود اُن کے والد بزرگوار حاجی عبد الوہاب بخاری جناب سید حسن صاحب کے
فضل و کمال کے معترف اور اِس امر کی علی الاعلان شہادت دیتے تھے۔ کہ درحقیقت شیخ حسن ہی اِس زمانہ مین تمام
علوم و فنون مین فرد ہین۔ نیز شیخ عبد العزیز کی ذاتی خوبیون اور فطری قابلیتون نے سید محمد بخاری کو اپنا
گرویدہ کر لیا تہا۔ اِس لئے اُنہون نے شیخ عبد العزیز کی اتالیقی کے نازک اور اہم فریضہ کو اپنے ہاتھ مین لیا اور نہایت
قابلیت اور دلسوزی سے اِن فرائض کو ادا کیا جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ چند روز مین شیخ عبد العزیز کو اُنکی فیض صحبت

اور تعلیم و تربیت نے فقہ حدیث ادب کلام اور تمام دینیات مین کامل کر دیا۔

جب شیخ عبدالعزیز درسی کتابون کی تکمیل سے فارغ ہوئے تو حاجی عبدالوہاب بخاری کی خدمت مین چند روز رہکر خصوصی استفادہ حاصل کیا اور خرقۂ سہروردیہ زیب تن فرمایا حاجی عبدالوہاب بخاری نے سید راجو قتال سے خرقہ حاصل کیا تھا جو جناب مخدوم جہانیان کے چھوٹے بھائی تھے اور جو بہت عمر اور مسن ہوکر راہ آخرت پر گامزن ہوئے تھے۔ آپنے خود مخدوم جہانیان اور نیز شیخ رکن الدین ابوالفتح سے خرقہ حاصل کیا تھا انکی سند طبقہ صوفیہ مین بہت بڑی شہرت رکھتی ہے جناب حاجی عبدالوہاب صاحب نے جسطرح سید راجو قتال کی صحبت سے فیض اٹھایا تھا اسیطرح مدت تک شیخ عبداللہ قریشی کی صحبت مین بھی حاضر رہکر فیضیاب ہوئے تھے۔ الغرض جب شیخ عبدالعزیز صاحب نے اس فضل و کمال کی شہرت حاصل کی اور علم شریعت و طریقت مین پورے طور پر تکمیل کرلی۔ تو شیخ قاضی خان نے اپنے فرزند رشید شیخ عبداللہ کو ظفرآباد سے شیخ عبدالعزیز کی خدمت مین روانہ کیا تاکہ وہ اُن فیض باطن کو یاد دہانی کرے جو شیخ حسن صاحب نے قاضی خان کے حوالے کیا تھا اور اُسکے ساتھ ہی یہ بھی کہلا بھیجا کہ مین خود حاضر خدمت ہوتا ہون مگر اس مین طلب شرط ہے شیخ عبدالعزیز یہ پیام پاتے ہی متوجہ ظفرآباد ہوئے اور جب وہان پہنچے تو زر نقد مال متاع۔ گھوڑا کپڑا وغیرہ جو کچھ پاس رکھتے تھے سب راہ خدا مین صرف کر دیا اور حالت تجرید مین پورے تین سال تک طرح طرح کی مشقتون اور ریاضتون کی برداشت کی یہانتک کہ ارشاد و تکمیل کے مرتبہ پر پہنچگئے اور اسمین آپکو خاطر خواہ عروج حاصل ہو گیا۔

جب یہ سب کچھ ہوگیا تو شیخ قاضی خان ظفرآبادی نے جناب شیخ حسن کا باطنی فیض آپکے سپرد کر دیا اور دہلی کی طرف مراجعت کرنیکی اجازت دی آپ اُنسے رخصت ہوکر اپنے قدیم قیامگاہ مین تشریف لائے اور ارشاد کے قوانین و قواعد کی بنیاد ڈالی اور مسایل سلوکیہ کا اچھی طرح اعلان کیا۔ اگرچہ شیخ عبدالعزیز نہایت ذکی الطبع اور ذہین تھے اور اسکے ساتھ ہی فقہ حدیث علم سلوک مین کامل مہارت حاصل کر چکے تھے۔ مگر پھر بھی اس اثنا مین سید ابراہیم ایرجی کی خدمت مین مدت تک علوم تصوف کے دقایق اور باریکیان حاصل کرتے رہے اور انجام کار سلسلہ قادریہ کے خرقہ سے سرفراز کئے گئے۔ سید ابراہیم ایرجی تمام فنون علم مین کامل اور اکثر خانوادون کی برکات کے جامع تھے۔ لیکن نسبت قادریہ اُسپر غالب آگئی تھی اور خرقہ قادریہ شیخ بہاؤالدین قادری سے زیب تن فرمایا تھا۔

خلاصہ یہ کہ شیخ عبدالعزیز صاحب ہمیشہ ریاضت و مجاہدت مین مصروف رہے اور جو کچھ آپنے جوانی کی حالت مین اپنے اوپر لازم کیا۔ اُسے آخر وقت تک نہایت دلیری اور جرأت کیساتھ ادا کیا شیخ عبدالعزیز صاحب کی

تاریخی زندگی مین جو بات سب سے زیادہ قابل تعریف اور لائق تقلید ہے وہ یہ ہے کہ آپنے اپنے خاندان کے طریقہ کی اتباع اور اسلاف کے رویہ کی پیروی مین کوئی دقیقہ کبھی فروگزاشت نہین کیا اس سے زیادہ قابل تعریف بات یہ ہے کہ آپ آداب مشائخ کے تحفظ مین انتہا درجہ کی کوشش کیا کرتے تھے۔ آپکے ادب کا یہ حال تہا کہ کبھی کسی شیخ کا نام نہین لیا بلکہ ہمیشہ معزز الفاظ اور وزنی خطابات سے یاد کیا کرتے۔ بالخصوص اپنے موجودہ مشائخ کا کا غایت درجہ اعزاز و احترام پیش نظر رکھتے اور اُن کا بڑے قیمتی الفاظ مین شکریہ ادا کرتے۔

آپ مین فیاضی کا مادہ نیچرل اور فطرتی تہا۔ علاوہ اُس فیاضی کے جو آپسے عام طور پر ظہور مین آئی خفیہ طور پر بہی علما صلحا اور حاجتمندونکی اعانت مین کثیر التعداد رقمین صرف ہوئی ہین۔ یہی وجہ ہے کہ جسطرح صوفیون اور مشائخون اور علما کے طبقون مین آپکے فضل و کمال اور تصرف و کرامت کی ایک غیر معمولی شہرت اور دہوم مچی ہوئی ہے اسیطرح مشہور و نامور فیاضونکی فہرست مین بہی آپ جلی اور روشن حرفون مین دیکہے جاتے ہین

باوجود اس شان و شوکت اور اعزاز و اقتدار کے آپکے مزاج مین انتہا درجہ کی سادگی اور عجز و انکسار تہا درویشون اور عالمون سے خود اُنکے قیام گاہون مین جاکر ملاقات کرتے اور ہر شخص سے خواہ کسی مرتبہ کا آدمی ہوتا نہایت خندہ پیشانی اور متواضعانہ اخلاق سے پیش آتے اگر کسیکی بیماری کا حال آپکو معلوم ہوتا تو دن مین کئی کئی مرتبہ جاکر عیادت کرتے۔ اس کے علاوہ عفو و ترحم حد اعتدال سے متجاوز تھے۔ گو بعض ناسمجھ خدام اور جہلا عوام بدزبانیان کرتے تھے مگر آپ اپنی بلند نظری اور حوصلہ مندی سے ہمیشہ درگزر کیا کرتے اور اپنی عام فیاضیون سے دشمن و دوست کو مالامال کر دیتے تھے۔

ان ہی باتون پر کیا منحصر ہے حلم بردباری صبر رضا تسلیم۔ غرضکہ جسقدر عمدہ اور اچھے اخلاق ایک نہایت اولوالعزم اور بزرگ شخص مین پائے جانے ضرور و لازم ہین سب آپ مین بوجہ احسن پائے جاتے تھے اور ان تمام باتون مین آپکا کمال اُس عہد کے لوگون کو تسلیم تہا۔ اسلیئے ہم نہایت زور دیکر کہہ سکتے ہین کہ اسمین ذرا بہی شک نہین کہ شیخ عبد العزیز صاحب تمام اخلاق محمودہ مین مشائخ چشت کی ایک محسوس یادگار اور دنیا کے ممتاز و مشہور اہل کمال مین سے تھے۔

آپنے ۶۔ جمادی الاخری سنہ ۹۷۵ ہجری مین انتقال فرمایا اور آیہ فسبحان الذی بیدہ ملکوت کل شیء والیہ ترجعون پر آپ کا خاتمہ ہوا۔ آخر مین ہم اُس سلسلہ قادریہ کو اس مقام پر تبرکاً نقل کرنا مناسب سمجھتے ہین جو خاص شیخ عبد العزیز صاحب کی قلم سے لکھا ہوا ہے اور چونکہ عربی دانون کیلئے اسمین زیادہ حصہ ہے اسلیئے بجنسہ عربی مین لکھتے ہین

بسم الله الرحمن الرحيم - الحمد لله الذی هدٰنا الی سبيل الرشاد وامرنا باتباع الحق والسداد والصلوٰة والسلام
علی نبيه محمد وآله اولی الولاية والارشاد وصحبه الاكرمين الاكملين الامجاد وبعد فيقول العبد تراب
الاقدام خدام اهل بيت النبی عليه الصلوٰة والسلام ذرة ناچيز عبد العزيز بن حسن نصره الله بعفوه وحفظه نفسه
يوم جزاء من امسمان الاخ الاعز الاكرم العامل العالم افتخار الافاضل والاكامل سلالة الاولياء قدوة الاصفياء
الشيخ يحيی بن الشيخ معين الدين خالدی جعله الله تعالی من اهل صفوته واصطفاه بخلوص محبته وكمال معرفته
لما شرفنا بشرف حضوره وصحبته وتقرر لدی رسوخ اعتقاده ومحبته عقدت معه عقد الاخوة الدينية و
البسته خرقة المشائخ الصوفية قدس الله تعالی ارواحهم ونور اشباحهم وانا لبستها بطريق الارشاد والوكالة
والنيابة والاجازة والخلافة من شيخی ومرشدی ومخدومی وسيدی وسندی سيد السادات منبع السعادات
السيد ابراهيم بن معين بن عبد القادر بن مرتضی الحسنی القادری سلمه الله تعالی وشيخی ومرشدی المشار
اليه لبس من شيخه ومرشده ابی البركات بهاء الملة والدين ابراهيم الانصاری القادری افاض الله علينا شآبيب
بركاتهم وشيخه ومرشده المشار اليه لبس من شيخه السيد السند قطب الوقت ابی العباس احمد بن حسن الجيلی
المغربی الشافعی وهو من ابيه السيد السند الشريف السيد حسن وهو من ابيه السيد الشريف موسیٰ وهو من ابيه السيد
السند الشريف علی وهو من ابيه السيد السند الشريف محمد وهو من ابيه السيد الشريف حسن وهو من ابيه
السيد الشريف محمد صلو احمد وهو من ابيه السيد الشريف محی الدين ابی نصر وهو من ابيه السيد الشريف ابی صالح
وهو من ابيه السيد الشريف عبد الرزاق وهو من ابيه القطب الربانی والغوث الصمدانی محی الملة والدين
ابی محمد عبد القادر الحسينی الجيلانی وهو من شيخه ابی سعيد علی المخزومی وهو من شيخه الاسلام ابی
الحسن علی بن محمد بن يوسف القرشی البكاری وهو من شيخه ابی الفرح يوسف الطرسوسی وهو من الشيخ عبد الواحد
ابن عبد العزيز اليمنی وهو من ابی بكر الشبلی وهو من سيد الطائفة جنيد البغدادی وهو من سری السقطی وهو
من معروف الكرخی وهو من ابی سليمان داؤد بن نصر الطائی وهو من الامام علی بن موسیٰ الرضی وهو اخذ العلوم و
الادب من والده الامام موسیٰ الكاظم وهو من والده الامام جعفر الصادق وهو من والده الامام محمد الباقر وهو من
والده الامام زين العابدين وهو من والده الامام حسين وهو من والده الامام علی بن ابی طالب رضی الله عنهم
وهو من سيد المرسلين وخاتم النبيين حبيب رب العالمين محمد بن عبد الله صلی الله عليه وآله وصحبه
الطيبين الطاهرين وهو قال ادبنی ربی فاحسن تاديبی - انتهی كلامه ؛

جناب شیخ عبد العزیز کے انتقال کے بعد اُنکے چند فرزند باقی تھے۔ جنمین شیخ قطب العالم بلحاظ فضل
کمال علم و دانش۔ جود و سخا سب سے ممتاز اور مستثنےٰ تھے۔ علمی ذوق و شوق خدا نے آپکو پہلے ہی سے دیا تھا
یہی وجہ تھی کہ گو تربیت کی اتالیقی جو تعلیم کا دوسرا جزو ہی جناب شیخ عبد العزیز ہی کے ہاتھ مین تھی۔ لیکن
مختلف علوم جو اُس زمانہ مین رائج اور درس مین داخل تھے آپنے ہر فن کے مجتہدین سے جداجدا حاصل کیے۔ علم
فقہ و حدیث کو خاص طور پر علمائے وقت سے حاصل کیا۔ صرف نحو کلام و ادب اور اسی قسم کے وہ فنون جو
عربیت کے جزو اعظم کہلائے جاتے ہین اور جو اہل علم کیواسطے گرانمایہ جوہر ہین اُنمین آپکو اسقدر کمال تھا کہ ماہرین
فن مین شمار کیے جاتے تھے۔ علیٰ ہذا القیاس وہ تمام مجلسی علوم جنکی مختلف ممالک و اقوام مین بہت بڑی عزت کیجاتی ہے
اُن مین بھی آپکی طبیعت نہایت موزون اور قابل واقع ہوئی تھی۔ یہی وہ اوصاف تھے جن کی وجہ سے آپ تمام
بھائیون کی نسبت اپنے مین ممتازیت کی گہری تہ رکھتے اور سب سے ممتاز و مستثنےٰ سمجھے جاتے تھے۔

بیان کیا جاتا ہی کہ ابتدائی زمانہ مین آپکو وجد و سماع کے طریقہ سے بالکل انکار تھا بلکہ صوفیون کے تمام
اوضاع و اطوار سے کلیۃً اعراض تھا۔ آپ ہمیشہ ان باتون سے مجتنب و محترز رہتے اور وجد و سماع کی مجلسون
مین شریک ہونے کو لہو و لعب سے زیادہ تصور نہ کرتے۔ ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ جناب شیخ عبد العزیز صاحب کی مجلس میں
سلوک گرم تھی اور وعظ و ارشاد کا دروازہ کھلا ہوا تھا۔ صوفیون کے جھگمٹے لگے ہوئے تھے۔ علما کا مجمع مجلس کی رونق
دوبالا کیے ہوئے تھا۔ اسی اثنا مین شیخ قطب العالم بھی تشریف لے آئے اور خاموشی و متانت کیساتھ ایک
طرف بیٹھ گئے۔ شیخ عبد العزیز صاحب اپنے فرزند رشید کیطرف متوجہ ہوئے اور اُس روحانی توجہ اور زبردست
کشش کا آپ پر یہ اثر پڑا کہ فوراً بیخود ہو گئے۔ حاضرین مجلس نے خوشی کے نعرے بلند کیے اور غل مچا کر کہا الحمد للہ
کہ آپکے صاحبزادے صوفیون اور اُنکے طریقے کے معتقد ہو جائینگے اور اپنے انکار و اعراض سے پشیمان ہو کر قائل
ہو جائینگے لیکن شیخ عبد العزیز نے فوراً اُنہین خاموش کر دیا اور شتابانہ لہجہ مین فرمایا کہ قطب العالم کا انکار
ایک ایسا مستحکم و مضبوط ہے جسکی کوئی حد نہین۔ علاوہ اسکے ہنوز اُنکی طلب کا زمانہ نہین آیا ہی جس سے وہ مجبور ہین
چنانچہ جب آپ کی بے خودی دور ہو گئی اور ہوش مین آئے تو حاضرین نے اُس کیفیت کی بابت سوال
کیا فرمایا خواب کی طرح ایک قسم کی بیہوشی مجھپر طاری ہو گئی تھی جو کسیطرح قابل اعتبار اور لائق لحاظ نہین
ہوسکتی۔ لیکن جب شیخ عبد العزیز صاحب کا پیمانۂ حیات لبریز ہو کر چھلک گیا اور آپ دنیا سے سفر کرکے رہگرائے
عالم آخرت ہوئے تو شیخ نجم الحق جو جناب شیخ عبد العزیز صاحب رحمہ اللہ کے نہایت ممتاز و معزز خلیفہ تھے اور

جنکی باطنی توجہ و تصرف کی دہوم ایک عالم مین پہی ہوئی تہی اپنے مرحوم و مغفور شیخ کے مرقد شریف کی زیارت اور ماتم زدون کی تعزیت کیغرض سے تشریف لائے جب زیارت سے فارغ ہوئے اور شیخ مرحوم کے اعزہ و اقارب سے ملاقاتین کر چکے اور وہان سے وطن مالوف کیطرف مراجعت کرنی چاہی تو شیخ قطب العالم کی درگاہ مین تشریف لیگئے آپ اُسوقت طلبہ کے درس مین مشغول تہے اور نہایت توجہ و اطمینان کیساتہہ علوم کے رموز و باریکیان بیان فرمارہے تہے شیخ نجم الحق نے آپکی طرف نظر التفات سے دیکہا اور ایک عجیب و غریب تصرف کرکے جہٹ سوار ہوگئے آپکی پالکی ہنوز تہوڑی دور تہی کہ شیخ قطب العالم مین انتہا سے زیادہ کرب بے چینی ظاہر ہوئی اور یہ کیفیت ساعت بساعت اور آناً فاناً بڑہتی گئی۔ یہانتک کہ آپ پا پیادہ افتان و خیزان شیخ نجم الحق کیطرف متوجہ ہوئے اور اُنسے بیعت کرکے طریقہ صوفیہ حاصل کیا۔

اسکے بعد جب خواجہ محمد باقی قدس سرہ طریقہ نقشبندیہ کے پہیلانے اور اسکے عام رواج دینے مین مشغول ہوئے اور آپ کی شہرت کا ستارہ معراج کمال پر پہنچا تو شیخ قطب العالم آپ کی خدمت مین حاضر ہوگئے اور مدت تک فیض صحبت حاصل کرتے رہے۔ یہ عجیب بات ہے کہ خواجہ محمد باقی جو ابتدا مین شیخ قطب العالم کے سلسلہ تلامذہ مین داخل تہے۔ اور ایک مدت تک آپکی خانقاہ کے مجاور رہے تہے۔ اب خود شیخ قطب العالم نے اُن کا تلمذ اختیار کیا لیکن نہایت مسرت کیساتہہ دیکہا جاتا ہے کہ شیخ نے کبہی اسبات کا خیال تک نہین کیا اور اُنسے فیض صحبت حاصل کرنے مین برابر مستغرق رہے حقیقت یہ ہے کہ اہل کمالات جبتک ہر درجہ کے آدمی سے استفادہ حاصل نہین کرلیتے اپنے تئین اہل کمال مین ہرگز شمار نہین کرتے۔ امام بخاری جو فن حدیث مین اپنا نظیر نہین رکہتے تہے اور اپنے عہد مین ایک ایسے مسلم الثبوت محدث تہے جنکے علم و فضل مین کسیکو کلام نہین تہا تحقیق مدارج پر ریمارک کرتے ہوئے فرماتے ہین کہ "محدث اُسوقت تک کامل نہین ہوتا جبتک کہ اپنے سے اعلیٰ درجہ کا شاگرد نہو۔ اور اپنے برابر والے سے استفادہ حاصل نکرے اور اپنے کمتر سے سماعت حدیث نہ کرے یعنی محدث کو تحقیق کا ایسا درجہ حاصل کرنا چاہیے کہ ہر ایک رتبہ کے لوگون سے اپنے فائدہ کی بات اور مفید مضمون کو تحقیق کرتا ہے"۔ واقعی امام بخاری کا یہ قیمتی اور وزنی ریمارک قابل نوٹ ہے جو لوگ اپنے سے کم درجہ لوگون سے استفادہ لینے کو معیوب سمجہتے ہین اُنہین اس سے عبرت حاصل کرنی چاہیے۔

خواجہ محمد باقی کی ابتدائی خدمت اور شیخ قطب العالم کے تلمذ اختیار کرنے کا صحیح زمانہ بتانا اگرچہ بہت مشکل ہے لیکن اسقدر یقین کیساتہہ کہا جاسکتا ہے کہ جسوقت خواجہ ابتدائی زمانہ کے مرحلے طے کررہے تہے شیخ قطب العالم کے سلسلہ تلامذہ مین تہے اور علمی ذوق و شوق مین آپکا میلان طبعی شیخ کی طرف تہا جس زمانہ مین خواجہ محمد باقی

شیخ کی خانقاہ کے مجاور تھے اُسی زمانہ کا ذکر ہو کہ ایک دفعہ آدھی رات کو شیخ پر منکشف ہُوا کہ خواجہ محمد باقی کی تعلیم و تلقین کی تکمیل مشائخ بخارا کیساتھ مخصوص ہو چنانچہ آپ اُسیوقت باہر تشریف لائے اور خواجہ سے فرمایا تمھین بخارا کے مشائخ طلب کرتے ہین اسیوقت اُدہر متوجہ ہونا چاہیئے خواجہ نے فوراً سفر کی تیاری کر دی اور شیخ سے رخصت ہو کر عنان توجہ بخارا کی طرف متوجہ کی۔ چونکہ شیخ کے پاس اسوقت بجز تہ بند کے خرقہ موجود نہ تہا اسلیئے آپنے تہ بند ہی خواجہ کو عنایت فرمایا۔ جسے خواجہ نے دستار کے طور پر سر سے لپیٹ لیا اور فوراً بخارا کے قصد سے اُدہر متوجہ ہو گئے۔

بخارا مین پہنچکر خواجہ محمد باقی۔ خواجہ ملنکی کیخدمت مین حاضر ہوئے اور سلوک کے تمام طریقے اور باطنی فیوض حاصل کیئے۔ چند روز مین آپ کی روحانی قوت نے غیر معمولی ترقی کی اور آپکے فضل و کمال کا آفتاب اپنے انتہائی مرکز پر پہنچگیا۔

شیخ قطب العالم کے چند فرزند تھے لیکن سب سے افضل اور عمر مین سب سے بڑے جناب شیخ عبد الرحیم صاحب کے نانا شیخ رفیع الدین محمد تھے جن کے تاریخی حالات باب اول کے شروع مین ہم کسیقدر تفصیل کیساتھ ذکر کر آئے ہین جناب شاہ ولی اللہ صاحب کے جد امجد شیخ رفیع الدین محمد کے خاندان کے حالات جسقدر ہمین لکھنے مقصود تھے سب لکھ چکے۔ لیکن سچ پوچھیے تو ابھی ہمین بہت کچھ لکھنا باقی ہو کیونکہ یہ حالات شیخ عبد الرحیم صاحب کے ننہیال کے متعلق لکھے گئے ہین اسکے ساتھ تا وقتیکہ جناب شاہ ولی اللہ صاحب کے ننہیال کے واقعات اور اس خاندان کے مشہور و معروف حضرات کے حالات نہ لکھے جائین تو یہ سمجھنا چاہیئے کہ گویا مصور نے یک رخی تصویر دکھائی ہو اسلیئے ہمین ضرور ہو کہ دوسرے باب مین شاہ صاحب کے ننہیال کا مختصر تذکرہ لکھین وجہ یہ کہ جو تاریخی شہرت اور عظمت و جبروت اس شریف و نجیب خاندان نے حاصل کی ہو وہ دنیا مین ہمیشہ کیلیئے ایک محسوس یادگار باقی ہے جو آجتک اُسے زندہ کیئے ہوئے ہو۔

باب دوم

حضرت شیخ محمد پُہلتی

حضرت شیخ محمد عارف باللہ جناب شاہ ولی اللہ صاحب کے نانا۔ اُن نامور اور معزز شیخ کے بلند اقبال فرزند ہین جنکا نام شیخ محمد عاقل تہا اور جنکے جود و سخا۔ زہد و تقوئے۔ طالب العلمون اور مساکین و فقرا کی رعایت اور علمی کارنامون کا امتیازی پھریرا تمام ہندوستان مین اڑتا تہا اور جنکے تصرفات و توجہات کے پرفخر

اور قابل قدر حالات سے اب تک تاریخی صفحات پر روشنی چمک رہی ہے۔ شیخ محمد اپنے تمام بھائیون مین سب سے افضل اور عمر مین سب سے بڑے ہین۔ گو شیخ محمد کے دوسرے فرزندون نے بھی گمنامی کے دائرہ سے نکلکر تاریخی شہرت عمدہ طور پر حاصل کر لی ہے اور علمی شہرت مین ہر ایک دوسرے سے بڑھکر ہے۔ لیکن اُن سب مین بلحاظ شہرت عام قابل انتخاب شیخ محمد ہی ہین جو خاص فضائل سے منسوب ہین۔ یہی ایک وہ معزز اور نامور شخص ہے جس نے اپنے خاندان کو دنیا بھر مین مشہور کر دیا۔ لوگون کا یہ خیال نہایت صحیح اور قابل نوٹ ہے کہ اگر اس خاندان مین شیخ محمد نہوتے تو یہ خاندان گمنامی کے دائرہ سے نکلکر کبھی اسقدر تاریخی شہرت حاصل نہ کرتا۔

شیخ محمد کے بچپن کا زمانہ حقیقت مین آیندہ اعزاز واقتدار اور فطری ضمیری جوہرون کا ایک ایسا قابل آئینہ تھا جسپر آیندہ زمانے مین تجلیات ربانی کا پرتو بخوبی پڑ سکا۔ ابتدا نشو و نما سے رشد و ہدایت کے آثار آپ کی مبارک اور صاف پیشانی پر درخشان تھے۔ جسے دیکھکر اہل دل آپکے حال پر بے انتہا التفاف کرتے اور صاف کہتے تھے کہ کچھ دنون بعد یہ ہلال ہندوستان مین چودھوین رات کا چاند بنکر اپنی پوری تابانی دکھانیوالا ہے۔ چنانچہ شیخ جلال نے جو دنیا کے نامور اور مشہور ولی جناب شیخ آدم بنوری کے نہایت معزز و معتقد خلیفہ تھے اور شیخ محمد عاقل سے بیحد محبت و دوستی رکھتے تھے۔ شیخ محمد کے پیدا ہونے پر بہت خوش ہوئے اور خاص خاص لوگون کو صراحۃً اور کنایۃً مطلع کیا کہ یہ بچہ شدنی اور ہونہار ہے جو آیندہ زمانہ مین بڑی قدر و منزلت کو پہنچیگا۔ دنیاوی حشمت و شوکت اسکے قدمونکو بوسہ دینگی اور یہ اہل دل کے حلقون کا پیشوا اور سرتاج قرار دیا جائیگا

جب شیخ محمد پیدا ہونے کو تھے تو جناب شیخ جلال آپکے والد بزرگوار کے پاس آئے اور ایک طلائی دینار ہدیۃً پیش کیا۔ اور جب آپ دنیا سے منہ موڑ کر عالم بالا مین تشریف لیجانے لگے تو حاضرین کو وصیت فرمائی کہ میرا مصحف مقدس جسمین مین تلاوت کیا کرتا ہون شیخ محمد کو پہنچا دیا جائے۔ چنانچہ آپکے اس ارشاد کی تعمیل کی گئی۔ اور آپ کا مصحف شیخ کو پہنچا دیا گیا جسے شیخ نے بڑی مشکوری کیساتھ قبول کیا

جب شیخ محمد صاحب ابتدائی عمر کے مرحلے طے کر کے سن تمیز کو پہنچے تو تحصیل علم مین مشغول ہوئے۔ کچھ عرصہ تک نارنول مین ایک مشہور عالم کے درسگاہ مین تعلیم پائی۔ بعدازان جناب شیخ ابو الرضا محمد کی خدمت مین حاضر ہوئے اور کچھ دنون آپ سے تعلیم پاتے رہے لیکن جب آپکی طبیعت یہان سے اُچاٹ ہوئی تو جناب شیخ عبد الرحیم صاحب قدس سرہ کی صحبت مین تشریف لائے اور یہ صحبت آپکی طبیعت کے بہت ہی مناسب پڑی چونکہ آپ کا دل و دماغ پہلے ہی سے اُن جوہرون سے آراستہ تھا جنہین فطرت کی خاص بخششین کہنی چاہئین

اور آپکے ضمیری جوہر مجیب غریب قابلیت کا جامہ رکھتے تھے۔ لہذا تھوڑے عرصہ مین آپنے بہت کچھ حاصل کر لیا۔ جو لوگ آپکے ہم سبق تھے اُنھین آپ کی اس حاجلانہ ترقی اور تمام علوم پر اسقدر جلد عبور کر جانے پر تعجب اور تعجب کیساتھ رشک تہا۔ لیکن عمیض اور عمیق نظرون مین خوب سمجھ گئی تھین کہ اس نوشخصیر مین خدا کی طرف سے وہ قوت ودیعت کیگئی ہی جو ربانی نکات کے سمجھنے مین ید طولے رکھتی ہے۔

جب آپ فارغ التحصیل ہوگئے اور علمی تحقیقات پر اس سرے سے اُس سرے تک عبور کر گئے تو آپ داعیہ خدا طلبی کیطرف دعوت کی جسکی آپنے مردان باہمت کی طرح اجابت کی۔ اور وطن مالوف کو خدا حافظ کہکے اہل کمال کی تلاش مین اکناف و اطراف عالم کا سفر کیا اور علمائے کاملین کی صحبتون مین حاضر ہوکر فیضیاب ہوئے سالہا سال کشاکش طلب مین نہایت مستعدی سے زندگی بسر کی اور باطنی علوم کے اشغال مین ہمہ تن مصروف رہے۔ جسکا نتیجہ یہ ہوا کہ آپکے فضل و کمال کا شہرہ تمام بلاد مین پہیل گیا اور اہل دنیا کی نگاہین وقعت کیساتھ پڑنے لگین۔ جب آپ تکمیل کے مرتبہ کو پہنچگئے اور سلوک و ارشاد کے تمام مراتب طے کر چکے تو پھر وطن مالوف مین تشریف لائے اور علم ظاہری و باطنی کے درس مین مشغول ہوگئے۔

جناب شیخ محمد صاحب کے عام اخلاق و عادات

اب ہم شیخ محمد کے اُن معاملات اور تاریخی حالات کو چھوڑکر جو تعلیم و تعلم سے متعلق ہین آپکے عام اخلاق و عادات پر توجہ کرتے ہین۔ لیکن اس سے پیشتر کہ شیخ موصوف کے اخلاق و عادات پر ریویو کرین یہ کہنا بیجا نہوگا کہ اس خاندان کے طبقہ علما مین کوئی عالم ایسا کم گزرا ہے جو علمی فیاضی جود و سخا۔ ترک حظ نفس توکل و قناعت زہد و اتقا مین آپ کا دعویدار ہوا اور اگر یہ تسلیم کر لیا جائے کہ کوئی شخص کسی بات مین آپ کا شریک ہوبھی تو اُسکا یہ دعوے قطعی طور پر نادرست ہوگا کہ خدا ترسی اور زہد و اتقا مین بہی وہ آپ سے افضل یا برابر ہوگا۔ آپ کی خدا پرستی تواضع بردباری اور سب سے بڑھکر عظمت و کرامت اسدرجہ شہرت پکڑ گئی تھی۔ کہ بڑے بڑے باکمال لوگ دور دور سے حاضر خدمت ہوتے اور آپکے تلامذہ اور مریدون کے حلقہ مین شریک ہونے کو مایہ اعزاز و اقتدار سمجھتے گو آپکے چہرہ سے نورانی عظمت و جلال برستا تہا اور وہ شان و شوکت رعب و دبدبہ نمایان تہا جس سے دیکھنے والون پر عظمت نما ہیبت طاری ہوتی تھی۔ لیکن آپکی عاجزی و انکساری حد اعتدال سے بڑھ گئی تھی اور باوجود اس شان و شوکت کے مزاج مین انتہا درجہ کا عجز و انکسار تہا۔ آپ ہر ایک شخص سے نہایت خندہ پیشانی اور متواضعانہ

اخلاق کیساتھ پیش آتے اور اُسکی رضامندی و خوشنودی مین کوئی دقیقہ اُٹھا نہ رکھتے۔ صدق و راستگوئی اور تحقیق و احتیاط مین ایسے مسلم الثبوت تھے کہ لوگ آپکے قول و نقل کو بے تامل بغیر سند و حجت کے پیش کرتے آپ کا طرزِ معاشرت بالکل نرالا اور انوکہا تہا جسپر کبھی کسیکو نکتہ چینی کا موقع ہی نہین ملا۔

آپکی تاریخی زندگی مین جو بات سب سے زیادہ قابل تعریف اور لائق تقلید ہے وہ یہ ہے کہ آپ اپنے شیخ کے احترام و اعزاز اور اُنہین رضی رکھنے مین انتہا سے زیادہ کوشش کرتے تھے۔ طالب العلمی کے زمانہ سے لیکر ارشاد و تکمیل کے عہد تک کبھی کوئی بات ایسی ظہور مین نہین آئی جو شیخ کی مرضی کے ذرا خلاف ہو اور یہ ایک ایسی بات ہی جسکی نظیر دنیا مین بہت مشکل سے ملسکتی ہے۔ آپکے اس قسم کے بہت سے دلچسپ واقعات مین جنسے ناظرین کو اس بات کا اندازہ ہو سکتا ہی کہ جناب شیخ محمد صاحب کے دلمین اپنے واجب الاحترام اور معزز شیخ کی کہان تک عظمت و حرمت قایم تھی۔ لہذا مین چند واقعات مختصراً ذیل مین قلمبند کرتا ہون۔

پہلا واقعہ۔ شیخ محمد صاحب خود اپنے قلم مبارک سے لکھتے ہین کہ اثنائے تحصیل مین چونکہ ہمارے معزز و محترم شیخ کی طبیعت اکثر اوقات تجرید کیطرف منجذب و مائل تھی اسلیئے ہم لوگون کا سبق روزانہ نہوتا تہا اور ہوتا بھی تہا تو بہت تھوڑا۔ اس صورت مین مجھے اپنے اوقات کے ضائع ہونیکا بہت صدمہ تہا چند روز تک تو مین اسی کشاکش مین رہا کہ اب مجھے کیا کرنا چاہیئے۔ کیا مین شیخ کی صحبت سے علیحدہ ہوکر کسی اور درسگاہ مین تعلیم لون یا اسی معمولی حیثیت مین اوقات بسر کرون آخر کار مین نے دلمین اس بات کا قطعی فیصلہ کرلیا کہ صرف اسی قلیل مقدار تعلیم پر قناعت کرنا اور موجودہ فرصت کو یون ضائع و برباد کرنا بہرحال بہتر نہین ہی چنانچہ ہمت کے شاہین بلند پروازنے بال و پر کہولے اور اب مین علمائے کاملین کی درسگاہین تلاش کرنیکو نکلا۔ اتفاق سے شہر کی ایک نامور اور عالم اجل کی درسگاہ مین میرا گزر ہوا جو طالب علمون کو نہایت محنت و جانفشانی سے درس دیتا اور اُنکی ترقی تعلیم مین بیحد کوشش کرتا تہا۔ اُسکی یہ محنت و کوشش دیکھکر میرا عزم مصمم ہوگیا کہ چند درسی کتابین یہان نکال لینی چاہئین لیکن جب مین وہان سے واپس ہوکر شیخ کی مجلس مین پہنچا تو آپنے اول میری طرف آنکھ اُٹھاکر دیکھا۔ پھر ایک کاغذ کے ٹکڑے پر دو تین کلمے لکھکر زمین پر ڈالدیا اور خود اُٹھکر گھر مین تشریف لیگئے۔ شیخ کے چلے جانیکے بعد مین نے کاغذ اُٹھاکر پڑھا اُسمین لکھا تہا کہ "آج تم کہان گئے تھے کہ مجھے تمہارا باطن ظلمت و تاریکی سے مکدر نظر آتا ہے" مین نے فوراً توبہ کی اور اپنے ارادہ کو فسخ کردیا۔ اور پھر کبھی اس قسم کا خیال تک میرے ذہن مین نہین گزرا۔

دوسرا واقعہ ایک دن کا ذکر ہے کہ آپکے شیخ نے اپنے ایک مرید کو حکم فرمایا یہ بکری میرے فلان دوست کے مکان پر پہنچاوے - مرید نے فوراً آپکے ارشاد کی تعمیل کی اور بکری لیکر چلا - رستہ مین بکری نے چلنے سے انکار کیا - اور ایک مقام پر اڑکر کھڑی ہوگئی ہر چند اس نے اُسکے چلانے مین کوشش کی مگر بکری جگہ سے ہلی تک نہین چونکہ اس نے بکری کا چلانا اور اپنے کندے پر لاد کر لیجانا دونون باتین حرج سے خالی نہین دیکھین اسلیئے اب اُسے یہ فکر ہُوا کہ کسی مزدور کو کچھہ اُجرت دیکر بکری پہنچا دینی چاہیئے - لیکن اتفاق سے اُسوقت کوئی مزدور دستیاب نہین ہُوا - اور اس صورت مین شیخ کی خدمت بجا آوری مین قاصر رہا - شیخ محمد صاحب کو جب اِس قضیہ پر اطلاع ہوئی تو آپنے ایک عاجلانہ حرکت کی اور جلدی سے بکری کو کندھے پر لاد کر روانہ ہوگئے جب واپس آئے اور شیخ کی خدمت مین حاضر ہوئے تو آپنے دونون صاحبون کے حال پر مطلع ہو کر فرمایا کہ شیخ محمد کو اُسکی حُسن خدمات نے مقربین کے درجہ پر پہنچایا - اور دوسرے مرید کو اُسکے تصور نے اِس مرتبہ کے حاصل کرنیسے باز رکھا -

تیسرا واقعہ شیخ محمد صاحب فرماتے ہین کہ آدھی رات کا وقت تہا یا اس سے کچھ کم بیش تہا عالم پر خاموشی اور سکوت کا سناٹا چھایا ہُوا تہا - تاریکی سب طرف حکومت کر رہی تہی کہ میرے معزز شیخ مسجد سے اُٹھکر باہر آئے - مین آپکے پیچھے آہستہ آہستہ قدم اُٹھائے چلا آتا تہا - جب آپ دروازے پر پہنچے تو لمحہ بہر ہیئت مراقبہ مین کہڑے رہے - ازان بعد میریطرف متوجہ ہو کر فرمایا کہ اگر کوئی طالب تمہارے پاس رجوع لائے تو اُسے فوراً وہ تمام باتین تلقین کر دو جو ہم سے تمہین پہنچی ہین - ہم تمکو بخوشی اجازت دیتے ہین مین آپکی یہ باتین (اور سچ پوچھیئے تو خداوندی الہام) سُن کر حیرت زدہ ہوگیا اور سوچنے لگا کہ اس عظیم الشان منصب کی مجہہ مین قابلیت کہان ہے - اور ان باتون کا خیال تک کبھی میرے ذہن مین نہین گزرا ہے - شیخصاحب یہ کیا فرمارہے ہین - آپنے میرے اِس خطرہ کو فوراً دریافت کر لیا اور ایک نہایت خوش آئیندہ لہجہ مین فرمایا کہ تم نے جو کچھ اسوقت میری زبان سے سُنا ہے واقعی باتین ہین - اسوقت خداتعالے نے مجھے اُن تمام لوگون کے نام تعلیم کر دیئے ہین جو تم سے بیواسطہ یا بواسطہ بیعت کرینگے - اور اگر تم چاہتے ہو تو مین تمہارے سامنے اُن لوگون کے نام مفصل بیان کر سکتا ہون - تمہارا اس بارہ مین توقف و حیرت کرنا محض بے سود ہے - کیونکہ جو کام خداوندی دربار مین مقرر ہو چکتا ہے وہ ہرگز محل توقف مین نہین ہوتا -

اِن واقعات سے قطع نظر اُس احترام و اعزاز کے ثبوت سے کہ جو شیخ محمد صاحب کے دلمین اپنے معزز شیخ کا قایم تہا آپ کی عظمت و بزرگی کا بھی بخوبی اندازہ ہوتا ہی۔ اور یہ بھی ثابت ہوتا ہی کہ خداوندی عنایت اور فطرت کی بخششین پہلے ہی سے آپکے حال پر مبذول تہین۔ اور روز اول ہی سے خدا کی نظر رحمت آپ پر پڑ چکی تہی۔ آپ اکثر اوقات یہ رباعی پڑہا کرتے تھے ؎ ای دوست ترا بہر مکان می جستم ٭ ورتو خبر این آن می جستم ٭ دیدم بتو خویش راتو خود من بودی ٭ خجلت زدہ ام کز تو نشان می جستم ٭

شیخ محمد صاحب کی عظمت و بزرگی کی ایک اور تمثیلی حکایت بیان کی جاتی ہی جس سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ ابتدا ہی سے نہایت معزز اور مقتدر رہے۔ آپ فرمایا کرتے تھے کہ میرے اقارب مین سے ایک شخص محمد سخی نام پورب کے کسی ناحیہ مین شہید ہو گئے تھے۔ مین طالب العلمی کے عہد مین ایک دن مسجد جشو کے حجرے مین بیٹھا ہُوا تہا اور حجرے کا دروازہ بند کیے ہوئے کتاب کے مطالعہ مین مستغرق تہا کہ دفعۃً وہ عزیز متمثل ہو کر میرے حجرے مین آ کھڑا ہُوا اُسکے بدنکو فوجی لباس ڈھانکے ہوی تہا اور ہتہیار لگے ہوے تھے جن کی چمک زمین پر برابر پڑ رہی تہی۔ مین نے یہ صورت دیکھکر کہا کہ مجھے اپنے حالات سناو بولے جسوقت میرے جسم پر زخم لگتا تہا مین ایک ایسی لذت پاتا تہا جسکی حلاوت اب تک میرے دلمین باقی ہی۔ اِسوقت چونکہ بادشاہ اسلام کی جرار فوج فلان مشہور تبخانے کی مسمار و خراب کرنیکے لیے جا رہی تہی اسلیے ہمین اُنکی رفاقت و امداد کا حکم ہوا اور اِس تقریب سی ہمارا گزر اِس راہ مین بھی ہُوا۔ مجھے تم سے ملنے کا انتہا سے زیادہ شوق تہا لہذا تمہارے حجرے مین آیا اور نیاز قدمبوسی حاصل کی۔

جناب شیخ محمد صاحب کے تصرفات اور باطنی توجہات و کرامات اور پیشین گوئیان وغیرہ

جن لوگون نے مخدومی شیخ محمد کی قابلیت اور خداداد لیاقت پر مختصر طور پر ریمارک کیے ہین اُنکے متفق الفاظ یہ ہین کہ اِس تمام خاندان مین شیخ محمد سے بڑھکر کوئی شخص عالی دماغ۔ حوصلہ مند۔ خوش اخلاق۔ قوانین اسلام کا پابند۔ بزرگان اسلام کے احترام و وقار کی رعایت کرنیوالا نہین ہُوا۔ بالخصوص آپکے باطنی توجہات و تصرفات کے اسقدر حالات ہین کہ اگر فیصدی دس کا بھی انتخاب کیا جائے تو یہی حیات ولی کی وسعت اُسکے لئے ناکافی ہے پہر بھی ہم اِس مقام مین آپکے تصرفات کے وہ چند واقعات لکھتے ہین جو ناظرین کی دلچسپی سے خالی نہین ہین۔ سید علی جو آپکے مریدون مین سے ایک مخصوص و مستثنے مرید ہین نقل کرتے ہین کہ مین جوش جوانی کے زمانہ

مین شراب بکثرت استعمال مین لایا کرتا تہا گویا ہر وقت اور ہر ساعت اُسی مین مستغرق و مجبور رہتا تہا اور کوئی
ممنوع و قبیح فعل ایسا نہ تہا جسکا مین مرتکب نہوتا تہا۔ جب میری حالت پستی و خرابی کے انتہائی درجہ پر پہنچگئی
اور تمام اخلاق و عادات بگڑتے چلے تو مین نے اپنے دلمین عزم بالجزم کرلیا کہ اگر مجھے کوئی ایسا کامل عزیز ملیگا
جسکی پر اثر نظرین پڑتے ہی مین اپنے اِن ناشائستہ و قبیح افعال سے باز آجاؤنگا اور اتقاو پرہیزگاری کی خواہش
میرے دلمین فوراً پیدا ہوجائیگی تو مین اُسکی صحبت و خدمت کو اپنے لیئے ضروری اور لازمی سمجھونگا۔ اور اُسکی ارادت
و اعتقاد کا حلقہ گوش دل مین ڈالونگا۔ اُسکے ہاتھ پر بیعت کرونگا۔ اور پھر ان ممنوعات کے گرد نہ پہٹکونگا
اتفاق سے جناب شیخ محمد صاحب کسی تقریب کیوجہ سے قریہ سرائے مین تشریف لائے۔ حقیقت مین یہہ زمانہ
تہا جسمین میرے اقبال و سعادت کا ستارہ پستی سے نکلکر اوج کمال پر شہاب ثاقب بنکر چمکنے والا تہا چونکہ میرے
والد بزرگوار پہلے سے شیخ کے معتقد تھے اسوجہ سے مین بہی اُن کے ساتھ واجب الاحترام شیخ کی خدمت مین
حاضر ہُوا۔ آپنے ایک سرسری نظر مجھپر ڈالی اور فرمایا تم کہان رہتے ہو اور کسجگہ نوکر ہو۔ ہنوز یہ دو تین ہی باتین
پہلی زبان مبارک سے نکلی تہین کہ میرے دلمین ایک عجیب قسم کا انجذاب واقع ہُوا اور جن ممنوعات و مناہی مین
مین ایک مدت سے آلودہ تہا اُنسے فوراً طبعی تنفر پیدا ہُوا اور وقتاً فوقتاً آناً فاناً زیادہ ترقی کرتا گیا مین فوراً
اُٹھکر گہر آیا اور شراب کے شیشون کو چور چور کرڈالا۔ مناہی کے جسقدر اسباب و ذرائع میرے مکان مین موجود تھے
اور اسمین کچھ شبہ نہین کہ بعض چیزین ایسی بہی تہین جو نہایت قیمتی اور مجھے بیحد عزیز تہین اور جنکا مجھے شاید تمام عمر
اپنے پاس سے علیحدہ کرنا گوارا نہوتا۔ لیکن شیخ کی روحانی توجہ اور باطنی تصرف نے مجھ مین اسقدر اثر ڈالا کہ میری نظرون
مین تمام وزنی اور قیمتی سامان بالکل ہیچ نظر آیا۔ اور ایک ایسی طبعی نفرت پیدا ہوئی کہ بغیر لحاظ کسی امر کے مین نے
تمام سامان عیش کو خاک مین ملادیا اور مجھے اُن کے غارت کرنے مین کسیطرح کا دریغ نہ آیا۔ جب مین ان تمام
کامون سے فارغ ہوگیا۔ تو غسل کرکے نئی پوشاک زیب بدن کی اور شیخ کی خدمت مین حاضر ہوکر توبۃ النصوح
کی اور بیعت کرکے آپ کی صحبت کا التزام اپنے اوپر فرض سمجہا۔ ایک عرصہ کے بعد مجھے سفر کابل کا اتفاق ہوا
اور مین نے شیخ کی خدمت مین حاضر ہوکر عرض کیا کہ گو کمترین کی دلی آرزو تھی کہ چند روز حضور کے فیض صحبت
مین زندگی بسر کرکے دارین کی فلاح و سعادت حاصل کرتا۔ لیکن افسوس کہ میری بدقسمتی مجھے کابل کیطرف
کہینچے لیئے جاتی ہے اور مین بدنصیب مجبوراً آپ سے رخصت ہوتا ہون شیخ صاحب نے نہایت خوش آیندہ مسکراہٹ
کیساتھ یہ مشہور بیت پڑھی اور نہایت خندہ پیشانی سے مجھے رخصت کیا ؎ گر در یمنی چو بامنی پیش منی ور پیش

منی چوبے منی دریغی ٭ یعنے اگر تم میرے ساتھ ہو تو گو مین مین ہو لیکن میرے سامنے موجود ہو اور اگر میرا خیال تمہارے دل سے مٹ گیا ہے تو اگرچہ میرے پاس ہو مگر حقیقت مین مین مین ہو۔

الغرض مین کابل کیطرف روانہ ہوا اور چند روز وہان رہنے کا اتفاق پڑا۔ ایک دن کا ذکر ہے کہ ایک نہایت حسین و خوبصورت عورت سے مجھے خلوت ہوئی اور بدکاری کی خواہش نے میرے دل پر ہجوم کیا قریب تھا کہ توبہ کی گرہ کھل جائے اور مین فسق و فجور مین مبتلا ہو کر دین و دنیا سے کیا گزرا ہو جاؤن کہ دفعتًا ایسی خطرناک اور نازک موقع مین شیخ کی مبارک صورت میرے سامنے آموجود ہوئی۔ جون ہی اُس شکل شمائل پر میری نظر پڑی گویا نفسانی خواہش نام تک کو نہ تھی۔ شہوت کا تمام نشہ اُتر گیا۔ اور مین اپنی اصلی حالت پر آگیا اسکے بعد اگرچہ مجھے تین یا چار سال تک کابل مین رہنے کا اتفاق ہُوا۔ لیکن کبھی عورت کی رغبت نے میرے دل مین خطور نہین کیا۔ میرا گمان تھا کہ مین بالکل عنین اور نامرد ہو گیا ہون اور رجولیت کا مادہ مجھسے سلب کر لیا گیا ہے۔ مگر جب مین وطن مالوف کی طرف لوٹا اور اپنی شرعی بی بی سے ہمبستر ہُوا تو معلوم ہوا کہ وہ عنینۃ و نامردی نہ تھی بلکہ عصمت حق کی جلوہ گری تھی۔ اس واقعہ سے صاف معلوم ہوتا ہی کہ شیخ محمد صاحب کی روحانی توجہ اور باطنی تصرف کا ایک عجیب و غریب اثر تھا جسکی نظیر اَور اہل دلون کے حلقہ مین بہت مشکل سے پائی جاتی ہے۔

جناب شیخ محمد صاحب کے تصرف کا ایک اور حیرت انگیز واقعہ نقل کیا جاتا ہی کہ ایک طالب العلم عظمت اللہ نام آپ کی خانقاہ مین سکونت رکھتا تھا چونکہ وہ علاوہ صورت سے قطع نظر کرکے خوش لحن بھی تھا اس لیئے آپکو اُس سے معمولی محبت ہو گئی تھی اور جب وہ اپنی موسیقی خیز آواز سے کوئی غزل پڑہتا تھا تو آپ اُس سے بہت خوش ہوتے تھے۔ ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ آپ جوش مسرت سے بھرے بیٹھے تھے۔ اور کمال درجہ کا سرور آپکو حاصل تھا کہ عظمت اللہ کو نغمہ چھیڑ دینے کا حکم فرمایا۔ لیکن اُسنے اس موقع پر تن داری برتی اور آپکے ارشاد کی تعمیل سے پہلو تہی کی۔ دو تین مرتبہ آپنے اُسکو طلب کیا۔ مگر اُس نے ہر دفعہ انکار اور انکار کیسا تھہ اصرار کیا۔ آپکی طبیعت اُس سے بیحد مکدر و منغص ہوئی اور ایک غضبناک اور قہر آلود نگاہ سے اُسکی طرف التفات کیا جس کے اثر سے اُسکی حالت مین عجیب و غریب انقلاب پیدا ہُوا۔ سارے چہرے پر زردی اور زردی کیساتھ مردنی چھاگئی۔ اور جسم پر لرزہ پڑا اور آنًا فآنًا بڑہتا گیا۔ یہان تک کہ ہلاکت کا خوف اُسپر غالب آیا۔ اور اپنی زیست سے محض مایوس و نا امید ہو گیا۔ محمد جعفر جو شیخ صاحب کے خادم قدیم تھے خدمت اقدس مین حاضر ہوئے

اور لجاجت کے لہجہ مین عظمت اللہ کی سفارش کی بابت لب جنبانی کی آپ کا غصہ فرو ہوا اور اُسکی اِس گستاخی سے درگزر کی۔ لیکن ساتھ ہی فرمایا کہ اب اِسے وہ خوش الحانی اور دلفریب آواز میسر نہین ہوسکے گی جسپر مجھے رغبت تھی۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ اسکے بعد اُسکی آواز کی ملاحت اور خوش لحنی جاتی رہی۔ اور مردود جمیع طبائع ہوگیا جو لوگ اس سے پیشتر اُسکی آؤ بھگت کرتے تھے اب نفرت و حقارت کی نظر سے دیکھنے لگے اور جو اپنے سر و آنکھون پر جگہ دیتے تھے۔ صف نعال مین بھی بیٹھنے کو ناگوار جاننے لگے۔ جسکا نتیجہ یہ ہوا کہ طرح طرح کے فسق و فساد مین مبتلا ہوا اور کسی جگہ اُسکو اطمینان سے بیٹھنا نصیب نہین ہوا۔

الحاصل شیخ محمد صاحب کے اِس قسم کے بیشمار واقعات ہین مین نے صرف اِن ہی دو ایک واقعون کے قلمبند کرنے پر اکتفا کیا۔ تاکہ یہ تذکرہ زیادہ طول نہ پکڑ جائے اور معزز ناظرین کو بہت انتظار نہ کرنا پڑے لیکن شیخ کے حالات زندگی ختم کرنے سے پیشتر مجھے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ جسطرح آپکے روحانی تصرف کے دلچسپ واقعات سے ناظرین نے لطف اُٹھایا ہے اُسیطرح آپکے سلب امراض کے چند واقعات جو تصرف کا دوسرا جزو ہے مختصراً درج کرون تاکہ اہل مذاق اپنے اپنے مذاق کے مطابق دلچسپی لین۔

شیخ محمد صاحب کو تصرف کی اِس دوسری شاخ سلب امراض مین وہ قوت حاصل تھی کہ بیان سے باہر ہے۔ ایک دفعہ سید برہان بخاری کو قولنج عارض ہوا جسکی وجہ سے نہایت کرب و بے چینی اور اضطراب و بیقراری پیدا ہوئی اُن کے رفقا نے آپ سے التجا کی اور آپ سید برہان کے مکان پر تشریف لیگئے مریض کے سرہانے بیٹھکر اُسکے مرض کو سلب کر لیا۔ اور اُسنے فوراً شفائے کلی پائی۔ لیکن اُسکا اثر شیخ صاحب مین کبھی کبھی ظاہر ہوتا تھا۔ اور آپ گاہے ماہے قولنج مین مبتلا ہوجاتے تھے۔ میر عبداللہ جو آپکے خواص کے حلقہ مین ایک معزز شخص ہین نقل کرتے ہین کہ حضرت شیخ صاحب کسی موضع کو تشریف لیگئے اور مین خدمت مین حاضر تہا جب وہان سے مراجعت کرنے کا قصد ہوا تو مجھے سخت و شدید تپ عارض ہوئی اور ایک دو ہی روز مین اِسقدر ناطاقت ہوگیا کہ جنبش کرنے تک کی طاقت نہین رہی۔ شیخ نے جب میری یہ حالت دیکھی تو میرے واسطے سواری کی جستجو کی اتفاق سے اُسوقت سواری کہین میسر نہین ہوئی۔ آپ نے میری طرف متوجہ ہوکر فرمایا کہ اگر تم میرے گھوڑے کے آگے آگے چل سکتے ہو تو تیار ہوجاؤ تمہین اُسوقت عجیب و غریب واقعات پیش آئین گے۔ مین نے عرض کیا بہتر ہے۔ چنانچہ بہزار محنت و دقت لوگون نے مجھے کھڑا کیا اور شیخ کی نظر مبارک کے سامنے لا بٹھایا۔ فوراً مجھے مرض مین تخفیف معلوم ہوئی اور اب مین نہایت

جاق وچست ہوکر آپکے گھوڑے کے آگے آگے چلنے لگا۔ جون جون قدم آگے ڈالتا تھا مجھ مین طاقت توانائی
آتی جاتی تھی حتے کہ مجھے شفائے کلی حاصل ہوئی اگرچہ ساری منزل پاپیادہ قطع کی لیکن مجھ حیرت ہے کہ ذرا
بھی تکان وکاہلی معلوم نہوتی تھی۔

شیخ محمد صاحب کی کرامتون کے بھی بہت سے دلچسپ واقعات ہین۔ ایکدفعہ بمقام سنوتہ آپ کے ایک
بے ریا اور مخلص دوست نے دعوت کی اور صرف اسقدر کھانا پکایا جو پندرہ آدمیونکو کافی ہوسکتا تھا۔ جب دسترخوان
بچھایا گیا تو تلوبہ کا حاکم شیخ محمد یعقوب آدمیون کی ایک جماعت کثیرہ کیساتھ شیخ کی زیارت کیلئے آموجود
ہُوا۔ ایسے محل پر لوگون کے ایک جم غفیر کے دفعتہً آجانیسے میزبان گھبرا گیا اور اُسکے چہرے کا رنگ فق ہوگیا
شیخ صاحبنے اُسکی یہ گھبراہٹ معلوم کرکے فرمایا کہ تم کسی طرح کا فکر نہ کرو۔ ان لوگون کی دعوت ہمارے ذمہ
ہی۔ لیکن تمہین اسقدر تکلیف کرنا ضرور ہوگی کہ کثیر التعداد طباق جمع کردو۔ انشاءاللہ یہی قلیل مقدار کھانا
بہت ہوجائے گا اور تمام حاضرین سیر ہوکر کھالین گے۔ اور ایسا ہی ہُوا بھی۔ جب سب لوگ کھانیسے فارغ
ہوگئے تو آپنے ایک خوش آیند تبسم کیساتھ فرمایا۔ کہ فقیر لوگ گاہے گاہے ایسا بھی کیا کرتے ہین۔

شیخ الٰہ بخش جو آپکے قبیلہ مین ایک ذی وجاہت اور صاحب اعتبار شخص تھا اور تمول و دولتمندی کے
نشہ مین چکنا چور ہو رہا تھا۔ اُس نے ایک دفعہ جناب شیخ صاحب کی خدمت مبارک مین کچھ ایسی گستاخی اور
بے ادبی کی جس سے آپکو سخت رنج ہُوا آپنے منغض ہوکر فرمایا خداوندا اسکے بعد اس شخص کا مُنہ مجھے نہ دکھائیو۔
یہ کہکر آپ تو سوار ہوگئے اور پیچھے شیخ الٰہ بخش ایک نہایت مہلک اور خطرناک مرض مین گرفتار ہوگیا جس
سے ہزار علاج کے بعد بھی جانبر نہوسکا۔ دو روز تک حالت نزع رہی اور تیسرے روز جبکہ آپنے مکان پر مراجعت فرمائی
مرگیا۔ شیخ نے اُس کے جنازے پر نماز پڑھی اور لوگون نے دفن کردیا۔

ایکدفعہ کا ذکر ہے کہ شیخ عبدالوہاب آپکے چچازاد بھائی نے ایک نہایت خوبصورت اور عالیشان
عمارت بنائی۔ عمارت جب بن بنا کر تیار ہوگئی تو شیخ عبدالوہاب کو ایک اتفاقی سفر پیش آیا۔ اُنکے چلے جانے
کے بعد اُسطرف کے ایک رئیس رستم نامی نے جسے شیخ عبدالوہاب سے دلی عداوت تھی۔ اِس عمارت کو مسمار
وخراب کر ڈالنے کا قصد کیا۔ جب شیخ محمد صاحب اُس کے اِس ارادے پر مطلع ہوئے تو فرمایا۔ سخت افسوس
کی بات ہی۔ کہ شیخ عبدالوہاب کی عمارت بلاوجہ ڈھائی جائے اور ہم موجود ہون اور چونکہ جنگ کرنا فقیرون کا شیوہ
نہین ہے۔ اسلئے مین ایک تصرف کرتا ہون کہ رستم یہان تک پہنچ ہی نہ سکے چنانچہ جب رستم نے شیخ

عبدالوہاب کی عمارت سمار کرنیکے ارادے سے فوج کا ایک دستہ فراہم کیا اور سب لوگ اُس کے ساتھ چلنے پر راضی ہوگئے۔ تو سید لشکرخان کے عاملون مین سے ایک شخص نے اُسکو شاباش اسبارے مین اتفاق نہین کیا اور اِس مہم مین شریک ہونیسے صاف انکار کردیا ۔ رستم مین رستم نے اُس سے سختی کی جسکا یہ انجام ہوا کہ عاقل کا حقیقی بھائی مارڈالاگیا۔ اِس قتل کے وبال مین رستم سے مواخذہ کیاگیا اور وہ اسی مواخذہ مین مرگیا

سید محمد وارث جو نہایت معتبر اور صادق القول شخص ہے بیان کرتاہے کہ مجھے ایک مرتبہ سفر پیش آیا مین رخصتانہ ملاقات کیلیئے شیخ محمد صاحب کی خدمت مین حاضر ہُوا آپنے مجھے عافیت کی خوشخبری دی۔ اور مصافحہ کرکے رخصت کیا۔ اتفاقاً اثنائے سفر مین ایک رات خونی ڈاکوؤن نے ہجوم کیا اور مجھپر ہلاکت کا خوف غالب آیا۔ اِس نازک اور خطرناک موقع پر مجھسے بجز اِسکے اور کچھہ نہوسکا کہ شیخصاحب کی جناب مین متوجہ ہُوا اور آپ کا تصور ذہن نشین کرکے بچھونے پر جالیٹا۔ کروٹ بیچینی کیساتھہ چند کروٹین لین اور آخرکار نیند آگئی۔ خواب مین دیکھتا ہون کہ جناب شیخصاحب کھڑے فرماتے ہین کہ محمد وارث اُٹھو اور بے خوف وخطر یہان سے نکل جاؤ۔ تم سے کوئی تعرض نہین کرسکتا۔ لو یہ دو لڈو ناشتہ کیلیئے رکھ لو۔ مین نے لڈو لیکر اُسیحالت مین جیب مین ڈال لیئے جب مین بیدار ہُوا تو ہنوز میرے جسم پر رعشہ کا اثر باقی تہا اور ڈاکوؤن کا دہشتناک خیال مجھے رہ رہکر دہلا رہا تھا۔ لیکن جب مین نے وہ دونون لڈو جو خواب مین شیخ نے عنایت فرمائے تھے بعینہٖ جیب مین دیکھے تو ایک فوری اطمینان نے میرے گئے ہوئے ہوش وحواس بجا کردیئے۔ مین اپنے دلکو نہایت مضبوط اور قوی پاکر بچھونے سے اُٹھ کھڑا ہُوا اور سوار ہوکر منزل مقصود کیطرف روانہ ہوگیا۔ ڈاکوؤن کو یا تو میری مزاحمت کرنیکی جرأت ہی نہین ہوئی یا سب کے سب مجھسے غافل رہے۔ بہرحال مین بڑی جرأت اور آزادی سے نکلکر روانہ ہوا اور کسی نے میرا تعاقب نہین کیا۔ شیخصاحب کے عنایت کیئے ہوئے لڈو مدت تک تبرکاً میرے پاس رہے لیکن جب آپ ناپائدار اور فانی دنیا سے رہگرائے عالم باقی ہوئے تو مین اُنہین کھاگیا۔

۱۱۱۹ھ مین جب عالمگیر بادشاہ کے فرزندون شاہ عالم اور محمد اعظم مین بمقام اکبرآباد خونخوار اور عظیم الشان جنگ واقع ہوئی تو شیخ محمد صاحب کے معتقدون مین سے کسی نے آپ کو باین مضمون عریضہ لکھا کہ ان دونون وارثان تخت وتاج مین سے کس کے نصیب مین فتح مقدر ہے آپ انمین سے جسے فاتح تسلیم کرین مین اُسیکی جانبداری کرون شیخصاحب نے فوراً لکھہ بہیجا کہ شاہ عالم کی فتح ہوگی۔ اور محمد اعظم عین میدان جنگ مین ماراجائیگا۔ انجام کار ایسا ہی ہُوا اور آپکی پیشین گوئی بے کم وکاست سچی ہوئی۔

جناب شیخ محمدؐ صاحب کی صحبت و نظر کا اثر

یہ عنوان اسقدر وسیع ہے جسکی تفصیل و توضیح کیلئے کئی جزو درکار ہیں لیکن مختصر یہ ہے کہ شیخ محمد صاحب کے علم و فضل اور فیض صحبت کا پایہ اسقدر رفیع و اعلیٰ تھا کہ جس نے آپ سے فیض صحبت حاصل کیا وہ بھی تصرف و توجہ مین کامل اور بے نظیر ثابت ہوا جن لوگون نے آپکی مریدی و تلمذ اختیار کیا اُنکی ٹھیک تعداد بتانا بہت مشکل ہے لیکن تاہم جنہین تاریخی شہرت حاصل ہوئی اُنکی تعداد بھی اسقدر ہے جنکی مختصر فہرست کی وسعت حیات عمل نہین رکھتی۔ اسلئے ہم چند حضرات کی مجمل فہرست ناظرین کے سامنے پیش کر کے اس باب کو ختم کرتے ہین۔

سید عبدالرحیم اور سید ہاشم جو معقولی و منقولی علوم مین شہرۂ آفاق تھے آپ کی خدمت مین حاضر ہوئے اور آپکی بیعت و صحبت کیوجہ سے وہ ارتباط حاصل کیا کہ آپنے ایک دن اُنپر نظر التفات ڈالی جسکی تاثیر یہ ہوئی کہ ہر ایک مین ایک عجیب حالت پیدا ہو گئی۔ سید عبدالرحیم کو کشف خواطر اور کشف قبور حاصل ہوا یعنے آپ ہر ایک شخص کے دلی بھید اور مخفی اسرار ظاہر کر دیتے اور جس قبر پر پہنچتے اُسکی حقیقت بیان کر دیتے ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ آپ کھاتولی کے قبرستان مین سے گزر رہے تھے۔ ہمراہیون سے فرمایا کہ مین دیکھ رہا ہون کہ آگ کا ایک بھڑکتا ہوا شعلہ زمین سے نکلکر آسمان تک پہنچگیا ہے اور جب چند قدم آگے بڑھے تو ایک قبر کو دیکھکر فرمایا کہ آگ کا شعلہ اس قبر سے نکل رہا ہے۔ لوگون نے اسکا کھوج لگایا تو معلوم ہوا یہ قبر ایک ایسے شخص کی ہے جو ظلم و فسق کیساتھ متصف تھا۔ اکثر ایسا ہوا کرتا تھا کہ ایک شخص سامنے سے نمودار ہوا اور آپنے اُسکے دل کا حال ظاہر کر دیا۔ لیکن رفتہ رفتہ آپ مسلوب العقل ہو گئے۔ اور مجذوبون کیطرح بازارون مین پھرنے لگے۔ سید عبدالرحیم کی والدہ اپنے فرزند کا یہ حال دیکھکر شیخ کی خدمت مین حاضر ہوئین اور بالحاح تمام عرض کیا کہ عبدالرحیم پر ایسی توجہ فرمائیے کہ اُسکے گئے ہوئے ہوش و حواس بجا ہو جائین فرمایا اُسے چند روز تک ہماری خدمت مین حاضر رہنا چاہیئے۔ چنانچہ لوگون نے سید عبدالرحیم کو زنجیرون مین کسکر چند روز تک آپکی نظر مبارک مین رکھا۔ تھوڑے ہی دنون مین اُن کے ہوش و حواس درست ہو گئے۔

سید ہاشم کی یہ کیفیت تھی کہ جو آسیب زدہ آپکے سامنے لایا جاتا فوراً جن و آسیب کا اثر مریض سے جاتا رہتا۔ ایک عالم آپ کی نظر فیض اثر کی بدولت آسیب جن سے خلاصی پاتا تھا۔ اور جنون کی ایذا سے مریضون

کو صحت و تندرستی حاصل ہوتی تھی۔ شدہ شدہ اُنکو بھی جذب واقع ہوا اور مستانہ وار صحرا و بیابان مین گشت لگانے لگے۔ بیان کیا جاتا ہے کہ سید ہاشم ایک رات ایک ہندو فقیر کے تکیہ مین پہنچے جو اُس زمانہ مین ہنود کا مقتدا اور پیشوا تسلیم کیا جاتا تھا اور جبکا جادو دنیا مین مشہور و معروف تھا جب وقت آپ اُس کے تکیہ مین پہنچے ہین تو سحر کیوجہ سے حوض کے دونون کنارون پر خشک کھالون کے سنگریزون پر لڑکھنے کی خوفناک آواز اُن کے کان مین پہنچی۔ لیکن آپنے اُسطرف ذرا التفات نہین کیا ابھی تھوڑی دیر نہوئی تھی کہ ایک مہیب دیو بھینسے کی شکل مین نمودار ہوا۔ جسنے بڑی خونخواری سے آپ پر حملہ کیا۔ آپ مستانہ وار حق حق کہتے ہوئے اُسکے پیچھے دوڑے۔ اور وہ آناً فاناً مین غبار بنکر اُڑ گیا۔ ہندو نے یہ واقعہ دیکھکر جادو سے توبہ کی اور جھٹ مسلمان ہوگیا

ایک دفعہ عبدالسبحان نامی ایک شخص جناب شیخ محمد صاحب کی خدمت مین حاضر ہوا۔ آپنے جونہی اُسپر نظر التفات ڈالی۔ فی الحال ایک قسم کی توحید منکشف ہوئی جس سے وہ دیوانہ وار کوچہ و بازار مین پھرنے اور ہر چیز کو خدا کہنے لگا۔ تمام شرعی و عرفی آداب بالائے طاق رکھدیئے اور کسی بات کا پابند نہ رہا۔ اور جب اُسکے تمام حالات و خیالات اور بھی بگڑتے چلے تو لوگ اُسکی اِس آزادی سے تنگ ہوکر دوبارہ شیخ صاحب کی خدمت مین لائے اور آپنے اُسکی کیفیت جذب کو ایک ہی نظر مین سلب کر دیا اور ایک خاص نظر ڈالی جس سے عبدالسبحان بدستور سابق عقل و ہوش مین آگیا۔ اور تمام دیوانہ پن جاتا رہا۔

سید عنایت اللہ باشندہ سنبلہیڑہ کو شیخصاحب کی توجہ سے بہت تھوڑے زمانہ مین غیب کی باتون کا کشف حاصل ہوگیا تھا اور وہ صدہا کوس کی باتین فوراً دریافت کر لیتا تھا۔ قرب جوار کے لوگون کی حرکت و سکون سے واقف ہونا اُسکے آگے کوئی بات ہی نہ تھی۔ بیان کیا جاتا ہے کہ ایکدفعہ سید عنایت اللہ بیمار پڑے۔ شیخصاحب اُنکی عیادت کیلئے وطن سے چلے۔ سید عنایت اللہ کو اُن کے سوار ہونیسے گھر پہنچے تک کے سارے حالات منکشف تھے گویا بستر مرض پر پڑے ہوئے آنکھون سے تمام واقعات دیکھ رہے تھے۔ جب شیخصاحب سوار ہوئے تو سید عنایت اللہ نیند سے چونک پڑے اور حاضرین سے کہنے لگے۔ اسوقت شیخ صاحب سوار ہوگئے ہین۔ پھر کہا اب فلان موضع مین پہنچے ہین اور اب فلان مقام پر تشریف رکھتے ہین یہانتک کہ جب شیخصاحب سنبلہیڑہ کے قریب پہنچے تو کہا اب شیخصاحب ہمارے شہر مین آگئے ہین۔ یارون جلد اُٹھو اور بڑے جوش مسرت کیساتھ شیخ کا استقبال کرو

بعد ازاں حاضرین کیطرف متوجہ ہوکر کہنے لگے۔ مجھے اٹھا بٹھاؤ۔ کیونکہ شیخ اب دروازے پر آپہنچے ہیں
سید ملتانی آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ انہیں آپکے فیض صحبت سے عجیب و غریب غیبت حاصل ہوئی جس کا
نتیجہ یہ ہوا کہ خلائق کا شور و شغب بالکل محسوس نہ کرتے تھے۔ اور عالم پر سکوت و خاموشی کا سناٹا چھایا ہوا معلوم
ہوتا تھا۔ توحید کا غلبہ اسدرجہ تھا کہ جب کسی نے اُن سے توحید کی مثال دریافت کی تو بولے توحید کی مثال ایسی
ایسی سمجھنی چاہیئے کہ ایک مٹی کی ٹھلیا کو ریت سے لبریز کرکے پانی سے بھر دیا جائے۔ بعد ازاں غور سے دیکھا جائے
تو پانی کا ہر جزو ریت کے ہر جزو میں سرایت کیا ہوا نظر پڑے گا۔ اسیطرح توحید خداوندی تمام مخلوق میں ساری ہے
محمد محسن جو معقول و منقول میں کامل مہارت رکھتا تھا شیخ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اور چند روز میں آگاہی کے
شرف سے ممتاز ہوا۔ آخر کار مہ ارست کی معرفت اُسپر غالب ہوئی اور رفتہ رفتہ قیود شرعی سے قدم باہر نکلنے لگے
شیخ نے محمد جعفر کو جو آپ کا مخلص و بے ریا خادم تھا اُسپر متعین کیا کہ مفروضہ نمازیں محمد محسن سے فوت نہونے پائیں
لیکن پھر تھوڑے عرصہ میں اُسکا سکر جاتا رہا۔ اور تمام ہوش و حواس بجا ہوگئے۔ محمد محسن کی توجہ باطنی یہانتک
پہنچگئی تھی کہ ایک جوان صالح کسی عورت کی محبت میں مبتلا ہوگیا تھا۔ اور دیوانوں کی طرح ہوش باختہ آہ و زاری کرتا
پھرتا تھا۔ لوگوں نے آپسے کہا۔ افسوس ہے کہ ایک ایسا نیکدل اور خدا شناس آدمی یوں ہاتھوں سے جاتا رہے
محمد محسن نے اُس شخص کو اپنے پاس بُلایا اور ایک نظر خاص ڈالی۔ فوراً اُس کے دل سے عورت کی محبت جاتی رہی اور
بجائے اسکے محبت الٰہی کے نقوش اُسکے لوح دل پر کندہ ہوگئے۔

عبدالہادی جو سماع و وجد کے سخت منکر و مخالف تھے شیخ کی خانقاہ میں آئے اتفاق سے اُسروز آپ مجلس سماع
میں مدعو تھے۔ جب آپ مجلس سماع میں شریک ہونیکے لیئے تشریف لیجانے لگے تو عبدالہادی بھی ساتھ ہولیئے اثنا
راہ میں شیخ نے فرمایا کیا حالت سماع میں تمپر کبھی وجد بھی طاری ہوا ہے۔ جواب دیا کہ نہیں۔ فرمایا تم وجد کرنا
چاہتے ہو عبدالہادی نے آپ کی طرف استعجاب کی نظر سے دیکھا۔ گویا انہوں نے تعجب کیا کہ لوگوں پر کس طرح
اور کیونکر وجد طاری ہوسکتا ہے۔ شیخ صاحب عبدالہادی کا استعجاب دیکھکر خاموش ہوگئے۔ لیکن جب مجلس میں
پہنچے اور محفل سماع گرم ہوئی۔ تو آپنے اُنکی طرف نظر التفات ڈالی اور ایک ایسا روحانی تصرف کیا کہ عبدالہادی
سے حرکات مستانہ ظاہر ہونے لگیں اور لحظہ بلحظہ اُس میں ترقی ہوتی گئی۔ کامل دو روز تک بیخود رہے اور ہوش
میں آنے کے بعد سماع و وجد کے قائل ہوگئے۔

ایک دفعہ سنبلہیڑہ کے باشندوں نے شیخ سے استدعا کی کہ آپ انہیں توجہ باطنی اور تاثیر روحانی کا

کرشمہ دکھائین۔ اُسوقت شیخ کی مجلس مین بہت سے آدمی حاضر تھے آپنے فوراً ایک سرسری نظر حاضرین پر ڈالی۔ سترہ آدمی جنمین سید نور علی اور سید ملتانی بہی شریک تھے بیخود ہوگئے اور عرصہ تک عالم بیہوشی مین پڑے رہے۔ ایک مرتبہ شیخ بانکہ باشندۂ قصبہ لاور آپکی خدمت مین حاضر ہُوا۔ اور عرض کیا حضرت! مین آپکی باطنی توجہ وتاثیر کے امتحان کیغرض سے آیا ہُون۔ شیخ اُسکی طرف متوجہ ہوئے اور وہ اشراق کیوقت سے جمعہ کیوقت تک بیہوش پڑا رہا۔ گو آپنے اُس کے بازو پکڑ کر خوب جنجھوڑا اور متنبہ کیا۔ پھر بہی مستانہ وار حرکتین کرنے لگا۔ لیکن عرصہ کے بعد جب ہوش مین آیا تو لوگون نے حال دریافت کیا۔ بولا اگر شیخ لحہ بہر اور توجہ فرماتے تو میری روح بدن سے مفارقت کر جاتی۔

الغرض شیخ محمد صاحب کے تصرفات و توجہات کی مثالین اسقدر ہین کہ اگر فیصدی پانچ بہی بیان کیجائین تو بہی اُنکے لئے ایک طولانی دفتر چاہیئے۔ اس لیئے ہم نے باستثنائے چند آپکے تصرفات کے تمام واقعات نظر انداز کردیئے ہین۔ معزز ناظرین سے امید ہے کہ وہ ہمین اسکا الزام نہ دینگے۔

جناب شیخ محمد صاحب کے کئی صاحبزادے تھے۔ لیکن ان سب مین شاہ عبید اللہ خصوصیت کیساتھہ قابل ذکر ہین جو عمر مین سب سے بڑے اور عظمت و بزرگی مین سب سے بلند مرتبہ رکھتے ہین۔ آپ اپنی بے نظیر قابلیت اور عدیم المثال لیاقت کیوجہ سے اسقدر معزز و ممتاز تھے کہ خاندان مغلیہ کے وارثان تخت وتاج باوجود اس شان و شوکت اور جاہ وجلال کے تعظیم کرتے اور اُس عہد کے مشائخ اپنی آنکھون پر جگہ دیتے تھے۔ شاہ عبید اللہ کی مختصر الفاظ مین یہ تعریف کافی ہے کہ آپ ایک ایسے معزز و ممتاز شیخ کے فرزند رشید ہین جنپر نہ صرف قصبہ پہلت کو بلکہ ہندوستان کے اکثر طبقون کو فخر حاصل ہے۔ قطع نظر اس خاندانی عزت و بزرگی کے آپ کی ذات مین بہی وہ جوہر تابان تھے جنسے ایک عالم منور و روشن تہا۔

جناب شیخ محمد صاحب خود اپنی زبان سے فرماتے ہین کہ ایکدن خدا تعالی نے اس فقیر پر ایک آشنا کی صورت مین تجلی فرمائی یعنے ایک بچہ کی اُنگلی پکڑے ہوئے میری طرف بڑھا چلا آرہا ہے جب میرے قریب پہنچا تو ارشاد کیا۔ محمد! مین اس بچہ کو تیرے گہر مین پیدا کرتا ہون۔ فقیر نے کمال لجاجت و الحاح کیساتھہ عرض کیا۔ کہ خداوندا یہ تیری مخلوق ہے۔ جہان منظور ہو پیدا کر۔ اس واقعہ سے کچھ دنون پیچھے شاہ عبید اللہ پیدا ہوئے۔ پس اگر شاہ عبید اللہ کے تمام خاندانی اور ذاتی اعزاز سے قطع نظر کیجائے تو بہی صرف ایک یہی خصوصیت اس قسم کی ہے جسکے مقابلہ مین تمام اور اعزاز و اقتدار پاسنگ کے برابر بھی نظر نہین آتے ہین۔ یہ خصوصیت روز ازل سے آپ ہی کے حصہ مین تھی کہ خدا تعالی آپ کی نسبت ایسا کچھہ فرمائے۔ شاہ عبید اللہ کے لیئے خصوصاً

اور تمام خاندان کو عموماً اس سے زیادہ اور کیا ذریعہ فخر ہوسکتا ہے۔

الغرض شیخ محمد صاحب نے ۲۵ جمادی الاولی سنہ [illegible] میں انتقال فرمایا جب آپ مدفون ہوئے تو جناب شیخ عبد الرحیم صاحب قدس سرہ نے آپکی قبر پر بیٹھکر حاضرین مجلس کو جہری ذکر کا حکم فرمایا۔ اس صحبت کے بعد جناب شیخ عبد الرحیم صاحب نے فرمایا کہ شیخ محمد کی روح نے مجھپر ظاہر ہوکر کہا کہ مین اپنے جسم مین متمثل ہوکر تمہارے پاس آنا چاہتا تھا اور یہ قدرت خدا کی طرف سے مجھے عنایت ہوگئی ہے لیکن مصلحت اسمین ہے کہ مجسم ہوکر تمہارے سامنے نہ آؤن۔

اسیطرح آپکے انتقال کے بعد کا ایک اور واقعہ بیان کیاجاتا ہے کہ ایک بڑھیا جو شیخ کی دلی عقیدتمند اور باخلاص خدمتگزار تھی آپکے انتقال کے بعد تپ لرزہ مین مبتلا ہوئی اور اسقدر ضعیف و ناتوان ہوگئی کہ ایک رات پانی پینے اور لحاف اوڑھنے کیلئے بیقرار تھی۔ نہ تو کوئی آدمی ہی پاس تھا کہ پانی پلاتا اور لحاف اُڑھاتا نہ اُسمین اسقدر طاقت ہی تھی کہ خود اُٹھکر اپنے کام کا انجام دیتی۔ ایسے نازک و بیکسی کیوقت بڑھیا زار قطار روتی جاتی اور شیخ کو یاد کرتی جاتی تھی کہ اتنے مین آپ متمثل ہوکر اُسکے پاس تشریف لائے پانی پلایا لحاف اُڑھایا اور اطمینان و تسلی کرکے تشریف لیگئے۔

معزز ناظرین! شیخ محمد صاحب جو دوسرے باب کے معزز و بلند اقبال ہیرو ہین اُنکے حالات زندگی کی بابت مجھے جو کچھ لکھنا تھا سب لکھ چکا۔ اب مین آپکے سلسلہ نسب پر ایک سرسری اور اجمالی نظر ڈالتا اور آپکے اجداد عظام اور آبائے کرام مین سے چند مشہور و معروف حضرات کی نہایت مختصر لائف پیش کرکے ختم بات کرتا ہون۔
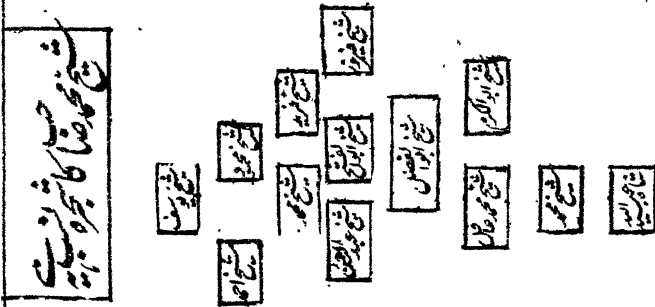
واضح ہو کہ شیخ محمد صاحب کے اجداد عظام نے اول اول مقام سدہور مین جو پورب مین ایک مشہور و معروف شہر ہے بساست اختیار کی تھی۔ آپکے اکابر و اسلاف رونق افزائے محفل درس تھے یہان تک کہ شیخ احمد بن شیخ یوسف جنپر اس خاندان کے نامور اور دنیا کے مشہور مشائخ کا سلسلہ نسب منتہی ہوتا ہے

سلطان سکندر تاجدار ہندوستان کے عالیشان دربار مین پہنچے اور چند ہی روز مین اپنی بنیظیر قابلیت سے شاہی دربار مین وہ اعزاز و اعتبار پیدا کرلیا کہ سلطنت کی طرف سے چند قریئے آپکو مدد معاش کیلئے نسلاً بعد نسل عنایت ہوگئے۔ اِس تقریب کیوجہ سے اِس خاندان کے اسلاف نے پھلت مین بسابت اختیار کی اور ایک دراز زمانہ تک انکی اولاد و احفاد نے یہان توطن کیا۔ شیخ احمد کے حقیقی بہائی شیخ محمود کے دو فرزند تھے۔ شیخ فرید اور شیخ محمد جو اُسی موضع پھلت مین سکونت رکھتے تھے۔ شیخ فرید اپنے آبا کرام کے طریقہ و طرز پر اکتسابی و وہبی فضائل کیساتھ موصوف تھے اور آپکے فضل و کمال کی شہرت قصبہ پھلت کی چار دیواری سے نکلکر دور دور تک پہیل گئی تھی آپکے انتقال کے بعد آپکے تین فرزند بمثیل یادگار باقی رہے۔ شیخ فیروز شیخ ابو الفتح شیخ عبد الرحمان ان سب مین شیخ ابو الفتح خصوصیت کیساتھ قابل ذکر ہین۔ آپ عنفوان شباب مین علوم کی تحصیل مین مشغول ہوئے جب تمام علمی تحقیقات سے فارغ ہوئے اور ہر قسم کے علوم مین کامل دستگاہ حاصل کرچکے تو آپکی عالی ہمتی نے صرف ان ہی علوم کی تحصیل پر قناعت نہین کی بلکہ ہمت کے شاہین نے تحصیل سلوک کی طرف بال و پر کہولے اور آپ مشائخ کاملین کی خدمت کی طرف متوجہ ہوئے۔ مدتون تک اُس زمانہ کے صوفیہ کی صحبت سے فائدہ اُٹھایا اور مشائخ زمانہ کے فیض صحبت سے سعادت اندوز ہوئے۔ چنانچہ چند مستند شہادتون اور نقل صحیح سے یہ بات پایۂ ثبوت کو پہنچ چکی ہے کہ آپ شیخ عبد العزیز کیخدمت مین پہنچے اور اُنسے استفاضہ حاصل کیا بعد ازان شیخ نظام نارنولی کی صحبت مین آئے جو مشائخ چشتیہ مین سے ایک مشہور و نامور شیخ تھے اور جو خواجہ خانوی گوالیاری کے ممتاز خلیفہ تھے۔ شیخ ابو الفتح کو شیخ نظام کی صحبت نہایت موافق اور بغایت مفید پڑی۔ سالہا سال ریاضات و مجاہدات مین بسر کیئے اور ہر قسم کے فیض سے بہرہ اندوز و کامیاب ہوئے۔ آخر کار جب ارشاد و تکمیل کے مرتبہ پر پہنچگئے اور آپکے اقبال و یاوری اور فضل و کمال کے ستارے نے اوج کمال پر قدم رکھا تو پھر وطن مالوف کیطرف مراجعت فرمائی اور درس و تدریس وعظ و تلقین مین مصروف ہوئے۔ یہ تعجب کیساتھ دیکھا جاتا ہی کہ گو شیخ نظام علوم مروجہ پر چندان اطلاع نہ رکھتے تھے۔ لیکن تو بہی شیخ ابو الفتح جو تمام علوم و فنون پر کمال اقتدار رکھتے تھے آپ کی صحبت مین فیضیاب تھے۔ شیخ نظام کے خاندان مین جو علوم نے شہرت پائی وہ شیخ ابو الفتح ہی کی علمی فیاضیون کا سبب ہی کیونکہ جس اثنا مین آپ شیخ نظام کی صحبت مین تھے تو اُنہون نے اپنی اولاد کے علوم کی تکمیل اور تربیت کی خدمت جو تعلیم کا دوسرا عنصر ہی آپ ہی کے سپرد کردی تہی جسے شیخ ابو الفتح نے بڑی قابلیت اور دلسوزی

کیساتھ اداکیا اور جسکا بدیہی نتیجہ یہ ہوا کہ تھوڑے عرصہ مین شیخ نظام کی اولاد نہایت قابل و دانشمند اور دنیا مین مشہور و نامور ہوگئی۔ بیان کیا جاتا ہی کہ ایک صاحبدل نے شیخ ابوالفتح کو شیخ نظام کیخدمت مین دیکھکر نہایت استعجاب کے لہجہ مین فرمایا کہ "آفتاب ستارونکی پناہ مین آیا ہے"۔

سُنا جاتا ہی کہ شیخ ہیبت اللہ انصاری نے جو شیخ عبدالعزیز دہلوی کے مقتدر خلیفہ تھے اپنے انتقال کے وقت وصیت کی کہ میرے جنازہ کی نماز شیخ ابوالفتح پڑھائین جسوقت آپکا انتقال ہوا شیخ ابوالفتح نارنول مین تھے۔ لوگ وضو کرتے جاتے تھے اور شیخ کے انتظار مین کھڑے ہوتے جاتے تھے۔ دفعۃً سامنے سے شیخ نمودار ہوئے اور شیخ ہیبت اللہ کے جنازہ کی نماز پڑھائی۔ گویا آپکے دلمین خودبخود یہ خیال پیدا ہوا کہ مجھے ایک نہایت عاجلانہ حرکت کیساتھ وطن پہنچنا چاہیے۔ یہان پہنچکر معلوم ہوا کہ شیخ ہیبت اللہ انتقال کرگئے اور لوگ آنکی وصیت کے مطابق میرا انتظار کررہے ہین۔[1]

شیخ ابوالفتح نے خواجہ طیفور کی محترم و باعصمت لڑکی سے نکاح کیا۔ جب مجلس عقد گرم ہوئی تو زمزمۂ غنا چھیڑ دیا گیا۔ شیخ ابوالفتح کی حالت ساعت بساعت متغیر ہونے لگی اور شدہ شدہ وجد و رقص کی نوبت پہنچی۔ خواجہ طیفور کے مشرب مین سماع منع تہا اور وہ وجد و رقص کے سخت مخالف تھے لوگون نے جب یہ کیفیت خواجہ کے گوشگزار کی تو آپ مجلس مین تشریف لائے اور شیخ کی یہ حالت دیکھکر فرمایا چونکہ اس عزیز پر وجد حقیقی طاری ہی اسلیئے اسکا انکار کرنا نہین چاہیئے۔

شیخ ابوالفتح کے انتقال کا وقت جب قریب آگیا تو آپنے اپنی بھتیجے شیخ ابوالحسن کو بلاکر فرمایا کہ قرآن مجید کی کوئی سورت میرے سامنے پڑہو۔ آپکے ارشاد کی فوراً تعمیل ہوئی۔ اور شیخ ابوالحسن نے نہایت خوش الحانی سے قرآن کی چند آیتین پڑہین تلاوت سے فارغ ہونیکے بعد شیخ نے فاتحہ کیلئے ہاتھ اُٹھائے اور آیۂ سُبحَانَ رَبِّكَ رَبِّ الْعِزَّةِ عَمَّا يَصِفُونَ پڑہکر مُنہ پر ملے کہ آپکا طائر روح قفس جسم سے پرواز کرگیا۔ اوراد مشائخ مین شیخ ابوالفتح کا ایک رسالہ دنیا مین آپکی محسوس یادگار باقی ہی جو بلحاظ مضامین نہایت لطیف و اعلےٰ درجہ کا رسالہ ہے۔

شیخ ابوالفتح کے انتقال کے بعد آپکے بڑے فرزند شیخ ابوالفضل سریرآرائی خلافت ہوئے اور افادہ ظاہری و باطنی کی مسند پر جلوس فرمایا۔ آپنے طولانی عمر پائی اور سب کی سب مرضیات الٰہی ترک دنیا و اہل دنیا درس علوم دینیہ کتب سلوک

---

[1] یہ بہی بیان کیا جاتا ہو کہ شیخ ہیبت اللہ انصاری اور شیخ ابوالفتح نے باہم عہد و پیمان کیا تہا کہ ہم مین جو شخص پہلے انتقال کرے دوسرا اُسکے جنازے کی نماز پڑہائے۔ جس زمانہ مین شیخ ہیبت اللہ بیمار پڑے۔ شیخ ابوالفتح نے نارنول کا قصد کیا رخصت کیوقت شیخ ہیبت اللہ نے اُس عہد کو یاد دلایا۔ جس کے جواب مین آپنے فرمایا کہ اگر ایسا ہوا تو مین اُسے ضرور انجام دونگا۔ چنانچہ اسی مرض مین شیخ ہیبت اللہ نے انتقال فرمایا اور شیخ ابوالفتح نے آپ کے جنازے کی نماز پڑہائی ۱۲

کی عمل جیسے احیا اور عین العلم میں بسر کی آپ آداب طریقت و شریعت میں نہایت اعتدال کیساتھ اور افراط و تفریط سے دور تھے

جب شیخ ابوالفضل کا جام حیات لبریز ہوکر چھلک پڑا تو آپکے بڑے صاحبزادے شیخ ابوالکرم جو سابق میں شاہی نوکری میں مصروف تھے سجادہ نشینی کے درپے ہوئے اور اس کام کو اپنے ذمہ لینا چاہا۔ شیخ ابوالکرم اگرچہ نہایت ذکی الطبع خوش تقریر فصیح اور قابل تھے اور اسکے ساتھ علوم فقہ و حدیث وغیرہ میں بھی آپکو کامل مہارت حاصل تھی لیکن بسبب عیش طلبی و راحت پسند تھے اور چونکہ ابتدائی زمانہ سے اسوقت تک شاہی ملازمت میں زندگی بسر کی تھی اسلئیے ریاضات مجاہدات کی زیادہ محنت و مشقت بھی نہیں اٹھائی تھی۔ جناب شیخ ابوالفضل کو بھی دن بدن انکی راحت طلبی کا زیادہ یقین ہوتا گیا تھا یہی وجہ تھی کہ آپنے انکے بارہ میں کبھی اسبات کا تذکرہ نہیں فرمایا کہ میرے بعد سجادہ نشینی کا حق شیخ ابوالکرم کو حاصل ہے لیکن تاہم شیخ ابوالکرم کی ذاتی خوبیوں اور شرعی قیود کی پابندیوں نے قبیلہ کے تمام لوگوں کو اپنا گرویدہ کرلیا تھا۔ اسلئیے وہ شیخ ابوالکرم کی حمایت میں اٹھہ کھڑے ہوئے اور ان کا استحقاق ثابت کرکے سجادہ نشینی کی مسند پر بٹھادیا۔ شیخ ابوالفضل کے معتقدوں اور مریدوں نے ان لوگوں کے دباؤ سے شیخ ابوالکرم کی سجادہ نشینی نہایت تحمل کیساتھ تسلیم کی لیکن باانہمہ شیخ مبارک نے جو شیخ ابوالفضل کے جان نثار خادم تھے اس سجادہ نشینی کو تسلیم نہیں کیا اور گھبراہٹ وبیچینی کیساتھ شیخ کی روح کیطرف متوجہ ہوئے تاکہ حقیقت حال پر مطلع ہوں۔ شیخ ابوالفضل انکے خواب میں تشریف لائے اور صاف لفظوں میں فرمایا میری سجادہ نشینی کا استحقاق اُس شخص کو حاصل ہے جو کل فلان درخت کے نیچے کھانا تقسیم کریگا۔ جب شیخ مبارک بیدار ہوئے تو تمام لوگوں پر اس واقعہ کا اظہار کیا۔ عجیب اتفاقی بات ہے کہ جب صبح کو کھانا تقسیم ہونے لگا۔ تو شدہ شدہ کھانیکی تقسیم شیخ ابوالفضل کے بتائے ہوئے درخت کے نیچے شیخ محمد عاقل کے ہاتھ میں تھی لوگوں نے یہ صورت دیکھکر شیخ محمد عاقل کو شیخ مرحوم کا سجادہ نشین تسلیم کیا اور رفتہ رفتہ چند اس قسم کے اسباب جمع ہوگئیے کہ جنکی وجہ سے شیخ ابوالکرم کی جمعیت متفرق ہوگئی اور وہ اُس افلاس و تنگدستی میں جو لازمہ درویشی ہے برتحمل نکرسکے جسکا نتیجہ یہ ہوا کہ انہوں نے سجادہ نشینی سے دست برداری کی اور شیخ محمد عاقل مستقل سجادہ نشین قرار دیئے گئے۔

اگرچہ آپکے کئی صاحبزادے تھے لیکن عمر میں سب سے بڑے اور قدر و منزلت میں سب سے افضل شیخ محمد ہیں جنکا ذکر قدرے تفصیل کیساتھ میں اوپر کر آیا ہوں۔

ل جناب شاہ ولی اللہ صاحب کتاب عین العلوم پر ریویو کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ یہ کتاب میں نے آنکھہ سے دیکھی ہے۔ اسمیں جابجا شیخ ابوالفضل کے نہایت مفید و کارآمد حاشیے خود شیخ کی قلم مبارک سے لکھے ہوئے ہیں حقیقت میں یہ حاشیے آب زر سے لکھنے کے قابل اور طالبین سلوک کو دستور العمل بنانے کے لائق ہیں جن کے دیکھنے سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ ان کا محشی ہر قسم کے علوم میں کامل تبحر اور پوری دستگاہ رکھتا ہے اور اسکی تحقیق اعلیٰ درجہ کی ہے۔۱۲ ۵۲ شیخ محمد عاقل کو ظاہری و باطنی علم کا کافی حصہ قدرت سے عطا ہوا تھا اور روز اول ہی سے اہل اللہ کی فہرست میں آپکا نام نامی درج ہو چکا تھا۔ آپ فقرا اور طالب العلموں کی رعایت میں کوئی دقیقہ اٹھا نہ رکھتے تھے اور ہمیشہ خدا ترسوں نیک لوگوں کی صحبت پسند کرتے تھے۔ اپنی اوقات کا اکثر حصہ تو اوراد و وظائف میں صرف کرتے تھے اور باقی حصہ طلبہ کی درس تدریس میں۔ جود و سخا اور مہمان نوازی میں اپنا نظیر نہ رکھتے تھے۔ ترک دنیا میں آپ اپنے تمام ہمعصروں پر فوقیت لیگئے تھے غرض وہ تمام عام اخلاق

دوسرا حصہ ختم ہوا

تیسرا حصہ

جناب شیخ عبدالرحیم صاحب

حضرت ناظرین! اب مین عارف باللہ حضرت شاہ ولی احمد صاحب کے والد بزرگوار جناب شیخ عبدالرحیم صاحب کی
لائف شروع کرتا ہون ہمین ذرا شبہہ نہین کہ مین اس عنوان پر جسکے تفصیلی حالات سے آپکو زمانہ دراز سے ایک خاص
دلچسپی اور دلچسپی کیساتھ کمال اشتیاق تہا نیز جسے مجھے سب سے اول ور سب سے زیادہ مفصل لکھنا چاہیے تہا بہت دیر
مین پہنچا لیکن میرے سلسلۂ بیان مین بھی چند در چند ایسی ضروری اور معقول مزاحمتین واقع ہوئین جنکی وجہ سے
مین آپکے اشتیاق کے جلد پورا کرنے مین معذور رہا۔ والعذر عند کرام الناس مقبول اب جبکہ مین پہلے اور
دوسرے حصے مین شیخصاحب کے مقدس اور جلیل القدر خاندان کے مفصل حالات ختم کر چکا تو آپکے حالات زندگی پر
قلم اُٹھاتا اور جسقدر مفصل حالات مجھے دستیاب ہوئے ترتیب وار قلمبند کرتا ہون تاکہ آپ کا نام نامی دنیا مین
زندہ ہو اور آپکے خاص فضائل و کمالات سے قوم مین ایک غیر معمولی تحریک اور تحریک کیساتھ مبارک جوش پیدا ہو
و باللہ التوفیق و بیدہ ازمۃ التحقیق قبل اسکے کہ مین مغفور شیخ کے اُن فضل اور آپکے روحانی و ضمیری جوہرون اور
علمی کارنامون کو ترتیب وار قلمبند کرون جو ضرب المثل کے طور پر آجتک تاریخون مین محسوس یادگار مین مناسب ہے کہ
کہ آپکے حالات زندگی اور فضائل و کمالات کا اجمالی طور پر سرسری خاکا کھینچون تاکہ ناظرین کو آپکے قابل تقلید
واقعات دیکھنے کی زیادہ رغبت ہو اور شائقین زیادہ شوق سے پڑہین۔

واجب الاحترام شیخ عبدالرحیم صاحب دہلی مین ایک ایسے نامور اور مشہور بزرگ گزرے ہین جنکا نام نامی بچہ
بچہ کو یاد ہے اور جنسے نہ صرف دہلی ہی کے باشندے روشناس ہین بلکہ تمام ہندوستان اور ہندوستان سے لیکر عرب تک
آپکے نام کا امتیازی پھریرا اڑ رہا ہے یہی وہ بزرگوار ہین جنکے وہبی و اکتسابی علوم کا سمندر بڑے زور شور سے چارون طرف
پڑا ابل رہا ہے اور حدیث و تفسیر کا چمکدار اور نتھرا ہوا چشمہ گلی گلی اور کوچہ کوچہ مین انتہائی پیاری اور دلگیر ادا کے
ساتھ بہ رہا ہے جسمین سے بیشمار خوشگوار و شیرین نہرین کٹ کر دور دور تک چلی گئی ہین اور جنہون نے اپنی شادابی سے
ایک عالم کو سرسبز اور لہلہا رکھا ہے ہجرت کی دسوین صدی مین اس فاضل اجل نے اپنے علم و فضل کے عالیشان
جھنڈے تمام عالم مین گاڑ دیئے تھے اور طائر خیال بلند پرواز اسکے مراتب علم اور شان کمال کی رفعت و بلندی کو
پا نہین سکتا تہا ہندوستان مین آپ وہ پہلے ہی نامور ہین جنہون نے طالبان علم دین کیلئے صلائے عام دی اور اپنے
بینظیر فیضان اور عدیم المثال صحبت سے اہل دنیا کو نہال کر دیا حدیث و فقہ کے مختلف علمی معلومات اور سلوک

ارشاد کی باریکیون اور نازک دقیق مسائل کو دنیا کے سامنے پیش کیا جسکے فیض سے آجتک ہندوستان کے
علمی کارنامون کے چراغ روشن ہین۔

حقیقت مین ہندوستان کے علما پر شیخ کا اسقدر احسان ہے جسکے بار سے سر نہین اٹھا سکتے لیکن تعجب اور تعجب کے
ساتھ افسوس سے دیکھا جاتا ہے کہ بہت کم ایسے معزز علما ہین جو آپکے تاریخی حالات سے واقف ہین گو ہمین یہ بات عمداً
تسلیم کرنی پڑتی ہے کہ نامور و مشہور حضرات کے واقعات کچھ نہ کچھ مشہور ہوجاتے اور خود بخود انکی شہرت خاص خاص لوگون
مین پھیل جاتی ہے۔ تاہم یہ ضروری بات ہے کہ ایک دنیا کے نامور اور مشہور شخص کے جہان تک جزوی اور دلچسپ واقعات
پر عبور ہوتا ہے وہ اسیقدر زیادہ مفید و کارآمد ثابت ہوتے ہین جنسے اسکے خاص فضائل و کمالات کی وجہ سے قوم مین
ایک عجیب و غریب تحریک پیدا ہوتی ہے۔ اور جنکے پڑھنے سے اچھی طرح معلوم ہو سکتا ہے کہ اہل کمال کی ترقی کے
سامان کیونکر پیدا ہوجاتے ہین اور انسانی کمال جو اسکا اصلی شریف عنصر ہے وہ کن طریقون سے حاصل ہو سکتا ہے یہ پہلے
مین لکھ آیا ہون کہ جناب شیخ وجیہ الدین شہید کے تین فرزند رشید تھے۔ شیخ عبد الحکیم جو سب مین چھوٹے صاحبزادے ہین
انکے حالات زندگی چونکہ بالکل تاریکی مین ہین اسلیئے افسوس ہے کہ ہمارا تذکرہ ان سے خالی رہا جاتا ہے شیخ عبد الرحیم
صاحب جناب شیخ وجیہ الدین کے نامور فرزند اگرچہ عمر مین شیخ ابو الرضا محمد سے چھوٹے تھے لیکن علم حدیث و فقہ کی اشاعت
دینے مین شیخ ابو الرضا محمد سے افضل تھے گو علمی فیاضیون کی شہرت مین ہر ایک دوسرے سے بڑھکر تھا باستثنائے
شیخ عبد الحکیم کے باقی دونون حضرات کے حالات اس حصہ مین لکھے جائینگے اسلیئے اس حصہ کے بھی دو باب مقرر کیئے گئے
ہین پہلے باب مین شیخ عبد الرحیم کے حالات زندگی ہونگے اور دوسرے مین شیخ ابو الرضا محمد کے۔

الغرض جناب شیخ عبد الرحیم صاحب عجیب و غریب قابلیت کے شخص تھے آپکے روحانی و ضمیری جوہر اپنے مین
گہری ممتازیت کی تہ رکھتے تھے اور تمام علوم و فنون مین قابل انتخاب تھے آپ جسطرح علم حدیث و تفسیر مین عدیم
المثال اور بے نظیر تسلیم کیئے جاتے تھے اسیطرح فقہ و ادب وغیرہ مین اپنا نظیر نہ رکھتے تھے اور سب سے بڑھکر یہ کہ باوجود
ان شرعی علوم و فنون کے دنیوی علوم کا کافی حصہ رکھتے تھے جیسا کہ آگے چلکر مفصل طور پر آپکو معلوم ہوگا ہندوستان
مین جس معزز اور بزرگوار نے سب سے پیشتر حدیث کے درس و تدریس کی بنیاد ڈالی اور جس مشہور محدث نے اس
غریب علم کے شائع کرنے اور پھیلانے مین کوشش بلیغ کی وہ شیخ عبد الرحیم صاحب تھے۔ ربانی نکات اور آسمانی
اسرار جو قرآن و حدیث کے الفاظ مین خمیر کر دیئے گئے ہین آپ ہی نے انہین ہندوستانیون پر واضح کیا اور جن
لوگونکے دلون پر صدیون سے جہل کی تاریکی چھائی ہوئی تھی آپ ہی نے اپنے پُر اثر وعظ اور غیر معمولی تلقین سے منور کردیا۔

شیخ عبدالرحیم صاحب کو قدرتاً علم سے زیادہ دلچسپی تھی گویا فطرت نے اس مقدس نفس اور پاک طینت کی ذات مین علمی مذاق کوٹ کوٹ کر بھر دیا تھا۔ یہی وجہ تھی کہ آپ اکثر اوقات علوم دینیہ کے مطالعہ اور قرآن حدیث کی اشاعت مین مصروف رہتے تھے اور علم سلوک کے رواج دینے مین کوئی دقیقہ اُٹھا نہ رکھتے تھے آپکی محتاط زندگی اتقاء و پرہیزگاری ترک دنیا و اہل دنیا نفس کُشی عام اخلاق خدا ترسی کی بے نظیر شہادت دہلی کی چار دیواری سے نکلکر دور دور تک پھیل گئی تھی۔ اور علم و ہنر، فہم و فراست، عزم و ثبات نے آپکی شہرت کو اور بھی چمکا دیا تھا آپ کی علمی فیاضیون کی ندائے عام نے دلونمین وہ ذوق شوق پیدا کر دیا تھا کہ دور دور کے اہل کمال آپکے درسگاہ مین کھنچ آتے تھے اور پُرانی دہلی جمیع علوم و فنون کا مرکز بن گئی تھی۔

قدرت کے نازک اور پیارے ہاتھون نے جس علم و فیض کی قیمتی قبا آپکے موزون قد و قامت پر سجائی تھی وہ دوسرے قد پر مشکل موزون اور ٹھیک آسکتی تھی گویا خیاط ازل نے علم اور اسکے ساتھ عمل خلوص کی پوشاک روز اول ہی سے آپکے لیے قطع کی تھی جس سے اسوقت آپنے اپنے جسم کو سجایا۔ آپکی معجز نما کرامات اور روحانی تصرفات و توجہات کا چرچہ ایک عالم مین پھیلا ہوا تھا اور آپکی فطری لیاقتون اور ذاتی جوہرون کے ڈنکے تمام دنیا مین بجگئے تھے۔ آپکے مزاج مین استغنائی اس درجہ تھی جسکی نظیر سے علماء کاملین کے حلقے خالی نظر آتے ہین گو آپکی طبیعت مین پرلے درجہ کی بے تکلفی تھی لیکن اُمراء و روسا کے مکانون پر کبھی نہین جاتے تھے۔ اور اس دروازے کو کلیۃً بند کر رکھا تھا ہان اگر یہ لوگ آپکی زیارت کیلئے حاضر ہوتے تو نہایت متواضعانہ اخلاق اور خندہ پیشانی سے ملاقات کرتے اور معززین قوم کا خصوصیت کیساتھ اعزاز و اکرام فرماتے اگر وہ لوگ نصیحت کیطرف راغب ہوتے تو نہایت نرمی و تلطف سے حق نصیحت ادا کرتے اور امر معروف اور نہی منکر کے منصب کو بڑی جرأت و آزادی کیساتھ ادا کرتے۔

ف بیان کیا جاتا ہے کہ جناب شیخ عبدالرحیم صاحب کا ایک مخلص بے ریا معتقد بادشاہ اورنگ زیب کے سلسلہ خواص مین داخل تھا ایک شخص کا ذکر ہے کہ عالمگیر کو پنکھا کر رہا تھا کہ دفعۃً اسپر محویت غالب ہوئی۔ اور پنکھا ہاتھ سے چھوٹ کر اس زور سے عالمگیر پر گرا جس سے وہ فوراً چونک پڑا بیدار ہونے کے بعد دریافت کیا کہ اس بیجا حرکت کے ظہور پذیر ہونیکی کیا وجہ ہے غریب خواص کانپتی اور تھرتھراتی ہوئی آواز سے شیخ صاحب کا کچھ حال اور آپکی طرف اپنے انتساب کا ذکر کیا جسے عالمگیر نے رغبت کے کانون سے سُنا اور غائبانہ مشتاق ملاقات ہو کر بولا کہ شیخ کو میرے پاس بلا لا اُسنے نہایت سماجت سے عرض کیا کہ بادشاہونکی محفلون اور اُمرا کے گھرون مین جانا شیخ کا دستور نہین ہے۔ چونکہ عالمگیر مذہب کا سخت پابند تھا اور مذہبی تقدس کے علاوہ اہل اللہ کا ہمیشہ شائق اور اُنکے عشق و محبت کا بندہ تھا۔ خواص کی یہ آزادانہ گفتگو سُنکر اُسکے اشتیاق کی آگ بھڑک اُٹھی اور اپنے دربار کے ایک معتمد علیہ کو جو شیخ سے غایت درجہ کا اتحاد رکھتا تھا آپ کی خدمت مین روانہ کیا اور اپنے اشتیاق اور درخواست ملاقات کی کیفیت کہلا بھیجی۔ اُس شخص نے عالمگیر کا پیام دیکر اگرچہ بہت کچھ مبالغہ کیا مگر کچھ بھی مفید نہ پڑا شیخ نے قطعی طور پر انکار کر دیا کہ مین عالمگیر سے ملاقات کرنیکے لیئے اُسکے دربار مین نہین جا سکتا۔ عالمگیر کا فرستادہ بالکل

آپ کو جس طرح جہل و جاہلون سے طبعی نفرت تھی اُسیطرح ہمیشہ علم و علما کی تعظیم و تکریم کرتے تھے مذہبی عقاید و خیالات مین مستحکم اور زنادقہ و ملاحدہ کے قطعی دشمن تھے۔ ہرحال مین احادیث نبویہ کا تتبع کرتے اور کوئی جزئی و فرعی بات حدیث کے خلاف نہ کرتے۔ یہ آپ کی استقامت کا ادنی نمونہ ہے کہ عمر بہرمین جماعت سوائے قوی عذر کے فوت نہین ہوئی بچپن کے زمانہ سے لیکر آخر عمر تک ممنوع باتون کی طرف کبہی میل نہین کیا طریقہ محمدیہ کی پیروی آپ کی جبلی عادت تہی۔ باوجود اس فضل و کمال کے مزاج مین غایت درجہ کا انکسار و عجز تہا۔ طرز معاشرت بالکل سادہ اور تکلف و بناوٹ سے مبرا تہی امور ضروریہ کو خود اپنے ہاتہون سے انجام دیتے اور بیع و شرا مین خود تصرف کرتے۔ آپکا لباس نہ تو زاہدان خشک اور فقہاے ظاہری کی سی ہیئت پر ہوتا تہا نہ فقرا آزادی کے طریقہ پر۔ بلکہ مشائخ اور صوفیہ کے مطابق ہوتا تہا جسطرح خود بغیر اشد ضرورت کے قرض لینا مکروہ جانتے تھے اسیطرح اُن لوگون سے بہی ناخوش ہوتے اور ملامت کرتے تھے جو کہانے اور تنعم و تفکہ وغیرہ کیلئے قرض لیتے تھے طبی معلومات مین آپکا ذہن نہایت رسا و سلیم تہا۔ اور علمی و عملی تجربات خاص طور پر مشہور تھے۔ آپکا وظیفہ نوافل تہجد تہا۔ جن مین تعداد رکعت کی قید کچہہ نہ ہوتی تہی۔ بلکہ جبتک دل مین نشاط و رغبت ہوتی تہی نوافل مین مصروف رہتے تھے۔ اشراق و چاشت کی نماز بلاناغہ ادا کرتے اور بعد مغرب دو رکعتین نماز اپنے والدین اور برادر کو ثواب پہنچانے کیغرض ادا کیا کرتے۔ عذر کے سوا ہمیشہ تلاوت قرآن مین مصروف رہتے اور نہایت خوش الحانی اور قواعد تجوید کی رعایت سے پڑہتے۔ حلقہ یارون کے علاوہ قرآن مجید کے دو تین رکوع تدبر معانی کیساتھ پڑھنا آپکا دستور تہا۔ ہزار بار درود اور ہزار دفعہ نفی اثبات نماز فجر سے پیشتر بعض بجہر بعض بخفی اور بارہ ہزار مرتبہ اسم ذات کا ہمیشہ ورد کیا کرتے۔ جب جناب شیخ ابو الرضا محمد آپ کے برادر کلان کا انتقال ہو گیا تو آپنے بعض یارون کی استدعا و اصرار سے وعظ کہنا شروع کیا۔ اکثر مشکوۃ شریف کی حدیثین

بقیہ نوٹ صفحہ ۱۱۱:۔ مایوس ہو گیا تو بولا مجہے ایک کاغذ لکہکر دیدیجئے تاکہ بادشاہ میری تقصیر پر محمول نہ کرے آپنے ایک نہایت حقیر اور مبتذل کاغذ جس مین جوتیان لپٹی ہوئی دہرین تہین زمین سے اُٹہا کر ذیل کی عبارت لکہی۔ کہ فقرا اہل اللہ کی جماعت کا اسپر اجماع ہو چکاہے کہ بئس الفقیر علی باب الامیر۔ اور حق سبحانہ تعالی اپنے کلام مقدس مین فرماتا ہے ومتاع الحیٰوۃ الدنیا فی الاخرۃ الا قلیل۔ قرآن مقدس کے اس معنے خیز جملہ پر نظر کرنیسے صاف معلوم ہوتا ہے کہ جسقدر تمہین دنیاوی اعزاز اور حشمت و شوکت نصیب ہے ایک نہایت ہی اقل القلیل جزو ہے۔ اگر مین بفرض محال اس بات کو تسلیم ہی کرلون کہ تم مجہہ سے ملکر خوش ہو گے اور اپنی دنیاوی شوکت و حشمت مین سے کچہہ میرے حوالہ کر دوگے تو اس سے بڑھکر اور کچہہ نہین کہ جزو لایتجزی دوگے اور مین اس جزو لایتجزی کے لئے اپنا نام خدا کے دفتر مین سے نکالنا نہین چاہتا کیونکہ بزرگان چشتیہ کے ملفوظات مین لکہا ہے کہ جسکا نام بادشاہ کے رجسٹر مین درج ہوتا ہے خدا تعالی کے دفتر سے اُسکا نام کہرچ ڈالا جاتا ہے یہ عبارت لکہکر آپنے عالمگیر کو بہیجدی۔ عالمگیر نے جب اس رقعہ کو دیکہا تو بڑی غور سے پڑہا۔ بار بار اُس کی پرشوق نظرین عبارت پر پڑتی تہین اور ہر دفعہ ایک نیا سرور آتا تہا۔ انجام کار اسنے شیخ کا رقعہ جیب مین ڈال لیا۔ اور مدت تک تعویذ بازو بنا کر رکہا جب نیا خلعت زیب تن کرتا رقعہ جیب سے نکالکر دوسری جیب مین رکہہ لیتا۔ فرصت کیوقت ہمیشہ مطالعہ کیا کرتا۔ اور زار و قطار رویا کرتا۔ اس واقعہ سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ جناب شیخ عبد الرحیم صاحب امرا اور روسا کی صحبت سے کمال متنفر تہے اور دنیا اور اُسکے تجملات کو سخت حقارت اور نفرت انگیز نگاہ سے دیکہتے تہے ۱۲

نہایت تشریح و توضیح کیساتھ بیان فرماتے اور کچھ تنبیہ الغافلین اور کچھ غنیۃ الطالبین کا حصہ بیان کرتے آخر مین قرآن مجید کی تفسیر بیان کرنی شروع کی لیکن ہنوز تکمیل کو نہ پہنچی تھی کہ ضعف مرض غالب آیا اور اسی مرض مین انتقال فرما گئے۔

باب اوّل
جناب شیخ عبد الرحیم صاحبؒ کے مفصل حالات

(شیخ کی ولادت و طفولیت تعلیم و تربیت)

جناب شیخ عبد الرحیم صاحب کے ولادت کی صحیح تاریخ اور سال و دن بتانا اگرچہ بہت مشکل ہے کیونکہ کسی تذکرہ اور تاریخی کتاب سے اسکا پتہ نہین چلتا لیکن آپکا سال ولادت سنہ وفات سے جہانتک مطابقت کیا جاتا ہے تو اس قدر ضرور معلوم ہوتا ہے کہ آپ ۱۰۵۴ھ ہجری مین پیدا ہوئے ہین اور یہ غالباً صحیح ہے کیونکہ مستند تواریخ سے یہ بات پایۂ ثبوت کو پہنچ چکی ہے کہ آپنے ستر برس کی عمر پاکر ۱۱۳۱ھ مین انتقال فرمایا اور جب ۱۱۳۱ھ مین سے ستر تفریق کیے جائینگے تو ۱۰۶۱ھ باقی رہے اسلیے آپکا سنہ ولادت شروع ۱۰۶۱ھ ہجری سمجھنا چاہیے جو حسابی قاعدہ سے نہایت صحیح اور درست ہے شیخ کے پیدا ہونے سے پیشتر ہی بعض اُن پاک نفوس اوصاف باطن حضرات نے جنہین فطرت سے ممتازیت کا کافی حصہ ملا تھا اور جنکے دلون مین ربانی جلال بڑے زور شور سے چمک چکا تھا یعنی جنہون نے روحانی ذریعہ سے تعلیم پائی تھی صاف لفظون مین جناب شیخ وجیہ الدین آپکے والد بزرگوار کو بشارت دی تھی کہ تمہارے گھر ایک ایسا پاک نفس اور نیک فطرت لڑکا پیدا ہوگا جسکی فرزندی کے تعلق سے نہ صرف تم بلکہ تمہارا سارا خاندان دنیا مین روشناس ہو جائیگا اور ہندوستان سے لیکر عربستان تک اُسکے نام کا امتیازی جھنڈا گڑ جائیگا چنانچہ شیخ رفیع الدین محمد صاحب نے جنکے علمی و عملی کارنامے دنیا مین خاص طور پر مشہور ہو چکے تھے اور جن کا فضل و کمال اعلےٰ درجہ کی وقعت کیساتھ ذکر کیا جاتا تھا صریح لفظون مین شیخ عبد الرحیم صاحب کی بابت پیشین گوئی کی تھی جسے مین اس مقام پر مختصراً ذکر کرتا ہون۔

جب شیخ رفیع الدین محمد (جو آخر مین شیخ عبد الرحیم صاحب کے حقیقی نانا ہوئے اور جنکی لائف مین دوسرے حصہ کے باب اول مین تفصیل کے ساتھ ذکر کر آیا ہون) کا جام حیات لبریز ہونیکے قریب ہوا تو ایک دن آپنے اپنا تمام اثاث بیت جمع کیا اور تمام وارثون کو شرعی حصہ پر تقسیم کر دیا اپنی اولادون سے ہر ایک شخص کو اُسکے حسب حال عنایت فرمایا جب آپکی سب سے چھوٹی صاحبزادی کی نوبت پہنچی (جو آئندہ شیخ عبد الرحیم صاحب کی والدہ

ہوئیں) تو آپنے اُنہیں فوائد طریقت کے چند جزو اور پیرون کا شجرہ عطا کیا شیخ کی بی بی صاحبہ نے فرمایا کہ اس لڑکی کی ہنوز شادی نہیں ہوئی ہے اسکے مناسب حال یہ کاغذ کے چند اوراق نہیں ہیں بلکہ شادی کے سامان مہیا کرنے ضروری ہیں شیخ محمد صاحب نے جواب دیا کہ یہ کاغذ کے چند اجزا ہماری گذشتہ نسلوں کی ایک مخصوص یادگار اور میراث ہیں جنہیں ہم دنیا کے تمام حشمت وشوکت سے افضل او قیمتی سمجھتے ہیں اس لڑکی کے ایک فرزند پیدا ہوگا جو بڑا ہوکر اہل اللہ کی جماعت کا سرتاج قرار دیا جائیگا اور عالم کا مقتدا و پیشوا تسلیم ہوگا چونکہ وہ ہماری اس معنوی میراث کا مستحق ہوگا لہذا یہ تمام اوراق اُسکے حوالہ کر دینا رہی شادی کے سامان اُن کا ہمیں ذرا فکر نہ کرنا چاہیئے خدا تعالیٰ مسبب الاسباب ہی خود مہیا کردیگا چنانچہ جب شیخ عبدالرحیم صاحب پیدا ہوئے اور ابتدائی عمر کے مرحلے طے کرکے سن رشد کو پہنچے تو آپ کی نانی صاحبہ نے وہ اوراق آپ کے سپرد کردیئے جو آپ کے بہت کام آئے جس مبارک زمانہ میں شیخ عبدالرحیم صاحب کی ولادت ہوئی اُس وقت اورنگزیب عالمگیر بادشاہ سریر آرائے سلطنت تھا اور آپ کے والد بزرگوار شیخ وجیہ الدین صاحب سلطنت کی طرف سے ایک معزز عہدہ پر ممتاز تھے قطع نظر اسکے آپ خود بھی دولت وثروت رکھتے تھے غرضکہ شیخ عبدالرحیم کی اقبال یاوری سے وہ تمام سامان مہیا ہوگئے تھے جو ایک خوش قسمت بچہ کی پرورش کیلیئے درکار ہوتے ہیں لہذا نہایت ناز و نعمت کے ساتھ آپ کی پرورش ہوئی تھی آپکے بچپن کا زمانہ حقیقت میں آپ کی آئندہ حالات کا ایک ایسا دیباچہ تھا جسے سرسری طور پر دیکھکر مبصرین صاف کہتے تھے کہ عنقریب وہ زمانہ آنے والا ہے جس میں یہی ننھا بچہ اپنے مذہبی تقدس اور روحانی تصرفات کی وجہ سے تمام عالم کا ایک معزز و معتقد ریفارمر تسلیم کیا جائیگا تمام ملک و قوم اسے نہایت اعزاز کے ساتھ اپنی آنکھوں پر جگہ دیگی اور اسکے سامنے سلاطین کی گردنیں جھک جائینگی چنانچہ اس قسم کی پیشین گوئیوں کے واقعات بہت سے ہیں جن میں سے بعض وہ ہیں جو خود شیخ عبدالرحیم صاحب کے قلم مبارک کے لکھے ہوئے ہیں اور چونکہ وہ زیادہ دلچسپ ہیں اسلیئے صرف اُن ہی کے قلمبند کرنے پر اکتفا کرتا ہوں۔

(۱) شیخ صاحب فرماتے ہیں کہ میرے ماموں شیخ عبدالحی ایک نہایت صالح اور خدا ترس آدمی تھے تقویٰ و پرہیزگاری کے سوا دنیا و اہل دنیا سے طبعی نفرت رکھتے اور بالکل اپنے اسلاف کے قدم بقدم چلتے تھے گو اپنی اولاد کی تعلیم و تربیت میں بے انتہا کوشش کرتے تھے لیکن خدا کی شان کہ اُن کی طبیعتیں متاثر نہ ہوتی تھیں اور لکھنے پڑھنے کی طرف ذرا سی توجہ نہ تھیں جس کی وجہ سے بزرگ شیخ اپنی فلاح اور صعقر نہ

خاندان کے نام کو برقرار رکھنے سے بالکل مایوس و ناامید ہوگئے تھے - عام طور سے دیکھا جاتا ہے کہ ماں باپ دولتمند
ہوں یا مفلس اُنکی بڑی آرزوئیں اپنے ہونہار بچوں کی کوششوں سے وابستہ ہوتی ہیں لیکن جب وہ اپنی
اولاد کے اطوار اس قسم کے دیکھتے ہیں جن سے کسی طرح کی اُمید نہیں بندھتی تو اُن کی مایوسی و شکستہ دلی
سخت خطرناک ہوتی ہے ایسی حرمانی اور مایوسی کے وقت اکثر دیکھا گیا ہے کہ لوگ قبل از وقت جان دینے کو
مصلحت و عزت سمجھتے ہیں اور بعض مرتے نہیں تو مرنے سے بدتر ہو جاتے ہیں کیونکہ اُن کی زندگی نہایت
دردناک طریقہ سے آخر ہوتی ہے - بجنسہٖ یہی حالت شیخ عبد الحی صاحب کی تھی آپ کو رہ رہکر یہی خیال پیدا
ہوتا تھا کہ افسوس جو علمی فضیلت ہمارے بزرگوں نے حاصل کی ہے میری اولاد کی بدلیاقتی اُسے دُنیا سے
مٹا ڈالے گی یہی ایک خیال تھا جو شیخ کو ہمیشہ مغموم و رنجور رکھتا تھا - ایکدفعہ کا ذکر ہے کہ میں بچپنے کی حالت میں
سر سے عمامہ اُتار کر زانو پر رکھے ہوئے وضو کر رہا تھا اور جس قدر وضو میں سنن و آداب ہیں سب کی برابر
رعایت کرتا جاتا تھا آپنے مجھے اس حالت میں دیکھکر انتہا درجہ کا جوش مسرت ظاہر کیا اور نہایت خندہ
پیشانی سے فرمایا خدا کا شکر ہے کہ میں اپنی اولاد کی ناقابلیت دیکھ دیکھکر ہمیشہ ڈرتا تھا کہ ہمارے اسلاف کا
سِرّ ہماری اولاد سے منقطع ہو جائے گا لیکن اب مجھی قطعی طور پر معلوم ہو گیا کہ اُس سِرّ کا حامل ہمارے
خاندان میں موجود ہے گو اپنی نسل میں نہ سہی بہن کی نسل میں موجود ہے -

(۲) شیخ عبد الرحیم صاحب فرماتے ہیں ہنوز میں خورد سال بچہ تھا کہ سلسلۂ نقشبندیہ میں کے ایک
عزیز خواجہ ہاشم نام بخارا سے آئے اور ہمارے محلہ میں سکونت اختیار کی جب مجھے دیکھتے بمحبت پیش آتے
اور بہت ہی توجہ و التفات فرماتے ایکدفعہ فرمایا مجھے ایک درود یاد ہے جسکا عامل ہمیشہ متمول و دولتمند
رہتا ہے چونکہ میرا دل اُسوقت دنیا کے تمام تعلقات سے منقطع تھا اسلیئے اُن کے جواب میں عرض
کیا کہ جب خدا تعالیٰ مجھے بلا واسطہ قوت لایموت پہنچاتا ہے اور میری مایحتاج کا وہ خود متکفل ہو چکا ہے
تو اب میں دوسرے سے کوئی حاجت نہیں رکھتا خواجہ ہاشم میری اس برجستہ و معقول جواب کو
سُنکر خاموش ہو گئے لیکن چند روز کے بعد فرمایا کہ ہمیں ایک ایسی مؤثر دعا سینہ بسینہ پہنچی ہے کہ
اگر مجذوم پر پڑھکر پھونکی جائے تو اُس کا جذام فوراً جاتا رہے میں نے کہا خدا کا شکر ہے کہ میں اس
خبیث اور موذی مرض سے محفوظ ہوں ہاں اگر کوئی مبتلائے جذام میری نظر پڑے گا اُسے
خدمت مبارک میں لا حاضر کروں گا آخر کار چند روز کے بعد خواجہ ہاشم نے صاف لفظوں میں کہا

کہ برخوردارمن !اس درود و دعا کے ذکر کرنے سے مجھے تمہارا انکار کرنا مقصود تھا کیونکہ تم استعداد عالی رکھتے ہو اب امتحان سے معلوم ہوا کہ تم میرے خیال سے بھی بڑھکر عالی ہمت ۔ حوصلہ مند بلند خیال ودقیق النظر ہو میرا دلی مقصد یہ تھا کہ تم اشغال صوفیہ مین سے کوئی شغل اختیار کرو مین نے خواجہ کی یہ دلسوزی دیکھکر کہا تو آپ ہی کوئی شغل بتائیے چنانچہ خواجہ نے مجھے اسم ذات کی تلقین کی اور فرمایا کہ ایک کاغذ کے تختہ پر ہمیشہ اسم ذات کو لکھتے رہو یہانتک کہ تمہارے خیال مین بڑی مضبوطی اور استحکام کیساتھ بیٹھ جائے مین نے اس شغل کو اختیار کیا اور چند ہی روز مین اُسکی کیفیت مجھپر غالب ہوگئی اُس زمانہ مین مین شرح عقاید اور حاشیہ خیالی پڑہتا تھا اور حاشیہ خلاعبدالحکیم کے لکھنے کا ارادہ تھا جب مین نے لکھنا شروع کیا تو ایک جزو کے قریب اسم ذات لکھ گیا اور مجھے بالکل شعور نہوا کہ کیا لکھ رہا ہون ۔

الغرض جناب شیخ عبدالرحیم کی طفولیت کا زمانہ نہایت ہی مبارک اور مقدس زمانہ تھا جس مین آپکی نہایت ہی ناز و نعمت اور عمدہ طور سے پرورش ہوئی شیخ کے زمانہ طفولیت کے حالات اگرچہ ہمین کسی ایسے سلسلہ سے نہین دستیاب ہوتے جن پر ہم بلاتامل بھروسہ کرلین لیکن تاہم جو ہمین تحقیق ہوا ہی بیان قلمبند کرتے ہین آپکا بچپن فطرت کی اُن عجیب غریب خوبیون کو لئے ہوئے تھا جنکی نظیر دوسرے بچون مین مشکل سے پائے جانے کی اُمید ہوسکتی ہو آپ کائنات حسن کے لب لباب اور دنیا بھر کے حسین نہ تھے تو بھی آپکے چہرہ مین ایک ایسی قسم کی نمکینی و ملاحت تھی جس سے شان کبریائی کے عجیب غریب نمونے ظاہر ہوتے تھے ۔ آپکی صاف اور ستھری پیشانی اپنے مین ایک خاص عالمانہ تزک و احتشام کی تابانی رکھتی تھی اور اُس مین ایک عجیب نوعیت کی بزرگانہ متانت کا چمکارا نمودار تھا ۔ آپکی دلفریب طفلانہ حرکتون مین اس غضب کی کشش تھی جنھون نے ایک عالم کو اپنا گرویدہ کرلیا تھا ۔

بزرگ شیخ کی بچپنے کی سکوت خیز صورت آپکی مزاج کے تحمل و بردباری کی صاف شہادت دیتی تھی اور قیافہ شناس نظرین خوب جانتی تھین کہ آپکی یہ خاموشی ربانی نکات اور ضمیری جوہرون کی کوئی گٹھری تہ اپنے مین رکھتی ہے وہ ناز بھری اور خوشنما ہٹین جو عموماً بچے اپنے ناز بردار اور مہربان والدین سے کرتے ہین آپنے کبھی نہین کین ادب کا یہ حال تھا کہ آپنے کبھی اپنے والدین کے سامنے اونچی نگاہین کرکے بات نہین کی اور ہر بات پر بجا و درست کہنے اور گردن نیچی کرکے نہایت متانت و سنجیدگی کے ساتھ جواب دینے کی عادت تھی غرضکہ محترم و معزز شیخ کی طفولیت کا زمانہ ایسا عجیب و غریب اور

حیرتناک زمانہ تہا جسکی نظیر سے اُس عہد کے تمام بچے خالی تہو۔

اگرچہ اِس امر مین ہماری واقفیت محدود ہے کہ شیخ کی تعلیم و تربیت کب شروع ہوئی لیکن مختلف واقعات اور اِس جلیل الشان عظیم القدر خاندان کے دستور پر نظر ڈالنے سے اسقدر ضرور معلوم ہوتا ہے کہ اِس مزید عصر نے چوتھے سال مین قدم رکہا تہا کہ جناب شیخ وجیہ الدین صاحب نے قرآن مجید پڑھانا شروع کیا مگر یہ تعجب کے ساتہ دیکہا جاتا تہا کہ اِس کم سن بچے نے اِس نو عمری مین تعلیم قرآن کیطرف اسقدر توجہ مبذول کی کہ بہت تہوڑے عرصہ مین ختم کرلیا اِن بعد صرف و نحو اور ادب کی کتابین جو دینی علوم کے عنصر ہین پڑہنی شروع کین اور ابہی آپ آٹھ سال کے تھے کہ یہ علوم کچھ ایسے پانی ہوگئے کہ بڑے بڑے تجربہ کار ٹکٹکا نہ کہاتے تھے اسی زمانہ مین علم ادب مین آپکو وہ کمال حاصل ہوگیا تہا کہ فصاحت و بلاغت اور لغت کے متعلق شعراء اور نثارون کو غلطیان بتا دیتے تہے کہ یہان یون ہونا چاہئے لیکن خود شعر نہ کہتے تھے اور شاعری کو بلحاظ ایک مقتدر علامہ ہونے کے مایۂ فخر نہ سمجہتے تھے جب آپکو نوان یا دسوان سال شروع تہا تو شرح عقاید اور حاشیہ خیالی پڑہتے تھے اور معقول کی اکثر کتابین نکال چکے تھے جس زمانہ مین اورنگ زیب اکبرآباد مین جلوس فرماتہا تو آپکے والد بزرگوار شیخ وجیہ الدین صاحب بہی وہان موجود تھے اور اِس تقریب سے آپ اکبرآباد مین مرزا محمد زاہد ہروی[له] سے تعلیم پاتے تھے ابتدائی رسائل سے شرح عقاید اور حاشیہ خیالی تک تو آپنے اپنے برادر کلان شیخ ابوالرضا محمد سے نکالے اور شرح مواقف اور تمام کتب کلامیہ و

[له] مرزا محمد زاہد ہروی قاضی اسلم کے فرزند رشید ہین قاضی اسلم جہانگیر کے عہد مین ہرات سے ہندوستان مین آئے اور اپنی ذاتی خوبیون اور علمی قابلیتون کی وجہ سے جہانگیر کو اپنا گرویدہ کرلیا جہانگیر نے جب ان کی لیاقت کا اچھی طرح امتحان کرلیا تو قاضی القضاۃ کے معزز منصب پر ممتاز کیا دنیاوی اعزاز اور مذہبی تقدس مین اس سے زیادہ اور کونسا درجہ ہوسکتا ہے کہ آپ ایک ایسے عہدے پر ممتاز تھے جسکے سامنے خود وارث تخت و تاج کی بہی گردن تسلیم خم ہوتی تہی۔ قاضی اسلم۔ ملا محمد فاضل باشندہ بدخشان کے شاگرد رشید تھے جب ابتدائی زمانہ کے مرحلے طے کرچکے تو کابل مین پہنچے اور ملا صادق حلوائی کا تلمذ اختیار کیا بعد ازان توران مین گئے اور ملا مرزا جان شیرازی کی صحبت سے فیضیاب ہوئے اور وہین مرزا جان کے تلمیذ رشید۔ ملا یوسف سے حکمت کے فنون اور طبی معلومات حاصل کین جو اُس عہد کے تمام مشہور اساتذہ مین نہایت امتیازیہ نظرون سے دیکھے جاتے تھے۔ جب قاضی اسلم ان تمام علوم سے فارغ التحصیل ہوگئے تو لاہور مین تشریف لائے اور ملا جلال لاہوری سے جو علوم عربیہ مین یگانہ روزگار اور فرید عصر تسلیم کیا جاتا تہا اور علوم عقلیہ اور نقلیہ کو جامع وحاوی تہا تفسیر و اصول کا درس لیا مرزا محمد زاہد تیرہ سال کی عمر مین فارغ التحصیل ہوگئے تھے آپکے بے نظیر جودت ذہن اور عدیم المثال فہم و فراست سے تمام اجلہ علماء کے حلقے خالی تھے حاشیہ شرح مواقف اور حاشیہ شرح تہذیب اور حاشیہ رسالہ تصور و تصدیق آپکی محسوس یادگارین ہین علاوہ ان تصانیف کے آپکی چند اور تصانیف بہی مشہور ہین جیسے حاشیہ شرح تجرید حاشیہ ہیاکل وغیرہ۔ آپ اورنگ زیب کے عہد مین منصب احتساب پر ممتاز تہے ایک عرصہ کے بعد اِس عہدے سے مستعفی ہوکر کابل تشریف لیگئے اور عزلت و گوشہ

اصولیہ میرزا زاہد ہروی سے پڑہین جب شرح مواقف پڑہتے تھے تو آپ کے درس مین اور بھی کئی بڑی عمر کے طلبہ شریک تھے لیکن سب کے سب آپسے ناراض اور کبیدہ تھے کیونکہ آپ شرح مواقف جیسی مشکل کتاب کے کئی کئی صفحے اُستاد سے دریافت کیے بغیر صاف پڑھ جایا کرتے تھے اور کسی مقام پر دم نہ لیتے تھے حالانکہ ہر طالب العلم کتاب کے ایک ایک مقام کو سمجھنا اور اُسپر بحث کرنا چاہتا تھا بھلا یہ بات شیخ صاحب سے کب ممکن تھی یہان تو خیال و دماغ عقل کامل سے پہلے ہی آراستہ ہوچکا تھا اور یہ معمولی کتابین آپکے سامنے بالکل پانی تھین شیخ حامد جو بڑے طباع اور ذہین شخص تھے اور کتب امیسکی تعلیم مین شیخ کے ہم درس بھی تھے آپکے اس لگاتار پڑہنے سے اور کسی مقام کو دریافت نہ کرنے سے سخت ناخوش تھے ایکدن کا ذکر ہو کہ شیخ کتاب کا مشکل مقام پڑھ رہے تھے شیخ حامد کو یقین تھا کہ آج یہ اس مقام پر ضرور رکینگے لیکن جب آپ مشکل مقام بھی لگاتار پڑہتے چلے گئے تو شیخ حامد جھلا اُٹھے اور آپے سے باہر ہوکے کہنے لگے کہ شیخ صاحب آپ کچھ سمجھتے بھی ہین یا یون ہی ورق گردانی کرتے ہین شیخ نے اپنے دوست کا یہ طیش و غضب دیکھکر نہایت عجز و انکساری سے کہا شیخ صاحب ! مجھے معلوم نہ تھا کہ یہ مقام آپکی سمجھ مین نہین آیا ہو اگر حقیقت مین یہ مقام بغیر سمجھے رہ گیا ہی تو آپ مجھسے دریافت کرلین شیخ حامد نے سب سے مشکل مقام کی طرف اشارہ کرکے کہا اسی کو سمجھا دیجیے اس وقت خود میرزا محمد زاہد اور آپکے تمام ہم سبقون کی پُرشوق نظرین شیخ پر برابر اُٹھ رہی تھین اور ہر ایک شخص دل ہی دل مین خوش ہو رہا تھا کہ آج شیخ کی علمی لیاقت کا پورا امتحان ہو جائیگا۔ حقیقت مین ایسے مقام پر جناب شیخ عبد الرحیم صاحب کی جانچ نہایت ہی قابل وقعت تھی آپنے ایک ایسے سہل اور آسان طریقہ پر اُس مشکل مقام کی تقریر کی جس سے تمام حاضرین آپکے بے مثل جودت ذہن اور عدیم المثال فہم پر عش عش کرنے لگے اور تحیر انگیز صورت سے آپکے چہرے کو تکنے لگے جس تحیر کے ساتھ آپنے اُس اشکال کی تقریر کی وہ ایسی معمولی تقریر نہ تھی جس سے لوگون کو استعجاب اور استعجاب کے ساتھ حیرت نہوتی جماعت طلبہ آپکے فضل و کمال کے قائل ہوگئے اور جس شہرت کے ساتھ آپ مشہور تھے اب اُس سے بہت زیادہ وقعت لوگون کے دلون مین پیدا ہوگئی ۔

بقیہ حاشیہ صفحہ ۱۱۶ انشینی اختیار کی آپ علم ظاہری کے علاوہ باطنی علم کا بھی حصہ رکھتے تھے اور اکابر صوفیہ مین سے ایک ایسے واجب الاحترام بزرگ کی صحبت سے فیضیاب تھے جس نے روحانی ذریعہ سے تعلیم حاصل کی تھی جیسا کہ آپکی بعض تصانیف خاص سے معلوم ہوتا ہی آپ نے مبحث وجود۔ اور مبحث علم واجب الوجود مین ایک نہایت نتیجہ خیز تقریر کی ہی چونکہ وہ حضرات صوفیہ کی دلچسپی سے خالی نہین لہذا مین اس مقام پر اُسے نقل کرنا مناسب سمجھتا ہون آپ مبحث وجود مین لکھتے ہین والتحقیق ان الوجود بالمعنی المصدری

اگرچہ میرزا محمد زاہد پہلے ہی سے شیخ کو ہونہار اور رشدنی جانتے تھے لیکن اسوقت کی علمی قابلیت دیکھکر اُنہیں یقین ہوگیا کہ عنقریب وہ زمانہ آنے والا ہے جس میں اِس نونہال پودے کی خوش آئندہ جھونکے ایک عالم کے دل و دماغ کو معطر کرینگے اور یہی ہلال آئندہ زمانہ میں بدر کامل ہوکر ملک میں چمکیگا یہی وجہ تھی کہ میرزا موصوف شیخ پر حد سے زیادہ التفات کرتے اور ہروقت آپکی دلجوئی و خوشنودی میں مصروف رہتے تھے چنانچہ خود جناب شیخ عبد الرحیم صاحب مرزا صاحب کے حالات پر مختصر ریمارک کرتے ہوئے آپکی اُن مہربانیوں کا ذکر کرتے ہیں جو ایام درس میں آپ پر مبذول تھیں۔

آپ فرماتے ہیں کہ جناب مرزا محمد زاہد جن سے میں نے تمام کتب کلامیہ و اصولیہ پڑہیں اور جو تمام علوم میں مجتہدانہ کمال رکھتے تھے مجھپر نہایت مہربان تھے اور بڑے ذوق شوق سے میری تعلیم میں شب و روز مصروف رہتے تھے یہانتک کہ جس روز میں کسی قوی عذر کی وجہ سے کتاب کا مطالعہ نکرتا تھا تو آپ فرمایا کرتے تھے فرزندمن! ایک دو ہی سطریں پڑھ لو تاکہ ناغہ نہو عالمگیر بادشاہ آپ کی اسقدر عزت کرتا تھا کہ آپکو ندیموں اور وزرا کے زمرہ میں جگہ دیتا تھا ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ عالمگیر نے آپ کو بلایا اور آپ بہت جلد اُسطرف متوجہ ہوئے جوں ہی آپ دروازہ سے نکلنے لگے میں نے دروازہ کی دونوں بغلیاں مظبوطی سے پکڑکر کہا تاوقتیکہ آپ میرا فلاں کام سرانجام نہ دینگے میں آپکو نہ چھوڑونگا

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۱۱۸) امر اعتباری متحقق فی نفس الامر و بمعنی ما به الموجودیة موجود بنفسه بل واجب لذاته وذلك لان معنی کون الشیء اعتباریا متحقق فی نفس الامر ان یکون مصداق بحیث یصح انتزاعه عنه فههنا ثلثة امور الاول المنتزع عنه وهو الماهیة من حیث هی والثانی المنتزع وهو الوجود بالمعنی المصدری والثالث منشأ الانتزاع وهو الوجود بمعنی ما به الموجودیة وهو الوجود القائم بنفسه الواجب لذاته لانه لیس قائما بالماهیة لا علی وجه الانضمام والا یلزم تاخره عن وجود الموصوف ولا علی وجه الانتزاع والا یلزم حین انتزاع الوجود المصدری انتزاع اخر بل انتزاعات غیر متناهیة۔ اسی طرح ایسا علم واجب الوجود کے مبحث میں فرماتے ہیں اعلم ان الواجب تعالی علما اجمالیا وعلما تفصیلیا اما العلم الاجمالی فهو مبدأ للعلم التفصیلی وخلاق الصورة الذهنیة والخارجیة وهو العلم الحقیقی وهو صفة الکمال وعین الذات وتحقیقه علی ما الهمنی ربی بفضله و منه ان للممکن جهتین جهة الوجود والفعلیة وجهة العدم واللافعلیة وهو بحسب الجهة الثانیة لا یصلح ان یتعلق به العلم فانه بهذا الجهة معدوم محض فالجهة التی بحسبها یتعلق به العلم هی الجهة الاولی وهی راجعة الیه لان وجود الممکن هو بعینه وجود الواجب کما ذهب الیه اهل التحقیق فعلمه تعالی بالممکنات ینطوی فی علمه بذاته بحیث لا یشذ منه شیء منها ویعیننا علی فهم ذلك حال الاوصاف الانتزاعیة مع موصوفاتها فان لها وجودا متحدا واحدا والوجود الخارجی فی ترتب الآثار وهو منشاء الانقسام بحسبه الامتیاز بینها وبین موصوفاتها واما العلم التفصیلی فهی علم حضوری بالموجودات الخارجیة وبالصور الذهنیة العلویة والسفلیة فتامل لعله یحتاج الی تجرید الذهن وقد ذہبنا علی

آپ نے نہایت خندہ پیشانی اور خوش آئندہ تبسم کے ساتھ فرمایا تم بیٹھو مین ابھی آتا ہون اطمینان و دلجمعی سے تمہاری بات سنونگا اور تمہارے کام کو انجام دونگا اسوقت مین متردد ہون اور شاہی دربار مین جانے کی غرض سے پا بر کاب ہون مین نے کہا یہ نہین ہوسکتا کہ مین آپکو اپنے کام کی انجام دہی بغیر چھوڑدون جب آپنے میرا یہ اصرار ملاحظہ کیا تو واپس پلٹ آئے اور جبتک میرا کام پورا پورا انجام کو نہ پہنچا دیا قدم آگے نہ بڑھایا دوسرے طلبہ جب اس قسم کی مہربانیان مجھپر دیکھتے تھے تو تعجب کیا کرتے تھے اور اس وجہ سے مین محسود طلبہ تھا۔

آپ یہ بھی فرماتے ہین کہ میرے اُستاد مرزا محمد زاہد مین سب سے زیادہ قابل تعریف ایک بات تھی کہ جب کسی معاملہ مین آپسے فروگذاشت ہوجاتی اور کوئی متنبہ کرتا تو فوراً قبول کر لیتے چنانچہ ایک دن کا ذکر ہے کہ آپنے رمضان مین میری دعوت کی مین آپکے مکان پر موجود تھا اور مغرب کا وقت قریب آگیا تھا اتنے مین ایک کباب فروش آیا اور کباب کا خوان آپکے سامنے رکھکر عرض کیا کہ یہ آپکی نذر مین مرزا صاحب نے مسکرا کر فرمایا کہ اے عزیز! مین نہ تو تیرا پیر ہی ہون نہ اُستاد ہی نذرانہ کیا معنی؟ معلوم ہوتا ہے کہ اس سے تیری کوئی اور غرض ہے اگرچہ اُسنے اول اول اپنا مافی الضمیر ظاہر کرنے سے انکار کیا لیکن آپکے مبالغہ اور اصرار سے معلوم ہوا کہ اُس کی دوکان برسر راہ واقع ہے اور مرزا کے ماتحت لوگ اُسکی دوکان وہان سے اُٹھانا چاہتے ہین جب یہ کیفیت آپکو معلوم ہوئی تو فرمایا کل مین ایک متدین اور معتبر آدمی بھیجونگا جو نہایت عدل اور انصاف سے فیصلہ کردیگا اب تو جا اور اطمینان رکھ۔ کباب فروش نے کہا حضور یہ کباب مین نے خاص آپکے لیے تیار کیے تھے اور اب وقت مین اسقدر گنجایش نہین رہی کہ یہ فروخت ہوسکین آپنے ایک شخص کو جو مرزا موصوف کے بچون کا معلم تھا حکم فرمایا کہ ان کبابون کی قیمت کا اندازہ کرکے گھر سے قیمت دلادو چنانچہ اُس نے آٹھ آنے دلا دیے اور کباب آپکے سامنے رکھدیے مین نے یہ صورت دیکھکر عرض کیا کہ آپکی غرض رشوت سے بچنے کی تھی لیکن افسوس کہ وہ ہنوز حاصل نہین ہوئی کیونکہ ان کبابون کی قیمت بہت زیادہ معلوم ہوتی ہے اور کباب فروش آٹھ آنے پر صرف اس غرض سے راضی ہوگیا کہ اُس سے آپکا کام متعلق ہے آپ فوراً متنبہ ہوئے اور اسیوقت کباب فروش کو بلوا کر دریافت کیا کہ تو نے گوشت کتنے کا خریدا تھا اور مصالح کتنے کا ایندھن مین کیا خرچ ہوا اور نفع کسقدر حاصل ہوتا ہے حساب لگانے سے معلوم ہوا کہ وہ ساڑھے تین روپے کے کباب تھے آپنے پورے دام اُسکے حوالہ کیے اور معلم کو بلا کر سخت عتاب

کے بعد فرمایا کیا تو جانتا تھا کہ مین حرام چیز سے روزہ افطار کرون یہ کونسی عقل اور کونسی دوستی کی بات ہو۔
اسکے بعد آپنے اور آپکے ساتھ مین نے کھانا تناول کیا۔

الحاصل جناب شیخ عبدالرحیم صاحب دس سال کی عمر مین صرف نحو ادب کلام اصول معقول حکمت وغیرہ تمام علوم رسمیہ کی تکمیل کر چکے تھے جب آپنے گیارہوین سال مین قدم رکھا تو فقہ و حدیث کی تحصیل مین مصروف ہوئے لیکن کسی تذکرہ اور مستند تاریخ سے یہ ثابت نہین ہوتا کہ ان علوم کی خدمت تعلیمی کن علما کے سپرد تھی البتہ ایک مورخ کے مجمل ریمارک سے اسقدر پتا چلتا ہو کہ صرف فقہ کی تعلیم آپنے اپنے والد بزرگوار جناب شیخ وجیہ الدین صاحب کی خدمت مین پائی اور چونکہ شیخ وجیہ الدین صاحب متعدد علوم مین کمال رکھتے تھے کچھ عجب نہین کہ علم حدیث کی تکمیل بھی آپ ہی کی خدمت مین حاصل ہوئی ہو۔ یہ بھی ممکن ہو کہ آپ نے اس علم کی دوسرے معلم سے تحصیل کی ہو بہرصورت اس فن شریف کے اساتذہ کے متعلق ہماری واقفیت محدود ہو تاہم دعوے کیساتھ کہا جاسکتا ہو کہ اس عہد مین علمی روشنی ہر طرف پھیل رہی تھی اور عالمگیری دربار مین بڑے بڑے علما اور مجتہدین موجود تھے قطع نظر اسکے ابھی تک شیخ کی ننہیال مین اس قسم کے اہل کمال موجود تھے جو یگانۂ روزگار اور فرید عصر تسلیم کیے جاتے اور دنیا کے ممتاز و مشہور اہل کمال مین گنے جاتے تھے غرضکہ شیخ نے حدیث و فقہ کی تعلیم اعلیٰ درجہ کی پائی جسمین کسیطرح کا کوئی شک و شبہ نہین ہوسکتا اور جب آپکے اس کمال پر نظر ڈالی جاتی ہو جو اس علم مین خصوصیت کے ساتھ آپکو حاصل تھا تو صاف معلوم ہوتا ہو کہ اس خدمت کو بعض ان حضرات نے انجام دیا ہو جو ساری دنیا مین ممتاز و مشہور ہو چکے تھے یہی وجہ ہو کہ جن لوگون نے آپکے حالات زندگی قلمبند کیے ہین انہون نے آپ کے علمی تبحر پر ریمارک کرتے ہوئے خصوصیت کے ساتھ علم حدیث پر نہایت قیمتی اور وزنی ریویو کیے ہین۔ شاہ ولی اللہ جیسے فاضل اجل شخص ہمیشہ فرمایا کرتے تھے کہ اس نیلگون آسمان کے نیچے جناب شیخ عبدالرحیم صاحب سے زیادہ فن حدیث مین طاق اور جاننے والا اس عہد مین کوئی نہ تھا اگر مین انصاف سے آپکی نسبت کوئی رائے ظاہر کرون تو بلا تامل اس امر کا اعتراف کرون گا کہ مین نے ان جیسا ایک شخص بھی نہین دیکھا جو تمام علوم مین عموماً اور حدیث و فقہ مین خصوصاً تبحر رکھتا ہو شیخ عبدالحق محدث دہلوی کے بعد آپ جیسے محدث و مفسر فقیہ کو ہندوستان کی گود مین پرورش پانا بہت کم نصیب ہوا ہوگا آپکو صحاح کی اکثر حدیثین ازبر تھین اور اس سے بڑھکر یہ کہ تمام حدیثین معہ اسناد کے بلا توقف نقل کرنے مین ملکۂ خاص حاصل تھا شاہ ولی اللہ صاحب یہ بھی فرمایا کرتے تھے کہ مین اپنے والد بزرگوار کے علم کے آگے دنیابھر کے

علمار کے علوم کو بالکل ایسا دیکھتا ہون جیسے دریا کے مقابلہ مین قطرہ" حقیقت مین شاہ صاحب کی تعریف
مبالغہ آمیز اور جھوٹی تعریف نہین ہی بلکہ جس شخص نے جناب شیخ عبدالرحیم صاحب کی تصنیفات اور اُن حواشی کو
دیکھا ہی جو آپ نے حدیث وفقہ کی کتابون پر چڑھائے ہین وہ اُن سے جناب شاہ ولی اللہ صاحب کے اِس قول کا
پورے طور پر اندازہ کرسکتا ہی کہ کہانتک ٹھیک اور درست ہی۔

الغرض جناب شیخ عبدالرحیم صاحب بارہ سال کے تھی کہ علم حدیث وفقہ کی تکمیل کر چکے تھے اور آپ کو
تمام وکمال اُسپر عبور ہوگیا تھا گویا یہی سال آپکے فارغ التحصیل ہونے کا تھا آپکا اِس چھوٹی سی عمر مین تمام
درسیہ کتب سے فارغ التحصیل ہوجانا اور پھر ہر مضمون کتاب کو ازبر یاد رکھنا نیز اُن سے ہزارہا جدید مسائل اور
صدہا نکات وباریکیان مستنبط کرنا اگرچہ آپکے جودت ذہن اور بے نظیر فہم ودرایت کی بے مثال دلیل ہے
لیکن مبصرین خوب سمجھتے ہین کہ یہ اُن وہبی علوم اور ربانی قابلیتون کا پرتو ہی جو روز ازل سے اُن پاک نفوس
حضرات کے مجلہ دل مین چمک چکا ہی جنہون نے روحانی ذریعہ سے تعلیم پائی ہی۔

معززاور واجب الاحترام شیخ جب دینیات سے فارغ التحصیل ہوگئے تو لوگ آپکے پاس تحصیل علوم کی غرض
سے جوق جوق آنے لگے اور اِسی چھوٹی سی عمر مین سب نے آپکو اپنا سرتاج مان لیا لیکن آپکی عالی ہمتی اور
بلند حوصلگی نے اِن ہی علوم پر قناعت نہین کی بلکہ ہمت کے بلند پرواز شاہین نے باطنی علوم کی تحصیل
کی طرف بال وپر کھولے اور آپ اہل اللہ کی جستجو کے درپے ہوئے اگرچہ یہ شوق آپکو ابتدائے تحصیل ہی مین
دامنگیر تھا اور گاہے گاہے ادہر متوجہ بھی ہوتے تھے مگر اُس کا ظہور کلیۃً فارغ التحصیل ہونے کے بعد ہوا جیسا کہ
ایک جگہ آپ خود اپنی قلم مبارک سے تحریر فرماتے ہین کہ "جب مین بارہ یا تیرہ سال کا تھا تو ایک رات حضرت
زکریا علیہ السلام کو خواب مین دیکھا آپ نے نہایت خندہ پیشانی سے میرے سر پر دست شفقت پھیرا اور اسم
ذات کے شغل کی تلقین فرمائی جس کی تاثیر اِس درجہ کو پہنچ گئی تھی کہ باوجودیکہ مین تحصیل علم مین شب وروز
مصروف تھا اور ذکر کی طرف میری توجہ بہت کم مبذول تھی لیکن پھر بھی جو بات اُسوقت مجھو حاصل تھی
اُسکی نظیر سے بڑے بڑے قوی الطلب اہل کمال تک کے حلقے خالی تھے جب مین دینیات سے فراغت پاچکا
تو جناب شیخ عبدالعزیز[1] قدس سرہ کو خواب مین دیکھا فرماتے ہین "فرزندمن! تا وقتیکہ خواجہ تمہین منظر قبول سے

---

[1] شیخ عبدالعزیز قدس سرہ جناب شیخ عبدالرحیم صاحب کے پرنانا ہین جن کے حالات دوسرے حصہ کے پہلے باب
مین لکھے جاچکے ہین ۱۲

نہ دیکھین اپنی عقیدتمندی کا ہاتھ دوسرے شخص کے ہاتھ مین نہ دینا پھر اسکے بعد تمہین اختیار ہے" چنانچہ مین نے خواجہ خرد[1] کی خدمت مین اس واقعہ کا ذکر کیا اور تعبیر دریافت کی اور یہ بھی عرض کیا کہ چونکہ اس شہر مین آپکے سوا دوسرا شخص خواجہ کے لقب سے نہین پکارا جاتا اسلیئے معلوم ہوتا ہی کہ مبشر یہ آپ ہی ہین" خواجہ نے جواب دیا "عزیز من تمہارے خواب کی تعبیر یہ ہی کہ تمہین جناب خواجہ کائنات علیہ افضل الصلوٰت والتحیات کی بیعت میسر ہوگی اور اس فقیر کا رتبہ اس سے بہت کم ہے کہ جناب شیخ عبد العزیز جیسے مقتدر بزرگ خواجہ کے ساتھ مجھکو تعبیر فرماین" چنانچہ مین اسکے بعد بشارت مذکور کا منتظر رہا اور شب و روز درود پڑھنے مین مستغرق رہا ایک رات کا ذکر ہی کہ مین درود پڑھ رہا تھا دفعۃً آسمان پر مہتاب جیسا ایک نور چمکا حالانکہ وہ رات تاریک تھی اور چاند کے طلوع ہونے کا زمانہ نہ تھا غرضکہ وہ نور آہستہ آہستہ زمین پر پھیلنا شروع ہوا اور آناً فاناً میری طرف بڑھنے لگا یہانتک کہ میری تمام چارپائی اور جسم پر چھا گیا اور مین بالکل نور مین ڈوب گیا جبتک وہ نور سر سے نیچے نیچے رہا مین بڑے ذوق شوق سے درود پڑھتا رہا لیکن جونہی سر پر آیا فوراً بیہوش ہوگیا اور اب مجھے اپنے آپ تک کی خبر نہین رہی میرے والد بچھونے سے اُٹھے اور ہرچند کہ میری جستجو کی مگر کہین پتا نہ چلا معلوم

[1] خواجہ خرد جناب خواجہ محمد باقی کے فرزند رشید اور طریقہ نقشبندیہ کے دوسرے بانی ہین ہنوز آپ صغیر سن ہی تھے کہ خواجہ محمد باقی رہگرا عالم آخرت ہوئے جب خواجہ خرد ابتدائی عمر کے مرحلے طے کرکے سن بلوغ کو پہنچے تو شیخ احمد سرہندی کی خدمت مین حاضر ہو کر انسے اخذ طریقہ کیا اور زمانہ دراز کے بعد اجازت حاصل کرکے وطن مالوف کیطرف مراجعت فرمائی یہان چند روز رہکر خواجہ حسام الدین اور شیخ الہداد کی صحبت مین حاضر ہوئے جو خواجہ محمد باقی کے تمام خلفا مین نہایت بلند رتبہ تھے خواجہ حسام الدین ابتدائی زمانہ مین ایک سوداگر مشہور تھے اور انکے والد اس زمانہ مین تمام نامدار امرا مین خصوصیت وقعت کی نگاہ سے دیکھے جاتے تھے خواجہ حسام الدین جب خواجہ محمد باقی کی خدمت مین پہنچے اور آپکے روحانی جذبات نے انمین تاثیر کی تو آپ اپنے تمام عزیز و اقارب مال و دولت کو ترک کرکے گھر سے نکل آئے اور چونکہ آپکے اقربا پیچھا نہ چھوڑتے تھے اور فقرا کے لباس مین رہنا پسند نہ کرتے تھے اسلیے آپنے اپنے تئین دیوانگی میں مبتلا کیا اور دانستہ کپڑون کو نجاست سے آلودہ کرکے سودائیون جیسے پھرنے لگے اب آپکے عزیز و اقارب کو مایوسی ہوگئی اور انہون نے آپکو مطلق العنان کردیا اسکے بعد خواجہ حسام الدین اطمینان سے جناب خواجہ محمد باقی کی خدمت مین زندگی بسر کرنے لگے اور انجام کار آپکے فیض صحبت سے بہرہ یاب ہو الغرض خواجہ خرد جب خواجہ حسام الدین کی خدمت مین پہنچے تو آپ خاص مراعات سے پیش آئے اور چند ہی روز مین ارشاد و تکمیل کے رتبہ پر پہنچا دیا خواجہ خرد کی شہرت اگرچہ زیادہ تر سلوک و تصوف مین ہی لیکن آپ حدیث و تفسیر اور فقہ وغیرہ علوم مین بھی مجتہدین فن کہلائے جاتے تھے سب سے بڑا فخر آپکو یہ حاصل ہوا کہ شیخ عبد الرحیم صاحب جیسے علامہ آپکے تلامذہ کے حلقے مین داخل تھے جیسا کہ آگے چلکر شیخ صاحب کے اساتذہ کی ذکر مین مفصلاً لکھا جائے گا جب آپ کا جام حیات لبریز ہونے کے قریب ہوا تو آپنے جناب شیخ عبد الرحیم صاحب کو بلا کر فرمایا کہ مجھے خواجہ محمد باقی قدس سرہ کے روضہ سے دور ہٹکر اس مقام پر دفن کرنا جہان زائرین کی جوتیان اُترتی ہین آپ کی فرزندی کے انتساب کے لحاظ سے مقبرہ کے اندر دفن نہ کرنا کیونکہ مین اُس مقام کے لائق نہین ہون شیخ نے جواب دیا کہ چونکہ یہ کام آپکے ورثہ کے ہاتھ مین ہوگا۔ اس لئے ممکن ہی کہ مین آپ کے ارشاد کی تعمیل مین قاصر رہون فرمایا تمہارا کام تبلیغ ہے چنانچہ شیخ صاحب فرماتے ہین کہ جب خواجہ کا انتقال ہوا تو مین نے آپ کی وصیت کا اعلان کردیا اور آپ کی ورثہ کو اس پر متنبہ کردیا لیکن اُنھون نے ایک نہ سنی اور خواجہ کی وصیت کے برخلاف مقبرہ کے اندر دفن کیا۔ ۱۲

ہوتا ہی کہ میرا ظاہری وجود بھی مفقود ہو گیا تھا الغرض اِسی حالت غیبت مین مین آسمانون کو یکے بعد دیگرے
طے کرتا ہوا اوپر پہنچا اور جناب نبی عربی صلے اللہ علیہ وسلم کی ملازمت نصیب ہوئی آپنے مجھسے بیعت لی اور
نفی اثبات کا طریقہ تلقین فرمایا۔ جب مین ہوش مین آیا تو اپنی حالت کو بالکل بدلا ہوا پایا گویا اب مین ایک
دوسرے ہی عالم مین تھا۔ چند روز کے بعد پھر خواجہ خرد کے پاس گیا اور اپنی گزشتہ کیفیت بیان کرکے التماس
کی کہ اب آپ مجھے کیا مشورہ دیتے ہین فرمایا "تمھین ظاہر مین بھی کسی بزرگ سے بیعت کرنا مناسب ہے" مین نے
کہا کہ مین آپسے زیادہ بزرگ ومقتدر دوسرا شخص نہین پاتا فرمایا چونکہ مین تمھین نہایت عزیز رکھتا ہون
اسلیے اسبات کو پسند نہین کرتا کہ مجھسے بیعت کرو عرض کیا مین نہین سمجھ سکتا کہ آپ مجھے دوست بھی رکھتے ہین
اور پھر بیعت سے انکار بھی کرتے ہین آخر اس کی کچھ وجہ؟ فرمایا حقیقت یہ ہی کہ مین بعض ممنوعات کا مرتکب
ہوں اور سنت نبویہ کی اتباع مین قدرے تساہل کرتا ہون مین نہین چاہتا کہ میرے ارتباط کی وجہ سے تمہارا قدم
راہ تشرع سے ڈگمگا جائے لیکن ہان فیض صحبت پہنچانے مین کبھی دریغ نہ کرونگا مینے خواجہ کی یہ تقریر جو دلسوزی
اور خیر خواہی سے بھری ہوئی تھی سنکر عرض کیا کہ پھر مجھے کس سے بیعت کرنا چاہیئے فرمایا اگر شیخ آدم بنوری
قدس سرہ کے ممتاز خلفا مین سے کوئی بزرگ مل جائے تو بہت اچھا ہی کیونکہ وہ تشرع تہذیب نفس کی دنیا
مین ایسا کمال رکھتے ہین جو دوسرے کو اس زمانہ مین میسر نہین ہی مین نے عرض کیا کہ ہماری پڑوس مین سید
عبد اللہ[لہ] سکونت رکھتے ہین جو شیخ آدم کے ایک معزز خلیفہ ہین فرمایا بہت مغتنم ہین اُن سے بیعت
کرلینی مناسب ہے چنانچہ مین بزرگ سید کی خدمت مین حاضر ہوا لیکن چونکہ آپ پر اخفا وخمول غالب تھا اسلیے
پہلی مرتبہ آپنے میری بیعت لینے سے انکار کر دیا مگر آخر کار مین آپ کی صحبت سے فیضیاب ہوا اور
آپکے ہاتھ پر بیعت کی۔

یہ سب کچھ تھا لیکن اسم ذات کا شغل جو مجھے حالت غیبت مین حضرت زکریا علیہ السلام سے حاصل ہوا
تھا غالب تھا اور حقیقت یہ ہی کہ جو لطف ومزا مجھے اِس مین ملتا تھا دوسرے شغل مین وہ لذت نہ پاتا تھا
نفی اثبات کا شغل اوّل تو مجھ سے بن ہی نہ آتا تھا اور اگر طبیعت پر زور ڈالکر کبھی مصروف بھی ہوتا تھا تو
مزا نہ آتا تھا اِس سے مجھے اِس درجہ شرمندگی وندامت ہوتی تھی کہ محترم سید کے آگے سر نہ اُٹھا سکتا تھا
انجام کار مین نے سید صاحب سے اِسکا علاج دریافت کیا پہلے تو آپنے چند مرتبہ مجھپر نظر خاص ڈالی اور
روحانی تصرف کے ساتھ متوجہ ہوئے لیکن جب آپکا تصرف ذرا کارگر نہ ہوا تو فرمایا جس چیز نے انبیا

لہ سید عبد اللہ اصل مین کہیڑی بستی کے رہنے والے تھے اِن کے والد بزرگوار نے اسی بستی مین بساست اختیار کی بقیہ دوسرے صفحہ پر دیکھو

علیہم السلام کے انفاس طیبہ کی توسط سے استقرار پایا ہی ہم اُسے بدل نہین سکتے تم جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی مقدس روح کی طرف متوجہ ہو اسکا علاج وہین سے میسر ہوگا چنانچہ مین نے ایسا ہی کیا اس وقت سے نفی و اثبات کا شغل مجھپر غالب آیا اور اسقدر آسان ہوگیا کہ بارہ یا تیرہ برس کی عمر مین ایک سانس مین دوسو دفعہ بآسانی کہہ لیتا تہا گو مین اس زمانہ مین بھی تحصیل علوم سے خالی نہ تھا اور بہت سے علایق دنیوی میرے ساتھ وابستہ تھے لیکن باوجود اسکے جو انجذاب و کشش مجھے حاصل تھا دوسرے طالب کو کم نصیب تھا۔

واجب الاعتصام سید اس فقیر پر نہایت مہربانیان فرمایا کرتے تھے اور اکثر کہا کرتے تھے شیخ اتم ہنوز بچے تھے اور اپنے ہمعمرون مین کھیلتے پھرتے تھے کہ ہماری طبیعت تمہاری طرف مائل تھی مین تمہین دیکھکر خدا تعالیٰ سے دست بدعا ہوتا تہا کہ خداوندا اس بچہ کو اپنے اولیا کے زمرہ مین داخل کرلے اور اسکا کمال میرے ہاتھ سے ظاہر کر سو خدا کا شکر ہی کہ اسکا نتیجہ ظہور مین آگیا۔

شیخ کے اساتذہ اور اُنکے اجمالی حالات

ابتدائی زمانہ مین شیخ عبدالرحیم صاحب کی تعلیم و تعلیم کا دوسرا جز تربیت جناب شیخ وجیہ الدین آپکے والد بزرگوار اور شیخ ابوالرضا محمد آپکے برادر مہربان کے ہاتھ مین تہی اور چونکہ یہ دونون اس قدر منزلت کے شخص تھے جنکی علمی و عملی نظیر سے تمام ہندوستان خالی تہا اسلیئے تعلیم و تربیت کے اعتبار سے شیخ عبدالرحیم صاحب کو اعلےٰ درجہ کے اہل کمال مین شمار کرنا چاہیئے۔ ابتدائی تعلیم کے سلسلہ مین شیخ عبدالرحیم صاحب نے ان دونون مقدس اور پاک نفوس حضرات سے کون کون کتابین نکالین یہ ظاہر کرنا بہت مشکل ہے کیونکہ باوجود تلاش کے اسوقت تک کسی تاریخ و تذکرہ سے اسکا پتا نہین چلتا لیکن تاہم اسقدر یقین کے ساتھ کہا جاسکتا ہی کہ آپنے سلسلہ عقاید کے ابتدائی رسالون سے شرح عقاید اور شرح خیالی تک کی تعلیم شیخ ابوالرضا محمد سے پائی چنانچہ خود شیخ عبدالرحیم صاحب اپنے سلسلہ تعلیم پر ریویو کرتے ہوئے بیان کرتے ہین کہ جس زمانہ مین مین اخی معظم شیخ ابوالرضا محمد سے شرح عقاید اور حاشیہ خیالی پڑھتا تھا اسوقت حاشیہ خیالی پر مین نے ایک اعتراض کیا اور مخدومی اخوی جواب کے درپے ہوئے شدہ شدہ اس مناظرہ کی نوبت یہانتک پہنچی کہ مجھمین اور برادر مہربان مین رنجش پیدا ہوگئی مین نے پڑھنا چھوڑ دیا ایکدفعہ کا ذکر ہی

بقیہ حاشیہ صفحہ ۱۲۴ تہی۔ ابھی یہ کم سن ہی تہو کہ والد نے انتقال کیا اور آپ کو اسیوقت خدا طلبی کا داعیہ پیدا ہوا بقیہ صفحہ ۱۲۶ پر دیکھو

کہ ہم دونون خواجہ خرد کی ملاقات کے لیئے گئے آپنے معمولی مزاج پرسی کے بعد فرمایا کہ اب تمہاری خیالی نماز کہانتک
پہنچی ہی مین نے عرض کیا کہ حضرت! چند روز سے مین نے اُسے چھوڑ رکھا ہی فرمایا کیون؟ عرض کیا کہ نماز روزہ کے
ضروری احکام معلوم ہو جانے کے بعد اُسکی چندان ضرورت نہین دیکھی لیکن جب آپنے اصل حقیقت ظاہر

بقیہ حاشیہ صفحہ ۲ جا بجا اولیاء اللہ کا کھوج لگاتے پھرے اور اتفاق سے پنجاب کے اطراف مین ایک بزرگ کی خدمت
مین پہنچے جو قرارت مین ید طولے رکھتا تہا اور جس نے قواعد تجوید و ترتیل کو معراج کمال تک پہنچا دیا تہا یہ بزرگ دنیا اور اہل دنیا
کو خدا حافظ کہکے صحرا کی ایک مسجد مین زندگی بسر کرتا اور آدمیون کے اختلاط اور اُن کی آمد شد سے فراغت پاکر توکل و قناعت
کے ساتہ موصوف تہا واجب الاحترام سید ایک مدت تک اُنکی خدمت مین رہے اور خدا طلبی کا رستہ دریافت کیا فرمایا کہ تمہارا ارشاد
و تلقین تو ایک اور عزیز پر موقوف ہی جسکی خدمت مین انشاء اللہ عنقریب پہنچنے والے ہو لیکن حفظ قرآن مجھسے کر لو چنانچہ آپ قرآن مجید
پڑھنے لگے اور اسی اثنا مین اُس عزیز کی صحبت کی برکت سے تجرید و ترک دنیا اور نفس و شیطان کی دہوکا دہی سے بچنے کی آداب
حاصل کر لیئے۔ بیان کیا جاتا ہی کہ ایک دن سید اور وہ بزرگ باہم قرآن مجید کے دور مین مصروف تھے کہ بہت سے آدمی عربی نسب لباس
زیب تن کئے ہوئے جوق جوق ظاہر ہوئے اُن کا سردار مسجد کے قریب آیا اور اس بزرگ کی قرارت سنکر فرمانے لگا بارک
اللہ ادیت حق القرآن یعنی خدا برکت دے کہ تو نے قرآن کا حق ادا کیا یہ کہا اور واپس چلا گیا اُس عزیز کا دستور تہا کہ قرآن پڑہتے
وقت آنکھین بند کر لیتا تہا اور کسی چیز کی طرف ذرا التفات نہ کرتا تہا جب سورت ختم کر چکا تو سید سے دریافت کیا کہ یہ کون لوگ
تھے جنکی ہیبت سے میرا دل کانپ رہا تہا ہر چند کہ مین اُٹھنا چاہتا تہا لیکن قرآن کی حرمت کی وجہ سے اُٹھ نہ سکا سید نے جواب دیا
کہ عربی شکل و شباہت کے بہت سے آدمی تھے جنکے جسمون کو سبز لباس ڈہانکے ہوئے تہا جب تمہارا سردار اسطرف بڑہا تو مین ایک بے اختیارانہ
جوش کے ساتہ اُس کی تعظیم مین کھڑا ہو گیا ہنوز ان باتون کا سلسلہ ختم نہ ہوا تہا کہ اُسی شکل و شمایل کا ایک شخص آکر بولا کہ کل مین آنحضرت
صلے اللہ علیہ وسلم کے مجمع مین حاضر تہا آپ ایک حافظ کی تعریف فرما رہے تھے جو اسی صحرا مین سکونت رکھتا ہی اور یہ بھی فرما رہے تھے کہ
کل صبح کے وقت مین اُسے دیکھون گا اور اُس کی قرارت سنون گا اب مین آپ لوگون سے دریافت کرتا ہون کہ حضور تشریف فرما ہوئے تھے
کہ نہین اگر ہوئے تھے تو کس طرف تشریف لے گئے ان دونون حضرات نے جب اُس کی یہ حیرت انگیز تقریر سنی تو ادہر اُدہر ڈہونڈہنے
لگے اور ہر چند تفحص کیا لیکن کہین سراغ نہ ملا الغرض جب بزرگ سید قرآن پڑھ چکے تو اُس عزیز نے انہین رخصت کیا اور کہا اب تم
جاؤ اور جس جگہ صاحب ولایت پاؤ اُسکی خدمت مین انتہا سے زیادہ کوشش کرو سید عبد اللہ شہر بشہر او قصبہ بقصبہ گشت لگاتے
ہوئے سامانہ مین پہنچے اور شیخ ادریس رحمہ اللہ سامانی کی خدمت مین حاضر ہوئے جو سلسلہ قادریہ کے دوسرے بازو اور زہد
سلوک و تصوف مین مشہور زمانہ تھے توکل و قناعت آپ کا اوڑہنا بچہونا تہا اور ریاضت و مجاہدہ لباس۔ آپ آمد و رفت کا دروازہ
بند کئے ہوئے محنت و سختی مین زندگی بسر کرتے اور شدت و عسرت سے لذت اُٹہاتے تھے پہلی دفعہ جب محترم سید نے شیخ ادریس
سے ملاقات کی تو آپنے انہین کورا جواب دیدیا کہ دنیا مین فقیر بے شمار ہین جہان چاہو جاؤ کیونکہ میرے پاس وہی شخص رہ سکتا
جو مردہ کی طرح کھانے پہننے لوگون کے ملنے جلنے سے بالکل علیحدگی اختیار کرے اور حاجت ضروریہ کے سوا میرے دروازہ
سے باہر نہ جائے بزرگ سید نے ان تمام شرطون کو منظور کیا اور طریقہ سلوک کی تحصیل مین مصروف ہوئے اولو العزم اور عالی ہمت
کی طرح سید نے ان جانکاہ محنتون پر جنہین حقیقت مین اختیاری موت کہنا چاہیئے نہ صرف صبر کیا بلکہ بدل راضی رہے شیخ ادریس
سید کی یہ جانفشانیان اور کارگزاریان ملاحظہ فرما کر بہت محظوظ ہوئے اور دن بدن اُن کے حال پر توجہ زیادہ مبذول کی
اسی اثنا مین شیخ کے فرزند رشید نے سید سے قرآن مجید یاد کرنا شروع کر دیا تہا جس نے شیخ کی توجہ مین ایک اور جلا پیدا کر دی
تھی القصہ حافظ سید عبد اللہ زمانہ دراز تک شیخ ادریس کی خدمت مین فیضیاب رہے لیکن جب اُن کا انتقال ہو گیا تو شیخ آدم قدس
سرہ کی خدمت مین حاضر ہوئے جو اس زمانہ مین پیشوائے مذہبی تسلیم کئے جاتے تھے اور سلاطین وقت کی گردنین جنکے سامنے جھکی
رہتی تھین سید نے آپکو ایک عالی مقام شیخ متشرع عظیم المعرفت قوی التاثیر پاکر اور کہین جانے کا ارادہ بالکل بقیہ صفحہ ۲ پر دیکھو

کرنے پر مبالغہ اور مبالغہ کے ساتھ بجد اصرار کیا تو اصلی واقعہ بے کم و کاست بیان کیا گیا خواجہ خرد نے
نہایت مہربانی سے فرمایا کہ اچھا شرح خیالی ہم سے پڑھ لو اور کل صبح کو ضرور آؤ چنانچہ میں دوسرے دن کتاب
لیکر حاضر ہوا اور آپنے تقریر کرنی شروع کی میرے اعتراض کو نہ صرف پسند ہی کیا بلکہ اُس کی قوت و
تائید ظاہر کی تین روز تک یہی صحبت رہی اور اس اثنا میں میں نے شرح خیالی کا بہت سا حصہ نکال
لیا چوتھے دن جب میں کتاب لیکر خدمت اقدس میں حاضر ہوا تو فرمایا چونکہ تمہارے محترم اور بزرگ نانا
شیخ رفیع الدین محمد نے مجھے تین ہی سبق پڑھائے تھے اسلیے میں بھی تمہیں تین روز سے زیادہ درس نہیں دونگا
اور اس کا قصہ یہ ہو کہ میں عنفوان شباب میں ظاہری حسن و خوبصورتی کو دوست رکھتا تھا شیخ رفیع الدین محمد
صاحب کا ایک فرزند رشید نہایت ولگصورت رکھتا تھا اور اُس کے حسن و جمال کا چرچا گھر گھر پھیلا ہوا
تھا میں ایک دن اُسے دیکھنے کے قصد سے گیا اور شرح لمعات ساتھ لیتا گیا تاکہ لوگوں کو معلوم ہو کہ میں
تصوفی مسائل کی تحقیقات کیلئے آیا ہوں کیونکہ شیخ موصوف ہمارے شہر میں مشکلات تصوف کے حل
کرنے میں اپنا نظیر نہ رکھتے تھے اور علمی فضیلت میں تمام ملک میں مسلم الثبوت تھے جب میں اُنکی خدمت میں
پہنچا تو نہایت جوش مسرت سے میرا استقبال کیا اور بڑی مہربانی سے پاس بٹھایا جب میں نے شیخ کے
سامنے کتاب رکھی تو آپنے دو تین جملے سرسری طور پر فرما کر کتاب بند کردی اور زیادہ تحقیق نہ فرمائی اور اسکے

بقیہ حاشیہ صفحہ ۱۲۶ فسخ کردیا اور سالہا سال آپ ہی کی صحبت میں گزار دیے لیکن جب شیخ آدم کا بھی انتقال ہوگیا تو سید عبد اللہ
اپنے عم بزرگوار سید عبد الرحمٰن کے پاس چلے آئے جو شیخ آدم کے ایک مخلص اور بے ریا مرید تھے اور ہمیشہ ان ہی کی صحبت میں رہے
جس زمانہ میں شیخ آدم اور سید عبد الرحمٰن کی باہم خط و کتابت ہوتی تھی تو جو مکتوب شیخ کی طرف سے لکھا جاتا اُس میں سید عبد الرحمان کیساتھ
سید عبد اللہ کا نام بھی ہوتا چنانچہ میں اِس مقام پر شیخ کے دو مکتوب نقل کرنا مناسب سمجھتا ہوں جن سے علاوہ باہمی اتحاد و محبت
کے یہ بھی ظاہر ہوتا ہو کہ شیخ آدم بزرگ سید کی بہت عزت کرتے تھے **مکتوب اوّل** بسم اللہ الرحمٰن الرحیم الحمد للہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام
علی خیر خلقہ محمد و آلہ و صحابہ اجمعین الاکرمین حضرت اللہ تعالیٰ در امور دین و دنیاوی بحسب مرضات خود موفق بجمعیت خالص مخلص دارد
ے زان یار دلنوازم شکریست نے شکایت ٭ گر نکتہ دان عشقی خوش بشنو این حکایت ٭ این سلام نامہ فقیرانہ آن برادران معنوی
بنظر انتباہ مطالعہ باد وقت گزران بست کار فرد او عمل فرد المحبوب بست ۔ واللہ ولی التوفیق و منہ الرشاد و علی الصراط السداد بحرمۃ حبیبہ
آلہ و صحابہ و تبعہ الامجاد علیہ و علیہم الصلوٰۃ و السلام ۔ از ہمہ یاران این جا سلام برادرانہ خوانند **مکتوب دوم** بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
الحمد للہ رب العالمین والصلوٰۃ علی خیر خلقہ محمد و آلہ اجمعین الاکرمین ملازمین اخوی معنوی سیادت پناہ توفیق آثار سید عبد اللہ
و حافظ عبد الرحمٰن بعد سلام فقیرانہ مطالعہ فرمایند احوال این محال مستوجب حمد ست سلامت و استقامت برادران
مطلوب است و الاجابۃ من اللہ سبحانہ بقیۃ المرام یک عنایت نامہ گرامی اخلاص مشحون از مقام بارہہ از ایشان و ثانی
از حافظین از مقام اکبرآباد رسیدہ بود الحمد للہ و المنۃ کہ بصحت و سلامت اند و زیادہ فقیران غافل نیستند متوقع بہر حال کہ این
خلاص نتیجہ بخش سعادت دارین باشد بمنہ و فضلہ سبحانہ و تعالیٰ ای برادر وقت گزران است سعی بتضرع و دعا صادقانہ ضروریست
از حق سبحانہ و تعالیٰ باقی عمر ازین دار فانی ضائع نگذارد ۱۲

ہی اپنے فرزند رشید کو بلا کر فرمایا کہ خواجہ کی خدمت مین حاضر ہو مین یہ صورت دیکھکر سخت نادم ہوا اور شرمندگی کے مارے شیخ کے سامنے سر نہ اٹھا سکا لیکن چونکہ جوانی کا زمانہ تہا اسپر ذرا بہی التفات نہین کیا اور دوسرے روز اسی نیت اور اسی اسلوب پر حاضر ہوا وہان جاکر بدستور سابق معاملہ دیکھا تیسرے روز ایک قوی ندامت مجھپر غالب ہوئی اور مین نے اُن خیالات سے جو میرے دل مین جم گئے تھے توبہ کی اُس روز آپنے نہایت ہی خندہ پیشانی سے ملاقات کی اور انتہا سے زیادہ ملتفت ہوکر تصوفی تحقیقات کے درپے ہوئے اور خاص خاص علمی نکات بیان فرمائے درس سے فارغ ہونے کے بعد فرمایا کہ اگر آپ کو اس فن کی تحقیق پیش نظر ہے تو مجھے حکم دیجئے تاکہ روزانہ دولتخانہ پر حاضر ہوکر جو کچھ فقیر کو آتا ہی عرض کرون لیکن مین آپکے یہان آنے کو تجویز نہین کرتا کیونکہ آپکی عزت و توقیر کا پایہ اس سے کہین زیادہ بلند ہی مین نے شیخ کی یہ دلسوزی اور مہربانی سے بھری ہوئی تقریر سنکر التماس کی کہ جب حضرت میری حضوری تجویز نہین فرماتے ہین تو مین آپکی اس تکلیف کو کب گوارا کر سکتا ہون معلوم ہوتا ہی کہ اب یہ سلسلہ بند ہوا چاہتا ہی اور یہ تحقیق عنقریب نیا جنم لیا چاہتی ہے شیخ میرے یہ برجستہ فقرے سنکر نہایت محظوظ ہوئے اور میرا ہاتھ پکڑ کر مسجد فیروز شاہ مین تشریف لائے اور ایک جگہ معین کرکے فرمایا آپکو یہان بیٹھنا اور تصوف کے مشکل سے مشکل اور مغلق مقامات کا مطالعہ کرنا چاہیئے اگر کوئی مقام مشکل حل ہونے سے باقی رہجائے گا تو اُس کا حل کرنا میرے ذمہ ہی چنانچہ اُس روز سے میری یہ حالت ہوئی کہ جب کبھی کوئی مشکل پیش آتی تو شیخ کے بتائے ہوئے مقام پر جاکر مطالعہ کرتا اور مشکل مقام خود بخود پانی ہو جاتا۔ یہ تعجب کے ساتھ دیکھا جاتا تھا کہ اگر مین اُس معین جگہ سے ایک بالشت کے فاصلہ کا بہی تفاوت کرتا تو وہان یہ بات میسر نہوتی تہی"۔

شیخ عبد الرحیم صاحب فرماتے ہین کہ جب خواجہ نے اپنی تقریر کا سلسلہ یہانتک پہنچایا تو مین نے عرض کیا معلوم ہوتا ہی کہ ان تین سبقون پر اکتفا کرنا اسی کرامت کے ساتھ مقید ہی خواجہ بہی اگر اس قسم کا تصرف فرمائین تو بہت ہی مناسب ہوگا خواجہ نے فرمایا میرے اس واقعہ کے بیان کرنے سے یہی غرض تہی اور تمہین اسباب پر برانگیختہ کرنا منظور تھا پس اگر آج سے بعد تمہین کسی علم مین کوئی ایسی مشکل وقت پیش آئے جو تم سے حل نہو سکے اُسے مجھپر ظاہر کرنا انشاء اللہ حل ہو جائیگی۔

شیخ کا بیان ہی کہ خدا کا شکر ہی اُس روز سے مجھے کوئی مشکل پیش نہین آئی گو مین مرزا محمد زاہد کی خدمت مین تحصیل علوم کرتا تہا لیکن حقیقت مین مجھے ہر کتاب کے مضامین پر تمام و کمال عبور حاصل تہا اکثر ایسا

اتفاق پڑا ہو کہ مین ایک کتاب کا ابتدائی حصہ پڑھتا اور آخر حصہ کی لوگون کی تعلیم دیتا تھا۔

واقعہ مذکورہ بالا سے جسطرح یہ امر پایۂ ثبوت کو پہنچ گیا ہی کہ شیخ عبد الرحیم صاحب کی ابتدائی تعلیم جناب شیخ ابو الرضا محمد کے ہاتھ مین تھی اُسی طرح یہ بات بھی ثابت ہوتی ہی کہ آپکے سلسلہ اساتذہ مین جناب خواجہ خرد اور میرزا محمد زاہد ہروی بھی داخل ہین مذکورۂ بالا حضرات کے علاوہ شیخ کے اور بھی چند اساتذہ ہین جن مین سے خلیفہ ابو القاسم اکبر آبادی خصوصیت کے ساتھ نہایت بلند رتبہ کے آدمی ہین اور جنکی شہرت اگرچہ زیادہ تر تصوفی تحقیقات مین ہی لیکن حقیقت مین تمام علوم مین اجتہاد کا درجہ رکھتے تھے اور ہندوستان مین مجتہدین فن تسلیم کیئے جاتے تھے خلاصہ یہ کہ شیخ عبد الرحیم صاحب کے جن اساتذہ کی مختصر فہرست نہایت تلاش و جستجو اور سخت جانکاہی سے ہمین دستیاب ہوئی ہی اُن کے نام نامی حسب تفصیل ذیل مین درج ہین۔

جناب شیخ وجیہ الدین صاحب شہید۔ جناب شیخ ابو الرضا محمد صاحب۔ جناب حافظ سید عبد اللہ صاحب جناب خواجہ خرد صاحب۔ جناب خواجہ ابو القاسم صاحب اکبر آبادی قدس اللہ اسرارہم شیخ وجیہ الدین صاحب شہید کے حالات ہم پہلے حصہ مین نہایت بسط و شرح کے ساتھ ذکر کر آئے ہین اور شیخ ابو الرضا محمد صاحب کے واقعات اِسی حصہ کے دوسرے باب مین درج ہونگے باستثنا اِن دونون حضرات کے باقی اہل کمال کے مختصر حالات اِس موقع پر لکھے جاتے ہین اُمید ہی کہ معزز ناظرین خاص دلچسپی کیساتھ پڑھینگے۔

حافظ سید عبد اللہ قدس سرہٗ

جناب سید عبد اللہ صاحب اصل قصبۂ کھیڑی ضلع بارہہ کے رہنے والے ہین ابھی آپ نہایت کمسن تھے کہ والدین کا سایۂ عاطفت سر پر سے اُٹھ گیا اور اُس زمانہ مین آپکو داعیہ خدا طلبی پیدا ہوا اولیاء اللہ کی جابجا تلاش کرتے پھرے اور آخر کار ضلع پنجاب مین ایک بزرگ کے پاس پہنچکر قرآن مجید حفظ کیا ازان بعد سامانہ کی طرف متوجہ ہوئے اور شیخ ادریس سامانی کی خدمت مین پہنچے اور محنت و خدمت کا کوئی دقیقہ اُٹھا نہ رکھا سید عبد اللہ صاحب فرماتے ہین کہ جس زمانہ مین مین شیخ ادریس کی صحبت مین حاضر تھا میری عادت ہو گئی تھی کہ فقیرون کے استنجے کے لئے پتھر سے ڈھیلون کو صاف کیا کرتا تھا ایک دن مجھے اپنی اس خدمت اور کارگذاری پر خوشی اور خوشی کے ساتھ عجب پیدا ہوا لیکن شیخ نے باطنی اشراق سے فوراً معلوم کر کے فرمایا عبد اللہ انہین میرے چہرے اور بدن کچھ کہہ نچون کے نشانات اور تغیرات

معلوم ہوتے ہین؟ مین نے عرض کیا جی ہان! فرمایا مین خداطلبی کے ابتدائی زمانہ مین ایک بزرگ
کی خدمت مین حاضر تہا اور اُن کے استنجے کیلئے اپنے بدن اور چہرے سے ڈھیلے صاف کیا کرتا تہا
حقیقت یہ ہو کہ جو لذت مجھے اُس مالش مین حاصل ہوتی تہی ابتک اُس کا اثر میرے دل مین باقی ہو یہ جو ن
کے نشان اُسی مالش کے اثر ہین۔

سید عبداللہ فرماتے ہین کہ شیخ ادریس کے زمانہ خدمت مین ایک یہ کام بھی مین نے اپنے ذمہ کر لیا
تہا کہ جمعرات کے روز شیخ اور آپکے گہروالون کے میلے کپڑے دریا پر لیجاتا اور اپنے ہاتھ سے صاف کر کے
خدمت شیخ مین حاضر کیا کرتا آپ نماز جمعہ اُن ہی سفید کپڑون کو زیب بدن فرمایا کرتے ایک دفعہ کا
ذکر ہو کہ جمعرات کو فاقہ کی وجہ سے میری بری حالت تہی اور بھوک کے مارے بیتاب تہا لیکن اسی حالت
مین بدستور سابق شیخ کے کپڑے لیکر دریا پر پہنچا اور لوگون سے پرے ہٹکر ایک تنہا مقام پر کپڑے دھونے
مین مشغول ہوا جون جون آفتاب بلند ہوتا جاتا تہا اور دہوپ مین حرارت و تیزی ترقی کرتی جاتی تہی
مجھپر بھوک اور پیاس غالب ہوتی جاتی تہی آخر کار مین بیہوش ہوگیا اور مجھے اپنے تنِ بدن کی خبر نہ رہی
اسی اثنا مین ایک برقع پوش مرد میرے پاس آیا اور نہایت نرمی اور آہستگی سے مجھے بیدار کرکے برقع
کے اندر سے گرما گرم روٹی نکال کر دی اور ساتھ ہی یہ کہا کہ کیا تم نے قرآن مجید مین آیۃ - ولا تلقوا
بایدیکم الی التہلکۃ نہین پڑہی ہو مین نے بایں خوف وہ روٹی قبول نہین کی کہ مبادا یہ شیطان ہو
اور مجھے دہوکا دیتا ہو لیکن اُس عزیز نے میری یہ اندرونی خلش فوراً دریافت کرلی اور ایک نہایت
ہی تسلی کے لہجہ مین فرمایا کہ اے شخص تو اِس خیال کو دل سے نکال ڈال اور اِس روٹی کو غیبی رزق یقین کر
چنانچہ اُس کے اِس ارشاد سے میرا دلی کھٹکا جاتا رہا اور مین نے خوب سیر ہوکر روٹی کھائی اسی اثنا
مین مین نے دل مین کہا کہ دریا کا پانی گرم ہو کاش سرد پانی یہان ہوتا تو بہت اچھا ہوتا میرے دل
مین اِس خطرہ کے گزرتے ہی برقع پوش نے مجھے ٹھنڈا پانی دیا جسے مین نے خوب سیر ہوکر پیا اُن
بعد کپڑے دہوکر شیخ کی خدمت مین حاضر ہوا۔ آپنے مجھے دیکھتے ہی فرمایا سید! تم نے خضر کے ہاتھ سے
روٹی لیکر کھائی بہتر کیا لیکن محمدیون کو خضر کا احسان اُٹھانا زیبا نہین ہو۔

الغرض جب شیخ ادریس صاحب کا انتقال ہوگیا تو محترم و بزرگ سید عبداللہ جناب شیخ آدم کی
خدمت مین پہنچے اور چونکہ اُن کا طریقہ آپ کو بہت پسند آیا اسلئے زمانہ دراز تک اُن ہی کی صحبت مین

ندگی بسر کی۔ بزرگ سید عبداللہ کے تمام اوصاف اور خاص فضائل سے قطع نظر کر کے آپ کی
خوش لحنی اور ملکۂ علم تجوید خصوصیت کے ساتھ قابل ذکر ہے یہ خصوصیت روز ازل سے آپ ہی کے حصہ
مین تھی کہ جب قرآن مجید کی تلاوت مین مشغول ہوتے تو جسقدر چرند پرند اُس مقام پر ہوتے آپ کی سوز
خیز آواز اور لحن داؤدی کے اثر سے مُردون کی طرح گر پڑتے۔ جناب شیخ عبدالرحیم صاحب فرماتے ہین کہ سید
عبداللہ کچھ ایسے درد انگیز لہجہ مین قرآن مجید پڑھا کرتے تھے کہ تمام حاضرین پر ایک طرح کی محویت طاری ہو جاتی
تھی اور جسقدر لوگ مسجد مین موجود ہوتے تھے سب محو سماع ہو جاتے تھے ایک دن کا ذکر ہے کہ دارا شکوہ
کے قاریون مین سے نو مشہور و منتخب قاری آپکے امتحان کے لئے آئے جن مین سے ہر ایک شخص قواعد
تجوید مین ید طولےٰ رکھتا تھا۔ ان لوگون نے استدعا کی کہ قرآن کا کچھ حصہ ہمارے سامنے پڑھیئے سید نے فرمایا
کہ اگر تمہین ایک دو رکوع سننے ہین تو مین ابھی پڑھتا ہون اور اگر زیادہ کی رغبت ہے تو تھوڑی دیر توقف کرو
چاشت کی نماز کے بعد حسب دستور دو سپارہ پڑھونگا چنانچہ وہ نماز چاشت تک ٹھیرے رہے اور آپنے
نماز کے بعد دو سپارہ پڑھے معترضون نے اگرچہ اعتراض کرنے کی بہت کوشش کی لیکن اُنہین کوئی اعتراض
کرنے [illegible]۔ اس کے بعد سید نے فرمایا کہ لوگ قرات سبعہ کو اس طرح پڑھتے ہین کہ ایک ایک لفظ چند
طریقون سے تلفظ کرتے ہین مگر یہ طریقہ میرے نزدیک ذرا بھی وقعت نہین رکھتا مین اس طرز کو پسند
کرتا ہون کہ ایک دفعہ حضرت عاصم کی کسی طریقہ پر تلاوت کی جائے اور اُس مین دوسرے طریقہ کا ذرا بھی اختلاط
نہ ہو [illegible] کے قاعدہ کے مطابق اور اسی طرح ساتون قاریون کے قرات پڑھی ممتحن لوگ آپکی اس تقریر
سے نہایت خوش ہو گئے اور کسی کو دم مارنے کی گنجایش نہ رہی۔

حضرت بزرگ سید کی باطنی تصرفات اور روحانی توجہات کے بہت سے دلچسپ واقعات مشہور ہین
جنہین مین اس مقام پر ذکر کرکے کتاب کو طول نہین دیتا مختصراً اس قدر عرض کرنا کافی سمجھتا ہون کہ آپ
مین درحقیقت وہ تمام خصلتین مجتمع تھین جو ایک پاکباز اور متشرع ولی مین ہونا چاہئین اور جنکی نظیر سے
اس عہد کے مشائخ کے حلقے بالکل خالی نظر آتے تھے۔ علوم و فنون اور عام خاندانی حیثیت سے قطع نظر کر کے
ربانی قابلیتون اور فطری ضمیری جوہرون نے آپکی شہرت کو اور بھی چمکا دیا تھا اور آپکی معجز نما کرامتون کے
ڈنکے ایک عالم مین بجگئے تھے۔ آپ کا انتقال اکبرآباد مین ہوا۔ شیخ عبدالرحیم صاحب خود اپنی قلم سے لکھتے ہین
کہ جس زمانہ مین اورنگ زیب اکبرآباد مین جلوس فرما تھا مین اپنے والد بزرگوار کی خدمت مین حاضر تھا اسی

زمانہ مین سید عبد اللہ ہی۔ سید عبد الرحمان کے ساتھ اکبر آباد مین تشریف رکھتے تھو وہین آپ بیمار ہوئے
اور وہین رحلت فرمائی جب آپکے انتقال کا وقت قریب ہوا تو آپنے وصیت فرمائی کہ مجھے قبرستان کے ایسے
موقع مین دفن کرنا جہان کوئی پہچان نہ سکے چنانچہ لوگون نے ایساہی کیا اتفاق وقت سے مین اُسوقت
بیمار تھا اور سخت بیمار تھا۔ مرض نے مجھے یہانتک ضعیف و کمزور کردیا تہا کہ سید عبد اللہ کے جنازہ کیساتھ نہ
جا نہ سکا لیکن جب مرض مین تخفیف ہوئی اور کچھ کچھ قوت آئی چلی تو مین ایک ایسے شخص کو ہمراہ لیکر روانہ
قبرستان ہوا جو بزرگ سید کے دفن مین شریک تھا قبرستان مین پہنچکر جب مین نے سید کے مرقد کی زیارت
کرنے کا قصد کیا اور ہمراہی سے دریافت کیا تو وہ سید کی قبر بتا نہ سکا لیکن قیاس سے ایک قبر کی طرف
اشارہ کرکے کہا یہ سید کا مزار ہی مین اُس جگہ بیٹھکر قرآن پڑھنے لگا دفعۃً بزرگ سید نے مجھے پس پشت سے
آواز دی کہ عبد الرحیم الفقیر کی قبر یہ ہی لیکن جو کچھ تم نے پڑھنا شروع کیا ہی اُسے وہین تمام کرو اور اُسی قبر
کی میت کو ثواب پہنچاؤ چنانچہ مین نے ایساہی کیا قرأت سے فارغ ہوکر مین نے اپنے ساتھی سے کہا
ذرا غور سے دیکھ کہ جس قبر کی طرف تو نے اشارہ کیا ہی کیا حقیقت مین یہی سید عبد اللہ کی قبر ہی یا میرے
پس پشت واقع ہی۔ اُس نے جواب دیا کہ مین عرصہ سے اِس مین غور کررہا ہون لیکن آپکے کہنے سے مجھے
یاد آگیا کہ دراصل مجھسے چوک ہوگئی تھی بیشک سید صاحب کی قبر شریف آپ کی پشت ہی کی طرف واقع ہے
مین وہان سے اُٹھکر محترم سید کے مزار پر آیا اور قرآن پڑھنے لگا اُسوقت مجھے غم و اندوہ کی وجہ سے کچھ ایسی
برخاستگی طبع حاصل ہوئی کہ قرأت کے قواعد کی رعایت بخوبی نہین کرسکا دفعۃً قبر کے اندر سے آواز آئی کہ عبد الرحیم
تم نے فلان فلان مقام پر ساہلہ کیا۔ حالانکہ قرأت کے بارہ مین تابہ امکان احتیاط کرنی چاہیے۔

خواجۂ خرد قدس سرہٗ

خواجہ خرد۔ جناب خواجہ محمد باقی کے فرزند رشید اور اہل کمال مین بڑے پایہ کے شخص ہین ہنوز آپ صغیر
اور کم سن ہی تھے کہ آپ کے والد بزرگوار خواجہ محمد باقی رہگرائے سفر آخرت ہوگئے تھے جب آپنے عمر کے
ابتدائی مراحل طے کرکے سن رشد مین قدم رکھا تو شیخ احمد سرہندی کی خدمت مین پہنچے اور زمانہ دراز تک اُنکی
خدمت مین فیضیاب رہے بعد ازان آپ خواجہ حسام الدین اور شیخ الہداد کے پاس تشریف لائے
جو خواجہ محمد باقی کے مشہور و ممتاز خلیفے تھے یہان سے آپنے اجازت اور اخذ طریقہ کی سند حاصل کی اور

درس وتدریس کا دروازہ کہولا۔

خواجہ خرد کے اگرچہ ایک اور بہائی بہی تہے جو عمر مین بڑے اور علم وفضل مین آپ سے افضل تہے لیکن باطنی تصرفات اور روحانی توجہات مین جو شہرت آپکو حاصل تہی وہ خواجہ کلان کو میسر نہ تہی۔ خواجہ کلان آپ خاص صنعت مین آپ کی ہمسری اور برابری کا دعوے نہ کرسکتے تہے آپ کے باطنی علم نے تمام ملک مین شہرت عام پیدا کردیتی تہی اور طالبان حق دور دور دراز ملکون سے خطرناک اور دشوار گزار راہین طے کرکے خدمت مین حاضر ہوتے تہے علما فضلا مشایخ کا مجمع ہمیشہ آپکی درگاہ مین رہتا تھا اور سینکڑون طلبہ کامیاب اور بامراد ہوکر جاتے تہے آپکی کرامات کے واقعات نہایت دلچسپ ہین منجملہ اُن کے دو ایک واقعات اسجگہ قلمبند کئے جاتے ہین۔

(۱) شیخ عبدالرحیم صاحب فرماتے ہین کہ ایکدفعہ مین اور میرے ساتھ مخدومی شیخ ابوالرضا محمد خواجہ خرد کیخدمت مین حاضر تھے اُس وقت آپ طلبہ کو سبق پڑھا رہے تہے اور بھوک کی وجہ سے نہایت بیتاب تہے رفتہ رفتہ بھوک یہانتک غالب ہوئی کہ آپ سبق پڑھا نہ سکے ایک شخص کو گھر بہیجا کہ کھانے کی کوئی چیز ہو تو لے آئیے لیکن گھروالون نے صاف جواب دیدیا کہ ہمارے پاس بجز دو ایک لقمون کے جو بچے کیواسطے اٹہا رکھے ہین اور کچھ نہین ہی خادم نے عرض کیا کہ گھر مین دو ایک لقمون کے سوا اور کچھ کھانا نہین ہے اور وہ بہی بچے کے لئے رکھا ہوا ہی فرمایا اُس مین سے تھوڑا سا لے آؤ چنانچہ خادم دوبارہ گیا اور ایک چھوٹی تشتری مین تھوڑا سا کہانا لے آیا آپنے ہاتھ دہوئے اور حاضرین سے فرمایا کہ تم لوگ بہی فقیر کے ساتھ کھانے مین شریک ہوجاؤ اس بات کا خیال نہ کرو کہ کھانا تھوڑا ہی خدا برکت دیگا اور ہم سب سیر ہوکر کھالو گے حاضرین کو آپکے اِس ارشاد سے تعجب اور تعجب کے ساتھ حیرت ہوئی خواجہ نے ہم دونون بہائیون کو خصوصیت کے ساتھ مکرر فرمایا اور اِس وجہ سے ہمین آپکے ساتھ ضرور شریک ہونا پڑا انجام کا ہم تینون شخصون نے خوب سیر ہوکر کھا اور تشتری مین اُسیقدر کھانا بچ رہا جس قدر خادم گھر سے لایا تھا آپنے تشتری خادم کے حوالہ کی اور فرمایا یہ بچے کیلئے لیجاؤ۔

(۲) ایکدفعہ کا ذکر ہے کہ خواجہ خرد کے پاس ایک شخص نے آکر التماس کی کہ بادشاہ مجھے ایک مہم سر کرنے کی غرض سے ایک بہت دور مقام پر بہیجتا ہے اول تو وہ ملک ہی نہایت دور ہے دوسرے دشمن تعداد مین کثیر اور اسباب جنگ مین یدطولٰے رکھتے ہین بخلاف اِسکے نہ تو میرے پاس اسقدر جنگی سامان

ہی ہیں نہ جنگی فوج ہی اور سب سے زیادہ مصیبت کی یہ بات ہی کہ بادشاہ سے کسی طرح عذر نہیں کرسکتا۔ آپ
مجھپر توجہ کیجیے اور اس نازک اور خطرناک موقع پر امداد فرمائیے خواجہ نے بطریق خوش طبعی فرمایا کہ کچھ نقدی
پیش کرو تاکہ ہماری خاطر تمہاری طرف متوجہ ہو۔ ان بعد آپنے فرمایا کہ تم فلان روز جنگ کرنا اور اپنی قلت
دشمنون کی کثرت سے ذرا بھی خوف نہ کرنا انشاء اللہ فتحیاب ہوگے شیخ عبدالرحیم صاحب فرماتے ہین کہ
جب وہ شخص چلا گیا تو آپنے فرمایا کہ جو دن مین نے اس شخص کیلئے مقرر کیا ہے اُسے یاد رکھنا اور جب
وہ وقت آجائے تو مجھے یاد دلا دینا چنانچہ جب وہ وقت ہوا تو مین نے خواجہ کو یاد دلایا آپ حجرے مین تشریف
لے گئے اور مجھے دروازہ پر بٹھا کر فرما گئے کہ کسی کو اندر نہ آنے دینا تھوڑی دیر نہ گذری تھی کہ آپ شادان و
فرحان حجرہ سے باہر تشریف لائے اور فرمانے لگے کہ مین عین معرکہ جنگ مین پہنچا حقیقت مین دشمنون
کی تعداد بکثرت تھی اور یہ لوگ نہایت ہی قلیل تھے اول مرتبہ اگرچہ ان تھوڑے آدمیون کو شکست ہوئی۔
لیکن اُس عزیز نے نہایت ثابت قدمی کی اور اپنی جگہ سے تل بھر نہ ہٹا اسی اثنا مین مین معرکہ جنگ مین پہنچ گیا
اور خدا کے فضل سے اُس عزیز کی فتح ہوئی بہت سے دشمن قتل کیے گئے اور بقیۃ السیف شکست کھا کر بھاگ
گئے۔ مین نے اس تمام واقعہ کو ایک کاغذ پر لکھا ہو اور دن تاریخ وغیرہ ثبت کرکے اپنے پاس رکھا ایک عرصہ
کے بعد اُس شخص کا خط آیا اور جو کچھ خواجہ نے بیان فرمایا تھا بجنسہ وہی باتین خط مین مندرج تھین۔

(۳) خواجہ خُرد زور کوشک کے محلہ مین تشریف رکھتے تھے کہ ایک شخص نے آپ کی خدمت مین حاضر ہوکر التماس
کی کہ حضور مجھپر کوئی ایسی توجہ فرمائی کہ تحصیل علم سے فراغت پا جاؤن فرمایا کہ مین تمہارے اس سوال کا
عنقریب جواب دون گا اور جواب شافی دون گا وہ شخص تو اپنے گھر چلا آیا اور خواجہ نے اُس کے عقب
مین ایک شخص روانہ کیا اور ایک رقعہ اُسکے ہاتھ لکھکر بھیجا جس مین لکھا تھا کہ کل انشاء اللہ تم تمام علوم
سے فارغ التحصیل ہو جاؤ گے وہ شخص یہ غیر مترقبہ بشارت سنکر نہایت متعجب ہوے اور دوسرے روز اتفاق سے
یہ شخص سو گیا اور ہمیشہ کے لئے اس جہان کو رخصت کر گیا۔

باوجود اس عظمت وجودت اور باطنی و ظاہری کمالات کے خواجہ خُرد کے مزاج مین حد سے زیادہ
عاجزی و انکساری تھی آپ ہر شخص کے ساتھ اپنے عام متواضعانہ اخلاق سے پیش آتے اور اہل علم
کے اعزاز و وقعت مین پہلے درجہ کی کوشش کرتے چنانچہ ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ شیخ عبدالرحیم صاحب آپکی
درگاہ مین تشریف لے گئے اُس وقت خواجہ تو چارپائی پر تشریف رکھتے تھے اور تمام طلبہ بورئے پر بیٹھے ہوے ہی

شیخ صاحب درگاہ مین داخل ہوئے خواجہ نے انتہا سے زیادہ تعظیم کی خود پائینتی اور شیخ کو سرہانے کی جانب بٹھایا ہرچند شیخ صاحب نے مقام صدر مین بیٹھنے کو بے ادبی سمجھا اور بہت کچھ معذرت کی لیکن خواجہ نے اصرار تمام آپ کو مقام صدر مین بیٹھنے پر مجبور کیا اس تعجب خیز معاملہ سے تمام حاضرین دریائے تحیر مین غرق ہوگئے انجام کار خواجہ رحمت اللہ۔ آپکے فرزند رشید نے اظہار التماس کی کہ حضرت اس مجلس مین بعض لوگ ایسے بھی موجود ہین جو عمر مین سب سے بڑے اور فضل و علم مین سب سے افضل ہین اور اس وجہ سے تعظیم و تکریم کے قابل بھی ہوسکتے ہین باوجود اسکے آپ نے شیخ عبدالرحیم صاحب کو اس اعزاز کیساتھ خاص کرنے مین کیا نکتہ ہی خواجہ نے فرمایا شیخ عبدالرحیم کی خصوصیت کے ساتھ تعظیم کرنے کی وجہ یہ ہے کہ تم لوگون کو مجھے یہ بات دکھانی مقصود تھی کہ جو وقعت و بزرگی اس محترم اور جلیل القدر خاندان کی میرے دل مین ہی تم اُسے محسوس کرکے اس معاملہ مین میری تقلید کرو اور جس طرح مین اُن کی تعظیم و توقیر کرتا ہون اُسی طرح تم بھی اُنہین نگاہ وقعت سے دیکھو جس زمانہ مین مین اسکے جد امجد شیخ رفیع الدین صاحب کی خدمت مین حاضر تھا اور اُن کی صحبت سے فیضیاب ہوتا تھا تو شیخ صاحب کا دستور تھا کہ جب مین حاضر ہوتا تھا اسی تواضع سے پیش آتے تھے باوجودیکہ وہ میرے اُستاد تھے اور مین نے اُن کی خدمت مین بہت کچھ فیض حاصل کیا تھا علیٰ ہذا القیاس جناب شیخ رفیع الدین صاحب جب ہمارے والد بزرگوار خواجہ محمد باقی کی خدمت مین حاضر ہوتے تھے تو وہ بھی آپ کے ساتھ یون ہی پیش آتے تھے حالانکہ شیخ صاحب خواجہ کے مشہور خلیفہ تھے۔ خواجہ محمد باقی قدس سرہ نے چونکہ سلوک کے ابتدائی زمانہ مین شیخ قطب العالم جناب شیخ رفیع الدین صاحب کے والد بزرگوار کی خدمت مین تحصیل علوم کی تھی اور اُن سے بہت کچھ فائدہ اُٹھایا تھا باین لحاظ ہمین اپنے اس محسن خاندان سے اسیطرح کا سلوک کرنا زیبا ہی۔

شیخ عبدالرحیم صاحب کا بیان ہی کہ ایک دن خواجہ خُردؔ کے خدام مین سے ایک خادم شراب کے نشہ مین مست تھا ایسے موقع پر مجھے اُسکے ساتھ بحث کرنے کا اتفاق پڑا چونکہ وہ مخمور تھا میری ہر بات کا جواب نامعقول دیتا تھا اسلیئے میری طبیعت منغص ہوگئی اور اب مین نے عزم بالجزم کرلیا کہ اسکے بعد یہان کبھی نہین آؤن گا ابھی دو تین ہی روز گزرے تھے کہ خود خواجہ تشریف لائے اور میرے مکان کے دروازہ پر کھڑے ہوکر ایک بڑھیا سے میرا پتا پوچھا اُس نے جواب دیا کہ عبدالرحیم اسوقت سوتا ہی فرمایا جب وہ بیدار ہون تو کہدینا خرد تمہین ڈھونڈتا آیا تھا اور اب وہ حبشو کی مسجد مین ملے گا چنانچہ جب مین بیدار

ہوا تو بڑھیا نے سارا ماجرا مجھسے بیان کیا مین- فوراً اُس مسجد مین پہنچا خواجہ خرد اپنا عمامہ سر کے نیچے رکھے ہوئے بے تکلف سوتے تھے مین جاکر بیٹھ گیا اتنے مین ظہر کی اذان ہوئی خواجہ اُٹھے اور نہایت مہربانی کیساتھ پیش آئے معمولی مزاج پرسی کے بعد اودہر اُودہر کی باتین کرنے لگے اور انتہا سے زیادہ سیری و بچوئی کی-

خلیفہ ابوالقاسم اکبرآبادی قدس سرہ

خلیفہ ابوالقاسم- ملا عمر کے داماد تھے جو اپنے زمانہ کے مشہور و معتبر علما مین ایک منتخب اور ممتاز عالم و فاضل گنے جاتے تھے شرح ملا پر جو ایک بسیط اور نہایت مفید و کارآمد حاشیہ ہے وہ ملا عمر ہی کی خداداد قابلیت اور ذہانت کا بدیہی نتیجہ ہے خلیفہ ابوالقاسم ملا ولی محمد کے شاگرد رشید ہین جو اعیان دولت اور رؤسا ئے شہر مین شمار کئے جاتے اور حضرت امیر[1] کے ممتاز و معزز علما مین گنے جاتے تھے حضرت امیر کے خلفا مین آپ بالکل وہی نسبت رکھتے تھے جو نسبت شیخ نصیرالدین محمود قدس سرہ کو حضرت سلطان المشائخ نظام الدین صاحب قدس سرہ کے اصحاب مین حاصل تھی- خلیفہ ابوالقاسم نے تمام علوم کی تحصیل ملا ولی محمد سے کی اور اُن ہی کی خدمت مین علم باطنی حاصل کرکے بیعت کی آپ ہمیشہ گمنامی اور عزلت نشینی کو دوست رکھتے تھے اور یہی

---

[1] حضرت امیر ابوالعلےٰ کے والد بزرگوار میر ابوالوفا اور دادا امیر عبدالسلام ہین- میر ابوالوفا خواجہ ابوالفیض بن خواجہ عبداللہ بن خواجہ احرار کی اولاد مین ہین حضرت امیر ابوالعلےٰ والد کیطرف سے حسینی سید اور میر تقی الدین کرمانی کی اولاد مین سے ہین جس زمانہ مین ان کے والد ماجد اور جد امجد سمرقند کو چھوڑ کر ہندوستان کو عبور کرتے ہوئے مکہ معظمہ جارہے تھے یہ اُس زمانہ مین حالت سفر مین پیدا ہوئے ان کے والد اور دادا ارض حجاز مین ہی انتقال کرگئے تھے اُن کی وفات کے بعد آپنے خواجہ فیضی کے سایہ عاطفت مین پرورش پائی جو اُس زمانہ مین مان سنگھ پورب کے گورنر کی رفاقت مین ایک معزز و ممتاز عہدہ رکھتے تھے- جب میر ابوالعلےٰ ابتدائی زمانہ کے مرحلے طے کرکے سن بلوغ کو پہنچے اور عالم شباب مین قدم رکھا تو خواجہ فیضی کا سایہ بھی آپکے سر پر سے اُٹھ گیا- فیضی کے انتقال کے بعد آپ چندے تک نوکر پیشہ رہے اور سپاہیانہ طریق پر زندگی بسر کی اِسی اثنا مین ایک رات آپنے خواب مین دیکھا کہ تین بزرگ کھڑے فرما رہے ہین کہ ابوالعلےٰ تم نے یہ کیا وضع اختیار کر رکھی ہے تم وہی وضع رکھو جس وضع مین ہمین دیکھ رہے ہو اور اسباب معاش کیطرف سے فراغت رکھو کیونکہ خدا تعالیٰ فرماتا ہے اللہ نور السموٰت والارض ازان بعد اُن بزرگون مین سے ایک نے اُسترہ نکالکر میر ابوالعلےٰ کا سر مونڈا اور دوسرے نے اپنا قمیص اُنکے زیب بدن کیا تیسرے نے اپنی دستار عنایت کی- میر ابوالعلیٰ یہ دیکھکر بڑی بیتابی کے ساتھ چونک پڑے اور اُسیوقت سے اُن کے دل مین ایک طرح کا قلق و اضطراب پیدا ہوا ہر چند چاہا کہ نوکری کو بالائے طاق رکھین لیکن مان سنگھ مانع آیا اور آپکا استعفا منظور نہین کیا یہانتک کہ رفتہ رفتہ چند اس قسم کے اسباب جمع ہوگئے جن سے طوعاً و کرہاً میر ابوالعلیٰ کو ملازمت ترک کرنی پڑی ملازمت کے تعلق سے سبکدوش ہوتے ہی آپ ہمہ تن خداطلبی مین مصروف ہوگئے اغلب اوقات خواجہ معین الدین قدس سرہ کے مزار کیطرف متوجہ ہوتے اور وہان سے قسم قسم کے فیوض سے بہرہ ور ہوتے ازان بعد آپنے امیر عبداللہ سے بیعت کی جو آپکے عم بزرگوار اور بڑے محترم و معزز شخص تھے گویا آپ بظاہر نوکری پیشہ تھے لیکن حقیقت مین ولایت کے آثار اُن کی تابان پیشانی صاف عیان تھے حضرت امیر العلیٰ پر ایک دفعہ فالج گرا جس سے آپکو سخت تکلیف ہوئی لیکن آپنے اِسوقت بھی محنت و جانفشانی کا کوئی دقیقہ

طریقہ آپ پر غالب تھا لوگون سے ملنا جلنا بالکل ترک کردیا تھا اور ابنا ہلوک کی صحبت اپنے حق مین سم قاتل سمجھتے تھے آپکا مشرب ترک اکساب اور توکل کلی تھا یہی وجہ تھی کہ اکثر اوقات آپکی زبان پر جاری رہتا تھا کہ ولی کے تین نشان لوگون مین مشہور ہین لیکن چوتھا نشان یہ ہے کہ خداوند تعالی بدون کسی واسطہ کے اُس کی معیشت کا متکفل اور ذمہ وار ہوجائے۔ جناب شیخ عبدالرحیم صاحب فرماتے ہین حقیقت مین جناب خلیفہ ابوالقاسم کے توکل کی نظیر دنیا مین کہین نہین مل سکتی اور چونکہ آپکو حقیقی توکل حاصل تھا۔ اسلیے خداتعالےٰ آپ کی تمام ضرورتون اور حاجتون کا خود کفیل ہوگیا تھا اگرچہ آپ معاش کا کوئی سبب اور وسیلہ نہ رکھتے تھے لیکن ہمیشہ خوشحالی اور نہایت آسودگی کی حالت مین زندگی بسر کرتے تھے ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ آپکے گھر مین گھی ہوچکا اور دوسرا گھی کہین سے نہ آیا خلیفہ متحیر تھے اور بغیر گھی کے کھانا تناول فرماتے تھے ایکروز کسی تقریب سے آپ گھر مین تشریف لیگئے اور بالا بالا گھر کی تلاشی لی معلوم ہوا کہ گھی کی ایک ٹھلیا کسی نے مخفی کرکے رکھدی ہے اسوقت آپنے فرمایا کہ گھی نہ آنے کا یہی سبب تھا چنانچہ خلیفہ نے اُسے فوراً خرچ کرڈالا اور اُسی اثنا مین بہت سا گھی ہدیۃً آگیا۔

بقیہ حاشیہ صفحہ ۱۳۶۔ اُٹھا نرکھا گو آپ کو طہارت و وضو کے وقت بہت ہی مشقت اُٹھانی پڑتی تھی مگر تو بھی کبھی بیوضو نہ رہتے تھے ایکدن آپ یہ بیت پڑھ رہے تھے ؎ دردم از یارست و درمان نیز ہم ٭ دل فدائے او شد و جان نیز ہم۔ اسی بیت کو پڑھتے تھے آپ پر ایک قوی وجد طاری ہوا جسکی حرارت سے تمام اعضا کھل گئے اور اُنہین اصلی قوت عود کر آئی آپ کو وہ قوی جذب اور باطنی تصرف حاصل تھا کہ جس شخص پر نظر خاص ڈالتے بیخود ہوکر مردہ کی طرح گر پڑتا۔ آپکا طریقہ بجز اتباع شریعت نبوی اور پیروی جادہ محمدی کے اور کچھ نہ تھا شرعی احکام سے کبھی سرمو انحراف نہ کرتے بلکہ آپکے تمام اقوال و افعال شریعت کی مطابق ہوتے اول اول آپکے تمام تلامذہ اور مرید جیسے ملا ولی محمد وغیرہ بالکل آپ ہی کے قدم بقدم چلتے تھے اور آپکے طریقہ و روش کے ذرا بھی مخالف نہ تھے لیکن انکے بعد ایک قوم پیدا ہوئی جنہون نے بحکم ؎ بدنام کنندہ نکونامی چند سے نفسانی خواہشونکی پیروی اختیار کی اور عقاید فاسدہ پر کاربند ہوکر آیہ ومن ذریتہما محسن وظالم لنفسہ مبین کے مصداق قرار دیئے گئے۔ حضرت امیر ابوالعلی کا دامن اِس قسم کے گندگیون سے بالکل پاک اور ستھرا ہے چنانچہ ملا لطف اللہ جامع مقامات مین حضرت امیر نے اِس امر کو اپنی تالیف مین خوب واضح کرکے بیان کیا ہے۔ جناب شیخ عبدالرحیم صاحب فرماتے ہین کہ مین حضرت ابوالعلی کے فرزند رشید امیر نورالعلی سے ملا حقیقت مین جن کمالات کیساتھ آپ موصوف تھے دوسرے لوگون مین اُن کی نظیر بمشکل پائی جاسکتی تھی جو بات سب سے زیادہ قابل تعریف اور لائق تقلید آپ مین پائی جاتی تھی وہ آپ کی راستبازی اور صادق القولی تھی یہانتک لوگون پر خیال دوڑایا کوئی شخص آپسے زیادہ راستباز اور سچا نہین پایا مین نے ایک دن اُن سے ملکر پوچھا لوگ کہتے ہین کہ میر ابوالعلی سماع کیطرف بہت راغب تھے فرمایا مجھے یاد نہین پڑتا کہ آپنے کبھی راگ سُنا ہو ہان چند بار ایسا ہوا ہے کہ آپکے حضور مین کسی نے کوئی غزل یا قصیدہ پڑھا اور آپنے اُسپر انکار نہین کیا دوبارہ مین نے دریافت کیا لوگ کہتے ہین کہ امیر ابوالعلی جس شخص پر نظر خاص ڈالتے یا اپنے مُنہ کا چبا ہوا پان کسی کے منہ مین ڈال دیتے تو وہ بیہوش ہوجاتا تھا فرمایا کلیۃً یہ بات نہ تھی البتہ گاہے گاہے ایسا ہوتا تھا خود مین نے ہزارہا دفعہ آپ کے مُنہ کا پان کھایا ہے لیکن کبھی بیہوش نہین ہوا۔ امیر نورالعلی بہت روز آپ کی خدمت مین رہے ہین اور امیر ابوالعلی سے کلاہ اور خرقہ پایا ہے ۱۲

خلیفہ ابوالقاسم جب علوم دینی کی تحصیل سے فارغ ہوئے اور ارشاد و تکمیل کے درجہ کو پہنچ گئے۔ نیز طالبان حق کی گود ہان فوائد و فیوض سے لبریز کر چکے تو آپکو سفر حج کی عزیمت پیدا ہوئی گھر سے باہر تشریف لائے اور بغیر ترتیب زاد و راحلہ اور بدون گھر والون سے ملے چلے عرب کی طرف توجہ مبذول فرمائی رستہ مین آپکے بعض مخلص اور بے ریا معتقدین بھی آپکی ہمراہی مین ہوئے لیکن آپنے مجرد اور تنہا لوگون کو تو ساتھ چلنے کی اجازت دی اور جو لوگ اہل و عیال رکھتے تھے اُنہین واپس کر دیا اور فرمایا چونکہ ہم نے ایک دور و دراز سفر کا قصد کیا ہی اور سامان سفر سے خالی ہاتھ ہین اسلیے عجب نہین کہ ارض حجاز اور اُسکے اطراف مین ہمین ہر قسم کی مشکلات کا سامنا کرنا پڑے تم لوگ اہل و عیال رکھتے ہو لہذا مین تمہارا اہل و عیال ہی مین رہنا پسند کرتا ہون ازان بعد آپ متوجہ ارض حجاز ہوگئے اور اسی بے سر و سامانی کی حالت سے مکہ معظمہ پہنچگئے ایک مدت تک حجاز مین رہے اور پھر صحیح و سالم وطن مالوف مین تشریف لائے اِس مابین سفر مین بہت سی خوارق عادات باتین اور تعجب انگیز واقعات آپسے ظہور مین آئے جن مین سے بعض واقعات خصوصیت کیساتھ قابل ذکر ہین۔

ازانجملہ یہ کہ خلیفہ کے یارون مین یہ بات مشہور تھی کہ جس وقت آپ حج کے ارادہ سے گھر سے نکلے ہین تو آپ کی جیب مین بجز ایک پاؤلی کے اور کچھ نہ تھا لیکن یہ تعجب کی بات ہی کہ آپ اِس دور و دراز سفر مین کبھی اور کسی مقام پر محتاج نہین ہوئے یہانتک کہ جب سفر سے مراجعت فرماکر گھر تشریف لائے تو ہنوز وہ پاؤلی جیب خاص مین تھی شیخ عبدالرحیم صاحب فرماتے ہین کہ جب مین نے اِس واقعہ کی شہرت سنی تو خلیفہ سے اِسکی بابت دریافت کیا فرمایا عبدالرحیم! ابتک کسی نے مجھ سے اِس واقعہ کو دریافت نہین کیا نہ مین نے اِسکا بھید کسی پر ظاہر کیا اصل قصہ یہ ہی کہ جب مین حج کے ارادہ سے شہر سے نکلا تو ایک اجنبی شخص میرے پاس آیا اور ایک پاؤلی بطریق نیاز پیش کی مین نے اُس سے لیکر جیب مین ڈال لی پھر خدا تعالی نے خود بخود سامان مہیا کردیئے اور مجھے اُس پاؤلی کے خرچ کرنے کی حاجت نہین پڑی اسیطرح جب مین نے میلے کپڑے اُتار کر اُجلے کپڑے پہنے تو یارون نے میرے میلے کپڑے لپیٹ کر اپنے پاس رکھ لیے اور خدا تعالے نے مجھے دوسرے کپڑے عنایت فرمائے غرضکہ مابین سفر مین نہ مجھے کپڑون کی ضرورت پڑی اور نہ اُس پاؤلی کی حاجت ہوئی جب مین گھر آیا تو وہ کپڑے اور پاؤلی برآمد ہوئی ادھر لوگون مین یہ بات شہرت پکڑ گئی۔

ازانجملہ یہ کہ ایک دن آپ نے جہاز مین بیٹھے ہوئے اپنے یار دوستون سے اولیا اللہ کے مقامات کرامات کا ذکر چھیڑ دیا تہا اور بیان کا سلسلہ یہانتک پہنچا یا تہا کہ خدا کے برگزیدہ اور مقبول بندے دور دراز مسافت کو چشم زدن مین طے کرلیتے اور پانی کی سطح پر بسطح دوڑتے ہین جیسے زمین کی سطح پر ناخدا نے آپ کی یہ تقریر سنکر کہا کہ اس قسم کے جھوٹے قصّے اور بناوٹی کہانیان بہت سنی گئی ہین مین نے تو کسی کو بہی ایسا نہین دیکہا خلیفہ نے جون ہی ناخدا کا یہ مضحکہ آمیز قول سنا آپکی غیرت کی رگ حرکت مین آئی فوراً سمندر مین کود پڑے اور بلاتکلف پانی کی سطح پر چلنے لگے جہاز والون نے ناخدا کو سخت ملامت کی اور وہ بہی نادم و پشیمان ہوا کہ ایک فقیر میرے مجادلہ کے سبب سے معرض ہلاکت مین پڑا ادہر آپکے بے ریا معتقد آپکی مفارقت کے رنج مین سخت محزون و متالم ہوئے کہ دفعۃً خلیفہ نے بآواز بلند فرمایا کہ لوگو امین بخیریت ہون اور سطح آب پر بلاتکلف سیر کر رہا ہون تم ذرا رنج نکرو یہ صورت دیکہکر ناخدا اور تمام اہل جہاز نے توبہ کی اور نیازمندی و عاجزی کا اظہار کرکے خلیفہ کو سمندر سے جہاز مین لائے اور خاطر و مدارات کا کوئی دقیقہ اُٹھا نرکھا۔

ازانجملہ یہ کہ حرمین مین ایک بزرگ متوطن تہے جنہون نے اپنے آبا و اجداد سے نسلاً بعد نسل حضرت غوث الاعظم کی کلاہ شریف تبرکاً حاصل کی تہی اور جوارض حجاز اور اُسکے اطراف مین ایک معزز و ممتاز شخص شمار کیاجاتے تہے جب بزرگ خلیفہ ابوالقاسم مکہ معظمہ مین پہنچے تو ایک رات حضرت غوث الاعظم نے اُس شخص کے خواب مین تشریف لاکر فرمایا کہ یہ کلاہ جو تمہارے پاس بطریق امانت ہو خلیفہ ابوالقاسم اکبرآبادی کے حوالہ کردو صبح کو جب یہ بزرگ اُٹھے تو اُنہین خیال آیا کہ حضرت غوث الاعظم نے جو خلیفہ ابوالقاسم کو خصوصیت کے ساتہ ذکر فرمایا ہی تو اس تخصیص مین کوئی خاص وجہ مضمر ہی چنانچہ اُنہون نے خلیفہ کے امتحان کی غرض سے ایک قیمتی اور وزنی جبہ کلاہ کے ساتہ منضم کیا اور پوچھتے پوچھتے خلیفہ کی خدمت مین پہنچے اور عرض کیا یہ دونون تبرک حضرت غوث الاعظم کے ہین جنکی بابت مجھے خواب مین ارشاد ہوا ہی کہ ان امانتون کو آپکے سپرد کردون خلیفہ نے کلاہ اور کلاہ کے ساتہ جبہ کو قبول کیا اور نہایت مسرور و شادان ہوئے ازان بعد اُس بزرگ نے کہا چونکہ یہ تبرک خدا کی ایک نعمت عظیم ہی اسلئے آپکو اِسکے شکریہ مین بہت سا کہانا پکاکر شہر کے رؤسا کو مدعو کرنا چاہیئے خلیفہ نے فرمایا تم ہی رؤسا شہر کی دعوت کردو اور کل سب کو لیکر آجاؤ ہم وافر کہانا تیار کردینگے چنانچہ دوسرے دن علی الصباح وہ

بزرگ رؤسا شہر کو ساتھ لیکر آیا اور سیر ہوکر کھانا تناول کیا جب کھانا کھا چکے اور فاتحہ سے فارغ ہوگئے تو اُس بزرگ نے خلیفہ سے کہا کہ جب آپ متوکل ہین اور معاش کے ظاہری اسباب نہین رکھتے ہین تو فرمایئے کہ اسقدر کھانا کہان سے مہیا ہوا آپنے ایک نہایت خوش آیندہ تبسم کے ساتھ فرمایا کہ ہمنے جبہ کو فروخت کرکے کھانے کا سامان مہیا کیا یہ کہنا تھا کہ اُس عزیز نے ایک شور مچایا اور زاری و فریاد شروع کی کہ مین نے اس فقیر کو اہل دل خیال کیا تھا لیکن افسوس میرا خیال بالکل غلط ثابت ہوا اور یہ شخص نہایت نا قابل ظاہر ہوا حقیقت مین یہ ایک مکار شخص ہے جو فقیرون کے لباس مین لوگون کو دھوکا دیتا پھرتا ہی حیف اسنے اُن عظیم الشان تبرکات کی کچھ قدر و منزلت نہ کی اور چند حقیر دامون پر فروخت کردیا۔ خلیفہ ابوالقاسم نے ایک نہایت تندی اور تیزی کے لہجہ مین فرمایا کہ بس خاموش رہ زیادہ ڈھنڈ مچا جو تبرک تھا اُسے ہم نے تعویذ بازو بنا کر رکھا ہی اور جو در اصل تبرک نہ تھا بلکہ ہمارے امتحان کی غرض سے تو نے پیش کیا تھا اُسے ہم نے فروخت کرڈالا اور حقیقی تبرک کے شکرانہ مین صرف کردیا۔ یہ سُنکر وہ بزرگ متنبہ ہوا اور تمام اہل مجلس سے حقیقت حال بیان کیا۔ حاضرین مجلس کی زبان سے ایک بے اختیارانہ جوش کے ساتھ نکلا کہ الحمد للہ یہ تبرک ایک ایسے شخص کو پہنچا جو اُسکا اہل اور مستحق تھا۔

خلیفہ ابوالقاسم اگرچہ امیر ابوالعلی کی صحبت مین بھی پہنچے ہین اور اُنکی خدمت سے بھی بے انتہا فوائد اُٹھائے ہین لیکن ارتباط استفاضہ اور بیعت ملّا ولی محمد ہی کی خدمت مین رکھتے تھے چنانچہ ایک دن کا ذکر ہے کہ حضرت امیر نے خلیفہ سے فرمایا کہ تم ہم سے بیعت کیون نہین کرتے جواب دیا کہ چونکہ ملا ولی محمد خود حضرت امیر کی خدمت سے فیضیاب ہین اور اِس عاجز نے تمام علوم کی تحصیل اُن ہی کی خدمت مین کی ہے اور اُن ہی کی جناب مین الفت تمام رکھتا ہو اس لیے ارتباط بیعت بھی اُن ہی کے حضور مین بہتر و مناسب دیکھا حضرت امیر ابوالعلی نے آپ کی یہ شُستہ تقریر سُنکر تبسم کیا اور مرحبا کہکر دعائین دین آپ کا انتقال اکبرآباد مین ہوا اور وہین دفن کیے گئے۔

اجازت عامہ

ہمین اُن حضرات کی تعداد صحیح اندازے کیساتھ بتانا سخت مشکل ہی جن سے جناب شیخ عبدالرحیم صاحب نے اجازت عامہ حاصل کی کیونکہ باوجود ہزار تلاش و تتبع کے ہنوز کوئی ایسی مفصل فہرست

دستیاب نہین ہوئی جس سے اس بات کا پتہ چل سکے لیکن قیاس اس بات کو چاہتا ہی کہ آپ کو مختلف اشخاص اور متعدد اساتذہ سے اجازت عامہ حاصل ہوئی ہوگی کیونکہ آپ جن حضرات کی خدمت مین استفادہ کیلئے حاضر ہوئے اور جس علم کی تحصیل مین مشغول ہوئے اُسے بالضرور تکمیل کے مرتبہ پر پہنچایا اور جب آپ ہر شخص کی درس گاہ سے فارغ التحصیل اور کامل ہوکر علیحدہ ہوئے تو کیا عجب کہ ہر شخص سے اجازت اور عام سند حاصل کی ہو لیکن جہانتک تاریخ سے پتہ چلتا ہے اُس سے اس قدر یقین کے ساتھ معلوم ہوتا ہی کہ سید عبداللہ اور خلیفہ ابوالقاسم اکبرآبادی اور سید عظمت اللہ جیسے مجتہدین فن اور اہل کمالات کی فیض صحبت اور تعلیم و تربیت نے جناب شیخ عبدالرحیم کو تمام دینی فنون اور وہبی علوم مین کامل کردیا تھا اور آپ مین ہر قسم کی اہلیت و قابلیت پاکر اجازت عامہ سے ممتاز و سرفراز فرمایا تھا چنانچہ ہم اس امر کے ثبوت مین خود جناب شیخ عبدالرحیم صاحب ہی کے بیان کو پیش کرتے ہین جس سے بڑھکر کوئی اور مستند شہادت ہو نہین سکتی۔

آپ فرماتے ہین کہ جب خلیفہ ابوالقاسم نے مجھے تکمیل و ارشاد کی اجازت سے سرفراز فرمانا چاہا تو اپنے ایک مخلص اور بے ریا عقیدتمند مرید کو حکم فرمایا کہ ہمارے تمام شناساؤن اور مریدون کی دعوت کرو اور کافی مقدار کھانا مہیا کرو چنانچہ اُس نے آپکے ارشاد کی فوراً تعمیل کی جب کھانا پک کر تیار ہوا اور تمام دعوتی جمع ہوگئے تو آپ نے فقیر کو طلب کیا میرے سر پر دستار باندھی اور ایک اجازت نامہ لکھکر عنایت فرمایا اُسوقت مین نے التماس کی کہ حضور! مین اس عظیم الشان اور جلیل القدر کی قابلیت نہین رکھتا اور ان حقوق کی تحمل و برداشت کی اپنے مین طاقت نہین دیکھتا فرمایا کوئی مضائقہ نہین آخر تم نے دوسری جگہ سے بھی اجازت عامہ حاصل کی ہو بھلا بتاؤ سید عبداللہ کے ساتھ تمہارا معاملہ کس طرح تھا مین نے عرض کیا اُنھون نے اپنے تمام حقوق مجھے معاف کردیئے تھے فرمایا مین نے بھی اپنے تمام ظاہری و باطنی حقوق تمہین معاف کردئے۔ عبدالرحیم! یہ فرقہ جو کام کرتا ہے اُسکا انجام پہلے ہی سے پیش نظر رکھ لیتا ہے۔

جب یہ سب کچھ ہو چکا تو آپ نے مجھے طالبان حق کی رہنمائی اور دینی علوم کی اشاعت و درس کی اجازت دی اور یہ بھی فرمایا کہ اب اگر تم مناسب سمجھو تو دہلی مین جاکر رہو اور وہان کے باشندون مین دینیات کی اشاعت دو لیکن مین نے عرض کیا کہ ابھی چندروز تک مین آپ ہی کے قدمون مین

رہنا پسند کرتا ہون چنانچہ آپ اس سے بہت خوش ہوئے اور روز بروز زیادہ توجہ مبذول فرماتے
رہے۔ آپ ہمیشہ فرمایا کرتے تھے کہ عبدالرحیم اس شہر مین گشت لگایا کرو اور درویشون کی زیارت کیا کرو لیکن
فقیر اسوجہ سے تعلل کیا کرتا تھا کہ اس کی خاطر کلی صرف خلیفہ ہی کی طرف منجذب تھی جب آپ نے میری حالت
دیکھی تو ایکدفعہ بتاکید فرمایا اور ایک خادم کو میرے ہمراہ کرکے ارشاد کیا کہ انہین سید عظمت اللہ[۱] کے پاس لیجاؤ
انہین کہ سلام پہنچا کر کہنا کہ آپ کی ملاقات کیلیئے اس عزیز کو بھیجا ہے چنانچہ مین خلیفہ کے خادم کے ساتھ سید
عظمت اللہ کی ملاقات کیلیئے چلا لیکن جب ہم دونون بزرگ و محترم سید کے محلہ مین پہنچے تو خادم اُن کا
گھر بھول گیا اتفاق سے اُسی مقام پر محلہ کے بچے کھیل رہے تھے اُن مین سے ایک ہونہار بچے پر میری نظر
پڑی مین نے خادم سے کہا یہ لڑکا بزرگ زادہ معلوم ہوتا ہے اس سے سید کا مکان پوچھنا چاہیئے استفسار
کے بعد معلوم ہوا کہ وہ سید عظمت اللہ کا فرزند رشید ہے ہم مکان پر گئے اور سید کو ہمارا پیام پہنچایا
اُس زمانہ مین سید عظمت اللہ بیمار تھے اور ضعف کی وجہ سے باہر نہ آسکتے تھے اندر سے کہلا بھیجا مجھے افسوس
ہے کہ مین مرض کی اشتداد کے سبب سے صاحب فراش ہون اور ذرا بھی جنبش کرنے کی طاقت نہین رکھتا
اور چونکہ اسوقت قبیلہ کی مستورات کا ہجوم ہے اسلیئے پردہ کرانا بھی ناممکن ہے مین اُمید کرتا ہون کہ آپ
میری معذرت کو نگاہ قبول سے دیکھینگے چنانچہ سید کے فرزند نے ہم سے یہ تمام باتین بیان کین لیکن
ہنوز اُس کی تقریر کا سلسلہ ختم نہوا تھا کہ سید نے ایک اور شخص کو بھیجا کہ خلیفہ کے فرستادون کو بٹھاؤ
اور خدام سے فرمایا کہ جس چارپائی پر مین لیٹا ہون یون ہی اُٹھا کر دروازہ کے قریب لیچلو چنانچہ انکے
ارشاد کی فوراً تعمیل ہوئی اور آپنے نہایت خندہ پیشانی سے مجھسے ملاقات کرکے فرمایا مین معذور تھا
اسلیئے آپ کی خدمت مین معذرت کہلا بھیجی تھی لیکن پھر فوراً مجھے خیال ہوا کہ خلیفہ کا ایک عزیز کو میری
ملاقات کیلیئے بھیجنا ضرور کسی حکمت پر مبنی ہوگا لہذا خود حاضر خدمت ہوا ازان بعد سید صاحب نے میرا
نام نسب اور وطن دریافت کیا اور خوب کرید کرید پوچھا مین نے اپنا نام و نسب وطن سب کچھ بتادیا

[۱] سید عظمت اللہ بن عبداللطیف بن بدرالدین بن سید جلال قادری متوکل اکبرآبادی۔ سادات حسینی سے تھے آپ اکبرآباد مین پیدا ہوئے اور وہین سکونت
اختیار کی اُس زمانہ مین آپکا وجود باوجود نہایت مغتنم تھا مزاج مین اسقدر استغنا تھا کہ فقرا اور اغنیا مین سے کسی کے مکان پر کبھی تشریف نیجاتے
تھے اور گوشۂ قناعت مین زندگی بسر کرتے تھے مشائخ چشتیہ مین ایک مشہور و معزز شخص گنے جاتے تھے اور سلسلہ چشتیہ سے زیادہ مناسبت رکھتے
تھے لیکن لوگون کو عام طور پر سلسلہ قادریہ چشتیہ سہروردیہ و شکاریہ مین مرید کیا کرتے تھے آپنے ۱۱۴۲ھ مین چوتھی ربیع الاول کو ۷۰ سال کی عمر مین
بمقام اکبرآباد انتقال کیا اور جس محلہ مین سکونت رکھتے تھے وہین مدفون ہوئے ۱۲

لیکن شیخ عبدالعزیز کی نسبت کو مخفی رکہا کیونکہ مجھے معلوم تہا کہ سید کا سلسلہ دہانتک پہنچتا ہی جب آپ سنینگے کہ شیخ عبدالعزیز میرے جد امجد ہوتے ہین تو ضرور تواضع سے پیش آئینگے جو ایسے نازک اور خطرناک موقع پر نہ صرف تکلیف کا موجب ہی بلکہ اشتداد مرض کا باعث خوف ہی اگرچہ مین نے اس نسبت کو ہزار چہپایا لیکن بزرگ سید نے خداداد فراست سے خود دریافت کر لیا اُن بعد ایک اشکال کی تقریر کی اور مجھسے جواب کے طالب ہوے مین نے عرض کیا کہ حضرت ! مین استفادہ کے لئے حاضر ہوا ہون نہ افادہ کے واسطے فرمایا ہم یون ہی ماہر ہین - الغرض بہت سی رد وکد کے بعد جو کچہ اُسوقت مجھسے بن آیا بزرگ سید کے اشکال کا جواب دیا جسے آپ سنکر نہایت شاد ہوئے اپنے تئین چارپائی سے نیچے ڈالدیا اور بجد تواضع سے پیش آئے اور ساتہ ہی فرمایا کہ مین اپنی تقصیر کی معافی چاہتا ہون کہ آپ کو پہلے سے مین نے معلوم نہین کیا اُن بعد فرمایا کہ شیخ عبدالعزیز قدس سرہ نے ہمارے جد امجد کو وصیت کی تہی کہ اگر ہماری اولاد مین سے کوئی شخص تمہارے پاس آئے اور اس اشکال کی بایں وضع تقریر کرے تو اُسے ہماری یہ امانت یعنی طریقہ کی اجازت اور کچہ تبرکات حوالے کر دینا - میرے بزرگوار دادا اپنے زمانہ حیات مین اس امر کے متلاشی رہے مگر کوئی شخص اس قدر و منزلت کا نہ پایا چنانچہ جب اُن کا جام زندگی لبریز ہوکر چہلکنے لگا تو اُنہون نے میرے والد بزرگوار کو یہی وصیت فرمائی والد ماجد نے ہرچند تفحص کیا لیکن وہ بہی ناکام رہے انجام کار میری نوبت پہنچی مین اُس وقت سے اس زمانہ تک برابر اسی کہوج مین لگا ہوا تہا لیکن بجز آپکے اور کسی شخص کو نپایا چونکہ مین اسوقت پا بر کاب تہا اور کوئی ایسا فرزند جو اس عظیم الشان منصب کی قابلیت رکہتا ہو ندیکہتا تہا اسلئے شب و روز افسوس کرتا تہا الحمد للہ کہ آج میری اُمید کا پژمردہ درخت سرسبز و شاداب ہوکر پہلا پہولا اور مین اُس بار امانت سے سبکدوش ہوا یہ کہکر سید نے عمامہ میرے سر پر باندہا اور اجازت عامہ عنایت فرمائی - کثیر المقدار شیرینی اور کچہ نقدی میرے ساتہ کی اور بڑی خوشی کے ساتہ رخصت کیا - جب مین وہان سے واپس ہوکر خلیفہ کی خدمت مین حاضر ہوا تو آپنے جوش مسرت کے ساتہ میرا استقبال کیا اور بیساختہ آپکی زبان سے نکلا کہ آج تم بہرپور ہوکر آئے ہو مین نے وہ تمام عطیات آپکے سامنے رکہدیئے فرمایا عبدالرحیم ! نقدی ظاہری جمعیت کی طرف اشارہ ہی اور عمامہ اجازت عامہ اور باطنی جمعیت کی طرف مشیر ہے اِن دونون باتون مین کوئی دوسرا شخص شریک نہین ہو سکتا البتہ شیرینی ایک ایسی چیز ہی جس مین ہمین شریک ہونا جائز ہی چنانچہ تہوڑی سی شیرینی آپ نے قبول کی اور باقی درویشون کو تقسیم کر دی -

شیخ عبدالرحیم صاحب کی ملاقات اہل اللہ اور مجذوبون سے

جناب شیخ عبدالرحیم کے اہل اللہ اور مجاذیب سے ملاقات کرنے کے اس قدر واقعات ہین کہ اگر ہم فیصدی دس کا بھی انتخاب کرین توبھی حیات ولی کی وسعت اُنکے لئے ناکافی ہوتا ہم چند ایسے واقعات قلمبند کئے جاتے ہین جو خاص دلچسپی کا سامان رکھتے ہین۔ اور جن سے شیخ عبدالرحیم صاحب کے خاص فضائل اور عظمت و شوکت اچھی طرح ظاہر ہوتی ہے اور جنہین خود شیخ صاحب نے اپنی پرزور قلم سے تحریر کیا ہے۔

آپ لکھتے ہین کہ مین ایک دفعہ رات کے وقت اکبرآباد کا گشت لگا رہا تھا ایک موقع پر مجذوب درویش میری نظر پڑا جو دنیا کے مجذوبون کا نام شمار مین لارہا اور کہہ رہا تھا کہ ملک شام مین فلان مجذوب ہے اور روم مین فلان اُسوقت میرے دل مین خیال پیدا ہوا کہ کاش ہندوستانی مجذوبون کی نسبت کچھ کہتا تو لطف سے خالی نہ ہوتا بجرد اس خطرہ کے درویش نے ہندوستان کے مجذوبون کے نام لینے شروع کئے اور بیان کرتے کرتے یہانتک پہنچا کہ یہکا مجذوب خوب ہے اور پیرابراہیم مجذوب ہے اسی اثنا مین مجھے یہ خلش پیدا ہوا کہ اگر ہندوستان کے سالکون کا ذکر کرے تو مزید اطلاع کا باعث ہو درویش میرے اس خطرہ پر بھی آگاہ ہوگیا اور ایک تند و تیز لہجہ مین کہا کہ خلیفہ ابوالقاسم خاص فضائل و کمالات مین ایسا معزز و ممتاز شخص ہے جسکی نظر سے سارا اکبرآباد خالی ہی یہ کہکر میری طرف متوجہ ہوا اور کہا تم یہان کیون کھڑے ہو جاؤ اور اپنے کام مین مصروف ہو۔ چنانچہ مین چلا آیا۔

شیخ کا بیان ہی کہ مین سونی پت مین کسی تقریب سے گیا اتفاقاً دل مین آیا کہ منور مجذوب کو دیکھنا چاہیے چنانچہ مین اُس کے مقام پر گیا جب مین وہان پہنچا ہون تو وہ سوتا تھا جون ہی میری حرکت محسوس کی اپنی گدڑی چارون طرف سے سمیٹکر اُس مین لپٹ گیا اور ہوش و حواس بجا کرکے بیٹھ گیا مین تھوڑی دیر تک بیٹھا رہا اور جب دیکھا کہ کوئی بات نہین کرتا ہے تو خود مین نے کلام کی سلسلہ جنبانی کی اور کہا مجھے تمسے ایک بات دریافت کرنی ہی۔ اگر تم عقل و ہوشیاری کے ساتھ جواب دو تو بہتر ورنہ خیر جواب دیا کہ مین جواب دینے مین تا بامکان احتیاط کرونگا مین نے کہا صرف اتنا بتادو کہ تمہین ایسی کونسی چیز حاصل ہوئی ہی جسنے تمہاری ساری عقل و تمیز کو کھو دیا ہی اور ہوش و حواس سلب کرلئے ہین اُس نے میری بات سُنکر اول تو کچھ سکوت کیا گویا کسی گہرے خیال مین ڈوب گیا لیکن پھر سر اُٹھاکر بولا عزیز من یہ ایک ایسا نازک اور باریک سوال ہے

جس کا جواب عبارت کے قالب مین ڈالنا اور الفاظ کے ساتھ تعبیر کرنا ناممکن ہو مگر ایک مثال کے پیرایہ مین
اُسکی کیفیت تم پر ظاہر کرتا ہون۔ سنو! جس چیز نے ہماری عقل و تمیز کو سلب کر کے مجنونون اور دیوانون کے
زمرہ مین داخل کیا ہو وہ ایک ایسی کیفیت سے تعبیر کیجا سکتی ہو کہ ایک شخص بے مقدار سے زیادہ گرمی پائی
اور عرق مین غرق ہو گیا دفعۃً ایک نہایت سرد اور خوش آئندہ ہوا کے جھونکے چلنے شروع ہوئے جن سے
اُسے راحت کلی حاصل ہوئی بس یہی کیفیت ہم لوگون پر طاری ہو کر اس درجہ کو پہنچا دیتی ہے مین نے کہا اس
سے بہتر کیفیت تو سالکون کو حاصل ہوتی ہے مگر پھر بھی اُن کی عقل بجا اور ہوش و حواس قایم رہتے ہین جواب دیا
کہ عزیز من! یہ وراثت الٰہی ہو جس شخص کو جیسا چاہتے ہین رکھتے ہین۔

واجب الاحترام اور معزز شیخ فرماتے ہین کہ ایک دفعہ میرے والد بزرگوار دور دراز سفر سے مراجعت فرمائے
وطن ہوئے لیکن اُنکا قصد تھا کہ شہر مین داخل نہ ہون اور بالا بالا دوسرے سفر کی جانب عنان توجہ مبذول
فرمائین اسلیے مجھے آپنے بلا بھیجا۔ مین والد ماجد کی زیارت کیلئے شہر کے باہر گیا اثنا راہ مین میرا گذر ایک باغ
پر ہوا جو نہایت شاداب و پررونق تھا اور جسکی انتہا سے بڑھی ہوئی زینت اور سرسبزی نے مجھے بے اختیار
اپنی طرف مائل کر لیا۔ مین اُسکی خوبصورت روشون اور لہلہاتے پودون کی سیر کرتا ہوا ایک ایسے گنجان
درخت کے قریب پہنچا جسکی نرم و نازک شاخین جھوم جھوم کر زمین کا بوسہ لے رہی تھین اُنکی آڑ مین ایک
مجذوب مغل صورت بیٹھا ہوا تھا مجھے دیکھتے ہی غل مچا کر کہا اے عزیز! ادھر آ اور تھوڑی دیر ہمارے پاس بیٹھ جا
چنانچہ مین اُسکے پاس جا بیٹھا اور وہ اپنے سلوک و ریاضتون کی حکایتین بیان کرنے لگا زان بعد بولا ہمارے
پاس فلان قسم کا کھانا ہے قدرے میرے لیے منگا۔ مین نے فوراً اپنے آدمی کو آواز دی اور کھانا
اُسکے سامنے پیش کیا پھر بولا کہ تمہاری جیب مین اسقدر پیسے ہین مین صرف ایک پیسہ کا محتاج ہون کہ
حجام کو دیکر سر اور ڈاڑھی درست کرا دون مین نے چند پیسے اُسکے سامنے رکھے لیکن اُس نے بجز ایک پیسے
کے اور کسی چیز کو نگاہ قبول سے نہ دیکھا۔

شیخ صاحب لکھتے ہین کہ موضع میرواڑہ مین ایک مجذوب تھا جسکی شہرت تمام اطراف مین پھیلی ہوئی تھی
اُسکا عام دستور تھا کہ کبھی مسجد مین قدم نہ رکھتا اور جب اُس سے دریافت کرتے تو کہتا ہم نجس و ناپاک ہین اور
مسجد مین داخل ہونیکو اپنے مناسب حال نہین دیکھتے اسیطرح اُسکا یہ بھی دواب تھا کہ وہان کے زمیندارون کا کھانا
نہ کھاتا تھا کہ اس کھانے مین بستگی ہو جب میرا اُس موضع مین جانے کا اتفاق ہوا

تو میری ملاقات کے لئے مسجد مین آیا اور میرے ہی ساتھ کھانا تناول کیا لوگون نے اسکی وجہ دریافت کی تو بولا اس عزیز کی وجہ سے میری نجاست جاتی رہی اور تمہارے کھانے سے تنگی دور ہوگئی۔

آپ یہ بھی فرمایا کرتے تھے کہ ایک دفعہ مجھے خیال آیا کہ صوفیہ کے لباس مین مقید رہنا بہر حال تکلف سے خالی نہین ہی اور اس خیال نے مجھپر اسدرجہ ہجوم کیا کہ مین نے فوراً وہ لباس اُتار پھینکا سپاہیانہ طور پر عمامہ باندھا کمر مین تلوار لگائی اور گھوڑے پر سوار ہو کر باہر نکلا تھوڑی دور چلا تھا کہ ایک مجذوب سامنے سے آکر کہنے لگا کیا یہ ممکن ہی کہ کوئی شخص چاند کو پیالے سے چھپائے ہرگز نہین۔ عزیز من! تیرے معبود کی قسم کہ یہ لباس تیری شان کے سزاوار و لائق نہین اسے اُتار ڈال اور لباس صوفیہ زیب بدن کر چنانچہ اُسوقت سے مین نے لباس صوفیہ کو بالالتزام اختیار کیا اور اُسکے علاوہ کسی اور قسم کا لباس پہننا پسند نہین کیا۔

شیخ فرماتے ہین کہ ہمارے شہر مین ایک نہایت صالح و نیک شخص سکونت رکھتا تھا جو علم و فضل کے علاوہ توکل و قناعت مین اپنا نظیر نہ رکھتا تھا اُسکے مزاج مین اسدرجہ خداداد استغنائی تھی جسنے تمام چیزون سے اُسے بے تعلق و بے پروا کر دیا تھا۔ سعد اللہ خان کے بعض خواجہ سرا اُن سے تحصیل علوم کرتے تھے اور وہی آن کی خدمت مین مصروف رہا کرتے تھے ہر چند کہ سعد اللہ خان نے کئی دفعہ اُنہین بلایا اور ایک دو دفعہ خود بھی ملاقات کے لئے دردولت پر حاضر ہوا لیکن آپنے اُس سے ملنا پسند نہین کیا اتفاق وقت سے ایکدن مین بھی اُن کی خدمت مین حاضر ہوا اُس زمانہ مین مین نہایت کم سن تھا اور علم نحو مین کافیہ پڑھا کرتا تھا۔ ایک خواجہ سرا نے بحث منادی کا ایک جزئی مسئلہ مجھسے دریافت کیا جسکا معقول جواب اُس وقت مجھسے بن نہ پڑا اس سے مجھے نہایت قلق و رنج ہوا اور مین اپنے دل ہی دل مین سخت شرمندہ ہوا لیکن وہ عزیز میری تغیر حالت کو فوراً تاڑ گیا اور میرے حزن و رنج کا سبب معلوم کرکے ایک نہایت برہمی کے لہجہ مین خواجہ سرا کو عتاب کیا اور کہا تو اس لڑکے کو نہین جانتا کہ کون ہی اور کس قدر قیمتی جوہر اپنے مین مضمر رکھتا ہی عنقریب وہ زمانہ چلا آتا ہی کہ یہی لڑکا جو ہنوز ہلال کی صورت مین نظر آتا ہی ملک پر بدر کامل ہو کر چمکیگا اور ایک عالم کو اپنے علمی نور سے روشن و منور کریگا کوئی دن جاتا ہی کہ اس بچے کی پاپوش تیرے آقا کے سر پر رکھے جانے سے سخت ننگ و عار کرے گی بڑے بڑے باشان و شوکت حکمران اسکے قدمون کو بوسہ دینگے اور اس کی قدمبوسی کو ذریعہ فخر سمجھینگے۔

شیخ کی عام اخلاق وعادات اور فضل وکمال

شیخ عبدالرحیم صاحب کے ان خاص فضائل اور معاملات کو نظر انداز کرکے اب ہم آپکے علمی فضائل و کمال اور عام اخلاق وعادات قلمبند کرتے ہین کیونکہ انسان کے حالات زندگی مین یہی وہ صاف آئینہ ہی جس مین مختلف ہیئتون کی تصویرین دکھائی دیتی ہین شیخ کے علمی فضل وکمال کا بیان مختصراً لکھا جاچکا اُس سے زیادہ تشریح وتفصیل کی اس موقع پر ضرورت نہین سمجھتے لیکن تاہم اُن علوم کی نسبت اجمالی طور پر ریمارک کرنا مناسب سمجھتے ہین جن مین بزرگ شیخ کو کامل مہارت اور پوری دستگاہ تھی اور جنہین آپنے خداداد قابلیت اور فطری بخشش کی بدولت اسقدر جلد حاصل کرلیا تھا کہ اُس سے جلد تکمیل کے درجہ کو پہنچنا کسی بشر کا کام نہین ہی۔

صرف ونحو جو علوم عربیہ کے عنصر ہین ان مین شیخ کو اسقدر کمال تھا کہ موجدین فن مین آپکا شمار ہوتا تھا آپ طلبہ کے درس کے وقت اس خاص فن مین ایسے ایسے نکات اور باریکیان بیان کرتے تھے جنہین سنکر بڑے بڑے علامہ اور ماہرین فن دنگ رہجاتے تھے یہی وجہ تھی کہ شیخ کا شہرہ اس علم مین یہانتک ہوا کہ آپ علماً وعملاً مسلم الثبوت اُستاد تسلیم کیے گئے مجتہدین فن دور دور سے تعلیم کے لیے حاضر ہوتے اور آپ کی شاگردی کو باعث فخر جانتے۔

حدیث وفقہ مین آپ کو وہ کمال تھا جسکی نظیر اُس عہد مین موجود نہ تھی علم حدیث کے ماہرین نے آپکو شیخ الحدیث کا خطاب دیا تھا اور فقیہی لوگ فقہ کا دوسرا باز و سمجھتے تھے آپکو حدیث وفقہ کی ہزارون جزئیات ازبر تھین اور بہت سی حدیثین معہ اسناد نوک زبان تھین آپ کو دیگر مشاغل علمیہ مین انہماک تھا لیکن جسقدر علم حدیث مین انہماک واستغراق تھا کسی اور علم مین نہ تھا آپ کی صحبت مین ہمیشہ اِسی علم کا چرچا رہتا تھا اور اِس سبب سے ہر وقت آپ کی درس گاہ مین طالبان حدیث کا ایک جم غفیر اور مجمع کثیر لگا رہتا تھا جو آپکے بیانات شافیہ سے اپنی معلومات بڑھاتے اور فیض علم سے بہرہ ور اور کامیاب ہو کر جاتے غرضکہ شیخ کی فقہ وحدیث مین اسقدر شہرت تھی کہ بہت تھوڑے عرصہ مین آپ اِس فن خاص کے جولانگاہ کے شہسوار مشہور ہوگئے تھے اور اُن متعدد لوگون کے معتقد علیہ مانے گئے تھے جو خود امام وقت اور مجتہد فن کہلائے جاتے تھے۔ پھر جیسا آپکو فقہ وحدیث مین کمال تھا ویسے ہی علم تفسیر مین اپنا نظیر نہ رکھتے تھے وہ الہامی نکات

اور ربانی اسرار جو قرآن مجید کے لفظ لفظ مین کوٹ کوٹ کر بھرے ہوے ہین آپ ایسے تبحر کے ساتھ بیان کرتے جسے سنکر بڑے بڑے علامہ اور ماہرین فن حیرت زدہ ہو جاتے جب آپ قرآن کی تفسیر بیان کرنے لگجاتے تو سامعین کو معلوم ہوتا تھا کہ وحی اتر رہی ہے حقیقت مین یہ شیخ صاحب ہی کا بیج ڈالا ہوا ہے جو اسوقت تک حدیث و تفسیر کا درخت پھلا پھولا اور لہلہاتا نظر آتا ہے اور یہ احسان ہندوستان پر عموماً دہلی پر خصوصاً آپ ہی کا ہے جسکے بار سے اُسکا سر اوپر نہین اُٹھ سکتا کیونکہ اس سے پیشتر تمام ہندوستان مین جہل و بدعت کی تاریکی پھیلی ہوئی تھی اور کوئی شخص حدیث و تفسیر سے واقف نہ تھا۔ ایک فاضل اجل ہمعصر جناب شیخ عبدالرحیم صاحب کے حالات پر ریو کرتے ہوے کہتا ہے کہ شاہ عبدالرحیم صاحب جنھون نے پہلی ضرورت ہندی مسلمانون مین علم نبوی کی اشاعت دیکھی واقعی ایک برتر الہامی خیال تھا جو بجلی کی طرح انکے دماغ مین کوندا۔ شاہ عبدالرحیم صاحب نے ایک مدرسہ رحیمیہ کی بنیاد ڈالی اور اس مین علم حدیث کی تعلیم دینی شروع کی۔ اس تعلیم نے چند سال مین اپنا قیمتی اثر مسلمانون پر ڈالا اور اب جوق جوق طلبہ آپسے حدیث سیکھنے کیلیے آنے لگے گویا اسی تاریخ سے مذہب بدعت و شرک کے ساکن سمندر مین ایک تحریک سی پیدا ہونے لگی مگر یہ خفیف تحریک ایسی نہ تھی کہ ایسے بڑے عظیم الشان کام مین کچھ معلوم ہوتی اور ایک تموج خیز طوفان اس مین پیدا ہوتا۔ شاہ عبدالرحیم صاحب قوانین فطرت کی باریکیون اور مفہوم کو خوب سمجھتے تھے وہ جانتے تھے کہ معمولی تختہ پر جب تک کہ اُسے خراد نہ کیا جاے اور اُسپر ملتانی نہ پھیری جاے کبھی صفائی اور آسانی سے لکھا نہین جاسکتا اسلیے اُنھون نے اپنی کوششون کو بظاہر ناکامی کا جامہ پہنے ہوے دیکھکر کچھ ہراس نہین کیا اور ہمیشہ دل مین یہ یقین رکھا کہ یہ ناکامیان خوش آئندہ ہین کیونکہ یہ بدیہی امر ہے کہ مرض ہر طرح برا ہوتا ہے لیکن اُس مرض کو مبارک کہنا چاہیے جسکا انجام صحت ہو۔

غرضکہ یہ امر عموماً تسلیم کرنا پڑتا ہے کہ تفسیر و احادیث کی اشاعت مین جو سرگرمی اور کوشش شیخ عبدالرحیم صاحب نے فرمائی اس مین متقدمین و متاخرین مین سے کوئی شخص آپ کا دعویدار نہین ہوسکتا اور اگر دعوے کرے بھی تو اُسکا یہ دعویٰ چل نہین سکتا بھلا ایسے شخص کی کون برابری کرسکتا ہے جسے خود فطرت اپنی بانگی اور ہنر کا نمونہ بنانا چاہتی ہو اور ایسی لیاقت و قابلیت کا کون مقابلہ کرسکتا ہے جو پہلے ہی سے ربانی قابلیتون اور روحانی جوہرون سے آراستہ کی گئی ہو۔

اگرچہ شیخ کو علم حدیث و تفسیر کے مشاغل مین زیادہ تر انہماک تھا لیکن باوجود ان مشاغل کے

علم ادب اور مناظرہ کا بھی چرچا رہتا تھا اور ان علوم سے آپکو غفلت نہ تھی۔ علم ادب مین آپکو وہ کمال حاصل تھا جو اس وقت تک ماہرین فن کو تسلیم ہو آپکے علمی مناظرون پر نظر ڈالنے سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ قدما اور جاہلیت کے شاعرون کے اشعار بکثرت یاد تھے جنہین حسب ضرورت ہر ہر مقام پر بیساختہ پیش کرتے تھے۔ شاعری جسے علم ادب کا بہت بڑا جوہر کہنا چاہیئے اس مین بھی شیخ کو مہارت تامہ حاصل تھی لیکن آپکے اشعار ہمیشہ مبالغہ آمیز باتون اور فضول و بیہودہ عبارتون سے خالی ہوتے اور پند و نصائح کے رنگ مین ڈوبے ہوئے ہوتے تھے ذیل کی رباعی آپ ہی کی موزون طبیعت کا بدیہی نتیجہ ہے ۵ اے کرده نعمتهاے تو از عد فزون + شکر نعمتهاے تو از حد برون + عجز از شکر تو باشد شکر ما + گر بود فضل ترا رہنمون

جناب شاہ ولی اللہ صاحب فرماتے ہین کہ ایک دفعہ میرے والد بزرگوار نماز ظہر کے متصل دفعۃً میری طرف متوجہ ہوئے اور برجستہ یہ دو شعر فرمائے رباعی گر تو راہ حق بخواہی اے پسر + خاطر کس را مرنجان الحذر + در طریقت رکن اعظم رحمت است + این چنین فرمود آن خیر البشر۔ یہ رباعی پڑھکر فرمایا ولی اللہ! دوات قلم لاکر اس رباعی کو قید کتابت مین لے آؤ۔ کیونکہ حق تعالیٰ نے دفعۃً میرے دل مین اس مضمون کو بایں غرض القا فرمایا ہے کہ تمہین وصیت کرون۔

ان رباعیات سے عمدگی مضامین کے علاوہ یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ شیخ کو نظم پر کسقدر اقتدار تھا اور وہ کس مرتبہ کے شاعر تھے۔ شیخ کی علمی سوسائٹی اور آپکے مناظرہ کے حالات اس مین شک نہین کہ متشرعین و متصوفین کی روح و جان ہین لیکن افسوس ہے کہ آپکے خاص خاص مناظرے اور علمی بحثین جس سے آپکی جودت طبع ذہانت وسعت نظر اور زور تقریر کا حال معلوم ہو ہمین کہین سے دستیاب نہین ہوئین البتہ کسیقدر علمی کمالات کے حالات کا آپکے ملفوظات سے پتا چلتا ہے جنہین ہم آگے چلکر جداعنوان سے بیان کرینگے شیخ کی ذہانت و طباعی مین بہت سے دلچسپ واقعات مشہور ہین لیکن ہم اس موقع پر صرف وہی ایک واقعہ لکھتے ہین جسکا جناب شاہ ولی اللہ صاحب آپکے فرزند رشید نے اکثر مقامات مین ذکر کیا ہے۔

شاہ ولی اللہ صاحب کا بیان ہے میرے والد بزرگوار اکبرآباد مین تھے کہ حضرت سید عبد اللہ کا انتقال ہوگیا اس وجہ سے آپکو سخت اندوہ و رنج ہوا اور کسی عزیز کی صحبت کے طالب ہوئے اسی اثنا مین حضرت خلیفہ ابوالقاسم اکبرآبادی کے فضائل و مناقب جستہ جستہ آپکے کان مین پہنچے اور آپ غائبانہ اُنکے گرویدہ ہوکر ایک شخص کی ہمراہی مین خلیفہ کی خدمت مین پہنچے دیکھا تو وہ اپنے مکان کی تعمیر مین مشغول تھے اور نماز رکھیا

معمار کو مکان کے مقامات بتاتے رہتے تھے اسی اثنا میں آپکی زبان مبارک پر یہ بیت جاری ہوئے ؎
ہر کرا ذرہ وجود بود ÷ پیش ہر ذرہ در سجود بود ÷ فقیر کے والد بزرگوار نے فوراً بیت مذکور کا اس طرح اعادہ
کیا ؎ ہر کرا ذرہ شہود بود ÷ پیش ہر ذرہ در سجود بود۔ خلیفہ نے اس بیت کو سنتے ہی شیخ صاحب کیطرف التفات
کرکے فرمایا میں نے ایک معتبر و مستند نسخہ میں لفظ وجود ہی لکھا دیکھا ہے شیخ نے کہا آپ بجا فرماتے ہیں لیکن میری
نظر سے بھی ایک صحیح نسخہ گذرا ہے جس میں لفظ شہود لکھا ہوا ہے اگرچہ تھوڑی دیر تک دونوں حضرات میں مناظرہ ہوا
لیکن باوجود رد و قدح کے مسئلہ متنازعہ فیہ طے نہیں ہوا اسی اثنا میں خلیفہ نے فرمایا معلوم ہوتا ہے کہ تم علوم
و فنون کا کافی حصہ رکھتے ہو شیخ نے فرمایا اگر یہ علم راہ حق میں مضر ہے تو میں توبہ کرتا ہوں فرمایا علم بجائے خود
کوئی مضر چیز نہیں لیکن یہ دل و دماغ کی خوبی ہے کہ علم مضر اور مہلک بنجاتا ہے اسلئے یہ کہنا بیجا نہوگا کہ علم نہ تو ہر شخص
کیلئے مضر ہی ہے نہ ہر شخص کیلئے مفید و نافع ہے۔ ازاں بعد آپنے استدلالاً یہ بیت پڑھی ؎ علم را بر تن زنی ماری بود
علم را بر دل زنی یاری بود ÷ الغرض چونکہ اس مناظرہ کا کوئی تصفیہ نہیں ہوا اسلئے شیخ صاحب خلیفہ کی مجلس سے
اُٹھ کر چلے آئے لیکن دوسرے روز باینخیال کہ خلیفہ عمارت میں مشغول تھے زیادہ تحقیق نکر سکے اور بات کی تکمیل
نہیں ہوئی پھر تشریف لیگئے جب آپ وہاں پہنچے تو خلیفہ نے بڑے جوش مسرت سے استقبال کیا اور فرمایا کل
میں عمارت میں مشغول تھا اسلیے بات ناتمام رہ گئی تھی اب کہیئے نسخہ شہود کی کیا توجیہ ہے شیخ نے فرمایا اسکی
توجیہ ظاہر ہے کہ جس شخص کی نظر میں حق تعالیٰ کا شہود ذرات عالم میں سماجاتا ہے وہ بالضرور ہر ذرہ کے آگے سربسجود
ہوتا ہے لیکن جو شخص جمع کے مرتبہ میں مستغرق رہتا ہے جسے وجود سے تعبیر کرتے ہیں وہ سجدہ سے فارغ ہوجاتا
ہے۔ ازاں بعد خلیفہ نے فرمایا کہ اچھا جس صحیح نسخہ میں لفظ وجود لکھا ہوا دیکھا گیا ہے اس کی توجیہ کیا ہے شیخ نے
فرمایا کچھ عجب نہیں کہ وجود بمعنی وجدان ہو اور یہ وجود شہود کے معنی کے قریب قریب ہے شیخ کی اس علمی تقریر سے
بزرگ خلیفہ بیحد خوش ہوئے اور ہمیشہ اعزاز و توقیر سے پیش آتے رہے۔

شیخ کے تفرس و کشف کے حالات کتابوں میں جستہ جستہ مذکور ہیں چنانچہ اس مقام پر بعض واقعات جنہیں مستند
و معتبر لوگوں نے شیخ کے حالات میں بیان کیا ہے لکھے جاتے ہیں ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ شیخ ایوب مراد آبادی
واجب الاحترام شیخ کی ملاقات کیلئے آئے اور امتحان کے قصد سے اپنے لوگوں اور اسباب کو کسی دوسرے
مقام پر چھوڑ کر تنہا آپکی خدمت میں حاضر ہوئے اتفاق سے اسوقت بزرگ شیخ تیر اندازی کی مشق میں مصروف
تھے شیخ ایوب کو دیکھتے ہی آپنے کمان زمین پر ڈالدی اور جوش مسرت کے ساتھ خیر مقدم ادا کیا معمولی

مزاج پرسی کے بعد اہل عیال کی خیریت دریافت کی شیخ ایوب نے نہایت ادب سے سر جھکا کر عرض کیا کہ کمترین کو اِس سے پیشتر قدمبوسی کا اعزاز حاصل نہین ہوا ہی تعجب ہی کہ محترم شیخ مجھے روشناس ہین فرمایا تمہارا نام ایوب ہی شیخ ایوب کہتے ہین کہ واجب الاحترام شیخ کے اس فقرہ نے مجھ اور بھی تعجب و حیرت مین ڈالدیا مین دل ہی دل مین سوچنے لگا کہ یہ معاملہ کیا ہی اتنے مین شیخ نے فرمایا کہ تمہین میری خیر و عافیت دریافت کرنے سے تعجب ہوا ہوگا پھر تمہارا نام لینا اور بھی حیرت و استعجاب کا باعث ہوا ہوگا مین نے عرض کیا کہ بیشک میرے ایسے ہی خیالات تھے للہ یہ تو فرمائیے کہ آپنے کسطرح معلوم کیا کہ میرا نام ایوب ہی فرمایا تمہاری صورت دیکھتے ہی میرے دل نے گواہی دی کہ تمہارا نام ایوب ہی ازان بعد شیخ ایوب نے کہا مجھ اطلاع دیجیے کہ جس کام کے لیے مین لشکر مین جاتا ہون اُس مین کامیاب ہون گا کہ نہین فرمایا نہین شیخ ایوب کہتے ہین کہ چند مجبوریان اِس قسم کی پیش آئین جن سے مجھ لشکر مین جانا پڑا اور ہر چند کہ اپنی کامیابیون مین صدہا کوششین کین لیکن سب کی سب بے سود اور رائگان گئین۔

ایک ذی وجاہت اور باحشمت و شوکت امیر محمد فاضل کے پڑوس مین سکونت رکھتا تھا جو شاہی طرز کی عمارت بنانا چاہتا تھا جب اُس نے سلسلہ تعمیر جاری کرنا چاہا تو حویلی کے ایک موضع مین کچھ تنگی امیر چاہتا تھا کہ دوچند یا سہ چند یا جس قیمت پر محمد فاضل رضی ہوجائے قدرے زمین خرید کر کے اپنی حویلی مین شامل کرلے لیکن محمد فاضل نے دوچند سہ چند قیمت کو بھی نگاہ قبول سے نہین دیکھا اور باہمی رد و قدح کی یہانتک نوبت پہنچی کہ دونون مین سخت رنجش و عداوت ہوگئی انتہائی غیظ مین امیر کے منہ سے نکل گیا کہ مین صبح کو بادشاہ سے شکایت کرونگا کہ یہ شاہی زمین ہی جسپر محمد فاضل نے غاصبانہ تصرف کر رکھا ہی غرضکہ بات بڑھتے بڑھتے یہانتک بن پڑیگا اِس زمین کو لیے بغیر نہ چھوڑونگا گو لاکھ روپیہ تک خرچ کیون نہو جائین۔ جب رات ہوئی تو محمد فاضل شیخ کی خدمت مین حاضر ہوا شیخ نے اُسے متفکر و اداس دیکھکر اِس کا سبب دریافت کیا۔ عرض کیا کہ آج صبح سے مین متفکر ہون کیونکہ مکان کی ایک زمین کی بابت فلان امیر سے مناقشہ ہوگیا ہی اور وہ بادشاہ سے شکایت کرنے پر آمادہ ہی شیخ نے فرمایا تم مطمئن ہو اُسے بادشاہ سے ملاقات ہی نصیب نہوگی۔ چنانچہ صبح کو جب وہ درباری لباس پہنکر بادشاہ کے دربار مین حاضر ہونے کے قصد سے نکلا تو رستہ مین چند شاہی افسرون نے اُسے بادشاہ کا پیام دیا کہ فلان مہم کی انجام دہی مین اسیوقت کوچ کرنا چاہیے اگرچہ اُس امیر نے بہت اصرار کیا کہ مین بالمشافہ رخصت ہونا چاہتا اور بعض ضروری مطالب شہنشاہ سے عرض کرنا چاہتا ہون لیکن شاہی افسرون نے اُسکی ایک

نہ سنی اور جبراً شہر سے باہر نکال دیا اور اتفاق سے اُسکا وہین انتقال ہوگیا۔

شیخ عبدالرحیم صاحب۔ ایک دفعہ شیخ عبدالاحد کے مکان پر گئے اُنہون نے اپنے لڑکے سے کہا جاؤ اور شیخ کے لئے گلاب کا شیشہ لے آؤ۔ شیخ عبدالاحد کے مکان مین گلاب کے دو شیشے دہرے تھے لڑکا چھوٹا شیشہ اُٹھالایا شیخ نے مسکرا کر فرمایا برخوردار مین! گلاب کا بڑا شیشہ کیون چھوڑ آئے۔ شاہ ولی اللہ صاحب کا بیان ہے کہ جب شیخ عبدالاحد صاحب بیمار پڑے تو جناب والد بزرگوار اُن کی عیادت کیلئے تشریف لے گئے اُسوقت اتفاق وقت سے فقیر بھی حاضر خدمت تھا شیخ عبدالاحد کے اقربا نے آپسے استدعا کی کہ مریض کیلئے دعا کیجئے کہ خدا تعالیٰ شفا عاجل عطا کرے لیکن آپنے بجز سکوت کے اور کوئی جواب نہین دیا۔ اسپر شیخ کے اقربا نے مبالغہ کے ساتھ اصرار کیا اور بجز خاموشی کے کوئی جواب نہین پایا۔ دفعۃً شیخ عبدالاحد نے آپکا مافی الضمیر دریافت کر اقربا کو مبالغہ سے منع کیا اور فرمایا لوگو! اولیاء اللہ کی جناب مین کسی امر کی نسبت مبالغہ کرنا نہ صرف بے ادبی و گستاخی ہی ہو بلکہ سخت ممنوع ہو والد بزرگوار جب اُس مجلس سے اُٹھے تو فقیر کی طرف متوجہ ہوکر فرمانے لگے چونکہ شیخ کی عمر کا پیمانہ لبریز ہوچکا ہی اور اُن کی زندگی کا یہ اخیر مرحلہ ہی جو طے ہونے کو باقی ہی اسلئے ایسے وقت مین دعا کرنا بے سود تھا اور میری خاموشی کی بھی یہی وجہ تھی چنانچہ اس کے چند روز بعد شیخ عبدالاحد کا انتقال ہوگیا۔

ایک دفعہ محمد قلی اورنگ زیب کے لشکر مین کسی سمت کو روانہ ہوا تھا چونکہ زمانۂ دراز تک اُسکی کوئی خبر عزیز و اقارب کو نہین ملی اسلیئے اُسکی اس مفقود الخبری نے بالخصوص اُسکے برادر محمد سلطان کو سخت بیچین کر دیا اور جب وہ بہت ہی بیتاب ہوا تو شیخ کی خدمت مین حاضر ہوکر التجا کی کہ اُس گم گشتہ کی خبر دین شیخ صاحب فرماتے ہین کہ مین نے توجہ کی اور ہر چند کہ اُسے لشکر کے ایک ایک خیمہ مین ڈہونڈا لیکن کہین سراغ نہ چلا اموات کے زمرہ مین تلاش کیا وہان بھی پتا نہ لگا ازان بعد مین نے لشکر کے اردگرد غور مین ڈوبی ہوئی نظرون سے دیکھا معلوم ہوا کہ غسل صحت پاکر شتری رنگ کا لباس زیب بدن کئے ہوئے ایک کرسی پر جلوہ افزا ہی اور وطن مالوف مین آنے کا تہیہ کر رہا ہی چنانچہ مین نے اُس کے بھائی سے بیان کیا کہ محمد قلی زندہ ہی اور دو تین مہینہ مین آیا چاہتا ہی چنانچہ جب وہ آیا تو بجنسہٖ یہی قصہ بیان کیا۔ شاہ ولی اللہ صاحب فرماتے ہین کہ ایک دفعہ خواجہ محمد سلطان نے ایک خوبصورت گھوڑا خرید کیا اور میرے والد بزرگوار کو دکھایا آپنے اُنہین خلوت مین طلب کیا اتفاق سے یہ فقیر بھی موجود تھا جب محمد سلطان حاضر ہوئے تو آپنے

فرمایا عزیز من! تمہارا گھوڑا ہی تو بہت اچھا لیکن اُسکی عمر کم ہے۔ خواجہ محمد سلطان کی بی بی نہایت زبان دراز اور بدخو تھی اُسکی بدزبانی سے یہ عزیز بہت ہی عاجز تہا شیخ کی یہ تقریر سنکر بولا کاش میری عورت اِس گھوڑے کا فدیہ ہو جائے آپنے سنکر فرمایا گھبراؤ نہین ایسا ہی ہو گا۔ خدا کی قدرت ابہی تین مہینے ہی نگذرے تہے کہ اُسکی عورت مرگئی اور گھوڑا ایسی قیمت پر فروخت ہوا جسمین اُسے خاطر خواہ نفع ہوا۔

شیخ کی حذاقت بہی خصوصیت کے ساتہ قابل ذکر ہے یون تو اِس معزز اور جلیل القدر خاندان کی حذاقت اور جودت ذہن عموماً تمام دنیا کو تسلیم ہے لیکن شیخ عبد الرحیم صاحب کی حذاقت وجودت ذہن کا عام طبقہ کے لوگون کو خصوصاً ادبی اعتراف ہے۔ اعلے درجہ کے ادبیات اور فقہ وحدیث کے نکات و باریکیون اور منطقی ابحاث کلام کے مشکل مقامات مین آپکی معلومات انتہائی درجہ پر تہی باوجود ان تمام کمالات کے آپکے باطنی علم کا نمبر سب سے بڑہا ہوا تہا سچ تو یہ ہے کہ اگر ہندوستان شیخ کے کمالات پر فخر کرے تو کچہ نازیبا نہین ہے۔ مین اِس مقام پر آپکی حذاقت کا صرف ایک وہ واقعہ لکھتا ہون جس سے شیخ کے کمالات کا ان کے پچھ دیر امعترف ہونا پڑتا ہے۔

عالمگیر چونکہ علم وفضل کا حامی ومددگار رہتا اسلئے اُسکے دربار کو ماہرین علوم اور مجتہدین فنون سے زیادہ تر رونق تہی اور جیسا خود اعلے درجہ کا فاضل اور بے نظیر عالم تہا ویسے ہی اُسکے دربار کے رکن عظیم باکمال تہے جس زمانہ مین کتاب فتاوی عالمگیری اُسکے حکم سے مدون ہو رہی تہی اور اُسکی نظر ثانی کیجا رہی تہی تو اُسکا اہتمام شیخ حامد کے سپرد تہا جو مرزا محمد زاہد ہروی کی درسگاہ مین۔ ہمارے معزز وممتاز شیخ کا ہم سبق تہا۔ شیخ حامد ایکدن جناب شیخ عبد الرحیم صاحب کے پاس آکر کہنے لگے کہ اگر آپ اِس کام مین میری مدد کرینگے تو اسکے صلہ مین ایک معقول رقم روزانہ آپکے لئے مقرر ہو جائے گی لیکن شیخ کے مزاج مین قدرتی طور پر وہ استغنا تہی کہ آپنے شیخ حامد کی اِس التماس کو رغبت کے کانون سے نہین سنا اور نہایت بے توجہی سے ٹالدیا۔ اتفاق سے شیخ کی محترم والدہ کے کان مین اِس قصہ کی بہنک پہنچگئی اور اُنہون نے اِس شغل کے قبول کرلینے پر یہانتک اصرار ومبالغہ کیا کہ شیخ بالکل مجبور ہو گئے اور فتاوی عالمگیری کی نظر ثانی کو اپنے ہاتھ مین لے لیا ایکدن کا ذکر ہے کہ آپ فتاوی عالمگیری کے ایک مقام کی جانچ پڑتال کر رہے تہے کہ ایک ایسی ناموجہ عبارت آپکی نظر پڑی جسمین اختلال کلی تہا اور اُس اختلال کی وجہ سے مسئلہ کی صورت بگڑ گئی تہی آپنے فوراً شیخ حامد کو فتاوی عالمگیری کے مؤلف کی اِس لغزش پر تنبیہ کی اور فرمایا میرے نزدیک عبارت

محتمل ہو اور اصل مسئلہ یون معلوم ہوتا ہو لیکن شیخ حامد نے اسپر بالکل توجہ نہین کی اور مؤلف کتاب کی
وسیع وعمیق نظر پر بھروسہ کرکے شیخ کے اس اعتراض کو نگاہ وقعت سے نہین دیکھا مگر شیخ نے اپنے
خیال کی تائید وتوثیق کیلئے جب اُس مسئلہ کے ماخذ کا تتبع کیا تو معلوم ہوا کہ یہ مسئلہ دو کتابون مین مختلف
عبارتون کے ساتھ لکھا گیا ہے چونکہ فتاویٰ عالمگیری کے مؤلف نے دونون عبارتون کو بلا امتیاز ایک جگہ
جمع کردیا ہے اسوجہ سے صورت اختلال ظاہر ہوئی ہے لہذا شیخ نے کتاب کے حاشیہ پر قول کی عبارت لکھدی
من لم یتفقہ فی الدین قد حنف فیہ ھذا اغلط وصوابہ کذا۔ اُن دنون عالمگیر کو اس کتاب کی تدوین
وتصنیف کے بارہ مین بہت کچھ اہتمام تھا اور ملا نظام جسے فقہ مین مجتہدانہ کمال حاصل تھا روزمرہ ایک دو
صفحہ بادشاہ کے سامنے پڑھا کرتا تھا چونکہ عالمگیر کو اس علم سے خاص دلچسپی تھی اسلئے وہ فتاوی عالمگیری
کے ایک ایک مسئلہ کو غور مین ڈوبی ہوئی نظر سے دیکھتا تھا اور کاتبون کی بعض بعض غلطیان خود بتاتا
تھا جب ملا نظام اُس مقام پر پہنچا جسپر شیخ نے مختصر ریمارک کیا تھا تو اتفاق سے اُس نے حاشیہ کو متن
کے ساتھ ملا کر پڑھ دیا عالمگیر اس عبارت کے سنتے ہی فوراً کھٹک گیا اور جب اُس نے دیکھا کہ ملا نظام
اس موقع پر نہین رُکتا تو خود ٹوک کر کہا یہ عبارت کیسی ہے ذرا پھر کے پڑھو ملا دوسری دفعہ بھی یون ہی کہہ گیا
تب عالمگیر نے اُسے متنبہ کیا لیکن ملا نظام کو فی الوقت کوئی جواب بن نہ پڑا بلکہ بطریق تدافع عرض کیا کہ اسکا
مین نے مطالعہ نہین کیا ہے کل مفصل عرض کرونگا۔ چنانچہ جب ملا نظام شاہی دربار سے واپس آیا تو شیخ
حامد کو سخت عتاب کے بعد فرمایا افسوس اس جلد کو مین نے تمہارے بھروسہ پر چھوڑ دیا تھا مگر تم نے
ذرا بھی غور نہین کیا اور مجھے بادشاہ کے سامنے انتہا سے زیادہ خفیف وشرمندہ کرایا۔ شیخ حامد نے
اُسوقت کوئی جواب نہین دیا اور جناب شیخ عبدالرحیم صاحب کی خدمت مین حاضر ہو کر تمام قصہ دوہرایا اپنے
وہ دونون کتابین جو اس مسئلہ کی ماخذ تھین شیخ حامد کے سامنے دھر دین اور عبارت کی پریشانی واختلاف
ایسے طریق پر واضح کیا جسے سنکر تمام لوگ دنگ رہگئے اور شیخ کی ذہانت وحذاقت پر عش عش کرنے لگے اور
اسی وجہ سے آپ محسود علما ہو گئے۔

ایک دفعہ محمد فاضل نے اپنے فرزند رشید کو اجمیر بھیجنا چاہا لیکن چونکہ سفر دور دراز اور خطرناک تھا
اسلیئے خود بھی اُسکے ہمراہ جانیکا قصد کیا جب شیخ سے رخصت ہونے گیا تو آپنے فرمایا تمہارے جانیکی
چندان ضرورت نہین لڑکا بخیر وعافیت واپس آجائیگا اور رستہ مین کسی طرح کی زحمت وتکلیف نہ پہنچیگی البتہ

اجمیر سے لوٹتے وقت دو منزل کے فاصلہ پر وہان سکے ڈاکو قافلہ لوٹینگے لیکن تم مطمئن رہو اُسکی مال و جان کی حفاظت ہمارے ذمہ ہو۔ ہان لڑکے سے اتنا کہدو کہ اُسوقت اپنی سواری کو یکسو کرے جبکہ ڈاکو حملہ آور ہون شاہ ولی اللہ صاحب فرماتے ہین کہ جب وہ وقت پہنچا تو شیخ صاحب متوجہ ہوئے اور اس توجہ مین حزن و ملال کے آثار آپکے چہرے سے ظاہر ہوئے لوگون نے اس کا سبب دریافت کیا آپ نے فرمایا مسافت چند روزہ طے کرنے کے سبب سے کچھ ماندگی عارض ہوگئی ہو چنانچہ جب محمد فاضل کا لڑکا وطن کو واپس آیا تو اُس نے بیان کیا کہ اجمیر سے لوٹتے وقت دو منزل کے فاصلہ پر ڈاکوؤن نے حملہ کیا ہم نے اپنی سواری رستہ سے یکطرف کرلی ابھی اتنا مین جناب شیخ صاحب کی صورت مبارک حاضر ہوئی ڈاکوؤن نے اگرچہ بڑی بے دردی اور ظلم سے تمام قافلہ کو لوٹ کھسوٹ کر ننگا کر دیا لیکن ہماری سواری اُنکی دستبرد اور غارت سے بالکل محفوظ رہی۔

رستم اور اسد اللہ جو عالمگیر کے دو نہایت جنگجو اور کینہ ور صوبے تھے باشندگان پہلت کو ہمیشہ ستایا کرتے تھے ایک دفعہ کا ذکر ہو کہ اُنہون نے ساکنان پہلت کے ہلاک کرنے کا قصد کیا اور ایک نہایت خونخوار و خونریز فوج سے حملہ کردیا پہلت کے باشندے بیچین و مضطرب ہوکر شیخ کی خدمت مین حاضر ہوئے اور بصد الحاح و عاجزی التجا کی شیخ نے فرمایا گھبراؤ نہین آخر کار تمہین فتحیاب ہوگے مخالفت کی فوج کو شکست فاش ہوگی اور رستم و اسد اللہ عنقریب پابزنجیر ہوکر بری حالت مین مرینگے چنانچہ مقابلہ کے دن بمضمون آیہ کریمہ کم من فئة قليلة غلبت فئة كثيرة باذن الله ساکنان پہلت کی فتح ہوئی اور مخالفین نہایت ذلت کے ساتھ شکست کھاکر بھاگے زان بعد تھوڑے دن نہ گذرے تھے کہ اورنگزیب کے دربار مین ایک شکایت آمیز عرضی باین مضمون پہنچی کہ رستم و اسد اللہ نے ڈاکہ زنی کا پیشہ اختیار کیا ہے اور خلق اللہ کو اپنی جابرانہ کارروائیون سے سخت پریشان کر رکھا ہو اگرچہ عالمگیر اِن لوگون کی طرف سے پہلے ہی بدظن ہو چکا تھا اور بہت سے بُرے خیالات اُسکے دل مین جمگئے تھے لیکن اس شکایت آمیز عرضی اور چند خطوط نے اُسکے ظن کو اور بھی مستحکم کردیا اب اُسکا جوش بڑھ گیا اور رستم و اسد اللہ کے قتل پر متوجہ ہوگیا سیاست ملکی کے قانون نے قطعی طور پر اُن کا استیصال کرنا چاہا اور دربار شاہی سے فرمان جاری ہوا کہ رستم و اسد اللہ کو پابزنجیر کرکے حاضر دربار کیا جائے چنانچہ اُس طرف کے حاکم نے اِن دونون ظالمون کو قید کرکے روانہ دربار کیا اور یہ دونون ستمگار بڑی بیرحمی کے ساتھ قتل کرڈالے گئے

شیخ صاحب ایکدفعہ اتفاقاً ایک گاؤن مین تشریف لے گئے وہان کے لوگون نے ایک قریب المرگ مریض کا قارورہ دکھایا جو موت کے تلخ گھونٹ پی رہا تہا آپنے فوراً نسخہ لکھکر حوالہ کیا اسی مجلس مین ایک ہندو طبیب بہی حاضر تہا شیخ کی یہ کیفیت دیکھکر بولا کہ حضور نے مریض کی بیماری کی تشخیص کی ہو کہ نہین شیخ نے مسکرا کر فرمایا کہ یہ ایک عورت کا قارورہ تہا جسکا نام یہ ہی اور جسکے اخلاق وعادات اس قسم کے ہین اور فلان مرض مین مبتلا ہی مجہے اُسکے تمام افعال واحوال ایک ایک کرکے معلوم ہین طبیب بولا کہ حضرت یہ مسئلہ طب مین کہان لکھا ہی فرمایا اسے طب نہین کہتی بلکہ اسکا نام فراست صادقہ ہی۔

شیخ کے علمی فضایل وکمالات کی نسبت جو کچہہ ہمین لکھنا تہا مختصراً لکھ چکے اب آپکے اخلاق وعادات کا ایک سرسری اور اجمالی خاکا کہینچتے ہین۔ شیخ کے حالات زندگی پر سرسری نظر ڈالنے سے معلوم ہوتا ہی کہ آپ پرلے درجہ کے مستغنی المزاج تہی یہی وجہ تہی کہ امرا وزرا سے ملنا پسند نکرتے تہی اور انکی مجلسون مین شریک ہونے کو معیوب سمجہتی تہی لیکن باوجود اسکے اگر کوئی امیر دولتمند آپکی مجلس مین آنکلتا تو عام خوش اخلاقی سے پیش آتے اور شریف القوم کی خصوصیت کے ساتہ زیادہ عزت کرتے آپکے اخلاق نہایت وسیع اور فیاضانہ تھے غرور ونخوت ترفع وکم بینی نام تک کو نہ تہی گو آپ کسی بات مین کسیکے محتاج نہ تہی لیکن پہر بہی مزاج مین انتہا درجہ کی سادگی اور عجز وانکسار تہا ہر ایک شخص کو خواہ وہ کسی قدر ومنزلت کا آدمی ہوتا خوش اخلاقی اور فیاض طبعی سے پیش آتے۔ علما کی انتہا سے زیادہ تعظیم کرتے درویشون اور صالحون سے اُنکے مکان پر جاکر ملاقاتین کرتے اگر کسیکی بیماری کا حال سنتے تو فوراً اسکی عیادت کو تشریف لیجاتے۔ آپکا عام طرز معاشرت ہر طرح کی بناوٹ وتکلف سے خالی اور قابل تقلید تہا جو سامنے آیا تناول کر لیا اور جو میسر ہوا پہن لیا اپنے زمانہ کے ہمعصرون سے دوستانہ ملتے تہی اور کبہی کسی کیطرف سے فرا کدورت نہین رکہتے تھے بزرگان دین سے عام قسم کا تعلق تہا اور صوفیائے کرام سے دلی عقیدتمندی تہی۔ خویش واقارب سے حسن سلوک۔ غربا کی امداد۔ مہمانون کی خاطر ومدارات عام وخاص مین مشہور تہی اور اس کا چرچا اس قدر پہیل گیا تہا کہ آپ تمام ہندوستان مین روشناس ہوگئے تھے غریبون اور بیکسون کے حال پر شفقت کرنے اور درپردہ اُن کی خبرگیری کرتے رہنے کے بہت سے واقعات مشہور ہین جن مین سے بعض واقعات اوپر مذکور ہو چکے ہین: کیا زمانہ بچپن اور کیا عالم شباب مین کسی ممنوع فعل کے مرتکب نہین ہوئے بلکہ ہمیشہ طریقہ محمدیہ کے قدم بقدم چلتے رہی گویا اتباع شریعت آپکا جبلی خلق تہا رات کا اکثر حصہ تہجد گذاری

میں صرف کرتے اور اوقات نماز میں بکثرت نوافل پڑھا کرتے۔ باوجود پابندی شریعت اور ان فضایل
کے شیخ زاہد خشک ہی نہ تھے بلکہ ہر بات میں توسط اور میانہ روی کو دوست رکھتے تھے نہ راہبوں کی طرح
رہبانیت کے تنگ و تاریک کوچہ میں قدم فرسا تھے نہ مطلق العنانوں جیسے مداہنت وتہاون کیطرف مائل
تھے۔ ہمیشہ وہ شریفانہ لباس زیب بدن فرمایا کرتے جسمیں کسی طرح کا تکلف کرنا نہ پڑتا نرم وسخت کا اعتبار
نہ کرتے بلکہ جس صفت کا میسر ہوجاتا بڑی خوشی کے ساتھ قبول فرماتے لیکن خداتعالی آپکو اچھا اور نرم ہی
لباس بغیر آپکے اختیار کے عطا فرمایا کرتا۔ ایک دفعہ آپ ایک فاخرہ اور قیمتی لباس زیب جسم کئے ہوئے تھے
کہ ایک خشک صوفی نے اِس میں بحث چھیڑ دی شیخ نے فرمایا کہ میرے لباس کا ایک ایک تار اگرچہ شال
درشال اور نہایت قیمتی ہے لیکن حقیقت میں محبت الٰہی کا کمند ہے کیونکہ میری کوشش وسعی کے بغیر خداوندی
دربار سے عنایت ہوا ہے اور تیرے لباس کا ہر ہر تار اگرچہ ایک بڑھا ٹاٹ ہے مگر دراصل وہ ایک نہایت
زہریلا اژدہا ہے کیونکہ تونے اسے اپنی کوشش اور ارادہ سے بہم پہنچایا ہے فی الواقع شیخ کا یہ حکیمانہ قول نہایت ہی
قیمتی اور آب زر سے لکھنے کے قابل ہے فلاسفر شیرازی نے کیا خوب کہا ہے ؎ درویش صفت باش
کلاہ تتری دار۔

شیخ خود فرمایا کرتے تھے کہ جب سے میں نے دنیا کو ترک کیا ہے اسوقت تک اپنے لئے بازار سے نہ
تو کسی قسم کا لباس ہی خرید کیا ہے نہ عمامہ نہ جوتا ہی بلکہ جب جس چیز کی ضرورت پڑی خداتعالی نے اپنی قدرت
سے فوراً مہیا کردی۔ الغرض شیخ کے تمام اخلاق وعادات ایسے شائستہ وپسندیدہ تھے جنکی نظیر دنیا میں ڈھونڈے
نہیں ملتی تھی اور آپ میں وہ تمام خصلتیں مجتمع تھیں جو ایک پاکباز دیندار ولی کامل میں ہونا چاہئیں۔
علم وفضل۔ فہم وفراست۔ عزم وثبات۔ سخاوت وشجاعت۔ عقل وتدبیر۔ فکر واصابت رائے۔ عالی دماغی۔
حوصلہ مندی۔ اتقاء وپرہیزگاری۔ نفس کشی ووفا شعاری۔ راستبازی وخداترسی۔ بےطمعی۔ عاجزی وانکساری
حلم وبردباری وغیرہ وغیرہ شریفانہ اخلاق میں سب سے مستثنیٰ وممتاز تھے۔ باوجود ایسے عظیم الشان عالم و
فاضل ہونیکے تکلف وتعصب مزاج میں نام کو نہ تھا اکثر امور میں تو آپ حنفی مذہب ہی کے مطابق
عمل کرتے اور حنفی فقہ کے مسائل پیش نظر رکھتے تھے لیکن بعض وہ مسئلے جنہیں حدیث نبوی یا وجدان کی
رو سے دیگر مذاہب میں ترجیح حاصل ہے بغیر تردد وانکار عمل میں لاتے تھے منجملہ اُن مسائل کے ایک مسئلہ
یہ ہے کہ آپ نماز میں امام کے پیچھے سورۂ فاتحہ پڑھا کرتے تھے اسیطرح جنازہ کی نماز میں بھی سورۂ فاتحہ ترک نکرتے

اگرچہ اُس عہد مین اِس تفرقہ واختلاف کا نام ونشان تک نہ تھا جو آج ہمارے زمانہ مین حنفی وشافعی اور مالکی وحنبلی کے گروہون مین دیکھی جاتی ہو بلکہ ہر فرقہ کے علیحدہ پیشوا بلاتامل ایک دوسرے کے پیچھے نمازین پڑھتے تھے اور باہم ایک دوسرے سے دوستانہ برتاؤ برتتے تھے کوئی کسی پر طعن وطنز نہ کرتا تھا لیکن پھر بھی ایکدن شیخ عبدالاحد قدس سرہ نے اِس مسئلہ مین بحث چھیڑ ہی دی اور اپنے اسلاف کی ایک متواتر نقل باین مضمون پیش کی کہ نماز جماعت بالکل اُس درباری جماعت کے مشابہ ہو جو ایک اولوالعزم اور پُرشوکت بادشاہ کے سامنے کھڑے ہوکر عرض احوال کرے اور یہ ظاہر بات ہو کہ بادشاہ کا درباری ادب ہی اِمر کا متقاضی ہو کہ تمام لوگ ایک زبان ہوکر اپنی حاجتین عرض کرین نہ یہ کہ کوئی کچھ کہے اور کوئی کچھ بولے شیخ صاحب نے فرمایا کہ آپنے حنفی مذہب کی تائید مین جو کچھ ارشاد فرمایا ہو محض قیاس ہو اور قیاس بھی مع الفارق کیونکہ حقیقت مین دعا اور خضوع کے ساتھہ مناجات کرنا اور نفس کو تہذیب وتزکیہ سے آراستہ کرنا نماز ہی جیساکہ حدیث نبوی لاصلاۃ لمن لم یقرأ بام الکتب اِس دعوے پر صراحت کے ساتھ دلالت کرتی ہو اور یہ امر اظہر من الشمس ہو کہ خداتعالی سمیع ہو اگر تمام دنیاجہان کے لوگ ایک میدان مین صف آراہون اور ہر شخص ایک جدا لغت اور نئے الفاظ مین مناجات کرے تو وہ ہر شخص کی علیحدہ علیحدہ مناجات سن سکتا ہو اور ایک شخص کی مناجات دوسرے کی مناجات مین خلل انداز نہین ہوسکتی اِس مناظرہ کی ذیل مین شاہ ولی اللہ صاحب فرماتے ہین کہ جو لوگ امام کے پیچھے سورہ فاتحہ نہ پڑھنے پر آیہ واذا قرئ القرآن فاستمعوا له وانصتوا لعلکم ترحمون کو استدلالاً پیش کرتے ہین اُن کا یہ استدلال نہایت ضعیف وکمزور ہو کیونکہ غایت مافی الباب یہ ہو کہ آیہ مذکور صرف نماز جہریہ پر دلالت کرتی ہو اور اسکی تاویلات تفاسیر معتبرہ مین بشرح وبسط مذکور ہین۔

شیخ کے تصرفات وکرامات اور دعا کی مقبولیت وغیرہ

شیخ کے کشف وتفرس کے واقعات اِس سے پیشتر کسی قدر اختصار کے ساتھ بیان ہوچکے ہین اب آپکے تصرفات وکرامات کے چند واقعات قلمبند کیے جاتے ہین۔ بیان کیا جاتا ہے کہ ایک باشندہ سہرند کو اولیاء اللہ کے تصرفات کا بالطبع انکار تھا لیکن تاہم ایک عزیز کے سلسلہ مین داخل تھا اور اُس سے بیعت کرچکا تھا اتفاقاً عید کے روز محترم وبزرگ شیخ احمد سہرندی کے فرزند رشید شیخ محمد معصوم

سے مصافحہ کیا آپ نہایت خندہ پیشانی اور خوش اخلاقی سے پیش آئے اور معمولی مزاج پرسی کے بعد فرمایا تم کہان تھے بہت روز کے بعد ملاقات ہوئی۔ شیخ محمد معصوم کی مہربانی نے اُسے اپنا گرویدہ بنا لیا اور اُس کا دل خونخود آپ کی خدمت کی طرف مائل ہوگیا اُسکا شوق جون جون شیخ محمد معصوم کی خدمت مین بڑہتا جاتا تھا دون دون اُس عزیز کی خدمت مین قصور و کمی واقع ہوئی جاتی تھی جس سے یہ پیشتر بیعت کر چکا تھا لیکن جب وہ عزیز اس قصہ سے آگاہ ہوا تو غصہ کے مارے جہلا اُٹھا اور شیخ محمد معصوم کے ہلاک کرنے پر ہمت مقرر کی شیخ نے بہی اُسکی مدافعت پر کوشش کی جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ اُسکی شر خود اُسی پر اُلٹ پڑی اور ہلاک ہوگیا اب یہ شخص اگرچہ پہلے پہل یکسو و یکجہت ہو کر شیخ کی خدمت مین مصروف رہا مگر ایک مدت کے بعد شک و اضطراب مین پڑگیا اور فسخ بیعت کرکے کسی اور درویش کی خدمت مین پہنچا غرضکہ بہت سے درویشون کی خدمت مین یون ہی پہرتا رہا اور اپنے جبلی انکار کی وجہ سے کہین سے متمتع نہین ہوا شدہ شدہ شیخ عبدالرحیم صاحب کی خدمت مین بہی حاضر ہوا اور کہنے لگا یا تو دنیا مین کوئی صاحب تصرف ہی نہین یا ہے تو میری نظر مین نہین پڑا۔ شیخ نے فوراً اُس کی طرف متوجہ ہو کر ایک خاص نظر ڈالی جس سے وہ بیخود ہوگیا اور حالت غیبت مین ایک عجیب و غریب واقعہ نظر پڑا کہ گویا سبز لباس عطا کیا گیا ہے جب ہوش و حواس مین آیا تو شیخ صاحب نے اِس واقعہ کی اطلاع دی اُس نے دل سے اعتراف کیا اور زان بعد اہل اللہ کے تصرف و کرامت مین کبہی شک نہین کیا۔

ایک دفعہ محمد مظفر نامی شخص نے شیخ کو ایک خط لکہا اور ایک شخص کی معرفت روانۂ خدمت کیا اُس مین لکہا تہا کہ حال رفیمہ اولیاء اللہ کی توجہ و تاثیر کا منکر ہے اگر آپ نظر خاص سے اِس پر متوجہ ہونگے تو قوی اُمید ہے کہ یہ راہ راست پر آجائے گا شیخ نے خط کا مطالعہ کرتے ہی ایک سرسری نظر سے اُسے دیکہا فوراً بیہوش ہوگیا اور غیبت کلی حاصل ہوئی۔ ہوش مین آنے کے بعد اپنے عقیدہ فاسد سے توبہ کی اور سخت نادم و پشیمان ہوا۔

شیخ عبدالاحد سہرندی کی مجلس مین اکثر اوقات علمی چہیڑ چہاڑ رہا کرتی تہی اور اہل اللہ کے تصرفات و کرامات کا ذکر ہوا کرتا تھا ایک دن ایک شخص بول اُٹھا کہ اس زمانہ مین میری نظر مین تو کوئی صاحب کرامت گزرا ہی نہین شیخ عبدالاحد نے اُسکے عقیدہ کی درستی کے لئے سات روپے اُسکے سامنے رکہے اور فرمایا دیکہو یہ سات روپے مین نے شیخ عبدالرحیم کے نذرانہ کیلئے رکہے ہین لیکن جب وہ تشریف لائینگے تو مین

صرف پانچ روپے پیش کرونگا اسپر دیکہو وہ کیا لکہتے ہین اسکے بعد شیخ عبدالاحد نے ایک شخص کو شیخ کی خدمت
مین بہیجا کہ انہین ہمراہ لے آئے چنانچہ جب شیخ تشریف لائے تو پانچ روپے نذر کئے گئے اور ساتہ
ہی کہا گیا کہ یہ آپکا نذرانہ ہو براہ عنایت قبول فرمائین شیخ نے مسکرا کر فرمایا کہ میرا نذرانہ تو سات روپے تہے
پانچ کیون دیئے جاتے ہین چنانچہ شیخ عبدالاحد نے دو روپے اور ان مین شامل کردیئے ان بعد شیخ
نے ہنسی سے فرمایا کہ اس امتحان کا کفارہ بہی دلوایئے شیخ عبدالاحد نے ان مین دو روپے اور اضافہ کئے
اور بہت عرض کیا کہ اس سے میری غرض آپکا امتحان لینا نہ تہا بلکہ اس شخص کے عقیدہ کی اصلاح منظور تہی چنانچہ
وہ شخص شرمندہ ہوکر چپ ہو رہا اور اہل اللہ کی کرامت کا قائل ہوگیا۔

جب اورنگ زیب دنیا سے کوچ کرگیا اور اسکی اولاد مین باہمی خانہ جنگیان پہوٹ نکلین اور محمد اعظم نے
بہائی محمد معظم پر ایک خونخوار لشکر کے ساتہ اکبرآباد پر حملہ آور ہوا تو بعض لوگون نے شیخ سے دریافت کیا کہ
ان دونون مین کسے فتح نصیب ہوگی فرمایا مین دیکہتا ہون کہ کہٹی سات بندوقین محمد اعظم پر چہپائی ہوئی
مین بہلا اس صورت مین محمد اعظم کس طرح جانبر ہوسکتا ہے چنانچہ اس جنگ کا خاتمہ محمد اعظم کے قتل پر ہوا۔
اسیطرح جب معزالدین تخت پر جلوس فرما ہوا اور فرخ سیر نے پورب کی طرف سے خروج کیا تو معزالدین سخت
متوحش اور بیچین ہوکر بیسیون درویشون کی خدمت مین حاضر ہوا اور فتح کی بشارت و دعا کی درخواست کی
اسی اثنا مین کسی نے شیخ سے بہی نقل کیا کہ معزالدین بادشاہ خدمت اقدس مین حاضر ہونا چاہتا ہے فرمایا اسکا
یہان آنا مناسب نہین ہو کیونکہ اگر مین نفس الامری واقعہ بیان کرونگا تو سخت ناخوش و بددل ہوگا اور اگر
اسکے خوش کرنے کیلئے جہوٹ بولونگا تو فقیرون کی شان کیلئے جہوٹ بولنا اور نفس الامری بات کو چہپانا ہرگز
زیبا نہین ۔ چنانچہ جب معزالدین اور فرخ سیر کا مقابلہ ہوا تو انجام کار فرخ سیر کو فتح نصیب ہوئی۔

ایک دفعہ شیخ کے بڑے صاحبزادے صلاح الدین کسی مہلک اور خطرناک مرض مین مبتلا ہوئے اور
بیماری نے یہانتک طول پکڑا کہ زندگی کی امید بالکل منقطع ہوگئی اور شیخ صاحب کو یقین ہوگیا کہ انکا جام
حیات لبریز ہوکر چہلک گیا چنانچہ اس واقعہ کو خود شیخ صاحب یون بیان کرتے ہین کہ جب مین نے دیکہا کہ
صلاح الدین کی زندگی کی رگ کٹ چکی تو لوگون کو کفن خرید کرلانے اور قبر تیار کرنے کا حکم دیا لیکن اسکے ساتہ
ہی فوراً میرے دل مین ایک جوش اٹہا اور ایک تنہا گوشہ مین بیٹہکر دست بدعا ہوا جب میری الحاح و عاجزی
حد سے متجاوز ہوگئی تو ایک فرشتہ حاضر ہوا اور صلاح الدین کے حیات و صحت کی بشارت دی اسی اثنا مین شیخ

شیخ صلاح الدین کو چھینک آئی اور کروٹ بدلکر کھڑے ہوگئے ایک صاحب دعوت شخص پندرہ سنہ
ایران میں اور ایران سے ہندوستان میں آیا جسے عبداللہ چلپی کہکر پکارتے تھے اور جسکے عجیب
غریب مشاہدات لوگوں سے محسوس کئے گئے تھے اسکی نسبت ایک یہ بات بھی مشہور تھی کہ جب وہ چالیس دن
لئے آپ وہ اس حجرہ میں معتکف رہتا ہے لوگ حجرے کا دروازہ بند کردیتے ہیں اور چالیس دن بعد حجرہ
سالم نکل آتا ہے یہ بھی سنا جاتا تھا کہ اندر حجرے میں بیٹھکر قرآن مجید لکھتا اکثر ایسا ہوتا کہ دن میں گم ہو
جاتا اور جہاں چاہتا نکل آتا رفتہ رفتہ لوگوں میں اسکی یہ باتیں مشہور ہوگئیں اور وہ اولیاء اللہ اور
کرامتیوں کے زمرہ میں شمار کیا جانے لگا شیخ صاحب فرماتے ہیں کہ اسکے یہ کمالات و فضائل سنکر میرے
دل میں بھی اشتیاق ملاقات کی آگ بھڑک اٹھی اور اس سے ملنے کے لئے روانہ ہوا ان دنوں عبداللہ
چلپی بادشاہ سے مخفی ہوکر ایرانیوں کے مکان پر قیام پذیر تھا ابتداً مجھے ایرانی روافض کا سامنا کرنا پڑا
اور متنازعہ فیہ مسائل میں چھیڑ چھاڑ شروع ہوگئی اگرچہ میں ان جہلاء کو منہ لگانا نہیں چاہتا اور ان سے
مناظرہ کرنا خلاف شان سمجھتا تھا لیکن اتفاق سے مجھمیں اور ان میں مناظرہ شروع ہوگیا اور چونکہ میں نے
اپنے تئیں ابتداً سنی ظاہر نہیں کیا تھا بلکہ دریافت کرنے پر اپنا مذہب خذ ما صفا ودع ما کدر بتلایا تھا
اسلئے وہ چنداں تعصب سے پیش نہ آئے ۔ مناظرہ شروع ہونے سے پیشتر بارہ مسئلے متعین ہوگئے ۔
جنہیں میں نے ترتیب وار ایک ایک مسئلہ کرکے بیان کیا اور برہانی و خطابی دلائل سے برابر الزامی جوابات
دیتا رہا سب ملزم ہوئے اور کسیکو مجال انکار نہیں رہا۔ آخرکار سب متفق ہوکر بول اٹھے انصاف یہ ہے کہ جس طرح
پر آپ نے ان مسائل کی توضیح کی ہے ہمیں اسمیں دم مارنے کی گنجائش نہیں ہے آپ کی تقریر میں اس بلا کا
جادو ہے جسکا اثر ہمارے دلوں میں برقی قوت بنکر دوڑ گیا ہے اور ہم ذرا بھی تاب جواب نہیں رکھتے ۔
الغرض جب اس مناظرہ کا خاتمہ ہوگیا تو میں نے عبداللہ سے ملاقات کی لیکن سچ پوچھئے تو میری نگاہ
عبداللہ کے استقبال کو جسطرح تری بیتابی کے شوق سے بڑھی تھی اسکی صورت دیکھکر اس سے زیادہ نفرت
و بدمزگی کے ساتھ پلٹی کیونکہ میں نے ایک ہی نظر میں معلوم کرلیا کہ وہ اولیاء اللہ کے طریق سے بالکل بے بہرہ
ہے چنانچہ میں نے اسکی تعظیم سے پہلو تہی کی اور نہایت مکدر ہوکر واپس آنے لگا میرے چہرہ کا یہ فوری
تغیر دیکھکر ایک ایرانی بولا یہ کیا وجہ ہے کہ جس شوق ذوق سے آپ عبداللہ کی ملاقات کو تشریف لائے
تھے اس سے زیادہ آپنے اسے دیکھکر اعراض و پہلو تہی کی میں نے جواب دیا کہ میں عبداللہ کو ولی خیال

کرتا تھا لیکن دیکھنے سے معلوم ہوا کہ ولی نہیں ہے بلکہ صاحب دعوت ہی عبداللہ نے جب میری یہ
تقریر سُنی تو کہنے لگا انصاف یہی ہی جو شیخ صاحب فرماتے ہین زان بعد عبداللہ نے دعاء سیفی پڑھنی
شروع کی اور پڑھتے پڑھتے ایک ایسے موقع پر پہنچا جہان اگرچہ بلحاظ قواعد نحویہ اعراب مین دو وجہ
کا احتمال تھا لیکن باعتبار وجدان صرف ایک ہی وجہ متعین تھی اور عبداللہ نے دوسری وجہ کو اختیار کیا تھا
اِس پر مین بول اُٹھا کہ عبداللہ! تم نے اعراب مین غلطی کی ہی اس کے جواب مین اُس نے زور سے کہا
کہ نہین مین نے غلطی نہین کی بلکہ غلطی پر تم ہو اس باب مین مناظرہ شروع ہوگیا اور دعاء سیفی کے وہ نسخے
فراہم کئے گئے جو اُستادون سے پہنچے تھے اتفاق کی بات ہی کہ مختلف اُستادون کے بارہ نسخون مین عبداللہ ہی کے
مطابق نکلا لیکن تیرہوان نسخہ جو شیخ احمد جام کے تبرکات مین سے تھا اور جو سب نسخون سے زیادہ معتبر
و مستند تسلیم کیا جاتا تھا بعض امرا کے کتب خانہ سے تلاش کرکے موجود کیا گیا اُس مین وہی لکھا تھا جیسا
کہ مین کہتا تھا۔ عبداللہ نے اعتراف کیا اور اس تلاش و تتبع پر عشعش کرنے لگا زان بعد یارانیون کی طرف
متوجہ ہو کر کہنے لگا تم جانتے ہو کہ مین نے اِس بارہ مین اسقدر موشگافی اور چھان بین کیون کی؟ اس وجہ سے
کہ جب مین اِس مقام پر پہنچتا تھا تو ایک ظلمت خیز تاریکی دیکھتا تھا۔ انجام کار عبداللہ چلپی نے شیخ کی ارادت
کا حلقہ کان مین ڈالا اور آپ سے بیعت کرکے طریقۂ قادریہ مین داخل ہوگیا۔

شاہ ولی اللہ صاحب کا بیان ہی کہ شیخ صاحب اس فقیر کو عجیب و غریب معارف کی تعلیم کیا کرتے تھے ایک
دن کا ذکر ہی کہ آپ نے حدیث اتقوا فراسة المومن فانه ینظر بنور اللہ تعالی کی تفصیل و توضیح فرمائی اور
اسکی شرح مین دو قصّے نقل کئے ایک شیخ رفیع الدین صاحب کی فراستہ کا قصہ دوسری اپنی فراستہ کا واقعہ آپ
فرمانے لگے کہ ایکدفعہ ایک فقیر وضع شخص سر سے پاؤن تک برقع مین لپٹا ہوا آیا جو نہایت سوز و گداز سے
ہر وقت و ہر لحظہ عاشقانہ اشعار پڑہتا اور گریہ و زاری کیا کرتا تھا مجھسے بیعت کرنی چاہی اور قیام کے لئے ایک گوشہ
کی درخواست کی مگر مین نے اُس سے طبعی نفرت اور بے توجہی ظاہر کی جب وہ باہر چلا گیا تو مین نے حاضرین
کو متنبہ کیا کہ یہ ایک نہایت زہریلا سانپ ہے تا بامکان اس سے محترز و مجتنب رہنا چاہیئے لیکن حاضرین نے
میری اِس تقریر کو رغبت کے کانون سے نہین سنا اور دل مین انکار کیا۔ مگر تھوڑی مدت نہ گذری تھی
کہ وہی شخص عورت کا روپ بھر کر عاقل خان کے گھر مین خیرات کی تقریب مین گھس گیا (عاقل خان اُس
زمانہ مین دہلی کا صوبہ اور عالمگیری دربار کا ایک معزز و ممتاز گورنر تھا) جب وہان سے پلٹ کر آنے لگا تو دربان

نے اُس کی ہیئت رفتار کو نگاہ تعجب سے دیکھا اور دل میں یہ خیال کرکے کہ عورتوں کی رفتار سے اسکی رفتار بالکل جدا ہی درپے تجسس ہوا اور جب حقیقت امر واضح ہوا تو گرفتار کر لیا گیا استفسار کے بعد معلوم ہوا کہ کسی شریف عورت کو ورغلا کر بھگا لایا تھا اور اُسکی برتعہ پوشی اور گوشہ نشینی کی علت غائی یہی تھی۔

ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ بارش بند ہو گئی اور قحط سالی کے آثار تمام اطراف میں چھا گئے عام لوگوں میں ایک طرح کی بےچینی پھیل گئی اور جب بیقراری حد اعتدال سے بڑھ گئی تو شیخ کی خدمت میں رجوع کرکے دعا کے خواستگار ہوئے شیخ نے آسمان کی طرف ہاتھ اُٹھا کر دعا کی۔ دعا کا ہنوز خاتمہ بھی نہوا تھا کہ ایک گھرا ابر نمودار ہوا اور خفیف سی ترشح ہونے لگی زاں بعد شیخ نے فرمایا کہ کثرت بارش ہماری خام اور کچی دیواروں کی پوشش پر موقوف ہی غیبی تدبیر ہمارے مکان کی دیواروں کے ڈھانے اور مسمار کرنے سے احتراز کرتی ہی آپ کی زبان مبارک سے یہ الفاظ نکلے ہی تھے کہ لوگوں نے ایک عاجلانہ حرکت کے ساتھ بانس اور گھانس فراہم کر دی اور شیخ کے مکان کی دیواروں کو گھانس سے پاٹ دیا پھر جو موسلا دھار پانی پڑنا شروع ہوا تو تمام خشک چشمے اور سوکھی نہریں اُبل پڑیں اور ایک مدت تک لوگوں کو بارش کی حاجت نہیں رہی۔

ادنے سے اعلے درجہ تک کے لوگوں کو یہ بات تسلیم ہے کہ دنیا میں کوئی کیسا ہی صاحب اقبال اور اہل دنیا سے بے تعلق کیوں نہ ہو لیکن یہ ممکن نہیں کہ وہ تمام ملک و قوم کو راضی کر سکے شیخ کے فضل و کمال کا ستارہ جب عروج پر پہنچا اور آپکے کشف و کرامات کا چرچا گھر گھر پھیل گیا تو آپکے اقبال اور اوج حشم کو دیکھکر بعض لوگ حاسد و دشمن پیدا ہوگئے تھے لیکن اس کے ساتھ ہی خدا کا فضل و کرم ہر وقت آپکے شامل حال رہا اور کسی دشمن کا مکر و فریب ذرا چل نہ سکا چنانچہ خود شیخ صاحب اِس قسم کے چند واقعات اپنی قلم مبارک سے تحریر فرماتے ہیں آپ لکھتے ہیں کہ جب میں ابتدائی زمانہ کے مرحلے طے کر رہا تھا تو اُس وقت یہ کیفیت تھی کہ جسے میں نگاہ قبول سے دیکھتا تھا وہ مجھپر فریفتہ و شیدا ہو جاتا تھا اسی وجہ سے میں کسی کی طرف التفات نکرتا تھا اور محمد فاضل کے بالاخانہ پر تنہا جا بیٹھتا تھا جب لوگوں کی آمد و رفت کا وقت ہوتا تو میں ایک چادر سے اپنے تمام جسم کو چھپا لیتا۔ اتفاقاً ایک روز ہدایت اللہ بیگ اُس قرابت کی وجہ سے جو ان دونوں میں متحقق تھی آیا اور میرا اُسکا سامنا ہوگیا مجھے دیکھتے ہی فریفتہ ہوگیا اور بیعت کی استدعا کی چونکہ میں نے پہلے سے سُن رکھا تھا کہ وہ ایک نقشبندی عزیز کے ساتھ ربط بیعت رکھتا ہے بس لئے میں نے کہا کہ تمام فقرا تن واحد کے منزلے ہیں ہیں اور جب یہ ہے تو اُسی عزیز کا حق مقدم ہی جس سے تم پہلے بیعت کر چکے ہو لیکن جب اُس نے انتہا سے زیادہ مبالغہ کیا اور اسکی فریفتگی و شیفتگی حد سے متجاوز ہوگئی تو مجبوراً

میں نے اُس سے بیعت لیلی اور ساتھ ہی یہ بھی کہدیا کہ اُس عزیز کی خدمت میں قصور نکرنا اور تا بامکان
اس جدید بیعت کا اظہار نکرنا مگر شدہ شدہ اُس عزیز کے کان تک یہ خبر پہنچ گئی غصہ میں جہلا اُٹھا اور
ہدایت اللہ بیگ کی معرفت مجھکو کہلا بھیجا کہ ابھی تمہاری جوانی کا زمانہ ہے اور تم طالب کا درجہ رکھتے ہو نہ ارشاد کا میں نے اُسکے
جواب میں کہلا بھیجا کہ مشیخت کی بخشش اور حق تعالی کی عطیے کبر سنی پر موقوف نہیں ہے بقول ایک فلسفی کے بزرگی بعقل است
نہ بسال۔ فضیلت و بزرگی کا تاج اُسی سر پر منحصر نہیں ہے جو عمر میں بڑا ہو جب میرا یہ پیام سنا تو غصہ میں سرخ ہوگیا اور دوبارہ کہلا
بھیجا کہ مجھے انتقام کی غفلت میں نہ رہنا چاہیئے میں نے کہلا بھیجا لا یحیق المکر السیئ الا باھلہ تم جو کچھ کرسکتے ہو کر گذرو انشاء اللہ اُسکا وبال
تم ہی پر پڑیگا چنانچہ اُسنے میری ایذا پر کمر ہمت باندہی اور میں بھی مراقبت میں مشغول ہوا نوبت یہانتک
پہنچی کہ اُس عزیز کو ظاہر ہوا کہ سینہ میں خنجر لگا اور جام حیات لبریز ہوگیا۔ آدھی رات کا وقت تھا کہ اُسنے
ہدایت اللہ بیگ کو بلاکر معذرت کی اور نیاز مندی ظاہر کرکے کہا کہ مجھے یقینی طور پر معلوم ہوگیا ہے کہ اب میں
کسی طرح جانبر نہیں ہوسکونگا لیکن میں چاہتا ہوں کہ شیخ میرے ایمان کو تباہ و برباد نکریں میں نے کہا
اگر تم میری ایذا کے درپے نہوتے اور اس بارہ میں پہل نکرتے تو یہانتک نوبت کیوں پہنچتی الحمد للہ کہ
تمہارے ایمان میں کسی قسم کا ضرر رجوع نکریگا چنانچہ اُسی شب کو وہ عزیز عالم آخرت کی طرف کوچ کر گیا۔
شیخ صاحب فرماتے ہیں ایک دفعہ میرے اہل محلہ نے مجھپر جادو کیا ایک رات کو میں جاگتے ہوئے دیکھتا
ہوں کہ ایک شخص جوگی کا روپ بھرے ہوئے کھڑا ہے میں چند قدم اُسکی طرف بڑھا اور پاؤں سے جوتا
اُتار کر خوب پیٹا فوراً ایک دہواں ظاہر ہوا اور دیکھتے دیکھتے غائب ہوگیا ایک اور مرتبہ مخالفوں نے سحر کرکے
اپنا دلی بخار نکالنا چاہا میں نے خواب میں دیکھا کہ ایک آگ کا پتلا آتشیں گھوڑے پر سوار اور آتشیں نیزہ ہاتھ
میں لئے ہوئے مجھپر بڑھا آتا ہے اسی حالت میں میں نے ایک تیر کا تکلا ہاتھ میں لیا اور قرآن کی کوئی سورت
پڑھکر پھینکا گویا اُسپر حملہ کیا تیر کی ضرب کھاتے ہی سوار مع اُسکا گھوڑا و نیزہ پگھلا ہوا کوئلہ ہوکر گر پڑا صبح کو محمد وفی
شیخ ابوالرضا محمد کے سامنے میں اس واقعہ کو بیان کر رہا تھا کہ ایک بلی کا بچہ میرے سامنے سے گذرا جونہی
میں نے اُسپر ہاتھ رکھا فوراً ایک جست کی جست کے ساتھ ہی اُسکے منہ سے خون بہنے لگا اور موت کے گھونٹ
پیکر راہ فنا پر گامزن ہوا۔ ایک اور مرتبہ لوگوں نے مجھپر سحر کیا جسکی وجہ سے سخت بیمار ہوگیا ہرچند کہ علاج کیا گیا
اور ازالۂ مرض کی تدبیریں پے درپے کی گئیں لیکن کوئی تدبیر موثر نہ پڑی اسی اثنا میں میں نے خواب میں دیکھا
کہ ایک بزرگ کھڑے فرمارہے ہیں کہ تمپر سحر کیا گیا ہے قرآن کی فلاں فلاں آیتیں پڑھو۔ ایک دفعہ حاسدوں نے

مجھپر ایک طوفان اُٹھایا اور قاضی کی عدالت مین جا استغاثہ دائر کیا طلبی کی بعد مجھے بھی عدالت میں جانا پڑا خدا کی قدرت کہ گواہوں کے منہ کالے پڑگئے اور زبانیں گنگ ہوگئیں۔ بھری عدالت میں انکی دروغگوئی ظاہر ہوئی اور مدعی سخت شرمندہ ہوئے ہرچند کہ قاضی نے انکی تشہیر کرنی چاہی لیکن مین نے انکار کیا کہ ان کے لئے یہی فضیحت و ذلت کافی ہے۔

شیخ کی صحبت کا اثر

شیخ کے تکمیلی کمال کا پایا اس قدر رفیع و اعلی تھا کہ جو شخص آپ کی خدمت مین دلی عقیدتمندی کے ساتھ صحبت رکھتا تھا اُسمین ایک ایسا عجیب و غریب اثر سرایت کرجاتا تھا جس کے نظیر سے بڑے بڑے کاملین کے حلقے خالی ہوتے تھے اور بعض بعض آپ کے صحبت یافتہ ایسے مقتدر و معزز تھے جو خود کاملین وقت اور مجتہدین فن مین شمار کئے جاتے تھے۔ محمد فاضل کی لڑکی جسکا نام شریفہ تھا اور جس نے باوجود صغرسنی کے شیخ کی انعکاسی شعاع کو قبول کرلیا تھا اُسپر بہت سے امور منکشف ہوگئے تھے اور اپنے عہد میں ولیہ و صدیقہ کے ممتاز القاب سے پکاری جاتی تھی اُسکے کشف کی یہ حالت تھی کہ ایک رات واجب الاحترام شیخ تسبیح ہاتھ مین لئے ہوئے محمد فاضل کے مکان کی طرف تشریف لئے جاتے تھے اتفاق سے تسبیح آپ کے ہاتھ سے گرپڑی جب آپ مکان مین تشریف لائے تو شریفہ بولی مجھے معلوم ہوتا ہے کہ شیخ کی تسبیح فلان مقام پر پڑی ہوئی ہے لوگون نے جب اُس مقام کو شمع سے دیکھا تو حقیقت مین تسبیح اسیجگہ پڑی ہوئی تھی۔ ایکدن شریفہ گھر مین موجود تھی کہ دفعۃً کہنے لگی شیخ ہمارے مکان پر آتے ہین اور اسوقت آپ کو فلان کہانے کی طرف رغبت ہے گھر والون نے شریفہ کا بتایا ہوا کہانا طیار کیا چنانچہ شیخ تشریف لائے اور اُسی کہانے کی رغبت ظاہر فرمائی۔ ایک اور دفعہ کا ذکر ہے کہ شریفہ اپنے گھر مین بیٹھی تھی اور اتفاق سے شیخ بھی وہین تشریف رکھتے تھے شیخ سے متوجہ ہوکر بولی کہ شیخ فتح محمد نے ہمارے مکان کی طرف توجہ مبذول فرمائی ہے تھوڑی دیر کے بعد اسوقت شیخ فتح محمد ایک شخص سے باتین کرنے کھڑے ہوگئے ہین اور ایسے مقام پر کھڑے ہوئے ہین کہ خود تو دہوپ مین ہین اور وہ شخص سایہ مین ذرا بعد بولی کہ شیخ نے بازار سے تین نارنگیان خریدی ہین دو اپنے لڑکون کے واسطے اور ایک آپ کے لئے پہر کہا اب شیخ کی نیت بدل گئی ہے کیونکہ دو نارنگیان تو آپ کے لئے مقرر کی ہین اور ایک دونون فرزندون کے واسطے۔ اس کے بعد کہا اب شیخ ہمارے

دروازہ پر آکھڑے ہوئے ہیں چنانچہ جب شیخ فتح محمد سے یہ تمام باتیں دریافت کی گئیں تو انھوں نے بے کم و کاست ویسی ہی بیان کیں جس طرح شریفہ نے کہا تھا۔

محمد غوث پہلتی کا بیان ہی کہ ایک دن شیخ حجرہ میں تنہا سوتے تھے میں آپ کی زیارت کے لئے گیا لیکن آپکے بعض مخلص و بے ریا معتقدین نے مجھے اندر جانے سے منع کیا اور کہا شیخ آرام میں ہیں اسوقت حجرہ میں جانے کی اجازت نہیں ہی۔ میں مجبور ہوکر دروازہ پر ٹھیر گیا اسی اثنا میں حجرہ کے اندر سے ایک رونے کی آواز میرے کان میں پہنچی جس نے مجھے سخت بیچین کر دیا اور میں ایک بے اختیارانہ جوش کے ساتھ بغیر اجازت حجرہ میں گھس گیا حجرہ کے اندر قدم رکھتے ہی بہت سی غیبی چیزیں مجھ پر منکشف ہوگئیں اور ان دیکھی چیزوں کو نظروں کے سامنے پانے لگا منجملہ اُن کے ایک یہ کہ میں دیکھ رہا ہوں کہ فرہاد خاں باشندہ حسین پور شیخ کی زیارت کے قصد سے آرہا ہی الغرض جب میں شیخ کے قریب پہنچا تو آپنے پاؤں مبارک میری طرف پھیلا دئے اور میں آہستہ آہستہ پاؤں دبانے میں مشغول ہوا اُس وقت میرے دل میں یہ کھٹکا پیدا ہوا کہ لوگ جو یہ کہتے ہیں کہ اولیاء اللہ کا ایک دوسرا جمال ہوتا ہی جو عوام اشخاص کی نظروں سے مستور و مخفی رہا کرتا ہی وہ جمال کیسا ہوتا ہی اب جو میں آنکھ اُٹھاکر دیکھتا ہوں تو شیخ کے چہرہ مبارک سے ایک حجاب آہستہ آہستہ اُٹھتا جاتا ہی گویا ایک ابر کا ٹکڑا ابدر کامل کے حلقہ سے علیحدہ اور جدا ہوتا جاتا ہی یہانتک کہ جب وہ پردہ ذقن مبارک تک مرتفع ہوگیا تو ایک ایسی آنکھوں میں خیرگی اور چکاچوند پیدا کر دینے والی روشنی ظاہر ہوئی کہ میں بیہوش ہوکر گرنے لگا شیخ صاحب میری یہ حالت دیکھکر فوراً اُٹھ بیٹھے اور وضو کرنے میں مصروف ہوگئے میں یہ تمام واقعہ عرض کرنے کی غرض سے آپکے پاس گیا فرمایا بیان کرنے کی کچھ حاجت نہیں فرہاد خاں بھی آیا چاہتا ہی چنانچہ تھوڑے عرصے کے بعد فرہاد خاں خدمت شیخ میں مشرف و ممتاز ہوا۔

شیخ کے ملفوظات

چونکہ اب شیخ کے علمی کارناموں کا خاتمہ ہی اس لئے یہاں آپکے بعض حکیمانہ اقوال اور دلآویز فقرے نقل کئے جاتے ہیں جن سے شیخ کی بیدار مغزی اور فضل و کمال اور مختلف خیالات کا اندازہ ہو سکتا ہی۔

جناب شاہ ولی اللہ صاحب فرماتے ہیں کہ والد بزرگوار اِس فقیر کو مجلس صحبت میں اکثر اوقات حکمت عملی اور آداب معاملہ کے متعلق بہت کچھ تعلیم فرمایا کرتے تھے اُن میں سے جس قدر باتیں فقیر کو محفوظ ہیں معرض بیان میں لاتا ہے

(۱) آپ فرمایا کرتے تھے کہ مجلس مین کبھی کسی قوم کو برائی سے یاد نہ کرو مثلاً یون نہ کہو کہ اہل پورب ایسے ہیں اور باشندہ پنجاب اِس قسم کے ہین افغان ایسے اور مغل ویسے ہین کیونکہ ممکن ہے کہ کوئی شخص اُس قوم کا مجلس مین موجود ہو اور اپنی قوم کی برائی سُن کر اُس کی حمیت کی رگ حرکت مین آئے اور صحبت درہم و برہم ہو جائے۔

(۲) عام مجلس میں جمہور کے مخالف ہرگز کوئی بات زبان پر نہ لاؤ گو فی نفسہ صحیح اور درست ہی کیون نہو اس لئے کہ عام لوگ جب اُسے انکار کے کانوں سے سُنیں گے تو ضرور ہی بد دل ہونگے اور صحبت مشغص و پریشان ہو جائے گی۔

(۳) اگر تمہیں کسی شخص کی طرف کوئی ضرورت پڑے تو اول اُس کے سامنے ایک شائستہ اور معنی خیز تمہید پیش کرو اور حاجت طلبی مین نہایت سہولت و تدریج سے کام لو یہ نہین کہ پتھر کی طرح بات کو پھینک مارو اور موقع و محل نہ دیکھکر بات کو ضائع و برباد کر دو۔

(۴) مرد کو وہ لباس و عادت اختیار کرنا چاہیئے جو اُس کی صفت کمال کا نمونہ ہو مثلاً جو شخص دانشمند ہو اُسے چاہیئے کہ دانشمندوں جیسا لباس زیب جسم کرے اور دانشمندانہ طریقہ سے زندگی بسر کرے اور جو شخص فقیر ہو اُسے فقیرانہ لباس سے تن پوشی کرنا چاہیے اور فقیرانہ زندگی بسر کرنا مناسب ہے۔

(۵) جب بزرگ اور معزز لوگون سے ہمکلام ہو تو پیچدار اور مختصر تقریر نہ کرو بلکہ جہان تک ہو سکے صاف صاف لفظوں میں توضیح مطلب کرو اور اُس کے ساتھ ہی کسی قدر آواز بھی بلند اور اونچی کرو کیونکہ مغلق اور پیچیدہ باتیں بزرگون کے سامنے پیش کرنا نہایت گستاخی و بے ادبی ہے۔

(۶) مریض کی عیادت سے بڑا مقصود اُسکی رضامندی ہے نہ صرف کیفیت مزاج کی اطلاع۔ یہی کیفیت تعزیت اور سفارش کی سمجھنا چاہیئے پس جوان تمام باتون کو بجالایا اور صاحب معاملہ کو اپنی محنت پر مطلع نہیں کیا گویا اُس نے اپنی محنت کو ضایع و برباد کر ڈالا۔

(۷) جب شیخ صاحب یارون کو رخصت کرتے تو محل وصیت اور مقام تودیع پر یہ بیت اکثر پڑھا کرتے

آسایش دو گیتی تفسیر این دو حرفست ۔۔۔ با دوستان تلطف با دشمنان مدارا

(۸) جو لوگ قدر و منزلت مین تم سے کم درجہ رکھتے ہین اگر وہ تمہین ابتدأً سلام کریں تو اسے خداوندی نعمتوں میں سے ایک نعمت شمار کرو اور اسکا شکریہ بجالاؤ نیز نہایت خندہ پیشانی اور ہنس مکھ چہرہ سے

ملاقات کرو اور جوش مسرت کے ساتھ مزاج پرسی کرو کس لئے کہ اکثر ایسا ہوتا ہے کہ اس قسم کے لوگ ادنے التفات سے جسکی وقعت و قدر تمہاری نگاہ میں کچھ بھی نہیں ہوتی حد سے زیادہ خوش ہوجاتے اور نظر وقعت سے دیکھتے ہیں اور اگر تمہاری طرف سے بے التفاتی دیکھتے ہیں تو محزون و غمگین ہوجاتے ہیں ؎

صد ملک دل بہ نیم نگہ میتوان خرید   خوبان درین معاملہ تقصیر میکنند

(۹) بعض آشنا ذاتی محبت رکھتے ہین کہ اگر تمہاری محبت تدریجاً اُنکے دل مین مستقر ہوتی ہے تو پھر کسی حالت مین کیا خوشی و فراخی کے زمانہ مین اور کیا تنگی و سختی کے وقت مین کبھی اُن کے دل سے نہین جاتی ایسے لوگوں کی محبت بہت غنیمت شمار کرنا اور اُنہیں پیارے فرزندوں سے بھی عزیز تر رکھنا چاہیئے اور بعض آشنا اس قسم کے ہوتے ہیں جنکی آشنائی کا سبب ظہور فضیلت کا نشان ہوتا ہے اور وہ کسی نہ کسی حاجت کی وجہ سے تمہارے آشنا بنجاتے ہین تمہین ہر شخص کو جاننا اور ہر ایک کو اُسکی منزلت و قدر میں رکھنا چاہیئے اور کسی اُوپر اسکے مرتبہ سے بڑھکر اعتماد کرنا ہرگز مناسب نہیں۔

(۱۰) عقلا و حکما کا کام نہیں ہے کہ کسی کام میں صرف استیفائے لذت مقصود ہو بلکہ چاہیئے کہ اُسکے ضمن میں دفع حاجت یا اقامت فضیلت یا ادائے سنت واقع ہو۔

(۱۱) بات کرنے رستہ چلنے نشست و برخاست کرنے میں طاقتوروں کی رسم اور اُنکی عادات استعمال مین لاؤ اگرچہ فی نفسہ ضعیف و ناتوان کیون نہو اور اگر اتفاقیہ کوئی عیب یا خیانت تم سے ظہور مین آئے تو اُسکے پوشیدہ کرنے مین انتہا سے زیادہ کوشش کرو اور تا بامکان شرمندہ و خجل رہو بلکہ اپنے تئین صفت مقابل پر بہ تکلف مستعد و آمادہ کرو تا کہ نفس اُس سے خوگیر نہو۔

(۱۲) ایک مرتبہ کسی شخص نے مخدومی شیخ ابوالرضا محمد قدس سرہ کی خدمت میں ایک خط لکھا جس میں تحریر تھا کہ خدا تعالیٰ کا رستہ کیونکر طے کرنا چاہیئے اور کیمیا کا حقیقت مین وجود ہے کہ نہین شیخ ابوالرضا محمد نے یہ خط جناب شیخ عبدالرحیم صاحب کے حوالہ کردیا آپ نے اُسکے جواب مین لکھا اذا تروجت الاجساد تجسدت الارواح حصل المقصود۔

(۱۳) ایک دفعہ شیخ کے ایک مخلص و بے ریا معتقد نے سوال کیا کہ ابناء روزگار مین کسطرح زندگی بسر کرنا چاہیئے فرمایا کن فی الناس کاحد من الناس پھر اُسنے دریافت کیا کہ حضرت حق تک پہنچنے کا کیا طریقہ ہے فرمایا رجال لا تلهيهم تجارة ولا بيع عن ذكر الله

(۱۴) ایک مرتبہ آپ سفر مین تھے اور ہمراہی لوگ نوبت بہ نوبت بہلی پر سوار ہوتے چلے جاتے تھے۔ اسی اثنا مین بعض لوگ ایسے بھی تھے جو اپنی باری سے زیادہ سوار ہوئے شیخ صاحب نے اُن لوگون سے متوجہ ہوکر فرمایا جو بہلی مین سوار تھے کہ آیہ اعدلوا ھو اقرب للتقوی کون سے سیپارہ مین ہے شیخ بدرالحق فوراً اس رمز کو تاڑ گئے اور بہلی سے نیچے اُتر کر کہنے لگے کہ حضرت یعتذرون کا پارہ اس آیۃ سے پہلے

(۱۵) شیخ امان اللہ جب کابل کی طرف متوجہ ہونے لگے تو جناب شیخ صاحب سے رخصت ہونے آئے اور دعا کے مستدعی ہوئے فرمایا جس مقام میں قیام پذیر ہو اہل اللہ کے کھوج مین لگے رہو اور جس سالک و مجذوب سے اس معنی کی بو سونگھو اُسکی صحبت کو مغتنم سمجھو چنانچہ شیخ امان اللہ کابل کی طرف متوجہ ہوئے اور آپ کے فرمان کے بموجب اولیاء اللہ کی تلاش مین رہے لیکن جب واپس آئے تو شیخ کے سامنے کھڑے ہوکر یہ بیت بآواز بلند پڑھی ؎ آفاق را گردیدہ ام مہر بتان ورزیدہ ام ٭ بسیار خوبان دیدہ ام اما تو چیزے دیگری

(۱۶) شیخ اکثر اوقات فرمایا کرتے تھے کہ ہر شخص نے اپنی استعداد کے مطابق مسئلہ معیت سے حظ اُٹھایا اور اپنے ذوق کے مطابق اُس سے حصۂ خاص لیا ہے جو گروہ اس بات کا معتقد ہے کہ خدا تعالی اپنے علم قدرت سمع و بصر کے ساتھ سب کو محیط ہے اُنکی دلیل یہ ہے ما یکون من نجوی ثلثة الا ھو رابعھم و لا خمسة الا ھو سادسھم الخ ایک فریق کا اِس پر اعتقاد ہے کہ ہر فعل و انفعال اور ہر حرکت و صفت جو عالم مین ظہور پذیر ہے سب حق تعالی کی طرف سے ہے اُسکی دلیل ایک تو یہ آیت ہے قل کل من عند اللہ دوسری یہ آیت وما بکم من نعمة فمن اللہ اور ایک جماعت ہمہ دوست کی قائل ہے اُن کی دلیلین یہ ہین کل شیٔ ھالك الا وجھه ھو الاول والاخر والظاھر والباطن اور ایک فریق حق کو حق مین دیکھتا ہے لیکن اس مقام کی اظہار حقیقت سے عبارت محض قاصر و عاجز ہے۔

(۱۷) لوگ جانتے ہین کہ ماں باپ کے ساتھ بھلائی کرنا ایک نہایت دشوار و سخت بات ہے کیونکہ جس قدر اُن کے ساتھ زیادہ سلوک کیا جائے گا ہنوز تھوڑا ہے لیکن مین کہتا ہون کہ برِّ والدین بہت ہی سہل و آسان امر ہے کس لئے کہ والدین اپنی اُس پہلے درجہ کی شفقت مہربانی کیوجہ سے جو اُنہین قدرتی طور پر اولاد سے ہوتی ہے ادنی درجہ کی دلجوئی سے رضامند ہو جاتے اور تھوڑی سی چیز کو بہت شمار کرتے ہین۔

(۱۸) جب خدا تعالی کسیکو کوئی کیفیت و حالت عنایت فرمائے تو تا بہ امکان اُسکی کافی طور پر نگہداشت کرے اور اُسکی نگہداشت کا طریقہ یہ ہے کہ اپنے تئین کسی چیز مین مشغول نہ کرے اور جس متبرک جگہ سے کہ یہ کیفیت

حاصل ہوئی ہے اُسے نچھوڑے علی ہذا القیاس جس ہیئت پر نشست رکھتا ہے اُسے جہانتک بن سکے نہ بدلے اور بجز اس کے تمام باتون کو یکلخت ترک کر بیٹھے جیسا کہ حافظ شیرازی کہتے ہین ؎

اینجا فنون شیخ نیرزد بہ نیم جو — دل را بدست آر ہمین مشرب است بس

(۱۹) ایک مرتبہ تمباکو کی نسبت ذکر چھڑ گیا شیخ نے گو اُسکی حرمت کی توضیح وتفسیر نہین فرمائی لیکن قباحت وشناعت کے بہت سے شواہد ذکر کئے منجملہ اُن کے ایک یہ قصہ نقل کیا کہ لاہور مین دو عزیز سکونت رکھتے تھے ایک انتہا درجہ کا فاضل اور جامع کمالات تھا نیز علوم وہبی وکسبی مین بھی پورا اقتدار رکھتا تھا لیکن تمباکو سے احتراز نکرتا تھا۔ دوسرا اگرچہ محض اَن پڑھ اور عامی درویش تھا مگر تمباکو سے ہمیشہ محترز رہتا تھا ایک رات دونون نے اپنی اپنی جگہ واقعہ مین دیکھا کہ گویا یہ درویش عالی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس مقدس مین نہایت اطمینان سے بیٹھا ہوا ہے اور اُس فاضل کو مجلس نبوی مین بیٹھنے کی اجازت نہین ملتی ہی آخرکار اسی عامی نے اہل مجلس سے دریافت کیا کہ اس فاضل درویش کو مجلس مین آنے کی اجازت کیون نہین دیجاتی جواب دیا کہ چونکہ یہ شخص تمباکو پیتا ہے اور جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم اُس سے کراہت رکھتے ہین اسوجہ سے اُسکی شرکت اس مجلس مین پسند نہین فرماتے جب صبح ہوئی تو اس عامی نے بمقتضائے ہمدردی رات کے واقعہ کی تبلیغ کرنی چاہی لیکن جون ہی اُس فاضل کے گھر مین داخل ہوا دیکھا کہ وہ پُرنم آنکھون سے آنسوون کی ندیان بہا رہا ہے اور ایک سخت رنج والم مین بھرا بیٹھا ہے جب اس نے اس رونے اور اندوہ وغم کا سبب دریافت کیا تو وہی مجلس نبوی مین شریک ہونے کی عدم اجازت بیان کی اس نے کہا عزیز من تمہین خوش ہونا چاہئے کیونکہ مین نے اہل مجلس سے اسکا سبب دریافت کر لیا ہے اور وہ تمباکو کا پینا ہے فاضل درویش نے یہ تقریر سنتے ہی حقے اور نے کو چور چور کر ڈالا اور حقہ کشی سے توبۂ نصوح کر لی۔ آنے والی شب کو پھر دونون نے ایک ہی ساعت مین خواب دیکھا کہ گویا فاضل آنحضرت کی مجلس مین موجود ہے اور تمام لوگون سے آگے آنحضرت کے بہت ہی قریب بیٹھا ہوا ہے آپ نہایت مہربانی کے ساتھ اُسکی طرف ملتفت ہین اور بیحد عنایتین فرما رہے ہین۔

(۲۰) شیخ فرماتے ہین کہ ہمارے دوستون مین ایک عزیز گو تمباکو سے احتراز کرتا تھا لیکن مہمانون کے لیے حقہ ونے گھر مین رکھتا تھا ایک مرتبہ اُس نے خواب مین دیکھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اُسکے مکان مین تشریف لائے ہین لیکن مکان مین داخل ہونے کے بعد ہی ایک نفرت وکراہت کے ساتھ مراجعت

فرمائی یہ شخص آنحضرت کی یہ نفرت دیکھکر آپ کے عقب میں دوڑا اور نفرت و کراہت کا سبب دریافت کیا فرمایا تیرے گھر میں حقہ نے چلم موجود ہے اور ہمیں ان چیزوں سے سخت نفرت ہے۔

(۲۱) فرماتے ہیں کہ ہمارے محلہ میں ایک خیاط سکونت رکھتا تھا ایک دن میں نے ایک آدمی بھیجکر اُسے بلایا معلوم ہوا کہ وہ دفعۃً مرگیا ہے اور اُسکے متعلقین گریہ وزاری میں مصروف ہیں لوگ غسل وکفن کا انتظام کر رہے ہیں۔ تھوڑی دیر کے بعد مجھے جامع مسجد کی طرف جانے کا اتفاق ہوا دیکھتا ہوں کہ وہی درزی بازار میں کھڑا باتیں کر رہا ہے مجھے اسوقت نہ صرف تعجب بلکہ تعجب کے ساتھ سخت حیرت ہوئی اور جب اُسکا واقعہ سُنا تو اور بھی تحیر ہوا اُسنے بیان کیا کہ میں اسی محلہ کے ایک تنگ گلی میں چلا جاتا تھا کہ دفعتہً ڈراونی شکل کے دو آدمی نہایت غیظ و غضب میں بھرے ہوئے میری طرف بڑھے چلے آرہے تھے جنکی ہیبت و رعب میرے دل میں اسقدر بیٹھ گیا کہ سر سے پاؤں تک تھر تھر کانپنے لگا اُن میں سے ایک شخص نے آگے بڑھکر میرے اس زور سے طمانچہ مارا کہ میں بیہوش ہوکر گر پڑا گویا بظاہر میں مرگیا تھا لوگ مجھے بمشکل گھر لائے اور تجہیز و تکفین کی طیاریاں کرنے لگے لیکن میں اسی اثنا میں دیکھتا ہوں کہ وہ دونوں پر شوکت و ہیبت شخص مجھے لئے جاتے ہیں یہانتک کہ میں ایک ایسے مقام پر پہنچ گیا جہاں بہت سے لوگوں کے جمگھٹے لگے ہوئے تھے اور جنکی شکل و شمائل اور ہیئت و صورت بنی آدم کی صورت سے بالکل علیحدہ اور ممتاز تھی لوگوں کے غول اور جمگھٹے کے بیچ میں ایک نہایت تکلف تخت تھا جسپر ایک سردار بڑی شان و شوکت سے بیٹھا ہوا تھا۔ ان دونوں شخصوں نے مجھے اُس سردار کے سامنے پیش کیا لیکن اُسنے میری صورت دیکھتے ہی کہا کہ یہ وہ شخص نہیں ہے جسے میں نے بلایا تھا اسے وہیں پہنچا آؤ جہاں لائے ہو وہ لوگ مجھے ہمراہ لیکر واپس آتے ہی تھے کہ عقب سے کسی نے بآواز بلند پکارا اس شخص کو یہاں لاؤ یہ حقہ پیتا ہے چنانچہ وہ دونوں شخص مجھے پھر اُس رئیس کے سامنے لیگئے اور لوہا آگ میں لال کرکے میرے گھٹنے کو داغ دیا جس کی تکلیف سے میں چونک پڑا آنکھ کھولکر دیکھتا ہوں تو عزیز و اقارب مجھے غسل دیکر کفن میں لپیٹنا چاہتے ہیں۔

(۲۲) شاہ ولی اللہ صاحب فرماتے ہیں کہ ایک دن شیخ صاحب مجھسے بیان فرمانے لگے کہ سید علیم اللہ نے جو شیخ آدم قدس سرہ کے اکابر اصحاب میں ایک نہایت ہی مقتدر اور جلیل القدر شخص ہیں اور جن کے فضل و کمال اور علمی کارناموں کو شہرت عام نے ضرب المثل کے ایسے بلند درجے پر پہنچا دیا ہے کہ قوم کے

اکثر معززین اُن کے ایک ایک بات کو تحریہ استعمال کرتے ہین تمباکو کی حرمت مین ایک نہایت پُر زور اور
جوشیلا رسالہ لکہا اور دو افغانیون کی معرفت علماء دہلی کے پاس روانہ کیا سب سے پیشتر وہ رسالہ میرے سامنے
پیش کیا گیا جس مین آیہ یوم تاتی السماء بدخان مبین اور ان ہی جیسے اور چند دلائل سے تمباکو کی تحریم مین
استدلال کیا گیا تہا مین نے اُن دونون شخصون کو جواب صاف دیدیا کہ جس قدر استدلالات مین نہایت کمزور
وضعیف ہین ایسی سخیف اور بودے استدلالات سے کچہ کام نہین چلتا ان بعد مین نے اُن بے سروپا اور
غلط روایتون کی نہایت تفصیل کے ساتہ تردید کی اور آیت کی تفسیر مین وہ اقوال پیش کئے جو معتبر و مستند
مفسرین نے بیان کئے ہین اگرچہ میری یہ تمام تقریر دلسوزی اور خیرخواہی سے لبریز تھی لیکن اُن دونون
افغانیون نے رغبت کے کانون سے نہین سُنی اور ناخوش ہوکر مجلس سے اُٹھ کھڑے ہوئے اور ملّا یعقوب کے
درسگاہ مین پہنچے جو دہلی کے فضلا مین اگرچہ ایک مشہور اور مسلم الثبوت فاضل تہا مگر تمباکو پینے کا سخت عادی
تہا یہ لوگ جب اُن کی مجلس مین پہنچے اور اسے برسر مجلس حقہ پیتے دیکھا تو انکار و اعتراض سے پیش آئے ملّا یعقوب
نے کہا کہ مین حقہ برسر مجلس اسی لئے پیتا ہون کہ لوگون کو اسکی اباحت معلوم ہو جائے اور اگر کسی کو حقہ
کے مباح ہونے مین شبہ ہو تو بسم اللہ پیش کرے سید علیم اللہ کے فرستادون نے نہایت جرأت و بیباکی سے
کہا کہ چونکہ اس مسئلہ کا ماخذ موجود ہے اس لئے اسکا فیصلہ بہت آسانی کے ساتھ ہو سکتا ہے اور اصول
روایت و درایت دونون سے حل ہو سکتا ہے چنانچہ اسکے بعد اُنہون نے رسالہ کی چند فقہی روایتین اور
حدیثین پیش کین جنہین ملا یعقوب نے ادنے توجہ کے ساتھ رد کردیا دونون مغموم و محزون ہوکر پہر میرے پاس
آئے اور مناظرہ کی ساری کیفیت دوہرائی مین نے کہا عزیزان من! تمہارا دعوئی تحریم پہر اسپر ان بے
سروپا اور ضعیف روایات سے استدلال کرنا حقیقت مین اسی قابل تہا جیسا تمہارے ساتھ برتاؤ کیا گیا۔
لیکن اب تم ملّا یعقوب کے پاس جاؤ اور آیہ یاایھا النبی لم تحرم ما احل اللہ لک کا شان نزول دریافت کرو جب
تم یہ سوال پیش کروگے تو ملّا یعقوب فوراً جواب دیگا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنی محترمہ بی بی زینب رضی
اللہ عنہا کے گہر مین شربت شہد تناول فرمایا کرتے تھے ایک مرتبہ تمام ازواج مطہرات نے حضرت زینب سے
رشک کرکے اس بات پر باہم مشورہ کیا کہ آج جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم جس کے پاس تشریف
لائین وہ ایک افسوسناک لہجے مین عرض کرے کہ حضور کے مُنہ مبارک سے گندنے کی بو آتی ہے چنانچہ تمام
محترم بی بیون نے متفق ہوکر یہی بات کہی جس کے جواب مین حضرت نے فرمایا مین نے گندنا تو نہین

کھایا ہے البتہ شہد کا شربت پیا ہے اسپر بی بیون نے عرض کیا معلوم ہوتا ہے کہ شہد کی مکھی گندنے کے درخت پر بیٹھی ہو گی اسپر آنحضرت نے اپنے حق مین شہد حرام ٹھہرالیا اور یہ آیت نازل ہوئی۔ جب ملا یعقوب آیت کے شان نزول کی بابت یہ تقریر کر چکے تو تم دریافت کرنا کہ آخر اس کی علت کراہت کیا تھی ملا یعقوب بجز اس کے اور کچھ کہہ ہی نہ سکے گا کہ علت کراہت بدبو تھی اسوقت تم پوچھنا کہ حدیث شریف مین جو تواتراً آیا ہے کہ من اکل ھاتین الشجرتین فلا یقربن مسجدنا تو یہان علت نہی کون چیز ہے اسکے جواب مین بھی ملا یعقوب یہی کہے گا کہ بوئے بد اسپر تم بے دھڑک ہو کر پوچھنا کہ حدیث مین جو یہ آیا ہی کہ حضرتؐ خوشبو سے رغبت اور بدبو سے نفرت رکھتے تھے صحیح ہے کہ نہین اگر صحیح ہے تو ہم پوچھتے ہین کہ تمباکو مین بدبو ہے یا نہین ملا یعقوب اگر اس سے انکار کر جائے اور کہہ بیٹھے کہ تمباکو مین بدبو نہین ہے تو تم کہنا کہ جن لوگون نے مدت العمر تمباکو نہین پیا ہے اُن سے دریافت کرنا چاہیئے کہ اُسکی بو دماغ کو اچھی معلوم ہوتی ہے یا بُری اور جب یہین ہوئے بدبو ثابت ہوتا ہے تو محتاط اور اہل ورع و تقوی کے مناسب حال یہی ہے کہ تمباکو پینا ترک کردین چنانچہ یہ دونون شخص ملا یعقوب کے پاس گئے اور تقریر کا سلسلہ اُسی اسلوب پر چھیڑا جس طرح کہ واجب الاحترام شیخ نے تعلیم کیا تھا جسکا نتیجہ یہ ہوا کہ ملا یعقوب کو ان باتون کا اعتراف کرنا پڑا فوراً چلم و نے کو چور چور کر ڈالا اور ہمیشہ کے لئے ترک کر دیا۔

شیخ کے ملفوظات اور حکیمانہ مقولے جس قدر نقل کئے گئے ہین اُن سے آپ کے علم و فضل و بزرگی اور علمی کمالات کا بخوبی اندازہ ہو سکتا ہے شیخ کے حکیمانہ اقوال اور دل آویز مقولون کی فہرست اگرچہ ایک نہایت طول طویل فہرست ہی لیکن ہم نے آپ کے صرف اُنہین نتیجہ بخش اور حکمت آمیز فقرون کو قابل انتخاب سمجھا ہے جنسے عام لوگ زیادہ متمتع ہو سکتے ہین۔ آپ کے مکتوبات بھی نہایت مفید اور کارآمد ہین مگر چونکہ وہ بالکل ادبی ہین اسلئے اردو زبان مین اُنکا ترجمہ کرنا تکلف سے خالی نہین اور نمونے کے طور پر کسی مکتوب کو اردو کے قالب مین ڈھال کر ناظرین کے سامنے پیش کیا بھی جائے تو افسوس ہے کہ عام لوگ اُس سے کچھ بھی فائدہ نہ اُٹھا سکین گے اسوجہ سے ہم نے اُنہین دانستہ انتخاب کے قابل نہین سمجھا امید کہ معزز ناظرین ہمین اس بات کا الزام نہ دینگے کہ ہم نے شیخ کے مکتوبات کیون نہین قلمبند کئے۔ علاوہ ازین آپ کے نصائح خیز وعظ اور عبرت انگیز کلمات کتابون مین اِس کثرت سے پائے جاتے ہین کہ ہم فیصدی پانچ کے انتخاب کی بھی گنجایش نہین دیکھتے یہ ضرور ہے کہ اس قسم کے موثر وعظ سے قوم کو بہت کچھ فائدہ

پہنچنے کی امید ہو سکتی ہے مگر افسوس کہ ہم اس موقع پر اسباب کچھ بھی نہیں لکھ سکتے وجہ یہ کہ کتاب ضخیم ہوئی جاتی ہے اور ہنوز ہمیں اس کے متعلق بہت کچھ لکھنا باقی ہے چنانچہ ہم شیخ کی ازدواج و اولاد کا ذکر کر کے اس عنوان کو ختم کرتے ہیں۔

محترم و بزرگ شیخ کے دو نکاح ہوئے تھے اور غالباً پہلا نکاح آپ کے والد بزرگوار جناب شیخ وجیہ الدین صاحب شہید کے زمانۂ زندگی میں ہوا تھا۔ اگرچہ اس بارہ میں ہماری واقفیت بالکل محدود ہے کہ جس محترم اور ممتاز بی بی سے آپکا پہلا نکاح ہوا وہ کس خاندان کی چشم و چراغ تھیں اور اُن کے والد بزرگوار کا کیا نام تھا لیکن نکاح ثانی کی نسبت یقین کے ساتھ کہا جاتا ہے کہ وہ جناب مخدومی شیخ محمد قدس سرہ کی محترم و معزز صاحبزادی تھیں جیسا کہ خود شیخ کے بیان سے ظاہر ہوتا ہے۔

شیخ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ میں خواجہ قطب الدین قدس سرہٗ کے مرقد منور کی زیارت کے لئے گیا۔ میں ایک اونچے چبوترہ پر کھڑا ہوا تھا جو آپ کے مزار کے بہت ہی متصل تھا کہ دفعتہً خواجہ کی روح پاک ظاہر ہوئی اور ارشاد فرمایا کہ عنقریب تمہارے ہاں ایک ہونہار لڑکا پیدا ہوگا تم اُسکا نام قطب الدین احمد رکھنا لیکن چونکہ میری بی بی سن ایاس کو پہنچ چکی تھیں اور عادتاً ایسے وقت میں اولاد کا ہونا تعجب تھا اسوجہ سے میں خواجہ کا یہ ارشاد سُن کر حیران ہو گیا کبھی تو میں اپنی بی بی کی حالت کو دیکھتا تھا اور کبھی خواجہ کے ارشاد پر غور کرتا تھا آخر میں نے اپنے دل میں فیصلہ کیا کہ اس لڑکے سے خواجہ کی مراد پوتا ہوگا جوں ہی میرے دل میں یہ خیال گذرا خواجہ نے فوراً تاڑ لیا اور فرمایا جو تم نے خیال کیا ہے میری مراد یہ نہیں ہے بلکہ خاص تمہارے صلب سے لڑکا پیدا ہوگا چنانچہ اسکے تھوڑے دنوں بعد میرے دل میں دوسرے نکاح کی خواہش پیدا ہوئی اور ولی اللہ لڑکا متولد ہوا اگرچہ اول اول یہ واقعہ مجھے بالکل نسیاً منسیاً ہو گیا اور اسی وجہ سے اُسکا نام تمام خاندان میں ولی اللہ مشہور ہو گیا لیکن کچھ زمانہ گذر جانے کے بعد جب مجھے یاد آیا تو میں نے اُس کا نام بدلکر قطب الدین احمد رکھا۔

اسی واقعہ کو جناب شاہ ولی اللہ صاحب بہ تبدیلی چند الفاظ اسطرح قلمبند فرماتے ہیں کہ جب میرے والد ماجد زندگی کے ساٹھ مرحلے طے کر چکے تو آپ پر منکشف ہوا کہ ایک اور لڑکا میرے ہاں پیدا ہوگا چنانچہ آپ کے دل میں نکاح ثانی کی خواہش پیدا ہوئی۔ مخدومی شیخ محمد قدس سرہ نے یہ ماجرا معلوم کیا تو باوجود اپنی محترم و عزیز لڑکی کو آپ کے نکاح میں دینا سرمایۂ فخر سمجھا کہ وہ فخر خاندان و قوم لڑکا میرے ہی پارہ جگر کے

بطن سے پیدا ہو لیکن جب یہ کدخدائی متحقق ہو چکی تو بعض سوختہ جگر نفاق پیشہ لوگوں نے بطرق طعن کہا کہ شیخ کو اس سن وسال مین کدخدائی مناسب نہ تھی۔ شادہ شدہ یہ باتین آپ کے کان تک پہنچین فرمایا ان لوگوں سے کہدینا چاہئے کہ ابھی میری زندگی کا زمانہ بہت کچھ باقی ہے اور کئی فرزند وجود مین ہونے ہین چنانچہ اس شادی کے بعد آپ سترہ سال تک زندہ رہے اور دو فرزند پیدا ہوئے۔
شیخ کے حالات زندگی مین جو کتابین لکھی گئی ہین اُن سے کہین اسبات کا پتہ نہین چلتا کہ آپکی پہلی بی بی کے بطن سے کچھ اولادین پیدا ہوئین لیکن اسقدر ضرور معلوم ہوتا ہے کہ ایک صاحبزادے صلاح الدین نام پیدا ہوئے تھے جو بڑے ہو کر فوت ہوگئے اور جو الولد سر لابیہ کے پورے فوٹو تھے۔ دوسری ممتاز و محبوب بی بی سے دو صاحبزادے پیدا ہوئے جناب شاہ ولی اللہ اور شاہ اہل اللہ جنکی فرزندی کے انتساب نے نہ صرف جناب شیخ عبدالرحیم صاحب کو بلکہ تمام خاندان کو دنیا مین روشناس کردیا ہے اور جن کے فضل وکمال کی شہرت نے اُس روشناسی کو اور بھی چمکا دیا ہے بلکہ سچ پوچھیے تو اس عظیم الشان اور جلیل القدر خاندان کا اعزاز و اقتدار ان ہی کے نام سے قائم ہے جو آجتک دونون کو زندہ کئے ہوئے ہے اور بلحاظ اُس پیشین گوئی کے جو ایک موقعہ پر شیخ عبدالرحیم صاحب نے ایک طولانی دعا کے وقت کی تھی عجب نہین کہ قیامت تک زندہ رہے اُسکا ایک ٹکڑا یہ ہے کہ آپ فرماتے ہین "مجھے الہام ہوا ہے کہ تیرا سلسلہ دنیا مین قیامت تک باقی رہے گا اور اُس مین کبھی انقطاع واقع نہ ہوگا"
شیخ کے لائف کے متعلق جس قدر ضروری حالات ہین اس مقام پر نقل کرنے تھے مختصراً ذکر کر آئے لیکن آپ کے بعض حالات ایسے بھی ہین جو جناب شاہ ولی اللہ صاحب کے واقعات سے وابستہ ہین لہذا اب ہم شیخ کی سوانح عمری آپ کے انتقال اور بعض اسباب انتقال پر ختم کرتے ہین اور بعض وہ حالات جو اس باب مین تحریر ہونے سے رہگئے ہین شاہ ولی اللہ صاحب کی لائف مین معزز ناظرین کی خدمت مین پیش کرینگے۔

شیخ کا انتقال

محترم و بزرگ شیخ نے جس وقت اِس ناپائدار اور بے ثبات دنیا سے عالم باقی کی طرف کوچ کیا ہے

اُسوقت زندگی کے ستتر مرحلے طے کر چکے تھے۔ آپکے ابتداء مرض کی کیفیت یوں بیان کی گئی ہے کہ پہلے پہل خفیف سی تبخیر ہوئی اسی اثنا میں رمضان المبارک کا مہینہ آگیا اور آپ نے بدستور سابق صیام وقیام کو بڑی جرأت وآزادی کے ساتھ ادا کرنا شروع کیا مگر جوں جوں زمانہ گزرتا گیا مرض اشتداد پکڑتا گیا یہانتک کہ اچھی خاصی تپ ہوگئی۔ یہ امر نہ صرف تعجب بلکہ نہایت حیرت کے ساتھ دیکھا جاتا ہی کہ شیخ کی مرض مین اگرچہ شدّت بڑھتی جاتی اور کرب وبیچینی المضاعف ہوتی جاتی تھی لیکن آپکا صیام وقیام پر وہی اہتمام تہا جو حالت تندرستی مین ہرچند کہ قانون شریعت نے افطار کی اجازت پہلے ہی سے دیدی تھی کیونکہ آپ شیخ فانی تھے اور روزہ کی بالکل طاقت نرکھتے تھے قطع نظر اس کے بیقیا بھی تھے مگر آپ کی شب بیداری اور روزہ مین کسی قدر بھی فرق نہ پڑتا تہا جب آپکے فرزند رشید جناب شاہ ولی اللہ اور دیگر معززان اہل بیت آپ سے دریافت کرتے کہ حضرت! باوجود شرعی رخصت کے اس قدر سختیوں اور رنج وتکلیفوں کے جھیلنے کا سبب کیا ہے تو فرماتے کہ روزہ رکھنے کی حالت مین اس سے بڑھکر اور کچھ نہین کہ مین ضعف کی وجہ سے بیہوش ہوجاؤن اور چونکہ بیہوشی کی مجھ مین پہلے سے ہی عادت ہی اس لئے مین ایک خفیف سی تکلیف کے مقابلہ مین عظیم الشان ثواب سے محروم رہنا پسند نہین کرتا لیکن جب شوال کا مہینا آیا تو دفعۃً اشتہا ساقط ہوگئی اور انتہا درجہ کا ضعف غالب ہوا سیفنہ کے آثار نمودار ہوئے اور امید زیست بالکل منقطع ہوگئی۔ شاہ ولی اللہ صاحب کا بیان ہی کہ ان ایام مین مین آپکے پاس ہروقت حاضر رہتا تہا ایسے نازک اور خطرناک اور نہایت کرب وبیچینی کے وقت مین بھی علے الاتصال آپ کی زبان مبارک پر یہ الفاظ جاری تھے استغفر اللہ الذی لا الٰہ الا ھو الحی القیوم مگر پھر چندروز ہی میں آپکی طبیعت مین ایک ایسا انقلاب پیدا ہوا جس سے کسی قدر صحت کی امید ہوگئی اور فی الجملہ مرض مین تخفیف حاصل ہوئی یہانتک کہ صفر المظفر کے ابتدائی تاریخون مین پھر مرض نے معاودت کی اور مرض کی بیچینی واضطراب کی یہانتک نوبت پہنچی کہ آپ کو کسی پہلو اور کسی کروٹ چین ہی نہ پڑتا تھا اور آناً فاناً آپ کے چہرے پر آثار تغیر نمایاں ہوتے تھے صبح کی پو پھٹنے سے پہلے آپ پر موت کے آثار نمودار ہوئے لیکن اس شدّت اور کرب کے وقت بھی آپ کی ہمت عالی اسطرف مائل تھی کہ نماز فجر فوت نہو چنانچہ اُسی عالم بیہوشی مین چند مرتبہ آپنے حاضرین سے دریافت کیا کہ صبح صادق ہوگئی ہے کہ نہین حاضرین مجلس نے جواب دیا کہ ہوا ہی چاہتی ہے لیکن جب آپ کی زندگی کا پیمانہ لبریز ہوکر چھلکنے

لگا تو آپنے حاضرین کو درشتی سے جواب دیا کہ اگرچہ تمہاری نماز کا وقت نہین آیا نہ سہی ہماری نماز کا وقت
آپہنچا ہے اسوقت آپ حاضرین کی طرف متوجہ ہوکر فرمانے لگے مجھے قبلہ رخ کردو چنانچہ لوگون نے فوراً
آپکے ارشاد کی تعمیل کی - اگرچہ وقت مین شبہ تھا لیکن آپنے اشارون سے نماز فجر ادا کی اور بعدہ اسم ذات
کے ذکر مین مشغول ہوے اور اسی حالت مین ودیعت حیات کارکنان قضا کے ہاتھون سپرد کی -
بارہوین صفر روز چہارشنبہ ۱۱۳۱ ہجری عہد فرخ سیر مین ۷۷ سال کی عمر مین بمقام دہلی فوت ہوئی اور
مہندیون مین دفن کیے گئے - آپکے انتقال کے پچاس روز بعد فرخ سیر گرفتار ہوا اور دہلی مین ایک عام
بیچینی اور عظیم الشان تہلکہ پڑ گیا - آپکو فتح چتوڑ کا قصہ اور مسجد جامع دہلی کی تعمیر کا زمانہ اچھی طرح یاد تھا

باب دوم

شیخ ابو الرضا محمدؒ

شیخ ابو الرضا محمد - جناب شیخ وجیہ الدین صاحب شہید کے فرزند رشید اور حضرت شیخ عبد الرحیم صاحب کے
بڑے بھائی ہین - ابتدا مین شیخ عبد الرحیم صاحب کی اتالیقی آپ ہی کے سپرد تھی جسے آپنے نہایت قابلیت
اور دلسوزی کے ساتھ ادا کیا شیخ عبد الرحیم صاحب نے جسطرح آپکے سایۂ عاطفت مین پرورش پائی اور تعلیم
تربیت حاصل کی اسیطرح عام اخلاق وعادات اور مجلسی کمالات بھی حاصل کیے اگرچہ شیخ عبد الرحیم کی تعلیم
پر دیگر ماہرین فن بھی چار سال کی عمر سے مقرر تھے اور آپکے اطوار وعادات کی عمدہ طور پر نگرانی بھی کرتے تھے
لیکن پوری پوری خدمت تربیت شیخ ابو الرضا محمد ہی کے ہاتھ مین تھی اور آپکو بچپن ہی کے زمانہ سے شیخ
عبد الرحیم پر خاص توجہ تھی بمقابلہ شیخ عبد الحکیم اور اس خاندان کے دیگر صاحبزادون کے جو علمی کمالات شیخ عبد الرحیم
صاحب کو حاصل ہوئے سچ پوچھیے تو اسی تعلیم وتربیت کا اثر تھا جو شیخ ابو الرضا محمد کے سایہ عاطفت مین حاصل ہوئی

شیخ ابو الرضا محمد کی ولادت طفولیت سن رشد تعلیم تربیت حلیہ وغیرہ

شیخ وجیہ الدین شہید کے نامور اور بلند اقبال صاحبزادے شیخ ابو الرضا محمد
کا سن ولادت مجھے کسی تذکرہ خاص یا آپ کے زندگی کے حالات و واقعات سے معلوم

نہیں ہوا[۱] لیکن مستند کتابوں سے اسقدر ضرور معلوم ہوتا ہے کہ آپنے محرم کی ۱۲ تاریخ سنہ ۱۱۰۱ ہجری میں اس جہان سے رخصت ہو کر سفر آخرت قبول کیا اور یہ بھی تحقیق ہے کہ جس عہد میں ابو المظفر شہاب الدین محمد شاہجہان ہندوستان کے وارث تخت و تاج کے اقبال کا ستارہ چمک رہا تھا اور سلطنت کا عروج معراج کمال پر پہنچا ہوا تھا اُس زمانہ میں شیخ ابو الرضا محمد پیدا ہوئے جس زمانہ میں شیخ ابو الرضا پیدا ہوئے اُسوقت اُنکے والد بزرگوار جناب شیخ وجیہ الدین صاحب کی معمولی حالت تھی کیونکہ شاہی دربار سے اُس وقت تک آپکو کوئی معزز و ممتاز منصب حاصل نہیں ہوا تھا اسلئے کہا جا سکتا ہے کہ شیخ ابو الرضا محمد کا زمانہ طفولیت معمولی حالت میں تھا لیکن اسکے چند برس بعد جو زمانہ آیا وہ شیخ ابو الرضا محمد کے حق میں نہایت برکت اور خوشی کا زمانہ تھا کیونکہ جب شاہ جہان بادشاہ کا اقبال پہاڑ کی چوٹی کا ڈہلتا ہوا سورج تھا۔ اور اورنگ زیب کی بلند اقبالی کا آفتاب نصف النہار تک پہنچ گیا تھا تو جناب شیخ وجیہ الدین صاحب کو شاہی دربار میں بہت بڑا اعزاز و اقتدار حاصل ہو گیا تھا۔

شیخ ابو الرضا محمد کی تعلیم و تربیت کب شروع ہوئی اور خدمات اتالیقی کن علماء کے حوالہ کیگئی یہ ظاہر کرنا بہت مشکل ہے کیونکہ کسی تذکرہ اور تاریخ سے اسکا پتہ نہیں چلتا لیکن تاہم شوارق المعرفۃ کے ایک مختصر نوٹ سے اسقدر ضرور پتا لگتا ہے کہ شیخ ابو الرضا محمد نے تمام ظاہری علوم حافظ بصیر سے حاصل کئے جو عہد شاہجہان میں ایک بڑے نامور اور مشہور فاضل تھے اور جو حقیقت میں جامع علوم و فنون تھے حافظ بصیر کے علاوہ اُس زمانہ میں دیگر ماہرین فن اور اہل کمال بھی موجود تھے جنکی علمی روشنی نے شاہجہان آباد کو اِس سرے سے لیکر اُس سرے تک چمکا دیا تھا ممکن ہے کہ شیخ ابو الرضا محمد نے دیگر مجتہدین فن سے بھی علمی سرمایہ حاصل کیا ہو بہر صورت آپکی تعلیم و تربیت بڑے اہتمام سے ہوئی کیونکہ آپکی حالت زندگی پر جہانتک نظر ڈالی جاتی ہے اُن سے تمام علوم و فنون میں آپکا اعلےٰ درجہ کا کمال ظاہر ہوتا ہے۔ شوارق المعرفۃ میں لکھا ہے کہ "شیخ ابو الرضا محمد متعدد علوم میں اعلےٰ درجہ کا کمال رکھتے تھے اور یہ حضرات کی بخشش و عنایت سمجھنا چاہیے کہ آپکا ذہن و حافظہ اس بلا کا تھا کہ ایک ہی زمانہ میں مختلف علوم تحصیل کرتے تھے" جناب شاہ ولی اللہ صاحب کا بیان ہے کہ شیخ ابو الرضا محمد کے تمام علوم و فنون حقیقت میں وہبی علوم تھے اور قدرتاً آپ میں جملہ علمی کمالات پہلے ہی سے موجود تھے لیکن چونکہ آسمانی قوانین تحصیل صوری پر جاری ہیں اسلئے آپنے بظاہر علماء کی خدمت میں حاضر ہو کر علوم کی تحصیل کی اور چند روز کے عرصہ میں اہل کمال

[۱] مگر آپکے واقعات انتقال پر نظر ڈالنے اور اُن حالات کے پڑھنے سے صاف معلوم ہوتا ہے جو آپکے مرض موت کے متعلق بیان کئے گئے ہیں کہ آپ سنہ ۱۰۴۶ ہجری میں پیدا ہوئے کیونکہ آپکا انتقال محرم کی ۱۲ تاریخ سنہ ۱۱۰۱ ہجری میں ہوا اور انتقال کیوقت آپکی عمر ٹھیک پچپن سال کی تھی حسابی قاعدہ سے جب پچپن سال سنہ ۱۱۰۱ میں سے تفریق کئے جاتے ہیں تو سنہ ۱۰۴۶ باقی رہتے ہیں یہی آپکا سن ولادت ٹھیک ٹھیک ہے واللہ اعلم ۱۲

کے زمرہ مین شمار کیے جانے لگے۔

الغرض جب آپ ابتدائی عمر کے مرحلے طے کر چکے اور علوم ظاہری کی تحصیل تکمیل سے فارغ ہوگئے تو حضرت خواجہ محمد باقی کے فرزند رشید جناب خواجہ خرد کی خدمت مین حاضر ہوئے اور کمالات باطنی سے فیضیاب ہوئے اول اول اگرچہ آپ بصوابدید والد بزرگوار اس زمانہ کے امرا سے ملتے جلتے تھے اور شاہی دربار سے ایک معزز و ممتاز عہدہ بھی آپکے نامزد ہوگیا تھا لیکن دفعۃً آپکی فطری استعداد ظہور پذیر ہوئی اور آپنے عزلت نشینی۔ تجرید تام۔ توکل کلی ہر حال مین سنت نبوی پر عمل کرنا اختیار کیا اور یکلخت ابنائے دنیا حتیٰ کہ عزیز و اقارب سے بھی ملنا جلنا ترک کر دیا۔ ایک مشہور روایت سے ثابت ہوا ہے کہ جب آپنے تمام دنیاوی تعلقات سے دست برداری کی تو اپنی محترم بی بی سے فرمایا کہ مونس من! جس رستہ کو ہم نے اختیار کیا ہے وہ ایک نہایت ہی خطرناک اور دشوار گذار رستہ ہے اور اس مین ذرا شک نہین کہ جو سختیان اور شدتین ہمین اس راہ مین جھیلنی پڑینگی وہ سخت جگر خراش اور جانگزا ہونگی پھر باوجود کثرت شدائد و متاعب کے یہ ممکن نہین کہ ہم اس راہ کو چھوڑ کر کوئی اور راہ چلین پس اگر تم اس دردناک مصائب اور المناک مشقتون کو اختیار کرتی اور لذید و مزیدار غذاؤن قیمتی اور فاخر لباس سے پہلو تہی کرنا چاہتی نیز قبائل و عشائر سے قطع تعلق کرنا چاہتی ہو تو ہماری رفاقت مین رہسکتی ہو ورنہ تمہین اختیار ہے۔ ممتاز و محترم بی بی نے آپکی یہ تقریر سنکر تمام زیورات اور کپڑے جسم سے علیحدہ کر دیئے اور ایک نیلی پیرہن زیب بدن کر کے آپکی رفاقت کی اور دنیا کی آسایش و راحت اور تجملات پر لات مار کے راہ مولا مین قدم فرسائی شروع کر دی۔

شیخ ابوالرضا محمد نے جب اپنی مونس و غمگسار بی بی کو اس حالت مین بھی اپنا مونس و غمخوار پایا تو خالی ہاتھ والدین کے گھر سے نکلے اور فیروز آباد کی مسجد کے متصل ہی ایک تیرہ و تنگ حجرہ مرتب کر کے سکونت اختیار کی اس زمانہ مین اکثر ایسا اتفاق ہوتا تھا کہ آپ پر تین تین فاقے متواتر گزر جاتے تھے اور اگر کبھی سد رمق میسر بھی ہوتا تھا تو جو کی روٹی اور چھاچھ کے علاوہ اور کچھ نہ ہوتا جو کبھی کبھی محمد جان یا اور کوئی نیازمند خدمت اقدس مین حاضر کیا کرتا تھا۔ لیکن آپ ہمیشہ نہایت قلیل مقدار اسمین سے تناول کرتے اور باقی فقرا کو علے السویہ تقسیم فرما دیتے۔ آپکے مکان مین چولہا چکی ہنڈیہ وغیرہ کوئی چیز نہ تھی اور نہ آپنے ان چیزون کے فراہم کرنے مین کبھی کوشش کی لیکن تھوڑے عرصہ کے بعد خدا تعالی نے بغیر کسی سبب و ذریعہ کے اپنی برکت ظاہر فرمائی اور اپنے بندون کے دلون کو آپکی طرف متوجہ کر دیا دیکھتے دیکھتے

ایک نہایت خوشنما اور عالیشان حویلی بڑی شان و شوکت سے آپکے لئے طیار کی گئی اور معاش مین تمام کمال توسیع ہوئی۔

شیخ ابو الرضا محمد خود اپنا ایک ابتدائی واقعہ یون بیان کرتے ہین کہ مین خواجہ خرد کی خدمت مین حاضر تہا کہ شیخ تاج سنبہلی کے اصحاب مین سے ایک فقیر آیا جو تجرید و بے اسبابی مین انتہا درجہ کا کمال رکھتا تہا شیخ تاج حضرت خواجہ محمد باقی کے معزز و مقتدر خلیفہ تہے) چونکہ اُسپر غیبت قوی غالب تہی اسوجہ سے جو بات خواجہ خرد اُس سے دریافت کرتے تہے اُس کا جواب بہت ہی رُک رُک کے دیتا تہا اسی اثنا مین خواجہ کی زبان مبارک سے نکلا کہ جو شخص معرفت خدا کا طالب ہو اُسے اِس جو المرد کی صحبت اختیار کرنا چاہیے خواجہ کی یہ تقریر سنتے ہی اُس فقیر سے اخذ طریقت کرنے اور بیعت کرنے کی میرے دل مین خواہش پیدا ہوئی اور ایک بے اختیاری جوش کے ساتہ مین اُسکی طرف بڑہا لیکن اِس کے ساتہ ہی مین نے احتیاطاً اپنے فوری جوش کو دبایا اور استخارہ کر کے حضرت غوث الاعظم رضی اللہ عنہ کی روح مبارک کی طرف متوجہ ہوا خواب مین مجہے دکھائی دیا کہ گویا حضرت غوث الاعظم ایک کشتی پر سوار ہوے دریا کی سیر کر رہے ہین اور مین دریا کے کنارہ پر آپکی پس پشت کہڑا ہوا ہون ایکا ایکی آپ میری طرف متوجہ ہوے چونکہ آپکے ایک ایک بال سے شعاعین بڑی تیزی کے ساتہ چمک رہی تہین اسلیئے نظرون مین خیرگی اور چکا چوند پیدا ہوتی تہی حضور نے خود مجہے پکارا کہ شیخ ابو الرضا محمد یہ ہر آؤ۔ یہانتک پہنچکر مجہے ہول ہو گیا اور مین نہین کہسکتا کہ اِسکے بعد کیا ہوا لیکن اسقدر اثر مین نے اپنے دل مین ضرور پایا کہ اُس فقیر کی محبت میرے دل مین نام کو باقی نہین رہی اور خود حضرت غوث الاعظم کی جناب سے استفادہ کا دروازہ مفتوح ہوا۔

فرماتے ہین ایک اور مرتبہ مین نے جناب غوث الاعظم کو خواب مین دیکہکر عرض کیا سیدی مین اپنے ایک ایسے شخص سے بیعت کرنا چاہتا ہون جس نے آپسے اخذ طریقت کیا ہو۔ فرمائیے کہ کون شخص اِسبات کے قابل ہے فرمایا گہبراؤ نہین عنقریب تمہین جناب امیر المومنین حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی سعادت بیعت حاصل ہونے والی ہے چنانچہ مجہے اُس موقع کا بہت تہوڑا انتظار کرنا پڑا کہ ایک رات خواب مین دیکہتا ہون کہ گویا مین ایک ایسے رستہ پر جا رہا ہون جہان کوئی دوسرا آمد و رفت کرنے والا نہین ہے لیکن یہان گذرنے والون کے قدم کے نشانات برابر محسوس ہوتے ہین چنانچہ مین انہین قدمون کے آثار پر رستہ طے کرنے لگا تہوڑی دور جاکر دیکہتا ہون کہ ایک نہایت صبیح و ملیح شخص جسکی صاف و سنہری پیشانی مین ستارۂ اقبال

چمک رہا ہی رستہ کے عین وسط مین بیٹھا ہی اور باشان وشوکت بیٹھا ہی مین نے جب اُس سے دریافت کیا تو
ہاتہ سے اشارہ کرکے فرمایا کہ میری طرف چلے آؤ اُن کا یہ دل آویز فقرہ سنتے ہی مین نہایت بشاش ہوا اور
آہستہ آہستہ آگے قدم بڑھایا ازان بعد فرمایا اے آہستہ رو مین علی ہون اور جناب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم
نے مجھے اس غرض سے بہیجا ہی کہ تمہین اُن کی خدمت مین لیجا حاضر کرون مین حضرت علی رضی اللہ عنہ کی
ہمراہی مین دوڑتا چلا یہانتک کہ جناب رسالتمآب کی خدمت مین حاضر ہوا جناب علی کرم اللہ وجہہ نے میرا ہاتہ
اپنے ہاتہ کے نیچے رکھکر اپنا ہاتہ آنحضرت کے دست مبارک مین دیدیا اور فرمایا یا رسول اللہ ھذا ابنی ابوالرضا محمد
جناب نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے حضرت امیر المومنین سے بیعت لی اُسوقت میرے دل مین خطرہ گذرا کہ کیا
آنحضرت کے بیعت لینے کا یہی طریقہ ہے یا کوئی اور حضرت علی نے اس خطرہ پر فوراً مشرف ہوکر فرمایا کہ تمام لیا
اللہ کے حقمین اسیطرح وسیلہ بیعت مین ہی ہوتا ہون ازان بعد آپنے اشغال و اذکار اور اسرار کی تلقین سے سرفراز فرمایا
اور خطاب و توجہ سے عزت افزائی کی اُس زمانہ سے مین ذکر قلبی وہبی مین مشغول ہوا اور تمام اشغال و وظائف
مجھپر نہایت سہل و آسان ہوگئے۔

آپکا قد اور بدن چھریرا تہا۔ رنگ مین سرخی وسپیدی کے ساتہ ایک قسم کی ملاحت تہی ڈاڑہی ہلکی اور
کسیقدر دراز تہی۔ رخسارون پر اسقدر گوشت کم تہا کہ چہرہ کی تمام باریک رگین اُبہری ہوئی معلوم ہوتی تہین
اور سرخ وسپید رنگ مین سبزی لئے ہوئے رگین بالکل وہی لطف دکھاتی تہین جو گل سرخ مین سبز پتیان
دکھاتی ہین۔

شیخ ابوالرضا محمد کا فضل و کمال علمی ذوق علم کی اشاعت مجالس علمیہ وغیرہ

فضل و کمال کے اعتبار سے شیخ ابوالرضا محمد جس درجے کے آدمی تھے اُسکی نظیر سے ہندوستان کی تمام
علمی مجلسین خالی تہین وہ کونسا علم تہا جس مین آپکو تجربہ نہ تہا علوم نقلی و عقلی پر آپکو تمام و کمال عبور تہا ادبیہ
فنون آپکے آگے بالکل پانی تھے اگرچہ آپ بیشتر اوقات کلام صوفیہ کے معلقات حل کرنے اور علم سلوک
کی نکات و باریکیون کے استنباط کرنے مین منہمک رہتے اور روزانہ اوقات اشغال و اذکار مین صرف ہوتے تھے
تاہم یہ تمام منصبی فرائض آپکے علمی ذوق کے ماتحت رہتے تھے ان اہم اور فرائض امور کے بعد جس قدر فرصت
ملتی تہی وہ علمی مباحث مین صرف ہوتی تہی اول اول آپ طلبہ کو ہر قسم کے علوم و فنون کا درس دیتے تھے

اور مختلف علوم کے شائقین جوق جوق آپکی خدمت مین تحصیل کی غرض سے حاضر ہوتے تھے لیکن آخر مین بجز تفسیر بیضاوی اور مشکوٰۃ شریف کے اور کسی علم کا درس دینا پسند نکرتے تھے کیونکہ اس زمانہ مین آپکی طبیعت تمام علوم رسمیہ سے ہٹکر صرف قرآن و حدیث ہی کیطرف مایل تہی اور انہین دونون علمون سے خاص دلچسپی تہی یہی وجہ تہی کہ آپکا ہر وعظ اسی رنگ مین ڈوبا ہوا ہوتا تہا آپکا دستور تہا کہ نماز جمعہ کے بعد ہمیشہ وعظ فرمایا کرتے تہے ابتداءً قرآن مجید کی کوئی عبرت خیز آیت پڑھکر یا حدیثین نہایت ترتیل و آہستگی کے ساتھ درد انگیز لہجہ مین اثر بہرے اور اس خوش لہجگی اور دلیرانہ آواز مین پڑہتے کہ لوگ غول کے غول آ آکے جمع ہوتے اور ہر درجے اور ہر مرتبے کے آدمی جن مین طالب العلم علما فضلا صوفیہ رئیس شہزادے وغیرہ ہوتے تو سب آ آکے جمع ہو جاتے تھے اور تمام حاضرین ہمہ تن گوش ہوکر آپکا وعظ سنتے تھے آپکے لہجہ مین اس بلا کا درد اور اثر تہا کہ قرآنی الفاظ زبان مبارک سے نکلتے ہی سامعین کے دلوں پر ایک چوٹ سی لگجاتی اور سب کے دل کانپ اٹھتے تھے اور اسکے ساتھ ہی بے اختیاری کی حالت مین اس شدت سے گریہ و زاری کرتے تہے کہ سکوت و خاموشی کی پرامن حکومت مین زلزلہ پڑجاتا تہا۔ الغرض جب تمام سامعین آپکی طرف ہمہ تن متوجہ ہو جاتے تھے تو آپ اس قرآنی آیت اور حدیثون کا فارسی زبان مین ترجمہ فرماتے جس سے سامعین کے کلیجے ہلجاتے اور اب ہر شخص اور بھی آپکے وعظ کو رغبت کے کانون سے سننے کا مشتاق بنجاتا شیخ ابو الرضا محمد صاحب اسکے بعد تہوڑا سکوت کرکے اور پہر اردو زبان مین احادیث کا ترجمہ اور آنکے متعلقات کو اس شیوا بیانی اور دلکش پیرایہ مین بیان کرتے تہے کہ خدا رسول کی محبت کا جوش سامعین کی رگ رگ مین خون کی طرح دوڑ جاتا اور خدا کے سچے جلال کا پرتو صاف باطنون کے مجلّٰی دل پر پڑجاتا تہا۔

آپکی تقریر کا سلسلہ آناً فاناً بڑہتا چلا جاتا تہا اور تقریر کے وقت کسی موقع پر رکتے تھے سلسلہ کلام مین الفاظ و معنی کی تکرار نہ ہوتی تہی غیر معتبر اور بے سر و پا روایتون کا تو ذکر ہی کیا تہا جس فن پر آپ بحث شروع کرتے تھے تاوقتیکہ اس سلسلہ کا خاتمہ نہو جاتا تہا دوسری بحث کا پہلو ختیار نکرتے تہے اور جب ایک تقریر کا سلسلہ ختم کرنے کے بعد دوسری گفتگو شروع کرتے تہے تو بعد کی تقریر پہلی تقریر سے زیادہ موثر اور دلکش ہوتی یہ سب کچھ تہا لیکن آپکی تقریر ہر حالت مین حد اعتدال سے تجاوز نہوتی تہی اور ہمیشہ رنگ آمیزی اور مبالغہ سے خالی اور بیرنگ ہوتی تہی۔ سنگدلون کو نرم دل کر دینا اور عباد و زہاد کے دلون کا مالک بنجانا شیخ کے نزدیک کوئی بات ہی نہ تہی۔

آپکی تقریر مین اِس بلا کا جادو تھا کہ اُسکا اثر ایک عظیم الشان مجلس پر برابر پڑتا تھا اور کسی کو دم مارنے کی جگہ نہ ہوتی تھی چنانچہ ایک تمثیلی حکایت سے اسکا ثبوت اچھی طرح ہوتا ہے۔ بیان کیا جاتا ہے کہ شیخ محمد عاشق نے جو ماہرین فن اور اہل کمالات کے زمرہ مین شمار کئے جاتے تھے اور جنکا علمی تبحر اور فضل و کمال اُس عہد کے تمام لوگون کو تسلیم تھا۔ ملا یعقوب سے بھی تحصیل علوم کی تھی اور جناب شیخ ابو الرضا محمد کی خدمت سے بھی فیضیاب تھے۔ اِن کو مسئلہ توحید مین ایک گونہ تردد تھا جسکی نسبت یہ اکثر ملا یعقوب اور نیز شیخ صاحب سے دریافت کرتے رہتے تھے لیکن اسکے ساتھ ہی ملا یعقوب کے جوابات شیخ کی خدمت مین اور شیخ کی گفتگو ملا یعقوب کے پاس دوہرایا کرتے تھے رفتہ رفتہ اسکی نوبت یہانتک پہنچی کہ دونون حضرات مین تحریری مباحثہ شروع ہو گیا اور بہت دنون تک اِسکا سلسلہ ختم نہین ہوا آخر کار ملا یعقوب نے کہا کہ مین خود شیخ کی خدمت مین حاضر ہو کر اسبارہ مین بالمشافہ مناظرہ کرونگا اور دو بدو اِس مسئلہ کا ابطال کرونگا چنانچہ ایک دن خدمت شیخ مین حاضر ہوئے اور آپکی زور تقریر کو دیکھکر بالکل خاموش و ساکت بیٹھے رہے جب مجلس برخواست ہوئی اور ملا یعقوب اُٹھکر باہر آئے تو لوگون نے اِس سکوت کا سبب دریافت کیا کہا جونہی مین شیخ کے سامنے گیا میرے تمام علوم مسلوب ہو گئے اور آپکی تقریر کا مجھپر ایسا اثر پڑا کہ بات تک منہ سے نہ نکلی۔

اِس تمثیلی قصہ سے جسطرح شیخ کی زور تقریر کا حال معلوم ہوتا ہے اُسیطرح آپکی ذکاوت ذہنی اور وسعت علم کا بھی اچھی طرح ثبوت ہوتا ہے۔ خلاصہ یہ کہ شیخ ابو الرضا محمد کے علمی فضائل و مراتب کے واقعات و حکایات کتابون مین اِس کثرت سے پائے جاتے ہین جنکا ضبط و انحصار ناممکن نہین تو قریب قریب محال ضرور ہے۔ طائر خیال بلند پرواز اُنکے مراتب علم اور شان کمال کی بلندی کو پا نہین سکتا اور قلم کا مسافر اس دشوار گذار اور سنگلاخ گھاٹی مین قدم قدم پر ٹھوکرین کھاتا ہے اگر کسی کو آپکے علمی کارنامون کے دیکھنے کی خواہش ہو تو کتاب شوارق المعرفتہ کا مطالعہ کرے۔

شیخ ابو الرضا محمد کی اخلاق و عادات

شوارق المعرفتہ کے مؤلف نے شیخ ابو الرضا محمد کی قابلیت پر جو مختصر ریویو کیا ہے اُسکے الفاظ یہ ہین کہ جناب شیخ ابو الرضا محمد نہایت دقیق النظر، عالی ہمت، بلند حوصلہ، قوی العلم، فصیح اللسان، عظیم الورع، وسیع المعرفت شجاع و فیاض شخص تھے۔ آپکی ذاتی خوبیون اور عام اخلاق نے تمام لوگون کو اپنا گرویدہ کر لیا تھا آپکے حسن اخلاق

معراج کمال تک پہنچگئے تھے اور اپنے ہمعصرون مین باعتبار بعض بعض خوبیون کے سب پر فائق تھے۔ گو آپکے مزاج
مین پلے درجے کا عجز و انکسار تہا اور ہر ایک شخص سے خوش خلاقی اور تواضع کے ساتہ پیش آتے تھے مگر ساتہ ہی اغنیا
اور دولتمندون سے دلی نفرت رکھتے تھے۔ عالمگیر جیسے پابند مذہب بادشاہ نے چند مرتبہ درخواست کی کہ اگر اجازت
ہو تو در دولت پر حاضر ہوکر سعادت قدمبوسی حاصل کرون لیکن آپنے اُس کی التماس کو نگاہ قبول سے نہ دیکھا
اور اپنے پاس آنے کی اجازت ندی۔ امرا اور متمول لوگون کو آپ ہمیشہ نظر حقارت سے دیکھتے اور کبھی اُنکی طرف
التفات نکرتے اگر وہ تحائف و ہدایا بھیجتے تو آپ کبھی قبول نفرماتے البتہ اگر کوئی غریب مسلمان اور مخلص نیازمند
چار پانچ پیسے ہدیۃً خدمت اقدس مین پیش کرتا تو اُسے بڑی مسرت اور تازگی کے ساتہ اپنے دست مبارک مین
لیتے اور اُسکے حق مین دعاے برکت فرماتے آپکا قاعدہ تہا کہ تہوڑی اور حقیر چیز کو جس خوشی اور رغبت کے ساتہ
قبول کرتے کثیر اور قیمتی چیز کو اُس خوشی اور تازگی کیساتہ نہ لیتے۔

جسطرح آپکو مالدارون سے نفرت تہی اور اُنسے میل جول ناپسند تہا اُسیطرح آپ ضرورت کے علاوہ کسی کے
مکان پر بطریق ضیافت بہی تشریف لیجانا اچہا نہ جانتے تہے چنانچہ شیخ معظم پہلتی کا بیان ہی کہ جس زمانہ مین شیخ
ابوالرضا محمد ابتدائی عمر کے مرحلے طے کر رہے تہے اُسوقت آپ نہایت تنگی و عسرت کی حالت مین زندگی بسر کرتے
تھے اکثر ایسا ہوا ہی کہ آپکو دو دو تین تین روز بغیر کہائے گذر گئے ہین اور کہین سے سد رمق تک میسر نہین ہوا
ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ آپ پر متواتر تین فاقے گذر گئے اور کہانے کی کوئی چیز دستیاب نہین ہوئی اُسوقت
آپکا ایک مخلص نیازمند آیا اور عرض کیا کہ میرے گھر مین کہانا موجود ہی آپ وہانتک قدم رنجہ فرمایئے اور اِس
نیازمند کی مہمانی قبول فرما کر عزت افزائی کیجیے آپ اُٹھکر اُسکے گھر کی طرف متوجہ ہوئے جب مکان پر پہنچے
تو وہ شخص آپکو مکان کے دروازہ پر کھڑا کرکے اندر گیا کہ مستورات کو یکسو کرے خدا کی شان کہ دروازہ مین
ایک چارپائی کھڑی تہی دفعۃً اُسے حرکت ہوئی اور شیخ پر گر پڑی جس سے آپکو اسدرجہ صدمہ پہنچا کہ بیہوش ہوگئے
اور چند منٹ تک آپ عالم بیہوشی ہی مین پڑے رہے لیکن جب ہوش مین آئے تو اُٹھکر اپنے مکان پر
تشریف لائے اور فرمایا یہ خداے تعالے کی طرف سے ایک تنبیہ تہی کہ بار دیگر امر معاش مین کوشش و
تلاش نہ کرنی چاہیے چنانچہ اُسکے بعد پہر کبھی کسی کے مکان پر بطریق ضیافت تشریف نہین لے گئے
الا عند الضرورۃ۔

شیخ ابوالرضا محمد کے حالات زندگی مین جو بات سب سے زیادہ قابل وقعت اور لائق تقلید ہی وہ آپکی

بے نظیر ثابت قدمی اور عدیم المثال استقلال ہے ہر چند کہ ابتدائے زمانہ مین آپکو نہایت جگر خراش مصائب
اور جانگزا تکالیف جھیلنی پڑین لیکن کبھی حزن و ملال اور اندوہ و غم کے آثار آپکے چہرہ پر محسوس نہین ہوئے
بلکہ جسطرح خوشی اور شادمانی کے زمانہ مین آپ شادان و فرحان اور خوش دیکھے گئے اسیطرح تکالیف و
مصائب کے زمانہ مین خوش و خرم دیکھے جاتے تھے شیخ مظفر رہتکی کہتے ہین کہ ایک مرتبہ مجھپر ایک ایسے رنج و غم
کا پہاڑ ٹوٹ پڑا جس سے مین بے اختیار روتا پھرتا اور ہائے ہائے کے نعرے بلند کرتا تھا جناب شیخ
صاحب نے میرے اس مضطربانہ حال پر واقف ہوکر فرمایا عزیز من! خدائے تعالیٰ نے اپنے طالبون کی
دو قسمین کی ہین ایک کی قسمت مین فرحت و شادمانی مقدر کی ہو اور دوسرے کی قسمت مین اندوہ و ملال اور
جب یہ وراثت ازلی ہو تو پھر ملال و رنج کرنے کے کیا معنی ہ؟ -

ابتدا مین شیخ کا تورع و احتیاط حد اعتدال سے تجاوز کر گیا تھا اور اسیوجہ سے آپ کسیکا تحفہ و ہدیہ قبول
نہ فرماتے تھے چنانچہ شیخ مظفر رہتکی کا بیان ہو کہ جب مین رہتک سے شیخ کی خدمت مین حاضر ہوتا تھا تو مصری کے
کوزے آپکے لئے لایا کرتا تھا لیکن آپ انہین نگاہ قبول سے نہ دیکھتے اور فرماتے کہ گاؤن اور قصبون کے
روسا کی بیع و شرا شرعی قانون کے مطابق نہین ہوتی ہو اسوجہ سے مین اس تحفہ کو قبول نہین کرتا۔ چنانچہ
مین نے اس رسم کو موقوف کر دیا لیکن اب مین بجائے اسکے کہ شیخ کیلئے کوئی ہدیہ و تحفہ لاؤن تو قدرے مصری
آپکے صاحبزادون کو برسم ہدیہ دیدیا کرتا تھا۔ جب اسکو ایک دراز زمانہ گذر گیا تو مین ایک دفعہ رہتک سے
آیا اور مصری کے دس کوزے شیخ کے بچونکے پیشکش کئے وہ انہین لیکر شیخ کی خدمت مین آئے آپنے
اسمین سے تھوڑی سی مصری لیکر تناول کی زان بعد ایکدن میری طرف متوجہ ہوکر فرمایا شیخ مظفر! ہم نے
تمہاری لائی ہوئی مصری تناول کی واقعی بات یہ ہو کہ عجیب غریب چیز تھی یہ کہکر فرمانے لگے کہ اب ہم نے تورعات
زائدہ کو خدا حافظ کہا اور جس چیز کا ظاہر شرع حکم کرتی ہو اُسے عمل مین لائے۔

اسیطرح آپ سنت نبوی کی رعایت و اہتمام مین نہایت زیادہ احتیاط کرتے اور کبھی کسی سنت کو ترک
نہین کرتے تھے یہانتک کہ جب مسجد مین تشریف لاتے تو دروازہ پر تھوڑی دیر خاموشی کیساتھ توقف
کرتے اور بایان قدم جوتے سے نکالکر اُسپر رکھ لیتے زان بعد دایان قدم مسجد مین داخل کرتے اور اسصورت
سے مقصود یہ تھا کہ ذیل کی دونون حدیثون پر عمل واقع ہو حدیث اول لیکن الیمنیٰ اولہما تنعل و اخرہما
تنزع حدیث دوم کان النبی صلی اللہ علیہ وسلم یحب التیامن فی شانہ کلہ - اس سے صاف

معلوم ہوتا ہے کہ شیخ مین دینداری اور مذہبی جوش اسدرجہ تہا کہ آپ ادنےٰ سی ادنےٰ سنت کو کمال احتیاط و اہتمام سے ادا کیا کرتے تہے اور سنت نبوی کو کسی حال مین ترک نہین کرتے تہے ۔

شیخ ابوالرضا محمد کا تصرف و کشف وغیرہ

شیخ کے کشف و تصرف کے واقعات اس کثرت سے شوارق المعرفت مین لکھے گئے ہین جن مین سے ہم فیصدی دس کا بہی انتخاب نہین کرسکتے کیونکہ یہ چند مختصر صفحات اُن کیلیے کسی طرح کافی نہین ہوسکتے لیکن بحکم مالا یدرک کلہ لا یترک کلہ کے چند دہ واقعات اِس مقام پر درج کیے جاتے ہین جنہین مستند و معتبر لوگون نے نقل کیا ہی شیخ معظم بطحی نقل کرتے ہین کہ اورنگ زیب کے عہد سلطنت مین سنتامی کے کفار نے ایک مقام پر قبضہ کرلیا تہا جنکے مقابلہ مین مسلمانون کی افواج دارالخلافہ ہندوستان سے روانہ کی گئی اور ایک نہایت عظیم الشان وخونخوار جنگ واقع ہوئی لیکن ساتہ ہی مشہور ہوگیا کہ لشکر کفار سے ایک شخص بہی نہین قتل کیا گیا اور مسلمانون کی فوج کو انتہا سے زیادہ نقصان پہنچا اس سے خود بادشاہ اور ارکان دولت کو سخت اضطراب ہوا اور عام بےچینی و کرب پہیل گیا شیخ کے بعض رفقا اس بارہ مین دعا کے مستدعی ہوئے چنانچہ آپنے دعا کی اور فرمایا کہ خداوندی دربار مین میری دعا نے قبولیت کا جامہ پہنا ازان بعد تہوڑا زمانہ نہ گذرا تہا کہ شیخ نے نہایت جوش مسرت اور تازگی سے فرمایا الحمد للہ مسلمانون کی فتح ہوگئی اور لشکر کفار شکست کہاکر بہاگ گیا۔ آپکے رفقا جب مجلس اقدس سے اُٹھے تو شہر کے تمام کوچہ و بازار مین اس خبر کی اشاعت کی اور رفتہ رفتہ اورنگ زیب کے کانون تک پہنچی جسے وہ سنکر حیرت زدہ ہوگیا اور کہا یہ معاملہ کیا ہی باوجود کہ تاکید و تشدد کے ہنوز مخبرون نے اسبارہ مین کوئی خبر نہین دی بخت تعجب ہے کہ لوگون کو یہ خبر کیونکر معلوم ہوئی چنانچہ اُس نے اسمین تفحص و تجسس شروع کیا اور انجام کار معلوم ہوا کہ شیخ ابوالرضا محمد نے بطریق کشف یہ خبر دی ہی فوراً دربار کے ایک معتمد علیہ کو شیخ کی خدمت مین روانہ کیا اور شیخ نے اُسے جنگ کے مفصل واقعات سے مطلع کیا۔ چند روز کے بعد جب یہ خبر ہی دربار مین موصول ہوئی تو اُس مین اور شیخ کے بیان مین کچہ بہی تفاوت نہ تہا ۔

ایک اور مرتبے کا ذکر ہے کہ آپکے دل مین آیا کہ ایک ایسا دبیز اور مضبوط لباس تیار کرانا چاہیے جو ایک دو سال تک کفایت کرسکے اور احتیاط و ورع اور نفی خاطر کیلیے بہی یہی لباس سزاوار و شایان

چنانچہ آپنے ایک باشندہ کشمیر کو یہ خدمت سپرد کی اور اُس سے ایک پشمینی لباس نہایت دبیز و سخت
حاضر خدمت کیا جسے شیخ نے بڑی خوشی سے زیب بدن فرمایا اور شبانہ روز پہنے رہے دوسرے روز آپ نماز
چاشت میں مصروف تھے تمام مجلس پر خاموشی کی حکومت پھیلی ہوئی تھی اور سکوت خیز چادر اس سرے سے
لیکر اُس سرے تک تنی ہوئی تھی۔ نماز سے فارغ ہونیکے بعد آپنے ایک نہایت خوش آئندہ تبسم کیا شیخ محمد
پھلتی نے خواہین آداب ظاہر کر کے عرض کیا کہ حضرت! اس موقع پر آپکے تبسم کرنے کا کیا سبب ہے فرمایا
حق تعالے نے میرے دل میں القا کیا کہ کیا ہمارے خزانے میں کچھ کمی تھی جو تم نے یہ لباس اختیار
کیا ہم ہر حال میں تمہارے کفیل و کارساز ہیں۔ ہم تمہیں دنیا میں بھی ناز و نعمت سے رکھنا چاہتے ہیں۔ تم بھی
اس لباس کو اتار ڈالو ہم عنقریب تمہاری شان کے لائق لباس بھیجتے ہیں۔ یہ کہکر آپنے فوراً موجودہ
لباس اُتار دیا اور موعودہ لباس کے انتظار میں بیٹھ گئے شیخ معظم کہتے ہیں ہمیں اس بارہ میں بہت تھوڑی
دیر انتظار کرنا پڑا کہ ایک ضعیف عورت نے دروازہ کھٹکھٹایا اور اندر آنے کی اجازت مانگی شیخ نے
میری جانب متوجہ ہو کر فرمایا کہ دروازہ پر جاؤ اور دیکھو اگر لباس شال در شال اس رنگ ڈھنگ کا
ہو اور اُس پر سطرنج کے گل بوٹے پڑے ہوئے ہوں تو لیلو اور کہو تیرا نذرانہ مقبول ہے۔ ورنہ واپس
کر دو میں دروازہ پر گیا دیکھتا ہوں کہ ایک ضعیف عورت پرانی چادر اوڑھے ہوئے نہایت فصاحت
و بلاغت سے بول رہی ہے اور اُسکے ہاتھوں میں ایک آراستہ و مکلف لباس بالکل اسی رنگ ڈھنگ کا
ہے جیسا کہ شیخ نے فرمایا تھا میں یہ دیکھکر دنگ رہگیا اور شیخ کے اس کشف پر مجھے نہایت تعجب ہوا
الغرض شیخ نے وہ خلعت فاخرہ پہنا اور خدا تعالی کا شکر ادا کیا پھر تو آپکا یہ قاعدہ تھا کہ ہمیشہ متعدد
لباس بغیر قصد و اختیار زیب بدن فرماتے اور شاہانہ پوشاک پہنکر مکان سے نکلتے تھے۔

شیخ مظفر رہتکی کہتے ہیں کہ ورگ واہس کے واقعہ میں جب رہتک میں فتنہ و فساد شروع ہوا اور
اُسکے تمام اطراف و اضلاع تاراج کر ڈالے گئے تو میں اپنے قبایل و عشایر کو ساتھ لیکر دہلی میں آنے
لگا اُس وقت تمام دہقانی درندوں کی طرح آدمیوں کے خون کے پیاسے تھے اور ضعیفوں جیسے
لوگوں پر حملہ آور ہو رہے تھے میرے ساتھ باوجود کثرت قبائل اور مستورات کے اسباب و قماشہ کے
بہت سی بوجھے تھے جنہیں میں اسوقت وبال جان سمجھتا تھا لیکن فضل خدا سے ہم تمام راہ میں محفوظ رہے اور
امن و امان کے ساتھ وہ دشوار گذار اور سنگلاخ گھاٹیاں طے کر چکے مگر ایک مقام پر دہقانیوں کا

ایک وحشی غول ہمارا مزاحم ہوا اور غارتگری کے ارادہ سے ہماری طرف بڑھا میں نے نہایت جرأت کے ساتھ ترکش سے تیر کھینچکر کمان پر رکھا اور بڑی چیرہ دستی کیساتھ اُن پر حملہ کیا۔ دہقانیوں کا غول فوراً منتشر ہوگیا اور سب مرعوب و خوفزدہ ہوکر کھیتوں اور جھیڑوں کے پیچھے جا چھپے مجھے تعجب تہا کہ باوجود اس کثرت کے اُن کا اس درجہ مرعوب ہونے اور خوف کھاکر چھپنے کی کیا وجہ ہی لیکن جب شیخ کی خدمت میں حاضر ہوا تو یہ عقدہ تمام و کمال حل ہوا شیخ نے نہایت خندہ پیشانی سے ملاقات کی اور فرمایا شیخ مظفر! ہم اس سفر میں تمہارے ساتھ تھے اور منزل بمنزل تمہاری حفاظت و نگرانی کرتے چلے آتے تھے کیا تم نے نہیں دیکھا کہ جب دہقانیوں نے تم پر حملہ کرنا چاہا اور تم بالکل تنہا تھے اور اس وجہ سے اُن کی تاب مقاومت نہ رکھتے تھے ہم نے انہیں متفرق و پریشان کردیا اور وہ مرعوب ہوکر جھڑبیریوں کے پیچھے جا چھپے۔

ایک دفعہ باشندگان رہتک کی ایک جماعت کسی تقریب کی وجہ سے دہلی میں آئی اور سب ملکر شیخ کی زیارت کیلئے چلے رستہ میں ایک شخص نے فی البدیہ کہا کہ حقیقت میں شیخ کے کرامات و تصرفات کے حالات میں نے بہت سنے ہیں اور اس قسم کی حکایات اکثر لوگ نقل کرتے ہیں لیکن میں اُن حالات و وقعات کی اُسیوقت تصدیق کرسکتا ہوں کہ خود آنکھوں سے دیکھ لوں خیر اور کچھ نہیں تو آج صرف اسقدر چاہتا ہوں کہ شیخ مجھے خصوصیت کیساتھ حلوا روٹی کھلائیں۔ چنانچہ جب یہ لوگ شیخ کی مجلس میں حاضر ہوئے اور ملاقات کی تو آپنے اپنی عادت کیموافق ہر ایک شخص کا حال دریافت کیا اور تلطف و مہربانی سے پیش آئے اُن کے بعد گھر سے حلوا روٹی منگاکر اُس شخص کے آگے رکھا جس نے بطریق امتحان رستہ میں اسکی خواہش ظاہر کی تہی اور فرمایا کہ یہ خاصکر اسی کا حصہ ہے اسکے بعد رستہ کی باہمی تقریر بجنسہ نقل کی جس سے وہ شخص نہایت شرمندہ و خجل ہوا۔

سید عمر متوطن حصار کا بیان ہی کہ ایک دفعہ شیخ صاحب ایک خوبصورت رنگی ہوئی چادر سے اپنا جسم چھپائے ہوئے تھے اور ہرن کی خوشنما دلگیر پوست پر بیٹھے ہوئے وظیفہ میں مصروف تھے اُس وقت مجھے آپکی چادر اور ہرن کی کھال بہت ہی مرغوب اور پسند آئی میرا میلان طبع اسطرف تہا کہ اگر ممکن ہو تو ایسی ہی چادر اور اسی قسم کی ہرن کی کھال تلاش کرنا چاہیے اور بہتر تو شیخ سے یادگار کے طور پر یہی لینا چاہیے لیکن پاس آداب کے لحاظ سے میں شیخ سے اسبابت کچھ عرض نہ کرسکا اور ہر چند کہ اس خطرہ کو دل سے دور کرنے کی کوشش کرتا تہا مگر وہ رہ رہکر اُبھرتا تھا۔ اتنے میں شیخ صاحب مجلس سے اٹھے اور مجھسے فرمانے لگے تم ذرا

ٹھہرے رہنا مجھے ایک کام ہے آپ پانی کے سقایہ کی طرف تشریف لیگئے اور چادر مین جو شیرینی کا دہبہ لگا ہوا تھا اپنے ہاتھ سے دھو یا ازان بعد چادر اور ہرن کی کھال دونون کو تہ کرکے مجھو عنایت فرمایا اور ارشاد کیا کہ اولیاء اللہ کے سامنے اِس قسم کے خطرات کو دل مین راہ دینا نچاہیے۔

بیان کیا جاتا ہو کہ مسجد مین ایکدفعہ ایک عورت کا جنازہ لایا گیا اور شیخ سے استدعا کی گئی کہ آپ نماز جنازہ کے امام ہون فرمایا ہنوز یہ عورت زندہ ہے۔ اور روح نے جسم سے مفارقت نہین کی ہے اس صورت مین اُس پر نماز پڑہنا جایز نہین ہے۔ عورت کے ورثہ نے مبالغہ کیا کہ حضرت! یہ عورت یقینی طور پر مر چکی ہے اور تجربہ کے بعد ایسا کیا گیا ہے فرمایا تمہارے تجربہ نے غلطی کی ہو حقیقت مین عورت زندہ ہو انجام کار جب جنازے کو کھول کر دیکھا گیا تو عورت زندہ تہی لوگون کو تعجب اور تعجب کے ساتہ سخت حیرت ہوئی جنازہ کو اُٹھا کر لیگئے اور اسکے ایک روز بعد عورت مر گئی۔ اگرچہ شیخ ابو الرضا محمد کے باطنی تصرف وکشف کی یہ ظاہر مثالین ہین لیکن جب غور سے دیکھا جاتا ہو تو صاف معلوم ہوتا ہے کہ سن رشد کے زمانہ سے عہد انتقال تک جو بات بہی آپکی زبان مبارک سے نکلی وہ بجائے خود ایک سچا کشف اور معجزنما کرامت تہی۔ گو ان ظاہری مثالون اور تمثیلی حکایتون سے شیخ کا تصرف وکرامت بہت کچھ ثابت ہوتا ہے لیکن اس سے اعلیٰ درجہ کی مثال ایک وہ عینی واقعہ ہے جسے حافظ عنایت اللہ نے بڑے وثوق کے ساتہ بیان کیا ہو۔

حافظ عنایت اللہ کہتے ہین کہ علمی سوسائٹی کا ایک منتخب اور سندیافتہ شخص جو فضل وکمال مین بہت بڑی شہرت رکھتا تہا اور فضلاء زمانہ مین امتیازیہ نظرون سے دیکھا جاتا تہا مجھسے ملا حقیقت مین اُس کی وسعت نظر اور ذکاوت ذہنی اور زور تقریر اعلے درجہ کی تہی اور اُسکو علمی کمالات کا ہر شخص کو اعتراف تہا۔ اُس نے خاصکر مناظرہ ومباحثہ کی تعلیم مین زیادہ محنت کی تہی اور اس مقصد مین کامیابی حاصل کرنے کی غرض سے ایک خاص علمی سوسائٹی قایم کر رکہی تہی جسکا خود ہی سکرٹری تہا اور جسمین شب وروز علمی بحثین بڑے زور شور سے ہوا کرتی تہین یہ اُسی سوسائٹی کی مشق کا نتیجہ تہا کہ اس کی زبان کسی موقع ومحل پر نہ رُکتی تہی اور ہر بات کا برجستہ جواب دیتا تہا الغرض یہ شخص مجھسے ملکر کہنے لگا کہ اس شہر مین کوئی ایسا عالم وفاضل باقی نہین رہا جو علمی بحث مین مجھسے مغلوب نہین ہوا مین نے اُسکی یہ لن ترانی سنکر جواب دیا کہ کبھی تم شیخ ابو الرضا محمد کی مجلس مین بہی گئے اور اُن کی زیارت سے مشرف ہوتے ہو بولا مین نے سنا ہو کہ عوام کو تفسیر حسینی کا وعظ سناتے ہین وہ اصل نہین کسیطرح کا علم وفضل حاصل نہین ہو اور علمی فضائل سے محض بے بہرہ ہین اُس کی اس گستاخی

پر مجھے سخت طیش آیا اور غصہ کے لہجہ مین کہا کہ اس سے زیادہ بیہودہ گوئی مت کرو ذرا انکی مجلس مین جا اور کمال علم کا اندازہ کر چنانچہ جمعہ کے وعظ مین وہ شخص حاضر ہوا اور بحث کا پہلو سوچتا رہا شیخ نے اپنے باطنی اشراق سے اُس کی یہ علیحان معاوم کر کے ایک ایسا زبردست تصرف کیا کہ اُس کا سارا علم سلب کر لیا حتی کہ صرف و نحو کا ایک قاعدہ تک اُسکے حافظہ مین نہین رہا دوسرے علوم کا تو کیا ذکر ہے اُس نے اپنی حالت مین یہ فوری تغیر و تبدل دیکھکر معلوم کر لیا کہ یہ شیخ کے تصرف کا اثر ہے فوراً نادم ہوا اور علی رؤس الاشہاد اپنی لن ترانیون سے توبہ کی اور شیخ کی خدمت مین بے درجہ کی تضرع وعاجزی پیش کی آپ کو اُسکی حالت پر رحم آیا اور اُسے اُس کا علم عطا فرما کر اصلی حالت پر لے آئے زان بعد اُس نے اور بہی عاجزی و نیازمندی ظاہر کی اور سخت عاجزی و انکسار سے پیش آیا شیخ نے فرمایا بیشک مین عالم و فاضل نہین ہون اور عوام الناس کو تفسیر حسینی کا وعظ سناتا ہون آپکی یہ دل آویز اور تواضع سے بھری ہوئی تقریر سنکر اُسے اپنی گستاخی و بے ادبی پر تنبیہ ہوئی اور اب اُس نے دوبارہ اظہار نیازمندی کر کے توبہ کی اور کہا کہ مین آپ سے بیعت کرنا چاہتا ہون شیخ نے اُسکی بیعت قبول نہین کی اور فرمایا منقش و نگارین الواح کسی کام کی نہین ہوتین

الحاصل شیخ ابو الرضا محمد کے اِس قسم کے واقعات اسقدر مشہور ہین کہ تذکرہ مشائخ خاصکر اُن کتابون مین جو اس واجب الاحترام اور معزز خاندان کے حالات مین لکھی گئی ہین بکثرت پائی جاتی ہین اسی لئے مین صرف ایک اور واقعہ جو سابق کے واقعات سے بھی تعجب خیز اور حیرت انگیز ہے لکھکر اس عنوان کو ختم کرتا ہون۔

رحمت اللہ کفش دوز کا بیان ہے کہ جس زمانہ مین شیخ ابو الرضا محمد فیروز آباد کی مسجد مین تشریف رکھتے تھے اُس زمانہ مین مین بھی وہین موجود تہا ایکدفعہ کا ذکر ہے کہ مین درخت کے سایہ مین آپکے سامنے کھڑا ہوا تہا اسی اثنا مین حاضرین مین سے ایک شخص بول اُٹھا کہ سنا جاتا ہے شیخ بایزید بسطامی بعض اوقات ایک شخص پر نظر خاص ڈالتے تھے اور وہ شیخ کی قوت جذب اور حدت نظر سے مرجاتا تہا آج اس زمانہ مین اگرچہ شیوخ کا غلغلہ آسمان تک پہنچا ہوا ہے اور ہر طرف سے یہی صدا کانون مین برابر گونج رہی ہے کہ فلان شیخ اِس قدر و منزلت کا ہو اور فلان اِس رتبے کا لیکن کسی مین اُن جیسی باطنی قوت نہین پائی جاتی - یہ سنکر شیخ کی غیرت کی رگ حرکت مین آئی اور آپنے بے اختیاری جوش کے ساتھ فرمایا کہ بیشبہ بایزید بسطامی ارواح کو جذب کر لیتے تھے لیکن انہین ارواح کو دوبارہ جسمون مین ڈالنے کی

قوت نہ تھی میرے دل نے جناب نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت سے وہ تربیت حاصل کی ہے اور حضور نے مجھے وہ قوت مرحمت فرمائی ہے کہ اگر چاہوں تو کسی کی روح جذب کر لوں اور اسکے ساتھ ہی چاہوں تو واپس کر دوں۔ یہ کہکر شیخ نے مجھپر نظر خاص ڈالی اور بڑی عجلت کے ساتھ میری روح کو جذب کر لیا میں مردہ ہو کر زمین پر گر پڑا اسوقت مجھے بجز اسکے اور کسی بات کا شعور نہ تھا کہ اپنے تئین ایک عمیق اور گہرے دریا میں ڈوبا دیکھتا تھا جب میری یہ کیفیت ہوئی تو شیخ نے سائل کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا کہ اسے دیکھو مردہ ہے یا زندہ اُس نے غور میں ڈوبی ہوئی نظر سے مجھے دیکھا اور ایک ایک عضو کو ٹٹولکر عرض کیا کہ بالکل مردہ ہے فرمایا اگر تم چاہو تو میں اسے اسی حالت پر چھوڑ دوں اور چاہو تو دوبارہ اسکے قالب میں روح واپس کر دوں سائل نے لرزتے ہوئے عرض کیا کہ اگر زندہ ہو جائے تو کمال رحمت و عنایت ہے چنانچہ آپنے دوبارہ توجہ کی اور میں زندہ ہو کر اٹھ کھڑا ہوا۔ تمام حضار مجلس شیخ کی قوت دیکھکر دنگ رہگئے اور اس واقعہ کو یاد کر کے عش عش کرنے لگے۔

شیخ ابو الرضا محمدؒ کے مکتوبات و ملفوظات و مسودات وغیرہ

جناب شاہ ولی اللہ صاحب نے اپنی ایک عمدہ اور نہایت قیمتی تصنیف میں شیخ ابو الرضا محمد کے بہت سے مکتوبات جمع کئے ہیں جو بالخصوص حضرات صوفیہ اور علم سلوک کی سنگلاخ گھاٹیوں کے طے کرنیوالوں کے لئے ازبس مفید ہیں اور جن سے شیخ کے علمی کمالات کا ثبوت اچھی طرح ہوتا ہے لیکن چونکہ سب کے سب بالکل ادبی اور عوام کی دلچسپی سے خالی ہیں نیز اول تو اُن کا اُردو زبان میں ترجمہ کرنا تکلف سے خالی نہیں اور اگر نمونۃً کسی مکتوب کا ترجمہ کیا بھی جائے تو افسوس اُس سے لوگ فائدہ نہیں اُٹھا سکتے لہذا ہم اُن میں سے بعض مکتوب جو نہایت ہی مفید اور سہل ہیں اور جن سے شیخ کی خداداد ذہانت اور زور قلم ثابت ہوتا ہے بطور نمونہ معزز ناظرین کی خدمت میں پیش کرتے ہیں امید ہے کہ شائقین بڑے ذوق شوق سے پڑھیں گے۔

ایک دفعہ شیخ احمد سرہندی کے بلند اقبال اور نامور پوتے شیخ عبد الاحد نے جو اُس زمانہ کے مشاہیر مشائخ کے زمرہ میں ایک نہایت معزز و ممتاز فاضل شمار کئے جاتے تھے اور جنکا علمی تبحر و کمال بڑے بڑے مشائخ وقت کو تسلیم تھا شیخ کی خدمت میں ایک خط لکھا جسکے اخیر حصہ میں یہ عبارت تحریر تھی ثم المرجو من

مکارم کم الشریفة ان لاتنسونا من دعواتکم الصالحة فی اوقاتکم المرجوة فان الامر صعب فی الطریق تعب
و رعب قال علیه السلام وان امامکم عقبة کؤد ـــہ کیف الوصول الی سعاد ودونها + قلل الجبال ودونهن
حتوف + الرجل حافیة ومالی مرکب + والکف صفر والطریق مخوف + عزیز من اشفق من آنچہ سخن حق
است در گفت نیاید و آنچہ از غیر حق است چندان گفت را نشاید پس سخن کوتاہ باید والسلام۔

جناب شیخ ابو الرضا محمد صاحب نے شیخ ہو الاحد کے اس خط کا یوں جواب تحریر فرمایا۔

عنایت نامہ و شفقت نامہ رسید رابطہ مصادقت و یکتائی استحکام پذیرفت جن اکرم اللہ سبحانہ
عن اکرامکم و اوصلکم اللہ عز شانہ مرامکم۔ مرقوم بود کیف الوصول الی سعاد ودونها + قلل الجبال
ودونهن حتوف + والرجل حافیة ومالی مرکب + والکف صفر والطریق مخوف + انتہی الحق کہ وصول سعاد ہویت
ذاتیہ مطلقہ بالاطلاق الحقیقی بسیر مستطیل کہ مبنی بر عبور شواہق جبال اعتبارات محضہ اضافات وہمیہ صرفیہ
عالم خلق وامر است ہمچنین صعب الحصول است زیرا کہ سالک حقیقت خود را بدان مخوف گردانیدہ است مشاعر
ومدارک خویش بدان منقشی ساختہ والا فالحق سبحانہ فی الحقیقة من الوجہ الخاص اقرب الی العبد من حبل
الورید لاثمہ طریق موصوف لامامون ولا مخوف لایسع ثمہ رجل حافیة ولا مرکب ولا کف حافیة ای
خالیة اذ ممکن لیس لہ ظہور فی الناس فسبحان من احتجب باشراق نورہ واختفی باستغراق ظہورہ
ـــہ توہمت قدماء ان لیلی تبرقعت + وان لنا فی البین بالمنع اللثام + فلاحت فلا واللہ ما ثم
مانع + سوی ان عینی کان من حسنہا اعمی + ـــہ پردہ برخاست یا بدیدستم + دست با دوست کردہ در
آغوش + آن شناسد حدیث این دل ست + کہ ازین بادہ کردہ باشد نوش + ـــہ وغنی بی متی قلبی
فغنیت کما غنی + وکنا حیثما کانوا وکانوا حیثما کنا + **رباعی** روزان بتو بودم و ندانستم + شب با تو
غنودم و ندانستم + ظن بود بمن کہ من جملہ منم + من جملہ تو بودم و نمیدانستم + نوشتہ بود ندکہ "آنچہ سخن حق
است در گفت نیاید" ظاہر امراد آنست کہ در گفت نیاید بجہت قصور افہام مستمعین وگرنہ سخن اگر لفظی است
عین گفت است واگر نفسی است فمن عیان الادلہ بیان **دوہرہ** کبیرا کہر سکہہ ہو جہان سلسلے سبیل
الکٹ بانو میپل سوا کون لاوے بیل + والسلام علی اہل اللہ الکرام۔

ایک اور مرتبہ شیخ عبد الاحد نے آپکو یہ خط لکھا۔ الحمد للہ الذی اوجدناہ فوجدناہ واخرجنا من
الظلمات الی النور ففرقناہ۔ ارسل الینا بشیرا ونذیرا نتبعناہ۔ انزل علینا کتابا مستبینا فتلوناہ

رسمیہ ومقایسات فاسدہ عقلیہ اخلاط سوداویہ غیر طبیعیہ کہ سالک را از وصول بمنزل مقصود باز دارد وچنانکہ
حکیم حاذق نبود تشخیص مرض نمود بجاے ہلیلہ اسود ہلیلہ اصفر بداد حفظ صفرا نکرد ومعاونت سودا نمود کار برعکس
افتاد وحال المزاج انجامید وحاذقان طریقت وماہران حقیقت بحکمت نظری وعملی باشربہ حارہ یابسہ بتوفیق
اللہ تعالی تبدیل مزاج کنند چہ حق تعالی ظاہر ست کہ ہیچ ظاہری حجابش نیست واو باطن است کہ بجز وے
چیزے در باطن نیست قال نبینا صلی اللہ علیہ وسلم فی مناجاتہ اللہم انت الظاہر لا ظاہر فوقک وانت
الباطن لا باطن دونک ؎ توہمت قدما ان لیلی تبرقعت + وان لنا فی البین ما یمنع اللثما + فلاحت
فلا واللہ ما ثم مانع + سوی ان عینی کان من عنہا اعمی + گر نہ بیند بروز شپرہ چشم + چشمۂ آفتاب را چہ گناہ
کحالان حقیقت کحل عنایت در چشم کشند ونابینایان را چشم بخشند انی ابرئ الاکمہ والابرص کحل عنایت
جز بلسان طیور نسخہ نکنند فہم من فہم ومن لم یفہم لم یفہم فیتولیہم واللہ الہادی کحل عنایت مرکب است
از دو جزو ترقیق وتسحیق۔ ترقیق آنست کہ قلم اعلی الجروف عالیات بشگافت ودو زبان شد ظاہر الوجود وباطن
الوجود۔ باطن بدو راہ رفت امر وخلق پدید آمد۔ اجناس متنوعہ بہر کس بخشید ؎ ما در پیالہ عکس رخ یار دیدہ
ایم + مطرب بگو کہ کار جہان شد بکام ما + وتسحیق آن باشد کہ ادانی در اقاصی واسافل در اعالی تحقیق کشند
ودر چشم کشند بروق شہود بدرخشد واراضی قلوب بنور جمال مطلق منور گردد واشرقت الارض بنور ربہا وصاعقہ
سطوت احدیۃ ذات ہستی طالب را در عالم نیستی بردم کل شئ ہالک الا وجہہ بظہور پیوندد واین ہنگام ہر کس
از مرزائی خود آگاہی یابد محمد مرزا۔ مرزا محمد گردد۔

ایک اور خط میں شیخ نے اپنے پرزور قلم سے مرزا موصوف کو یہ مضمون تحریر کیا۔ ہو الحی القیوم یا عزیزی
ویا جلالی تطلب وحدانیتی وانت تشرك انانیتك بانانیتی ان ہذ الاشراك جلی لا شرك خفی۔ افلا
تخاف من عزتی ولا تستحی من فردانیتی۔ یا مرحوم انت الموہوم۔ وانا المعلوم۔ انا النور۔ وانت الظہور
انا الحق **والحقیقۃ** وانت المجاز والطریقۃ ان کنت ترید ان تکون مجدًا موحدًا فادفع الموہوم
واقم المعلوم وقل بقلبك السلیم وبسرك القدیم بلا عیب ولا ریب فی کل زمان وفی کل مکان۔
لا ہو الا انا ولا انا الا ہو فاذا رفعت البین وصلت بالعین فان شککت فیہ فانت معلول وان
ارتبت فانت معزول وان قبلت بایمانك وایقانك فانت مقبول فلا تکونن من الممترین المردودین۔
اجبت سوالك برحمتی ولکن لا تغفل عن عظمتی وعلیك ان لا تظہرہا القیت علیك عند المرجوعین

لا مرحوم الا النا طق۔ ولا مرحوم الا الواصل ان فهمت کلامی فعلیک رحمتی و سلامی۔

دوسری مرتبہ آپنے بایں مضمون خط لکہا۔ بسم اللہ الواحد الاحد قال لی الحق والملک المطلق یا قرۃ عینی ومرضائی بعزتی وبھائی کنت احدا ولم یکن شیٔ ودائی واکون شیئا سوائی اظہرت بذاتی من ذاتی شیونا تی وصفاتی وظہر الخلق والخلیقۃ وانا الحق والحقیقۃ وانا الذات لکل شیٔ وانا الحیوۃ لکل حی فالخلق کلہم قدری والخلیقۃ کلہا امری من اراد بقائی فلیراقب جلائی ولیذکر بذکر لاھوتی ولا جبروتی ولا ملکوتی وھو لا ھو الا ھو من فہم کلامی فعلیہ رحمتی وسلامی۔

شیخ عبد الحفیظ کو جو آپکے خواص اصحاب مین ایک معزز وممتاز دوست تھے اور جن کی رعایت شیخ کو ہمیشہ ملحوظ نظر رہتی تھی ایک مرتبہ یون تحریر فرمایا۔ بفہم کہ از دریائے نور نورانی حبابے اکثر بشتابی وازین حباب روتابی خود را دریا ہمان نوریابی واین فہم را بقصد وتوجہ دل برخود نگاہداری کہ قصد وتوجہ را در استبقاء حالات قلبیہ اثر تمام ہست۔ چون قصد شکستہ گردد وخطرۂ غیر راہ یابد فی الحال بخیال باز شتابد باضدادہا ودوران نور اسم ذات باسم متکلم درجائے تنہا وتاریک بدل حاضر فی الغدو والآصال علی التوالی والاتصال بگوید بجدیکہ از خود واز ہمہ بے خبر شود وروزن دل کشادہ گردد۔ ارواح جملہ فرشتگان وپیغمبران را در بیداری بیند وفوائد عظیمہ از ایشان گیرد ذلک فضل اللہ یؤتیہ من یشاء واللہ ذو الفضل العظیم ؎

چشم دل چون باز شد معشوق را در خویش دید ✽ عین دریا گشت چون بیدار شد چشم حباب ✽

اس کے بعد شیخ عبد الحفیظ نے اس حدیث قدسی کے معنی دریافت کیے جو قصۂ معراج مین وارد ہوئی ہے اور لکہا کہ اس جملہ قف یا محمد فان اللہ یصلی کی توضیح ارشاد کیجیے آپنے برداشتہ قلم یہ مضمون تحریر فرمایا۔ بخاطر فاتر وارد کہ چون آن سیمرغ قاف معرفت برہوائے عالم خلق وامر پرواز نمود بسر حد نقطہ اخیرہ عالم کون وامکان رسیدہ ہوائے دلکشائے عالم قدس حضرت الٰہی درنظر آمد از بس علو ہمت کہ داشت خواست کہ دران عالم نیز طیران نماید خطاب مستطاب در رسید کہ قف یا محمد یعنی علی النقطۃ الاخیرۃ من عالم الامر فانہا حد العبودیۃ مع مشاھدۃ الربوبیۃ فان اللہ یصلی ای یرید ان یرحم بک علی العلمین بالنبوۃ والرسالۃ ویجب ان یقف الرسول فی ھذا البرزخ حتی یستفیض المعارف والاحکام من الحضرۃ الالٰہیۃ ویفیض علی عالم خلقہ وامرہ وقیامک بمرادی اجلب رحمتی علیک من قیامک بمراد نفسک ارید وصالہ ویرید ھجری فاترک ما ارید لما یرید فانی فی الوصول عبیدۃ نفسی وفی الھجران مولی للموالی وانسب

بعلو ہمت حضرت علیہ علی آلہ الصلوٰۃ والسلام آنست کہ بعد از طیران در ہوائے عالم الٰہی درین برزخ باز آوردہ خطاب فرمودہ باشند و معانی دیگر مستبعد کہ فراخور مذاق مقلدان بعضے صوفیان متاخرا فتد۔

دوبارہ شیخصاحب نے حدیث مذکورۂ بالا کی یہ تفسیر لکھکر شیخ عبدالحفیظ کو روانہ کی۔ کہ چون آن شہباز از ہوائے کثرت اسمائے وصفات الٰہیہ درگزشتہ بقصوی برزخیہ کبرٰے کہ اول مراتب تعینات است و بحقیقت محمدیہ مسماۃ است دم گرفت کہ بعالم حقیقت ذات مجرد پرواز نماید خطاب رسید کہ قف یا محمد علی ھذا البرزخیۃ الکبریٰ التی ھی منتہی مقامات العارفین فان اللہ یصلی ای یرحم علی کمل عبادہ فی ھذہ المرتبۃ العلیا والمنزلۃ الزلفی او یرحم علی عبادہ بالامر بالوقوف فان التشوق الی طلب ما وراءھا تضییع الوقت وطلب لما لا یمکن تحصیلہ او المعنی فان اللہ یصلی ای یعبد نفسہ یعنی یثنی علی کمالاتہ الذاتیۃ و یتوجہ الیہا غنی عن العلمین لا مجال الی جد فی شئ عزتہ و حرم نفسہ سبحانہ تعالی العشق عن ھمم الرجال و عن وصف التفرق والوصال * متی ما جل شئ عن خیال * یجل عن الاحاطۃ والمثال *

یہانتک مولنا شیخ ابوالرضا محمد صاحب کے خطوط جسقدر مجھے لکھنے تھے نقل کر چکا۔ اگرچہ میرے پاس شیخ کے خطوط کا ایک بڑا ذخیرہ تھا۔ اور اس قسم کا سرمایہ بہت کچھ موجود تھا جو مجھے اس بارہ مین کافی مدد دیسکتا تھا۔ مگر مین نے اُنہین اسوجہ سے نظر انداز کر دیا کہ عام لوگون کی دلچسپی سے خالی تھے۔ صرف وہی بعض خطوط قلمبند کیئے گئے جو مغز ناظرین کی دلچسپی کے باعث تھے شیخ کے وہ تمام خطوط جو آپنے مختلف مشائخ صوفیہ اور علماء و فضلا کی طرف لکھے ہین۔ جناب مولنا شاہ ولی اللہ صاحب نے ایک جگہ جمع کر دیئے جو سنہ ۱۳۱۵ ہجری مین کتابی صورت مین طبع بھی ہو چکے ہین شائقین کو اُسکا مطالعہ کرنا چاہیئے۔

اِسکے بعد مین شیخ کے مسودات مین سے بعض وہ باتین بعینہ قید کتابت مین لانا چاہتا ہون جو نہایت ہی مفید اور قابل انتخاب ہین اور جنسے آپ کی علمی زندگی کا اقتدار اور علم و فضل کا اصل جاہ و جلال اچھی طرح ثابت ہوتا ہے۔

(۱) آپ رسالہ اصول الولایۃ مین آیہ یا ایہا الذین آمنوا اتقوا اللہ وابتغوا الیہ الوسیلۃ کی تحت مین فرماتے ہین کہ فرائض ولایت کبرٰے شش است چہار شرط بترتیب نص۔ اول ایمان بتصدیق دل و اقرار زبان دوم تقوی یعنی باکتساب مامورات و اجتناب محظورات۔ سوم طلب شیخ طریقت کہ وسیلہ عبارت ازان است راہ وصول بدوست ازو عیان است چہارم جہاد یعنی بارشاد در افناء انانیت و اثبات ہویت و دو رکن از خود

رستگاری و بقائے شہود دوست گرفتاری کہ فلاح عبارت ازان است و ولایت کبرے ہمین است۔

اسی رسالہ مین آپ یہ بھی لکھتے ہین۔ چون مرید صادق درخلوت درآید اول ہمگی از ملک خود برآید غسل کامل نماید مصلے و جامہ پاک باید تا خدمت پاکی را شاید روے بخدا آرد و دو رکعت بہ نیت توبہ گزارد و نجات خود در اداے حقوق خلق و خالق بیند۔ بتضرع و زاری در موضع خلوت نشیند تکبیر تحریمہ جمعہ و جماعت را باید بعد از خلوت شتابد از ہمراہ حذر نماید چپ و راست نظر نکند از نظر خلق پرہیزد و از لذت نفس گریزد۔ در آمد شد غفلت نورزد۔ خلوت کہ چنین نباشد ہیچ نیرزد۔ کار بذکر و مراقبہ و دوام طہارت و انکسار محکم گیرد و نزدیک کسل خود را از نماز نفل و تلاوت و درود و استغفار خالی نپذیرد و اگر ملال یابد بتجدید وضو شتابد اگر غلبہ بود بخواب تا نفس حدیث نگوید و براہ معصیت نپوید ثلث لیل و نہار خواب باید تا جسد در اضطراب نیاید شش ساعت در شب و دو ساعت در روز در ہر دو جانب بقدر درازی و کوتاہی روز و شب کم و زیادہ کند و نقصان از ثلث بتدریج حاصل کند پیش از غروب آفتاب بکمال طہارت بر مصلی رو بقبلہ بذکر و مراقبہ انتظار نماز مغرب کشد و میان مغرب و عشا بذکر و مراقبہ و نماز مواصلہ نماید کہ در تنویر قلب تاثیر تمام دارد چون صبح طلوع نماید این چہار دعا بخواند اَللّٰھم یارب انت اللہ عالم وانا عبد جاھل اسألک ان ترزقنی علما نافعا حتی اعبدک بہ ولا اھلکت۔ یارب انت اللہ غنی وانا عبد فقیر اسألک ان تحفظنی حتی لا اسأل من سواک کفاف الدنیا ولا اھلکت۔ یارب انت اللہ قوی وانا عبد ضعیف اسألک ان تعیننی حتی اغلب الشیطان بقوتک ولا اھلکت۔ یارب انت اللہ قادر وانا عبد عاجز اسألک ان تجعلنی جابرا علی نفسی حتی اقھرھا بقدرتک ولا اھلکت۔ پس دو رکعت سنت درخانہ گزارد و پیغمبر گفت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔ ہر کہ میان سنت و فرض فجر چہل و یکبار بخواند یاحی یاقیوم یاحنان یامنان بدیع السموات والارض یاذا الجلال والاکرام لا الٰہ الا انت اسألک ان تحیی قلبی بنور معرفتک یا اللہ یا اللہ یا اللہ اگر ہمہ دلہا بمیرند دلش نمیرد و ایمان بسلامت برد۔ چون بقصد جماعت از خانہ برآید گوید بسم اللہ وباللہ والی اللہ والتکلان علی اللہ ولا حول ولا قوۃ الا باللہ۔ چون بدر مسجد رسد گوید اللھم عبدک ببابک من نبئک ببابک توجہ الیک عمن سواک یبتغی فضلک ویطلب رضاءک ان لم تفتح باب فضلک فای باب سوی بابک پاے راست در مسجد نہد گوید بسم اللہ الحمد للہ والصلوۃ والسلام علی رسول اللہ و چون درآید بگوید اعوذ باللہ العظیم وبوجھہ الکریم وسلطانہ القدیم من الشیطان الرجیم از شر شیطان در امان باشد و چون اندرون مسجد رود سلام گوید و اگر کسی نباشد یا مشغول

بنماز باشد بگوید السلام علینا و علی عباد اللہ الصالحین بعد از اداے جماعت بجاے خود روبقبلہ نشستہ
بذکر و مراقبہ بجد تمام اشتغال نماید کہ خواب درین وقت سخت مکروہ است اگر خواب غلبہ نماید ذکر گویان باستادن
و نشستن دفع نماید تا چون آفتاب یک دو نیزہ بلند گردد دو رکعت بہ نیت شکر ادا نماید پس ازان ہر جا کہ
جمعیت خاطر باید در مسجد یا در خلوت بذکر و مراقبہ اشتغال نماید تا ربع روز آنگاہ چہار رکعت نماز چاشت
گزارد و اگر تعلیم و تعلم یا کارے ضروری داشتہ باشد بقدر حاجت بکار خود مشغول گردد و الا تجدید وضو
بذکر و مراقبہ بنشیند۔ اگر خوردنی موجود باشد بخورد و در وقت خوردن بزبان ذاکر و بدل نیک حاضر باشد
بعد ازان بہ تجدید وضو بذکر در قیلولہ رود چنانکہ بیداری پیش از زوال آفتاب غنیمت شمرد تا در وقت زوال
آفتاب بطہارت کاملہ روبقبلہ بر سجادہ ذاکر و مراقب نشستہ باشد چون آفتاب برگردد چہار رکعت صلوٰۃ
زوال ادا نماید۔ بعد از اداے نماز ظہر اگر امرے ضروری از زیارت و عیادت و تعلیم عیال و پرسش احوال
شان داشتہ باشد بقدر ضرورت اشتغال نماید و شتاب از نزد ایشان برخیزد و استغفار کند حسنات الابرار
سیات المقربین۔ پس ازان تکمیل طہارت تہیہ نماز عصر کند و میان عصر و مغرب بذکر و مراقبہ مواصلت
نماید ؎ عمر برف است و آفتاب تموز * اندکی ماند خواجہ غرہ ہنوز * دل گفت مرا علم لدنی ہوس است
تعلیم کن و گرت بدین دسترس است * گفتم کہ الف گفت دگر ہیچ مگو * در خانہ اگر کس است یک حرف بس است

شیخ ممدوح کی ان دونون عبارتون سے صاف ظاہر ہوتا ہی کہ آپ شب و روز طاعت خداوندی
مین غرق رہتے تھے اور ان منصبی فرائض اور اہم معاملات مین جو وقت دم لینے کو ملتا تھا وہ مذاکرۂ علمیہ
مین صرف ہوتا تھا۔ نیز یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ آپ کو عملی زندگی احکام شریعت کے دائرہ مین بسر کرنے کا
خیال بدرجہ غایت رہتا تھا اور آپ کون کون سے افعال کو جائز اور کن کن باتون کو ناجائز قرار دیتے تھے محترم
و بزرگ شیخ کے حالات زندگی پڑہنے والے خود بخود اس بات کی بخوبی جانچ کر سکتے ہین کہ عہد طفولیت سے
لیکر زمانہ انتقال تک جس شخص کی زندگی بالکل آسمانی شریعت کی پابندی اور نبی معصوم کے احکام کی
متابعت مین گزری وہ شیخ ابو الرضا محمد۔ جناب شیخ وجیہ الدین کے فرزند رشید اور مولانا شیخ عبد الرحیم
صاحب کے برادر کلان تھے قطع نظر ان تمام باتون کے عبارات مذکورہ سے شیخ کی انشا پردازی اور زور
قلم کا کمال بھی بخوبی واضح ہوتا ہے۔ آپنے اُن طوالانی مضامین اور غیر محدود مباحث کو جنکے لیے صدہا
اجزا سیاہ کیے گئے ہین اور بڑی بڑی ضخیم کتابین لکھی گئی ہین نہایت مختصر اور چھوٹے چھوٹے جملون

ہیں کس خوبصورتی سے ادا کیا ہے۔ پھر اسپر عبارت کا طرز جیسا دلکش اور موثر ہے اظہر من الشمس ہے
سالے کہ نکوست از بہارش پیداست ؂

علاوہ ازین شیخ کے مسودات میں ہمیں بعض وہ عبارتیں بھی دستیاب ہوئی ہیں جو تصوفی تحقیقات
میں اعلیٰ درجہ کا نمونہ ہیں اور صوفیائے کرام کی موجودہ اور آیندہ نسلوں کیواسطے ایسی ہی ضروری اور لازمی
ہیں جیسے جسم کیلئے روح یا آنکھوں کیواسطے نور چنانچہ بطور نمونہ چند عبارتیں نقل کیجاتی ہیں۔ آپ لکھتے
ہیں کہ الفناء فقد ان لوازم البشریة اما ذهولا عن علمها او علما بالعدامها او حالا حقیقیا وللفناء
تسع مراتب۔ الاولى الذهول وهو عبارة عن عدم شعور العبد بنفسه عند الاستغراق فی ذکر الحق لاهل
الحجاب او عند بروز انوار الجمال لاهل الكشف۔ الثانية الذهاب وهو فناء العبد عن افعاله بشهود افعال
الحق كالقلم بيد الكاتب وقد يطلق على الترقی۔ الثالثة السلب وهو عبارة عن فناء صفات الخلق
بظهور صفات الحق۔ الرابع الاصطلام وهو فناء العبد عن ذاته بوجود ذات الحق۔ الخامسة الانعدام
وهو فناء العبد عن فناءه فلا يبقى عنده شعور بانه فانی السادسة السحق وهو زوال الحس من نفس
العبد فتقبل الصفات الالهية من غير تأمل كما تقبل صفات نفسه فهو اول مقامات التحقق بالله
السابعة المحق وهو زوال الحصر والحد من جسمانية العبد وروحانيته الثامنة الطمس هو ذهاب احكام
البشرية من طبعه وعادته فظاهره وباطنه فلا يغيره الجوع المفرط والسهر الدائم وغيرها التاسعة
المحو وهو كمال الزوال بسائر آثار الخليقة بظهور آثار الحقيقة فالمراتب الخمس الاول مخصوصة باهل
الفناء والاربعة الاخيرة باهل البقاء والبقاء صفة الهية يتصف بها العبد بعد فناءه عن نفسه

محترم شیخ کے ایک مسودہ میں بسم اللہ الرحمن الرحیم کی تفسیر بھی ہمیں نظر پڑ گئی ہے چونکہ نہایت
دلچسپ ہے اور ایک نرالے ڈھنگ کی تفسیر ہے قطع نظر اسکے دلکش اور موثر بھی ہے اسلئے ہدیہ ناظرین
کرتے ہیں ؂

بسم اللہ الرحمن الرحیم **الباء** متعلقة بمقدر عام هو الوجود الاسم هو تجلی الذات بصفة من الصفات
والله علم للذات واجب الوجود الموجود بنفسه المستجمع لجميع صفات الكمال المتقدس عن جميع جهات
النقصان **والرحمن الرحيم** هو اسمان من الرحمة بمعنى التفضل والاحسان والاول باعتبار
الفيض الاقدس الذی يحصل به الصور العظيمة المسماة بالحقائق والماهيات مع استعداداتها

والثانی باعتبار الفیض المقدس الذی یحصل بہ تلک الماھیات فی الخارج مع لوازمہا وتوابعہا والمعنی فیاض الحقائق والماھیات فی الحضرۃ العلمیۃ اولا ونقیض الوجود علیہا فی الخارج ثانیا فہما صفتان لاسم اذ بدلان منہ او بیانان لہ او خبران لمقدر عائد الیہ او مفعولان لاعنی بیانا لہ ولیسا بمتعلقین بالجلالۃ لانہ لیس الذات الرحمن الرحیم سواھما والمعنی ان وجود کل شئ بظہور ذات الواجب تعالی فی حضرۃ الغیب والشہادۃ۔

اس دلچسپ اور لطیف تفسیر سے واجب الاعتصام مفسر کا جس درجہ علمی تبحر ثابت ہوتا ہے حقیقت یہ ہے کہ اسکی نظیر بہت مشکل سے ملسکتی ہے جو لوگ آپکے حالات زندگی پڑہین گے اور آپکے مکتوبات و مسودات بامعان نظر دیکھین گے انہین خود معلوم ہوجائے گا کہ آپ کس قدر و منزلت کے شخص تھے اور آپ کا علمی کمال کس درجہ پر پہنچگیا تہا۔ آنرا کہ عیان ست چہ حاجت بہ بیان ست۔ ہم مولٰنا شیخ ابو الرضا محمد صاحب کے علمی حالات اور بعض خطوط و مسودات کے موثر و دلکش مضامین نقل کرچکے اب آپکے کچھ حکیمانہ اقوال اور عبرت و نصیحت مین ڈوبے ہوے مقولے لکھتے ہین جنسے آپکے فضل و علم کی شان معلوم ہوتی اور علمی تبحر اور بھی ثابت ہوتا ہے۔

حضرت مولٰنا شاہ ولی اللہ صاحب نے ایک مستقل کتاب لکھی ہے جسمین جناب شیخ ابو الرضا محمد کے بیشمار دل آویز مقولے جمع کئے ہین۔ یہ اگرچہ ایک نہایت مختصر سا رسالہ ہے۔ لیکن تصوف و نصائح سے لبریز ہے۔ جس مقام کو پڑھو یہی معلوم ہوتا ہے کہ معنی خیز مضامین کا دریا نہایت زور شور سے لہرین لے رہا ہے۔ الفاظ کی بندش عبارت کی چستی اس غضب کی ہے جسے دیکھکر بڑے بڑے فاضل دنگ رہجاتے ہین اسکی عبارت سے جسقدر بزرگ شیخ کا فاضلانہ اور عالمانہ پن برستا ہے اُسیقدر مطالب کی خوبی اور عمدگی آپکے علو شان اور بینظیر تبحر کو ثابت کرتی ہے۔ مین اسمقام پر اُسی رسالہ مین سے چند مفید اور نصائح سے بھرے ہوئے مقولے انتخاب کرکے اپنی ناچیز تالیف مین درج کرتا ہون۔

(۱) شیخ فرماتے ہین کہ ایمان کی ایک معلوم و معین حد ہے کہ جب وہ اُس حد تک پہنچ جاتا ہے تو پہر کبھی اُسکا زوال نہین ہوتا۔ اسیطرح اعمال کے لئے بھی ایک مقرر حد ہے کہ جب وہان عروج کرجاتے ہین تو پھر مردود نہین ہوتے۔ ایمان کی ادنے درجہ کی حد یہ ہے کہ ایماندار کے سینے مین ایک محسوس نور ظاہر ہوجائے جس کی روشنی اور چمک سے اُسپر اُسکے باطنی آثار اچھی طرح نمودار ہوجائین اُسوقت آپنے

ارشاد کیا کہ مین نے ایک رات اپنے سینہ مین ایک نور دیکھا جو چراغ کی طرح دہک رہا تہا اور جس کی روشنی
مین مجہے گہر کے تمام اطراف اور اثاث بیت اچہی طرح نظر پڑتے تھے اسی اثنا مین خدا تعالی نے مجہپر الہام فرمایا کہ
ادنے درجہ کا ایمان جو میری جناب مین مقبول ہی اسی نور کے مانند ہی جسے مین ایمانداروں سے سلب نہین کرتا۔ اس کے
ذیل مین جناب مولنا شاہ ولی اللہ صاحب فرماتے ہین کہ شیخ کی مراد نور ایمان سے طہارت وطاعت کا نور ہی
جیسا کہ مین نے حسب موقع بیان کیا ہی"

(۲) فرماتے ہین کہ انسان فلاح دارین اسیوقت حاصل کرسکتا ہی جبکہ عقاید مین انبیا علیہم السلام کی تقلید کرے
اور بغیر کم وبیشی کے تقلید کرے جیسا کہ قدمار اہل سنت کا مذہب ہے لیکن شرط یہ ہی کہ کسی صاحب کشف سے ملاقات
کرے جو ان عقاید کی تفصیل وتحقیق پر کما ینبغی تنبیہ حاصل کرائے۔

(۳) آدمی قبیح وناشائستہ صفات ترک کردیتے اور اخلاق کو مہذب وآراستہ کرنے کی وجہ سے گو فرشتہ ہی کیون
نہ بنجائے لیکن پہر بھی ولایت خاصہ کے کمال کے مقابلہ مین یہ کچہہ بہی کمال نہین ہی وجہ یہ کہ خدا تعالی فرشتون کی
حکایت نقل فرماتا ہے کہ وما منا الا لہ مقام معلوم اس سے صاف ظاہر ہوتا ہی کہ ملائکہ کے مقامات معلوم
المقادیر مین اور صاحب ولایت خاصہ کا مرتبہ جو تجلی ذات کے شرف سے معزز وممتاز ہوچکا ہی کوئی حد اور انتہا نہین
رکہتا البتہ ایسا شخص خداوندی عنایتون کا مورد اور خوارق وکرامات کا مصدر ضرور ہوتا ہی کیونکہ کرامات کا صدور
اوصاف ذمیمہ کے ترک کردینے اور انوار طاعات سے معمور ہونے کی وجہ سے ہوتا ہی یہ سب کچہہ ہی لیکن
شخص موصوف حقیقت مین طریقہ ولایت مین داخل نہین ہی کیونکہ ہنوز خودداری اور تن آرائشی مین مصروف ہے
اور جب یہ ہی تو اولیاء کے زمرہ مین شمار نہین کیا جاسکتا۔

(۴) تمام ریاضات مین عمدہ اور بہتر ریاضت یہ ہی کہ آدمی دائمی توجہ کیساتھ کھانے پینے مین درمیانی راہ اور
متوسط درجہ اختیار کرے۔ افراط وتفریط سے ہمیشہ مجتنب ومحترز رہی۔

(۵) جب حضور دلمین مضبوطی اور استحکام کیساتھ جگہ کرلیتا ہی تو پہر کسی چیز کی طرف ملتفت ہونے اور باتین
کرنیسے زوال پذیر نہین ہوتا البتہ غامض ودقیق علوم کی تعلیم وتعلم مین مشغول ہونے کی سبب سے خفیف سا حجاب
واقع ہوجاتا ہی لیکن جسے ملکہ حضور ویسا ہی ذہن نشین ہوجاتا ہی جیسے آنکہہ مین بینائی تو اب کوئی چیز بھی
اُسکے لیے حاجب نہین ہوسکتی۔

(۶) اہل سنت اور معتزلہ وشیعہ جو دیدار الٰہی مین نزاع کرتے ہین تو یہ صرف لفظی نزاع ہی کیونکہ معتزلہ وشیعہ اسی حد

سے انکار کرتے ہین کہ رویتِ خداوندی جہت کا تقاضا کرتی ہے اور خدا تعالی جہت سے پاک و منزہ ہے اسکے سا
ہی وہ انکشاف اتم رفع حجب کو ثابت کرتے ہین - مگر اہل سنت اسبات کے قایل ہین کہ دیدار الہی بے کیف و بے جہت
ہوگا اور یہی عین انکشاف اتم ہے -

(۷) جو چیز عام لوگون کو قیامت کے دن نصیب ہوگی وہ اولیا اللہ کو دنیا مین میسر ہو جاتی ہے چنانچہ وہ دنیا
ہی مین خداوندی دیدار سے مشرف ہوجاتے ہین اور اسکی ذات مقدس اشکال سے منزہ دیکھتے ہین پھر اسبارہ
مین وہ مختلف المقامات ہوتے ہین بعضون کو صرف ایسا معلوم ہوتا ہے جیسے بجلی کہ ادھر سے کوند کر ادھر چلی
گئی اور بعضون کو اس سے کسیقدر زائد لیکن جو حضرات کاملین ہین اور ان کا رتبہ ولایت معراج کمال کو پہنچ گیا ہے
وہ ہمیشہ دیدار الہی مین محو رہتے ہین جیسا کہ حضرت امیر المومنین جناب علی کرم اللہ وجہہ فرماتے ہین کہ
لم اعبد اھا حتی لم ارہ -

(۸) اولیاء اللہ کے سلسلے اور انکے طریقہ مین داخل ہونیکے یہ معنی ہین کہ اس پاک و برتر نفوس قوم کی ریاضیات
پر عمل ہو اور اسکے باجاہ و جلال اور نتھرے ہوئے مشارب کو قبول کرے جو شخص ان باتون کو پیش نظر نہ رکھے اور
ان رنگون مین رنگین نہ ہو اسے اس برگزیدہ اور معزز و مقتدر قوم کے سلسلہ مین داخل نہ سمجھنا چاہیئے اگرچہ بظاہر
کسی ولی سے ارتباط کیون نہ پیدا کیا ہو -

(۹) ہمارے عرفاء زمانہ کو ذاتی تجلی میسر نہین ہے ورنہ اپنے اور اپنی اولاد و اقارب کی حصول اغراض
کے لیئے سلاطین کے محتاج نہوتے -

(۱۰) عارف کو اسبارہ مین جراٴت کرنا نہایت ہی نامناسب ہے کہ دوسرے عارف کے مرید کو اپنا گرویدہ بنائے -
اور اپنے طریقہ کی طرف مائل کر کے اسکی اس توجہ مین شورش ڈالدے جو شیخ اول سے حاصل ہے اگر کوئی شخص
باصرار پیش آئے اور اسکے طریقہ مین داخل ہونا چاہے تو اسوقت بھی اسے یہی مناسب ہے کہ اسکے شیخ کے حوالہ
کردے اور اپنے سلسلہ مین داخل نہ کرے البتہ اگر اسکے شیخ نے سفر آخرت قبول کر لیا ہو یا کسی دوسرے شہر
مین چلا گیا ہو تو مضائقہ نہین ہے -

(۱۱) جسکو ذوق مشاہدہ حاصل ہو جاتا ہے پھر وہ کسی معصیت سے زائل نہین ہوتا -

(۱۲) ولی - دنیا مین آگ سے جلایا جاتا اور تلوار سے مار ڈالا جاتا ہے کیونکہ اسکے عناصر روح پر غالب ہو جاتے
ہین اور فضاء اخرویہ مین اسکے برعکس حالت پیش آتی ہے لیکن یہ انہین اہل کمال کو نصیب ہوتی ہے جنسے

حجب امکانیہ اُٹھ جاتے ہین۔

(۱۳) شیخ فرماتے ہین کہ ایک فاضل نے کسی صوفی سے دریافت کیا کہ صوفیائے کرام اسقدر ریاضات ومجاہدات کی سختیان اور تکلیفین کیون جھیلتے ہین۔ جوابدیا کہ اگر تجھے اِسبات کی اُمید دلائی جائے کہ فلان شخص مشقت کی برداشت کریگا تو حکومت کی باگ تیرے ہاتھ مین دیدیجائے گی یا بادشاہ کی گردن تیرے آگے جھکا دیجائیگی تبا اسوقت تو یہ تمام مشقتین اور مصیبتین گوارا کریگا کہ نہین وہ بولا کہ نہ صرف ہین ہی بلکہ جس شخص کو ان باتون کا متوقع کیا جائیگا نہایت خوشی اور ذوق شوق سے بڑی بڑی سختیان جھیلنے کو تیار ہوجائیگا اِسپر صوفی نے کہا کہ ہماری اِن جانفرسا ریاضات اور جگرخراش مجاہدات کی یہی وجہ ہے کہ خدا تعالیٰ اپنی عظمت وجبروت اور پورے جاہ وجلال کیساتھ ہمارے خانۂ دل مین جلوہ فرما ہوتا ہے۔

(۱۴) ایکدفعہ جملہ اذا تحیرتم فی الامور فاستعینوا باصحاب القبور آپکے پیش نظر تھا جسکی تفسیر وتوضیح آپنے یون فرمائی کہ اصحاب قبور سے مدد چاہنے کا یہ مطلب ہے کہ اُن کے حالات یاد کرکے عبرت پذیر ہو کیونکہ مردون کے حالات یاد کرنے اور اُن سے عبرت حاصل کرنیسے دنیاوی امور کے تعلقات کی رگ کٹجاتی اور فکر معاش مضمحل ہوجاتا ہے۔

(۱۵) حدیث ان الدنیا اشبہ من جیفۃ منتنۃ کی تفسیر مین فرمایا کہ دنیا انسان کو خدا تعالیٰ کی طرف متوجہ ہونے سے مانع آتی ہے کیونکہ انسان کا دلی تعلق اُسکے ساتھ وابستہ ہوتا ہے بخلاف مردار کے کہ اُسمین یہ صفت پائی نہین جاتی اسلئے دنیا۔ مردار سے زیادہ قبیح شنیع ٹھہری۔

(۱۶) فرماتے تھے مخالف شریعت کوئی بات مُنہ سے نکالنا کذب فی الاقوال ہے اور شریعت کے برخلاف کوئی کام کرنا کذب فی الافعال اسی طرح ایک حال سے دوسرے حال کی طرف متلون ہونا کذب فی الاحوال ہے۔

(۱۷) آپ اکثر اوقات فرمایا کرتے تھے کہ اہل شہود حسین اور خوبصورت عورتین اور بے ڈاڑھی مونچھ کے نازک اندام لڑکون کی طرف بالکل التفات نہین کیا کرتے ہین کیونکہ اُن کی نظر اِن لوگون سے تجاوز کرکے منتہائے حقیقی پر پڑتی ہے البتہ جو لوگ نعمت عظمےٰ سے محروم ومحجوب ہوتے ہین وہ خوبصورت عورت کی طرف مائل ہوتے اور بدصورت عورت سے اعراض کرتے ہین لیکن عارف کے نزدیک دونون مساوی حکم رکھتی ہین اسیطرح اہل شہود راگ سننے سے متلذذ نہین ہوتے کیونکہ راگ کی صرف اسیقدر کائنات ہوتی ہے کہ گویے

سے کے منہ سے نکلکر سننے والیکے کان تک پہنچتی ہو اور اگر گویا شدید الصوت ہے، تو غایت ما فی الباب یہ پچاس یا سو قدم تک پہنچتی ہو اور اس اولوالعزم اور خوش نصیب قوم کے ذوق شوق کی کوئی انتہا ہی نہین ہے۔

(۱۸) عارف کامل کبھی انجام اور خاتمہ پر نظر نہین ڈالتا کیونکہ یہ اُسکے حق مین نقصان صریح ہو اگر بزار رستے یہ دل کے بجہانیوالی ندا سنتا ہو کہ ہم نے تجھ بدبخت اور شقی کیا ہی یا یہ خوشخبری کان مین پہنچتی ہو کہ تیرا خاتمہ بخیر ہے پھر تقدیر ان دونون باتون کیطرف التفات و توجہ نہین کرتا ہے اور اُس عاجل نفع کو جو اُسے نقد وقت حاصل ہو یعنی جمال محبوب کا مطالعہ رجا، آجل کے حصول مین نہین چھوڑتا ہی۔

(۱۹) اہل شہود سانپ بچھو اور شیر چیتے اور چورون ڈاکوون سے کبھی خائف نہین ہوتے یہی وجہ ہو کہ بعض اکابر نے امتحان کی غرض سے اپنے نفوس کو ان خطرناک اور وحشت انگیز مقامات مین ڈالدیا ہی جو درندون اور زہریلے جانورون کے بن کہے جاتے تھے اور جہان آب و دانہ کا نام و نشان تک نہین پایا جاتا تھا لیکن اسپر بھی جب انکے دلون مین کسی قسم کا خوف و خطر پیدا نہین ہوا تو معلوم کرلیا کہ اب ہم مین کمال پیدا ہوگیا ہی اور ہماری عملی زندگی ایک بڑے عروج پر پہنچکی ہو۔

(۲۰) خالد بن سنان کا جو یہ قصہ مشہور ہے کہ انہون نے انتقال کیوقت لوگون کو تاکیدی حکم کیا تہا کہ مجھے چالیس روز کے بعد قبر سے نکال لینا تاکہ مین عالم برزخ کے تمام احوال تم پر ظاہر کرون اور جو چیزین وہان موجود ہین اُن کی ٹہیک ٹہیک خبر دون" اسکے بارہ مین آپنے فرمایا کہ جو شخص عالم دنیا سے سفر کرکے عالم برزخ مین پہنچ گیا پھر اُسکا بدن ناسوتی کے ساتہ جو تجزی و تبعیض اور خرق والتیام کے قابل ہو دنیا مین معاودت کرنا ناممکن ہو لیکن جسم مثالی کیساتہ جو تجزی اور خرق و التیام کے قابل نہین ہو رجوع کرنا جائز ہے جیسے حضرت جبرئیل دحیہ کلبی کی صورت مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت مین آتے تھے اسی طرح انبیا علیہم السلام اور اولیاء کرام کی مقدس و پاک روحین اجسام مثالیہ مین متشکل ہوتی ہین ہمین ذرا شک نہین کہ نفوس کاملہ تا قیامت دنیا مین موجود ہین مختلف شکلون مین متشکل ہوسکتے اور خدا کیطرف سے اُنہین وہ قوت عنایت ہوتی ہو کہ جو شکل و صورت چاہین اختیار کرین لیکن عالم برزخ مین داخل ہونے کے بعد ناسوتی جسم اختیار نہین کرسکتے پس خالد بن سنان کی مراد یہی تھی کہ مین بدن مثالی کے ساتہ دنیا مین رجوع کرونگا نہ جسم عنصری کیساتہ۔

یہان تک مین نے شیخ ابو الرضا محمد صاحب کے ملفوظات نقل کیے جنسے آپ کا کمال علم اور تبحر ناظرین
سوانح کو اچھی طرح معلوم ہوگیا ہوگا ان کے علاوہ اور بھی بہت سے عالمانہ مقولے کتابون مین لکھے
ہوئے ہین جنکے درج کتاب کرنے سے مجھے تطویل کا خوف ہو ناظرین کتاب شوارق المعرفۃ کی سیر کرین
اور آپکے دل آویز اقوال اور حکیمانہ مقولون سے لطف اٹھائین۔ اب مین اس باب کو آپکے وفات
انتقال پر ختم کرتا اور معزز ناظرین کو چوتھے باب کی حیرت انگیز سین کی سیر کراتا ہون۔

شیخ کا انتقال

شیخ محمد ظفر رتنکی کا بیان ہے کہ جناب شیخ صاحب ابتدائی زمانہ مین اکثر اوقات فرمایا کرتے تھے کہ
ہماری عمر پچاس ساٹھ سال کے درمیان ہوگی اور ان دونون حدوون کے مابین ہماری زندگی کا پیمانہ
لبریز ہوکر چھلک جائیگا چنانچہ جب آپنے اپنی عمر کے پچاس مرحلے طے کرکے آگے قدم رکھا تو مجھے شیخ کا وہ
ارشاد یاد آیا اور ہمیشہ ہی خطرہ پیش نظر رہا لیکن اتفاق وقت سے جب آپ چھپن سال کی عمر کو پہنچے تو مجھے
ایک ایسی تقریب پیش آئی جس کی وجہ سے مجبوراً رہتک جانا پڑا۔ رخصتانہ ملاقات کے وقت مینے شیخ سے
اسبارہ مین دریافت کیا اور ساتھ ہی یہ بھی عرض کیا کہ اگر ارشاد ہو تو مین اس سفر کو ملتوی کرکے کسی اور
زمانہ کیلئے اٹھا رکھون آپنے ایک خوش آئندہ تبسم اور نہایت ہی دلگیر مسکراہٹ کے ساتھ میری طرف دیکھا اور
اس امر کے اظہار کرنیسے اعراض فرمایا ازان بعد ارشاد کیا کہ نہین تمہین وطن ضرور جانا چاہیئے اور اسبات کا
بالکل خیال کرنا نہین چاہیئے۔ گویا یہ آخری کلمات تھے جو محترم و بزرگ شیخ کی زبان مبارک سے نکلکر میرے
کانون مین پہنچے جب مجھے وطن مین شیخ کے انتقال کی خبر پہنچی تو اپنی بدقسمتی اور محرومی پر سخت افسوس ہوا اور ذیل
کا شعر ایک بے اختیارانہ جوش کیساتھ میری زبان پر جاری ہوگیا ؎

حیف در چشم زدن صحبت یار آخر شد   روئے گل سیر ندیدیم و بہار آخر شد

الغرض گلشن شاعر جو شیخ کے انتقال کیوقت آپکی مجلس مین موجود تھا مین اُسکے پاس گیا اور انتقال
کی کیفیت دریافت کی اُس نے نہایت سوز و گداز کے ساتھ بیان کیا کہ جب شیخ کے انتقال کا وقت
قریب ہوا اور آپ زندگی کے تمام مرحلے طے کرچکے تو شیخ عبد الاحد ایک دن آپکی زیارت کیلئے تشریف
لیگئے اُسوقت مین بھی شیخ کے ہمراہ تھا جب شیخ عبد الاحد اور اُنکے ساتھ مین آپکی خدمت مین پہنچے تو اُسوقت

آپ اپنی عادت کے برخلاف چارپائی پر تشریف رکھتے تہو اور تمام اصحاب فرش زمین پر سر جہکائے ہوئے بیٹھے تہو اُسوقت مجلس کا عجب عالم تہا چارون طرف سکوت و خاموشی کی حکومت پہیلی ہوئی تہی اور حاضرین مجلس حالت بیخودی مین محو تھے شیخ نے مولنا عبد الاحد کو دیکھتے ہی ایک خوش آئندہ تبسم کیا اور خندہ پیشانی کے ساتھ ملاقات کر کے اُسی چارپائی پر اپنے برابر بٹھا لیا جس پر خود تشریف رکھتے تھے اگرچہ ایک عرصہ تک یہ صحبت رہی مگر باہم کسی قسم کی گفتگو اور کلمہ و کلام نہین ہوا۔ معلوم ہوتا تہا کہ گویا آپکا دل تمام تعلقات سے وارستہ ہو گیا تہا اور ایک بے خودی کی حالت طاری ہو گئی تہی اور اِسی بیخودی اور فرط رسیدگی کی وجہ سے آپ مکالمہ مین مشغول نہین ہو سکتے تھے تہوڑی دیر یہی حالت رہی زان بعد آپ چارپائی سے اُٹھ کھڑے ہوئے اور چونکہ آپکے اہل خانہ شیخ عبد الاحد صاحب سے قریبی رشتہ داری رکھتے تھے اسلیئے شیخ کو اپنے ساتھ گھر مین لیگئے اور اُسی اسلوب کے ساتھ بے گفت و شنید تہوڑے عرصہ تک صحبت رہی۔ اِسی اثنا مین آفتاب مغربی گھاٹیون مین دبک دبک کر غروب ہو گیا اور موذن نے اذان مغرب دی۔ اُسوقت شیخ فخر عالم نے جو بزرگ شیخ کے فرزند رشید تھے اور عمر مین سب سے بڑے علم و فضل مین سب سے افضل تھے عرض کیا کہ جناب! اذان ہو گئی ہے باہر تشریف لیچلیئے شیخ نے اوپر کی طرف سر اُٹھا کر فرمایا کہ بابا! کیا ابھی تک اندر و باہر مین فرق و امتیاز باقی ہے یہ کہکر آپ اُٹھے اور مسجد مین پہنچکر نہایت خشوع و خضوع کے ساتھ نماز ادا کی۔ اِس صحبت کے منقضی ہونیکے بعد شیخ عبد الاحد صاحب نے فرمایا کہ محترم شیخ گویا اسی ہیئت پر بیٹھنے کے ساتھ مامور ہین اور گویا آپکے انتقال کا زمانہ قریب ہی آپہنچا ہے اور رفیق اعلٰی کی طلب آپ پر بہمہ وجوہ غالب آگئی ہے چنانچہ اسکے بہت تہوڑے عرصہ بعد آپکا انتقال ہو گیا۔

شیخ کے اصحاب کی ایک جماعت نے جو ہمیشہ خدمت اقدس مین حاضر رہتی تہی آپ کے وقعات انتقال کی بابت یون تحریر کیا ہے کہ ابتدا مین آپکو کچھ یون ہی کسل و تکان عارض ہوا اسی اثنا مین آپنے متواتر تین روز تک کھانے کی طرف رغبت نہین کی نہ کسی سے زیادہ بات کی بلکہ آپکے دل مبارک مین انتہا درجہ کی بے تعلقی پیدا ہوئی یہان تک کہ کسی شخص اور کسی چیز کی طرف مطلق التفات و توجہ نہین کی جب تین روز اِسی حالت مین گذر گئے تو آپکے متعلقین و خدام مین ایک طرح کی عام بیچینی پہیل گئی اور نہایت کرب و اضطراب واقع ہوا اِس وقت یہی آپ کسی پر ملتفت نہین ہوئے

لیکن جب نماز عصر کا وقت ہوا اور آپ نے مسجد مین آنا چاہا تو گھر کے لوگون کو رخصت کیا اور چند الوداعی کلمے زبان مبارک پر جاری ہوئے جنسے ایک نہایت غمناک اثر آپ کے متعلقین پر پڑا۔ حاضرین جلسہ کا اُسوقت بُرا حال تھا اور سب زار قطار رو رہے تھے۔ الغرض شیخ گھر والون سے رخصت ہوکر اور صبر و استقلال کی فہمائش کرکے مسجد مین تشریف لائے اور بہت ہی عاجزی و انکسار کے ساتھ نماز ادا کی۔ نماز سے فارغ ہونے کے بعد آپنے مقامات حضرت خوجہ نقشبند طلب فرمائے اور تھوڑے تھوڑے کہین کہین سے پڑھا اسی اثنا مین ایک مخلص و بے ریا معتقد نے ہان حاضر کیے اور آپنے ایک دو ٹکڑے تناول فرمائے اور نہایت فرحان و شادان اُس تکیہ پر سہارا دیکر بیٹھ گئے جو آپکے پہلو مین لگا ہوا تھا تکیے پر سہارا دیتے ہی آپ کی روح بدن سے مفارقت کر گئی اور شیخ نے سفر آخرت قبول کیا۔

جس وقت شیخ کی روح جسم عنصری سے مفارقت کرنے لگی اور آپ نے معلوم کیا کہ اب سفر کا آخری وقت ہے تو جناب مخدومنا سیدنا حضرت شیخ عبدالرحیم کی طرف دست مبارک سے اشارہ کیا کہ گویا آپ اُنھین اپنے پاس بلانا چاہتے تھے اتفاق سے اِس وقت شیخ عبدالرحیم گھر مین موجود تھے اور ہر بعض حاضرین مجلس تو جناب شیخ عبدالرحیم صاحب کی تلاش مین گئے اور اُدھر بعض یارون نے بایںخیال کہ آپ پر غشی طاری ہوگئی ہے آپ کو گودی مین اُٹھا کر گھر کے دروازہ پر پہنچایا اتنے مین جناب شیخ عبدالرحیم صاحب تشریف لے آئے اور دیکھا تو روح جسم سے پرواز کر چکی تھی آپ کے پُرنم آنکھون فوراً آنسو ڈبڈبا آئے اور کلمۂ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیہِ رَاجِعُوْنَ پڑھا شیخ عبدالرحیم صاحب کی یہ کیفیت دیکھکر تمام حاضرین نے اِس زور سے کلمہ الترجاع کہا کہ ساری مسجد گونج اُٹھی اور گھر مین ایک تہلکہ پڑ گیا شیخ کے انتقال کا نہ صرف آپ کے متعلقین اور معتقدین ہی کو افسوس ہوا بلکہ تمام ملک و قوم کو انتہا سے زیادہ رنج و افسوس تھا ساری دہلی آپ کے واقعات و حالات سنکر غم کے آنسو بہاتی تھی اور یاد کر کرکے بے قرار ہوتی تھی خاصکر جو لوگ آپ کے دلدادہ اور آپ کی فیض صحبت سے عروج کمال پر پہنچ گئے تھے وہ بہت ہی بےچین اور مضطرب تھے اور ایک مدت کے بعد بھی ہنوز یہ واقعات اُنکے دلون مین تازہ تھے۔

شیخ کا انتقال ۱۷۔ تاریخ محرم سنہ ۱۱ ہجری مین ہوا آپ کے بعض مخلصون نے

فی البدیہ آپ کی وفات "آفتاب حقیقت" بحساب ابجد کالی ہو رضی اللہ عنہ وارضاہ و جعل اعلی الفردوس مثواہ آمین۔

شیخ کی عمر کا ٹھیک اندازہ بتانا بہت مشکل ہو کیونکہ آپ کی ولادت کے سنہ و تاریخ کا پتہ باوجودیکہ تحقیقات کے کہین سے دستیاب نہین ہوا البتہ مختلف تذکرون سے اسقدر ضرور معلوم ہوتا ہے کہ آپ کی ولادت عہد ابوالمظفر محمد شاہجہان بادشاہ مین ہوئی۔

اسیطرح شیخ کی اولاد کا بھی پتہ نہین چلتا۔ مین نے اس بارہ مین جسقدر کوشش کی ہندی مورخون کی بے توجہی سے اُتنا ہی ناکامیاب رہا متعدد کتابون کے پڑھنے اور مختلف تذکرون کے دیکھنے سے صرف اتنا معلوم ہوا کہ شیخ ابوالرضا محمد کے ایک صاحبزادے بہایت برگزیدہ اور ستودہ صفات شخص تھے جو شیخ فخر العالم کے سات شہرت رکھتے تھے اس دنیا کے مشہور و نامور عالم کا اُسوقت انتقال ہوا جب جناب شاہ ولی اللہ صاحب نے عمر کے چودہ مرحلے طے کر کے پندرھوی مین قدم رکھا تھا لیکن میرا صرف اس قدر کہنا کبھی کافی نہین ہوسکتا ممکن ہو کہ شیخ کی اور بھی اولاد ہو جو مورخون کی بے توجہی یا معمولی واقعات کے لحاظ سے نظر انداز کی گئی ہو اور یہ بھی ہوسکتا ہو کہ شیخ کی اولاد کا کسی مقام پر تذکرہ ہو اور تتبع کیوقت میری نظر قصور کر گئی ہو بہر حال خواہ اسے میری قصور نظر پر محمول کیا جائے یا ہندی تذکرون کے مؤلفون کی بے توجہی خیال کی جائے مین اس کہنے سے کبھی خوف نہ کرون گا کہ مجھے شیخ کی اولاد کی بابت کچھ معلوم نہین کہ کسقدر تھی اور کس کس نام سے شہرت رکھتی تھی

چوتھا حصہ

عارف باللہ جناب مولنا شاہ ولی اللہ

معزز ناظرین! حیات ولی کے تین حصے ختم ہو چکے جنمین آپنے شاہ صاحب موصوف کے عظیم الشان اور جلیل القدر خاندان کے ممتاز و منتخب حضرات کے حالات زندگی کی اچھی طرح سیر کی اور اُن کی سوانح عمریان شوق دیکے پڑھین۔ اب چوتھے حصہ کا آغاز ہے جسمین ہم اس اولوالعزم اور قابل انتخاب خاندان کے چشم و چراغ یعنے عارف باللہ حضرت مولنا شاہ ولی اللہ صاحب کی لائف بیان کرین گے یہ وہ نامور و بلند اقبال اور مشہور شخص ہین جنہونے اپنے علمی تبحر اور فضل و کمال کی وجہ سے اس معزز و بزرگ خاندان کو ساری دنیا مین روشناس کر دیا ہے۔ اور جنکے نام کا امتیازی پھریرا ہندوستان سے لے کر عرب تک بڑے زور شور سے اڑ رہا ہے۔

شاہ صاحب کے علمی تبحر اور فضل و کمال کی جہان تک سچی تعریف کیجائے وہ بہت کم ہو گی کیونکہ اس محترم خاندان مین ایسے حضرات بہت کم گزرے ہین جنمین وہ تمام کمالات ہوتے جو تنہا آپکی ذات والاصفات مین پائے جاتے تھے جس شخص نے اپنے خاندان کے گزشتہ لوگون کے اعزاز و وقار قایم رکھے بلکہ اُنپر ایک نئی جلا پیدا کر کے اور بھی چمکا دیا۔ اور جسنے اپنی آیندہ نسلون کی کامیابی کیواسطے ایک ایسا بیج بویا جو بعد ازان اُنکی ان تھک کوششون سے پہلا پھولا اور لہلہایا وہ یہی شاہ صاحب ہین۔ آپ کی خداداد قابلیت اور حسن لیاقت کا اندازہ صرف اسی سے نہین ہو سکتا کہ خود بہت بڑے فاضل اور عالم اور خواص و عوام کے مقتدا و معتقد علیہ تھے اور پبلک سے اجتہاد و امامت کا معزز خطاب حاصل کر چکے تھے بلکہ اپنی اولاد اور ملک و قوم کو عروج پر پہنچا دیا تھا جو آج تک دونون کو زندہ کیئے ہوئے ہو۔

اسمین ذرا شک نہین کہ یہ ممتاز خاندان جس کی نسبت مین چند جلے تحریر کر چکا ہون اور جسکے مفصل حالات آپ پہلے دوسرے تیسرے حصے مین پڑھ چکے ہین۔ اپنی خاص نوعیت اور خاص فضایل اور عام نفع رسانی مین ہندوستان مین لاثانی اور بے نظیر تہا۔ اور علم و فضل اور شہرت عام کے لحاظ سے اپنا ثانی نہین رکھتا تہا نیز اسکا ہر ایک ممبر آسمان علم کا مہر جہان تاب تہا لیکن حقیقت مین شاہ ولی اللہ صاحب

نے علمی کمالات مین جو اقتدار و اعزاز حاصل کیا وہ اس خاندان کیلئے بہت بڑا ذریعہ افتخار تھا۔ اور اگر سچ پوچھیے تو اس خاندان کو سب سے زیادہ جس شخص نے تاریخ مین بقائے دوام کا اعزاز بخشا ہو وہ حضرت شاہ ولی اللہ صاحب ہی ہین بلکہ بیسرا یہ کہنا بیجا نہوگا کہ اس خاندان کو علمی حیثیت سے جو فضیلت و ترجیح دوسرے علمی خاندانون پر حاصل ہے وہ آپ ہی کے طفیل سے حاصل ہوئی ہے۔ اور یہ لکھنا واقعہ نفس الامری ہے کہ جناب مولٰنا شاہ ولی اللہ صاحب بلحاظ شہرت عام اور دیگر فضائل کے الولد سر لابیہ کے پورے نمونہ تھے۔ اور نہ صرف نمونہ ہی تھے بلکہ اُسے چلا اور چمکا دینے والے تھے۔

چونکہ شاہ صاحب کے مراتب علم اور شان کمال کا انحصار کرنا مشکل اور سخت مشکل ہے اس لیئے نہایت مختصر الفاظ مین آپکی تعریف یہ ہے۔ کہ علم حدیث و تفسیر کی ترویج و اشاعت مین آپ پہلے شخص ہین جنھون نے ہندوستان مین ان مقدس علوم کو رواج دیا اور طالبان علم کو ندائے عام دی اپنے فیضان سے دنیا کو سیراب کیا۔ اور اسلامی علوم کی باریک و دقیق مسائل کو دنیا والون کے سامنے پیش کر دیا۔ یہ آپ ہی کا فیض عام ہے جس سے آجتک حدیث و تفسیر کا چراغ روشن ہے۔

معزز ناظرین! قبل اسکے کہ مین جناب خاتم المحدثین امام المفسرین فاضل اجل عالم باعمل عارف باللہ حضرت مولٰنا شاہ ولی اللہ صاحب قدس سرہ کی تاریخی زندگی کے مفصل حالات و واقعات جداجدا عنوان سے بیان کرون اور آپکے اخلاق و عادات پر تفصیل کیساتھ ریویو کرون۔ مناسب معلوم ہوتا ہے کہ نہایت مختصر اور اجمالی طور پر آپکے علمی مذاق اور فضل و کمال کا خاکہ کھینچون۔ اور اسیکے ساتھ سرسری طور پر آپکی اُس خداداد شہرت کا ذکر کرون جو قریب قریب کل ہندوستان اور عرب و دنون مین آجتک پھیلی ہوئی ہے۔

جناب مولٰنا شاہ ولی اللہ صاحب ایشیائی دنیا بالخصوص دنیائے اسلام کے مشرقی حصون خاصکر اسلامی قومون مین ایسے نامور اور باجاہ و جلال اور ذی عظمت و شان بزرگ ہوگزرے ہین جنکا نام نامی ایسا نہین ہے جس سے کوئی شخص آگاہ نہو۔ ہندوستان کے عام طبقات مین کوئی شاذ و نادر ہی ایسا اسلامی طبقہ ہوگا جو آپکے مبارک نام اور آپکے مقتدر و معزز خاندان سے ناواقف ہوگا۔ خاص دہلی اور اس کے اطراف و اضلاع مین کوئی ایسا گھر نہین جسکے بچہ بچہ کی زبان پر آپ کا نام نہایت عظمت و وقار اور اعزاز و احترام کیساتھ جاری نہوگا۔

یہ بات نہ صرف تعجب بلکہ سخت حیرت سے دیکھی جاتی ہے کہ عام طور پر اسلام کی مختلف شاخون کے

تمام موافق و مخالف فرقے حتی کہ مخالفین اسلام بھی اس عزیز الوجود اور خلیق و رحمدل خدا پرست و برگزیدہ ولی کے فضائل و کمالات کے بدل معترف ہین اور سب متفق ہوکر اس امر کی بآواز بلند شہادت دیتے ہین کہ حقیقت مین یہ پاکباز اور خدا کا پیارا بندہ علمی حیثیت اور مذہبی تقدس کے لحاظ سے اپنے زمانہ کا فرد اور فضل و کمال کے جولانگاہ کا پورا شہسوار ہے۔ قیافہ شناس نظرین آپکی دلفریب طفلانہ حرکتون سے پہلی ہی خوب سمجھ گئی تہین کہ اس شریف و نجیب خاندان کے بانیون کی ڈالی ہوئی بنیادین اس مبارک بچے ہی کی ان تھک کوششون سے ایک زمانہ مین آسمان سے باتین کرنے لگین گی۔ اور آئندہ نسلون کے عروج و استحکام کا سبب بھی یہی بچہ ہوگا۔

اِس مقدس بزرگوار کے علم و فضل کی نسبت علمائے مورخین نے جیسے جیسے وزنی اور قیمتی ریویو کیے ہین۔ اور اُسکی خداداد قابلیت پر متفقہ الفاظ مین قابل وقعت اور پرزور ریمارک کیے ہین حقیقت مین وہ اسکے مراتب کمال اور علمی تبحر کیواسطے اعلیٰ درجہ کے سارٹیفکٹ ہین جنسے اسکی اُس شان و عظمت اور اعزاز و اقتدار کا کافی ثبوت ملتا ہے جو آجتک علما کے دلمین باقی ہے اور گو اُسے سفر آخرت کیے ہوئے زمانہ دراز گزر چکا ہے لیکن اُسکی عظمت و جبروت اور جاہ و جلال کے آثار ہنوز تازہ ہین۔

سیر الاخبار کے مولف نے شاہ صاحب کی لیاقت پر ایک مختصر ریمارک کیا ہے اسکے الفاظ یہ ہین کہ حضرت مولنا شاہ ولی اللہ صاحب اپنے زمانہ کے تمام علما پر کھلی اور واضح فضیلت رکھتے تھے دنیا کے اس کونے سے لیکر اُس کونے تک ایک شخص بھی ایسا نہ تھا جو علمی کمالات اور اخلاقی فضائل مین آپکا دعویدار ہوتا اور بفرض محال اگر کسی صفت مین کوئی شریک ہو بھی تو یہ دعوے ہرگز نہین کیا جاسکتا ہے کہ باطنی تصرف مین بھی آپسے افضل ہوا ہو حقیقت مین آپ جامع معقول و منقول اور حاوی فروع و اصول تھے۔ حقائق و معارف سے پوری آگاہی و واقفیت رکھتے تھے اور تصوفانہ تحقیقات مین بھی آپکو کمال دستگاہ حاصل تھی۔ مریدون کی پرنور اور عقیدتمندانہ بصارت سے لبریز آنکھین آپکے جمال کی تابانی و درخشانی سے ہر وقت روشن و منور رہتی تہین۔ اور عقیدت کیش علما اور سلیم الطبع فضلا کا جمگھٹا ہمیشہ آپکے درسگاہ مین لگا رہتا تھا۔ آپ حدیث و تفسیر و فقہ کے علوم کے درس و تدریس مین ہمیشہ مستغرق رہتے تھے اور اسمین نہایت عزت و وقعت کیساتھہ شہرت و ناموری پیدا کرلی تھی۔ آپ نہ صرف علم و عمل کے لحاظ سے فرید عصر اور یگانہ روزگار تھے بلکہ مجتہدین فن اور ماہرین کمال کے زمرہ مین شمار کیے جاتے تھے اور ایکا نہادرجہ

کے جید محدث تھے۔ معمولی تعلیم کے بعد آپ کی عالی ہمتی اور بلند حوصلگی نے صرف اپنے وقت کے علمار پر قناعت کرنا پسند نہین کیا بلکہ ہمت و استقلال کے شاہین بلند پرواز نے سفر کیلئے بال و پر کھولے اور صرف احادیث کی سند حاصل کرنیکے لیے عربستان تشریف لیگئے حرمین محترمین کی زیارت سے مشرف ہوئے اور ایک معتدبہ زمانہ تک وہان قیام کیا۔ حضرت شیخ ابو طاہر مدنی وغیرہ مشائخ حرمین محترمین سے سند حدیث حاصل کی اور خرقہ صوفیہ زیب تن فرمایا۔ نئے نئے خیالات کے لوگون سے مباحثے کیے اور مختلف عقائد کے اصول و فروع کے اصلی پہلوؤن پر دقیق اور غور مین ڈوبی ہوئی نظرین دوڑائین کیونکہ عرب اسوقت مختلف عقائد و مذاہب کا بازیگاہ بنا ہوا تھا۔

جب آپکو اس صورت سے کچھ دن عرب مین گزر چکے اور دلی مقاصد کی پورے طور پر تکمیل ہوگئی تو اب وہان سے وطن مالوف کی طرف مراجعت کرنے کا قصد کیا اور دوڈہائی سال کے عرصہ مین ہندستان کیطرف رجوع ہوئے۔ یہان آکر پرانی دہلی مین اپنے قدیم مکان مین سکونت اختیار کی اور علمی اشغال مین مصروف ہوئے۔ شہر کے عموماً باشندے خاصکر اطراف و جوانب کے نامی گرامی فضلا خدمت اقدس مین حاضر ہو کر سند حدیث حاصل کرتے اور آپکے پر اثر وعظ اور عبرت انگیز نصائح کی دولت سے گودیان لبریز کرکے جاتے اسمین ذرا شک نہین کہ جناب شیخ عبدالحق محدث دہلوی بڑے پایہ کے شخص تھے اُس عہد مین سب سے زیادہ جس چیز نے آپکو تمام دُنیا مین مشہور کردیا تھا وہ آپکے علمی کارنامے اور حدیث و تفسیر کا درس تھا جسکا نتیجہ یہ ہوا کہ صفحات تواریخ کو آجتک آپکے نام نامی سے زینت حاصل ہے۔ لیکن انصاف یہ ہے کہ علم حدیث مین جس اولیت کا تمغہ اُس زمانہ کے مورخون نے شیخ عبدالحق محدث دہلوی کیلیے تجویز کیا ہے اُس کے مستحق جناب مولنا شاہ ولی اللہ صاحب ہین۔ کیونکہ علم حدیث کی عمارت کے بانی اگرچہ جناب شیخ عبدالحق محدث دہلوی تھے لیکن جنھون نے اس عمارت کا نقشہ تیار کیا اور پھر اشاعت و رواج کے مرقعون سے اسکی در و دیوار کو سجایا وہ شاہ ولی اللہ صاحب ہین۔ شیخ عبدالحق محدث دہلوی کی ڈالی ہوئی بنیادین آپ ہی کی اَن تھک کوششون سے بلند ہوئین اور اس عروج کو پہنچین کہ تھوڑے دنون مین آسمان سے باتین کرنے لگین۔ اس بنا بر مین کہہ سکتا ہون کہ جناب شاہ ولی اللہ صاحب جیسا محدث مفسر فقیہ ہندوستان کو اپنی آغوش مین پالنا بہت کم نصیب ہوا ہوگا۔ بلکہ آپ جیسا طباع خوش فہم نکتہ سنج دقیقہ رس کوئی دوسرا پیدا ہی نہ ہوا ہوگا۔ چنانچہ علامۂ ابو الطیب شاہ صاحب کے حالات پر ریویو کرتے ہوئے لکھتے ہین کہ

"انصاف کی بات یہ ہے کہ اس مقدس اور پاک نفس (یعنے جناب شاہ ولی صاحب) کا عزیز وجود اگر گزشتہ زمانہ مین ہوتا تو تمام مجتہدون کا پیشوا اور مقتدا مانا جاتا بلکہ اُن کا سرتاج بنایا جاتا اور امام الائمہ کا وزنی اور قیمتی خطاب پاتا"

ایک اور فاضل مورخ مختصر الفاظ مین یہ پرزور ریمارک کرتا ہے کہ "اگر مین نہایت راستی اور انصاف سے جناب مولنا شاہ ولی اللہ صاحب کی نسبت اپنی رائے ظاہر کرون تو بلا تامل اس بات کا ضرور اعتراف کرونگا کہ مین نے زمانہ موجودہ مین تو کیا متقدمین کے زمرہ مین بھی اس رنگ ڈھنگ کا فاضل نہین دیکھا۔ اور نہ مین کسیکو ایسا متبحر اور دقیق نظر وسیع خیالات پاتا ہون جو تمام علوم و فنون کا جامع ہو اور ہر علم و فن مین عمدہ طور پر دلچسپی رکھتا اور بحث کرسکتا ہو۔ عام طور پر دیکھا جاتا ہے کہ ہر ایک ایک فنی ہوتا ہے اور ایک ہی علم سے وہ اپنی نظر کو وسعت دیتا اور اُسمین تبحر حاصل کرتا ہے۔ اور زیادہ سے زیادہ دو فن تک اسکا شاہین کمال بلند پروازی کرسکتا ہے لیکن یہ نہ صرف تعجب بلکہ حیرت سے دیکھا جاتا ہے کہ جناب مولنا شاہ ولی اللہ صاحب ہر فن مین طاق اور بے مثل فاضل تسلیم تھے۔"

اِنکے علاوہ اور بہت سے علمار مورخین کے ایسے پرزور اور وزنی ریمارک میری زیر نظر ہین جنسے شاہ صاحب کا بے نظیر علمی تبحر اور لاثانی جودت طبع اور ذہنی ذکاوت اور شان فضل و کمال کا عروج ثابت ہوتا ہے لیکن مین اُنہین تطویل کے خوف سے قلم انداز کرتا ہون اگر ممکن ہوا تو انشاء اللہ آگے چل کر کسی موقع پر جدا عنوان سے بیان کرونگا۔

شاہ صاحب کی علمار وقت کے دلون مین کس قدر وقعت تھی یہ ایک ایسا وسیع مضمون ہے جسکی تفصیل و توضیح کا یہ موقع نہین ہے ناظرین آگے چلکر آپکے حالات زندگی کا مطالعہ کرکے خود اسکا اندازہ کرلینگے۔ لیکن مختصر یہ ہے کہ شاہ صاحب نے اپنے زمانہ مین وہ عظمت و بزرگی اور اعزاز و اقتدار پایا تھا جسکی وجہ سے علمار وقت نے آپکو خاتم المحدثین امام المفسرین کے نہایت معزز و مقتدر اور باوقعت القاب دیئے تھے علاوہ ازین آپ کا جو مرتبہ و عظمت اُن کے دلون مین موجود تھی وہ ایک ایسے اعلےٰ و ارفع درجہ کی تھی جس کا کسیطرح پورا اور کافی اندازہ نہین ہوسکتا۔ بڑے بڑے علمار فضلا جنھون نے خود امام وقت اور مجتہد فن کا تمغہ پبلک سے حاصل کیا تھا اور جو معتقد علیہ عوام و خواص تسلیم کئے جاتے تھے نہایت عقیدت و اخلاص کیساتھ آپکی خدمت مین حاضر ہوتے اور آپکے خداداد تبحر اور علمی برکتون سے

بہرہ اندوز ہوکر آپکی ذاتی قابلیتون اور فطری لیاقتون اور بلند ہمتی وذوق علمی کا بدل اعتراف کرتے۔
اور جب خواص کی عقیدت وخلوص کی یہ کیفیت تھی تو عوام اہل اسلام کی عقیدت کا اندازہ اس سے
کہین زیادہ ہوگا۔

شاہ صاحب کی تاریخی زندگی مین جو سب سے زیادہ قابل وقعت اور لائق تقلید بات ہے وہ یہ ہے
کہ آپ اپنے منصبی فرائض کو ایسی آزادی اور جوانمردی کے ساتھ ادا کرتے تھے جسکی نظیر ایشیائی دنیا
مین کہین نہین مل سکتی آپ قریبًا رات دن کے اکثر حصون مین کتاب وسنت اور علوم دینیہ کے مطالعہ
اور درس تدریس مین ڈوبے رہتے تھے یہی وجہ ہے کہ آپ کا تمام بیش قیمت وقت حدیث وقرآن
کے رواج دینے احکام طریقت کے شایع کرنے علمی اشغال کے پھیلانے مین صرف ہوتا تھا شوقین
اور جفاکش طلبہ آپکی علمی فیاضیون کی بے مثل ولاجواب شہرت سن سنکر دور دراز ملکون سے سنگلاخ
اور دشوار گذار گھاٹیان طے کرکے جوق جوق آتے تھے اور علمی برکتون سے گود یان بھر بھر کر جاتے تھے
رات دن مین کوئی ایسا وقت مشکل ملتا جس مین در دولت پر علما فضلا کے حلقون کی گرم بازاری نہین
ہوتی اور طلبہ کا ہجوم اُن کی رونق کو دوبالا نہ کرتا تمام دن اہل علم کا ایک تانتا سا بندھا رہتا اور درسگاہ
مین فضلاء کے جمگھٹے لگے رہتے ایک طرف سائلون اور مستفیدون کا جم غفیر صف آرا رہتا اور ایک طرف
طالب العلمون کی جماعت گردن جھکائے بیٹھی رہتی۔ اِدھر آپ طلبہ کو درس دیتے اُدھر سائلونکی حاجتین
پوری کرتے۔ ہر شخص یکے بعد دیگرے اپنا استفتا پیش کرنا شروع کرتا اور اُسیوقت جواب کا طالب ہوتا
آپکا حافظہ اس بلا کا تھا کہ فورًا پیش شدہ مسئلہ کو جانچ لیا کرتے اور بلاتامل جواب شافی دیتے جس تبحر
اور لیاقت کے ساتھ آپ ہر مسئلہ مین تقریر کرتے وہ ایسی معمولی تقریر نہین ہوتی تھی جس سے لوگون کو
استعجاب اور استعجاب کے ساتھ حیرت نہوتی۔

بعض وقت سائلون کا ہجوم اور طلبہ کی کثرت بہر انکا بے معنی شور وغل اس درجہ تک پہنچ جاتا
کہ ایک نازک دماغ شخص چاہے جسقدر حلیم وبردبار کیون نہو کبھی ممکن نہین کہ اُسکا تحمل کر سکے۔
لیکن چونکہ شاہ صاحب کا مزاج قدرتًا حلیم اور حیا نہ واقع ہوا تھا اور انسانی ہمدردی آپ مین کوٹ کوٹکر
بھر دیگئی تھی اسلیے آپ اُنکے اس ہجوم اور شور وغل کا تحمل بڑی خوشی کے ساتھ کرتے اور ہر ایک شخص
کو خواہ وہ کسی رتبہ کا آدمی ہوتا نہایت متانت وسنجیدگی اور منکسر المزاجی کے ساتھ جواب دیتے اور

شافی جواب دیتے۔
آپکے اخلاق وعادات نہایت عام ووسیع تھے اسوجہ سے ہر شخص خواہ وہ کسی درجہ کا ہوتا ہر وقت آپسے بلا تامل ملسکتا اور اسکے لیئے وسیلہ وتعارف عزت وجاہ کی سفارش کی کوئی ضرورت نہین ہوتی آپ کی طرز معاشرت مین جو چیز سب سے زیادہ پسندیدہ اور قابل تعریف بات ہے وہ یہ ہے کہ باوجود نفاست پسندی اور نازک مزاجی کے فضول شان وشوکت اور نمائش کا نام نہ تھا جب آپ بازار مین نکلتے تو ایک معمولی حیثیت سے نکلتے آپ جس درجہ اور رتبہ کے آدمی تھے اُس لحاظ سے آپ کی ہمراہی مین کم ازکم دو تین خدمتگار ہر وقت ضرور رہنے چاہیئے تھے لیکن چونکہ غرور ونخوت تکبر وترفع اور سکم مینی آپ مین نام کو نہ تھی اسلیئے بازار تشریف لیجانے وقت آپکے ساتھ ایک آدھ آدمی بھی نہ ہوتا تھا باوجود اِس درجہ اور عالمانہ تزک واحتشام کے آپکے مزاج مین انتہا درجہ کا عجز وانکسار تھا عام طرز معاشرت تکلف اور بناوٹ سے بالکل خالی تھی۔
آپ کا اکثر وقت تو علوم دینیہ کی درس وتدریس اور فرائض منصبی کی تکمیل وادائگی مین صرف ہوتا تھا جیسا کہ مین مختصراً اوپر بیان کر آیا ہون اور تھوڑا حصہ مراقبہ ومکاشفہ اور احکام طریقت کی تعلیم وتلقین اور علم سلوک کی باریک وغامض مسائل کے حل کرنے مین۔ اِس سے زیادہ خوش قسمتی کی اور کیا بات ہوسکتی ہے کہ روز ازل سے جسطرح آپ کو شریعت کا حصہ ملا تھا اُسیطرح علم طریقت کا مبارک تاج بھی آپکے سر پر رکھا گیا جیسا علم حدیث وتفسیر آپکے آگے پانی تھا ویسا ہی آپکی ضمیری وروحانی جوہر اپنے مین ممتاز حیثیت کی گہری تہ رکھتے تھے اور ربانی قابلیتون کا پرتو آپکے مجلہ دل مین کامل طور پر پڑچکا تھا چنانچہ آپکے باطنی علوم اور روحانی فیوض کا ذکر آپکے تفصیلی حالات مین کسیقدر بسط وشرح کیساتھ کرونگا۔
یہ آپ ہی کی مقدس ومبارک ذات کا فیض تھا کہ نہ صرف دہلی بلکہ اُسکے اطراف ومضافات مین دینی علوم اور رسمی فنون کا ایک عظیم الشان سمندر بڑے زور وشور سے لہرین لے رہا تھا اور حدیث وتفسیر کا نہایت چمکدار اور نکھرا ہوا چشمہ انتہا کی پیاری اور دلگیر ادا کیساتھ اُبل کر بہہ رہا تھا جسمین سے صدہا خوشگوار اور تازگی بخش نہرین کٹ کٹکر دور تک بہی چلی گئی تھین اور جنہون نے اپنی انتہا سے زیادہ شادابی اور خنکی کے اثر سے ایک عالم کو سرسبز اور لہلہا رکھا تھا قریب قریب ہندوستان کا اکثر حصہ علوم وفنون کے اُن لہلہاتے درختون کے خنک اور راحت دہ سایہ سے آسائش گزین تھا جنکے بھینی بھینی اور

عطر آمیز جھونکون نے ایک عالم کے دل و دماغ کو معطر کر دیا تھا جسطرف نظر اٹھتی تھی اور جہانتک کام کرتی تھی علمی ہی پودے لہلہاتے نظر پڑتے تھے جو دیکھنے والون کو بڑے وثوق و اعتبار سے اُمیدین دلاتے تھے کہ عنقریب ایک وہ تابان و درخشان زمانہ آنے والا ہی جس مین ایک عالم اس سرے سے لیکر اُس سرے تک ان ہی نونہال اور ہونہار پودون کے نشاط انگیز سایہ مین بیٹھکر آسائش ونشاط کا کافی حصہ لیگا اور انکے پھل پھولون سے گویان بہر بہر کر لیجایئگا۔

شاہ صاحب جیسے فاضل و علامہ تھے ویسے ہی محنتی اور جفاکش بھی تھے نفس کشی کے لیے محنت وریاضت کا کوئی دقیقہ اٹھا نہ رکھا تھا اور نفس امارہ کو احکام خداوندی کا پورا پورا مطیع اور فرمانبردار بنا دیا تھا یہی وجہ تھی کہ نیکوکاری۔ تقویٰ و پرہیزگاری۔ طاعت الٰہی۔ خدا داد خلق بیمثل تواضع نیک نیتی۔ وفا شعاری۔ خدا ترسی۔ یہ سب باتین بوجہ احسن آپ مین پیدا ہوگئی تھین۔ گویا قدرت کے پیارے اور نازک ہاتھون نے اوصاف جمیلہ اور احاسن جلیلہ کی جو قیمتی قبا آپکے موزون قامت کیلئے قطع کی تھی وہ دوسرے قدر بالکل موزون اور ٹھیک آسکتی تھی۔ قطع نظر اسکے آپکے معجز نما کرامات اور روحانی کشف وجذبات کے چرچے تمام دنیا مین پھیلے ہوئے تھے اور ہر خاص و عام کی زبانزد تھے آپ کا ہنس مکھ چہرہ اُس حسن اخلاق اور شائستہ عادات کا پتا دیتا تھا جو پہلے ہی سے فطرت کی بخششون سے آپ کو عطا ہوئے تھے۔

غرضکہ شاہ صاحب اپنے زمانہ مین ایک ایسے مسلم الثبوت اور فخر روزگار محدث تھے جو تمام مروجہ فنون مین اپنا ثانی نہین رکھتے تھے علم حدیث وتفسیر کے جولانگاہ کے پورے شہسوار تھے اور حنفی فقہ کے دوسرے بازو سمجھے جاتے تھے۔ عوام و خواص کے مرجع اور علما فضلا کے معتقد علیہ تسلیم کیے جاتے تھے۔ آپ کی جودت طبع۔ رسائی ذہن۔ بلند خیالی۔ دقیق النظری۔ حوصلہ مندی ایسی ہی بے نظیر تھی۔ قوت اجتہاد۔ تبلیغ علم کتاب وسنت کی فہم معانی مین مہارت ایسی ہی وسیع تھی۔ زہد و تقویٰ کے علاوہ جوانمردی۔ خوش اخلاقی۔ منکسر المزاجی۔ تورع احتیاط پلے درجہ کے تھے غرضکہ جو بات تھی بالکل انوکھی تھی جو وصف تھا نرالا تھا۔ باوجود ان تمام باتون کے آپ کا حافظہ ایسا بے مثل اور یادداشت اِس بلا کی تھی کہ سالہا سال کی سنی سنائی بات اِس متانت اور بے تکلفی کیساتھ بیان فرماتے تھے کہ سننے والے عشعش کرنے لگ جاتے تھے۔

یہ عجیب اتفاق کی بات ہے کہ شاہ صاحب نے دولت علم کے علاوہ ثروت وتمول کا بھی حصہ لیا تھا اور تمول کے ساتھ وہ زیور بھی تھا جو مال ودولت کیلئے نہ صرف زیب وزینت ہے بلکہ اعلےٰ درجہ کی ترقی وعروج کا ذریعہ ہے یعنی آپ کی طبیعت نہایت سخی اور فیاض واقع ہوئی تھی فقیرون اور مسکینون کے ساتھ رحیمانہ و فیاضانہ برتاؤ اور سلوک کے علاوہ طلبہ کی معیشت کے سامان ہمیشہ مہیا رکھتے اور خاص عنایت و مہربانی سے پیش آیا کرتے تھے اور جہانتک ممکن ہوتا اُن سے مسلوک ہوتے لیکن یہ تعجب سے دیکھا جاتا ہے کہ باوجود تمول و دولتمندی کے خود ایسے سادے اور معمولی طریقے سے زندگی بسر کرتے کہ ایک خوشحال شخص سے نہایت مشکل اور بعید از قیاس ہو آپکے خاصے مین اکثر اوقات خشک روٹی اور کبھی کبھی بقولات ہوتے۔

جناب مولانا شاہ ولی اللہ صاحب کی ولادت طفولیت تعلیم تربیت سن رشد وغیرہ

شاہ صاحب کے واقعات ولادت پر ریویو کرنے سے پہلے مین مناسب سمجھتا ہون کہ اُن مبشرات کو مختصراً قلم بند کرون جو آپ کی ولادت سے قبل صلحا و علما کی ایک جماعت نے آپ کی نسبت دیکھے اور جنکی بابت خود جناب شاہ صاحب اپنی ایک تالیف مین یون ریمارک کرتے ہین کہ ہنوز مین پیدا نہین ہوا تھا کہ حضرت والدین اور عرفا کے ایک گروہ نے میرے حق مین بہت سے مبشرات معلوم کیے چنانچہ بعض اعزہ واخوان اور اجلہ خلان نے اُن واقعات نیز میری تاریخ زندگی کے پورے حالات کو نہایت تفصیل کیساتھ ایک رسالہ مین ضبط کیا ہے جس کا نام قول جلی رکھا ہے جزاہ اللہ خیرالجزاء واحسن الیہ والی اسلافہ واعقابہ وادخلہ الیٰ ما یتمناہ من دینہ ودنیاہ"

مجھے افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ حیات ولی کی تالیف کے زمانہ میں میں نے اُن تھک کوششیں کی کہ کسی طرح یہ نسخہ دستیاب ہوجائے اور بعض دوستوں کی خدمت میں خطوط بھی لکھے لیکن بدقسمتی سے ہندوستان کی کسی علمی سوسائٹی میں سراغ نہیں لگا لہذا مجبوری و یاس کی حالت میں خود شاہ صاحب کی تالیفات اور دیگر فارسی وعربی کی بسیط کتابیں بنظر انتخاب دیکھنا شروع کیں ان تمام کتابوں میں جہاں کہیں شاہ صاحب کی سوانح عمری کے متعلق کوئی ذکر دیکھا گیا یا کوئی خاص واقعہ نظر پڑگیا منتخب کرکے

ترتیب کا لباس پہنایا گیا۔

الغرض مجھے اُن مبشرات و واقعات کا تو پتا لگا نہیں جنہیں **قولِ جلی** کے مؤلف نے جمع کیا ہی لیکن رسالہ **بوارق المعرفۃ** سے جو جناب شیخ عبد الرحیم صاحب کے حالات و واقعات میں تصنیف کیا گیا ہی چند مبشرات انتخاب کر کے ہدیہ ناظرین کرتا ہوں۔

جناب شیخ عبد الرحیم صاحب کے حالات میں بیان کیا جا چکا ہے کہ آپ فرماتے ہیں مجھے ایک دفعہ خواجہ قطب الدین قدس سرہ کے مزار مقدس کی زیارت کرنے کا اتفاق ہوا دفعۃً اُن کی روح مبارک نے مجھپر ظاہر ہو کر فرمایا کہ شیخ عبد الرحیم! عنقریب تمہارے ہاں ایک فرزند رشید پیدا ہوگا۔ تم اُسکا نام قطب الدین احمد رکھنا۔ لیکن چونکہ میری بی بی سن شباب کے تمام مرحلے طے کر کے زمانہ ایاس تک پہنچ چکی تھیں اور اس عمر میں عادتاً ولادت کا تحقق نہیں ہوتا اس لئے مجھے گمان ہوا کہ شاید خواجہ کی مراد یہ ہی کہ جب تمہارے ہاں پوتا پیدا ہوگا تو اُسکا قطب الدین احمد نام رکھنا لیکن خواجہ نے میرے اس اندرونی خطرہ پر فوراً مشرف ہو کر فرمایا کہ نہیں میری یہ مراد نہیں ہی بلکہ جس لڑکے کی نسبت میں نے تمہیں بشارت دی ہی وہ تمہارے ہی صلب سے پیدا ہوگا چنانچہ اس واقعہ کے تھوڑے دنوں بعد مجھے نکاح ثانی کا داعیہ پیدا ہوا اور نکاح کے تھوڑے عرصہ کے بعد ولی اللہ پیدا ہوئے اگرچہ اول اول مجھے یہ واقعہ بالکل نسیاً منسیاً ہو گیا اور اسی وجہ سے مین نے انہین ولی اللہ کے نام سے شہرت دی لیکن جب وہ واقعہ یاد آیا تو میں نے اُن کا دوسرا نام قطب الدین احمد رکھا۔

بوارق المعرفۃ میں لکھا ہے کہ جب جناب شیخ عبد الرحیم صاحب زندگی کے ساٹھ مرحلے طے کر چکے تو انہیں الہام ہوا کہ تقدیر الٰہی اسپر جاری ہوئی ہی کہ ایک بلند اقبال اور ہونہار لڑکا اور پیدا ہوگا جس کی شہرت کا ستارہ اوج عروج پر پہنچکر شہاب ثاقب کی طرح چمکے گا اور جس کے اقبال اور کمال علم کا آفتاب پوری ترقی کے نصف النہار کے مرکز پر پہنچ جائے گا۔ اسی اثنا میں آپکے خاص خاص اصحاب اور بزرگان وقت نے بھی بایں مضمون بشارت دی کہ پیدا ہونے والا لڑکا بڑا صاحب اقبال اور نامور ہوگا۔ اُسکی شان علم اور مراتب کمال کا انحصار ارباب زمانہ کو مشکل ہوگا اور وہ علوم و فنون میں فرزانہ روزگار اور اپنے عہد مین ایک نہایت دانشمند و طباع اور ضرب المثل شخص ہوگا اُس کے سامنے وارث تخت و تاج کی گردن جھک جائے گی۔ اور عوام و خواص کا مذہبی مقتدا و پیشوا تسلیم کیا جائے گا۔ چنانچہ ان مبشرات کو سنکر شیخ عبد الرحیم صاحب نے

دوسرے نکاح کا ارادہ کیا۔ حضرت شیخ محمد نے جب یہ ماجرا سنا تو اپنی جگر پارہ کو بنت شیخ کے نکاح مین دیدیا کیونکہ آپ کو اس بارہ مین زیادہ اعتنا تھا بلکہ بیحد حریص و راغب تھے کہ یہ ہونہار اور بلند اقبال لڑکا میری جگر پارہ کے بطن سے پیدا ہو۔

ہنوز شاہ ولی اللہ صاحب پیدا نہین ہوئے تھے کہ ایک رات جناب شیخ عبدالرحیم آپکے والد بزرگوار نماز تہجد مین مصروف تھے اور آپ کی والدہ محترمہ بھی اُسی جگہ تہجد کی نماز ادا کر رہی تھین جب شیخ صاحب نماز سے فارغ ہوئے تو آسمان کی طرف ہاتھ اٹھا کر دعا مین مشغول ہوئے آپ نہایت عجز و انکساری سے دعا کر رہے تھے اور والدہ مکرمہ پیچھے کھڑی آمین کہہ رہی تھین اسی اثنا مین ان دونون حضرات کے درمیان دو ہاتھ ظاہر ہوئے جن کی نسبت محترم شیخ نے فرمایا کہ یہ دونون ہاتھ ہمارے اُس فرزند کے ہین جو عنقریب عرصہ وجود مین قدم رکھے گا اور اپنے نور علم سے تمام دنیا کو چمکا دے گا اسوقت وہ بھی ہمارے ساتھ دعا مین شریک ہے اور باعجز و انکسار آمین کہہ رہا ہے۔ خود جناب شاہ صاحب فرماتے ہین کہ اس واقعہ کے بعد فقیر پیدا ہوا اور ساتوین سال مین قدم رکھا تھا کہ والدین کے ساتھ نماز تہجد مین شریک ہوا اور اسی وضع سے دونون ہاتھ حضرات والدین کے درمیان اُٹھائے اِس پر جناب شیخ عبدالرحیم صاحب نے فرمایا ھٰذا تاویل رؤیای من قبل قد جعلھا ربی حقا۔

ابھی مولانا شاہ ولی اللہ والدہ محترمہ کے بطن مبارک ہی مین تشریف رکھتے تھے کہ ایک دفعہ جناب شیخ عبدالرحیم صاحب کی موجودگی مین ایک سائلہ آئی آپنے روٹی کے دو حصہ کر کے ایک اُسے دیا اور ایک رکھدیا لیکن جون ہی سائلہ دروازہ تک پہنچی شیخ صاحب نے اُسے دوبارہ بلایا اور بقیہ حصہ بھی عنایت کر دیا اور جب وہ چلنے لگی تو پھر آواز دی اور جس قدر روٹی گھر مین موجود تھی سب دیدی ازان بعد گھر والون کو مخاطب کر کے فرمایا کہ پیٹ والا بچہ بار بار کہہ رہا ہے کہ جتنی روٹی گھر مین ہے سب اِس محتاج و مسکین کو راہ خدا مین دیدو۔

الغرض جناب شاہ ولی اللہ صاحب ۴ شوال ۱۱۱۴ ہجری چہارشنبہ کے دن طلوع آفتاب کے وقت جناب مخدومی شیخ محمد کی عصمت مآب اور محترمہ صاحبزادی کے باجاہ و جلال بطن سے پیدا ہوئے بعض اختر شناسون نے فوراً اپنی صناعت کا ڈھانچ کھڑا کیا اور اچھی طرح غور کر کے یہ حکم لگایا کہ یہ وہی بلند اقبال اور ہونہار لڑکا ہے جسکی قسمت مین روز ازل سے فاضل عصر اور مجتہد وقت ہونا لکھا تھا اور جس کی فرزندی کا انتساب نہ صرف شیخ

عبدالرحیم صاحب کو بلکہ خاندان کے ہر ایک معزز ممبر کو ساری دنیا میں مشہور و روشناس کر دے گا اور جس کے نام کا امتیازی جھنڈا عرب و عجم دونوں میں گڑ جائے گا۔

بعض اسلامی مورخوں کا یہ ریمارک نہایت صحیح ہے کہ اگر اس خاندان میں جناب شاہ ولی اللہ صاحب پیدا نہوتے تو یہ خاندان کبھی اس درجہ تاریخی شہرت حاصل نہ کرتا اور کیا عجب کہ گمنامی کے دائرہ میں محدود و مقید رہتا۔ اس جلیل القدر خاندان میں یہ بزرگی و شرف روز ازل سے آپ ہی کے حصہ میں تھا کہ اپنی بے دھڑک جرأت سے نہایت صاف اور واضح طور پر علوم نبویہ کی اشاعت احکام دین کی توسیع اور کھلم کھلا عام لوگوں کو قرآن مجید کی تلقین کریں
شاہ صاحب کی بچپن کا زمانہ در اصل آپ کے آیندہ سوانح عمری کا ایک صاف اور مجلّی آئینہ تھا آپ کی فراخ پیشانی ابتدا ہی سے اس عالمانہ تزک و احتشام کا صاف پتا دیتی تھی جو آپ کو زمانہ آیندہ میں حاصل ہونے والا تھا اور اس کے ساتھ ہی اس میں ایک خاص قسم کی بزرگانہ متانت کا چمکارا ایک ایسی درخشانی دکھاتا تھا جسے مبصرین اور قیافہ شناس لوگ دیکھکر کہتے تھے کہ عنقریب ایک وہ زمانہ آنے والا ہے جس میں یہ ہلال تمام ملک میں چودہویں رات کا چاند بنکر چمکے گا۔ ہندی یہ مثل کہ پوت کے پانو پالنے میں پہچانے جاتے ہیں حقیقت میں بہت صحیح ہے آپ کی بچپن کی حرکتیں ہی کچھ ایسی دلکش اور پُر اثر تھیں اور طفلانہ نظروں میں اس بلا کا جذب و کشش تھا جس نے سارے خاندان کو اپنا گرویدہ کر لیا تھا دیکھنے والے آپکے جلال خیز نظارہ سے اُس بڑے نصیبہ کی فال لیتے جو آنے والے زمانہ میں آپ کو حاصل ہوا

واقعی بات یہ ہے کہ شاہ صاحب کے بچپن کا زمانہ کچھ ایسا حیرت افزا زمانہ تھا جس کی نظیر دوسری ہونہار بچوں میں پائی جانے کی ہرگز امید نہیں ہوسکتی فطرت نے آپ کی بھولی صورت میں وہ دلگیر اور محبوبانہ ادائیں کوٹ کوٹ کر بھر دی تھیں جنہوں نے جناب شیخ عبدالرحیم صاحب جیسے مستغنی مزاج کو آپ کا فریفتہ و شیدا بنا دیا تھا رحیم الطبع بزرگ شیخ اپنے ہونہار اور بلند اقبال فرزند سے بیحد محبت رکھتے اور اُس کی سلامت روی اور خوش آیندہ حرکات سے محظوظ ہوتے تھے اور ہمیشہ اُسکی راحت و آسایش کو اپنے آرام و چین پر ترجیح دیتے تھے جوں جوں شاہ صاحب عمر میں ترقی کرتے جاتے اور زندگی کے مرحلے طے کرتے جاتے تھے جناب شیخ عبدالرحیم صاحب کی آپ پر توجہ زیادہ ہوتی جاتی تھی۔ چنانچہ ایک موقع پر خود شاہ ولی اللہ صاحب اپنے پر زور رقم سے تحریر فرماتے ہیں کہ مجھپر سب سے بڑی نعمت خداوندی جسکے مقابلہ میں تمام نعمتیں ہیچ ہیں یہ ہے کہ جناب والد بزرگوار اس فقیر سے ہمیشہ

بیان نہین کرسکتا میرے لئے اس سے زیادہ اور کیا فخر کا باعث ہوسکتا ہی کہ جب آپ کا انتقال ہونے لگا
تو مجھے سینہ سے لگا کر بیعت وارشاد کی اجازت عامہ دی اور کلمہ یدٌ کہ کبدٌ ی مکرر سہ کرر ذکر کیا۔ خاص تحصیل
علوم اور لڑکپن کے زمانہ مین جس قدر حضرت کی توجۂ خاص مجھ پر مبذول تھی اس قدر توجہ مین کسی باپ میں اپنے
فرزند کی نسبت نہین دیکھا باینہمہ مین نے اپنی عمر میں کوئی ایسا باپ اور کوئی اُستاد کوئی مرشد نہین پایا جنھی
اپنے فرزند و تلمیذ کی نسبت شفقت و مہربانی کے وہ دقائق مرعی رکھے ہون جو حضرت والد نے اس فقیر
کی نسبت رکھے اللھم اغفر لی ولوالدی وارحمھما کما ربیانی صغیرا وجازھما بکل شفقۃ ورحمۃ ونعمۃ
بھما علی مأنۃ الف اضعافھا انک قریب مجیب

شاہ صاحب کا زمانہ طفولیت اور بچپن کی سکوت خیز صورت ایک قیافہ شناس اور تجربہ کار نظر کے لئے ایک
عظیم الشان واقعہ کی پیشین گوئی کرتی ہی جو شخص غور مین ڈوبی ہوئی نگاہون سے آپکے طفلانہ حرکات کو
دیکھتا تھا اُسی فطرت کے وہ عجیب و غریب اور حیرت فزا نمونے آپ کی پیشانی مین جلوہ گر نظر آتے تھے جو
روز ازل سے آپ کی ذات والا صفات مین ودیعت رکھے گئے تھے اور یہ اُسی فطری نور کا سچا پرتو تھا جس نے
بہت جلد آپکے ظاہر و باطن کو تابان اور چمکدار کر دیا۔ اگرچہ ابھی آپ کی عمر مشکل سے تین چار سال کی ہوگی کہ
اخلاق اور تمدنی ترقی مین سرگرم ہو گئے اسی کم سنی اور نوعمری کے زمانہ مین آپ کو ایک ایسا وحشت آمیز
تفکر لاحق رہتا تھا کہ دیکھنے والے حیرت زدہ ہوجاتے تھے مسکینی غربی کم گوئی آہستگی سے بات کرنا گردن
جھکا کر جواب دینا اور ہر بات پر بجا درست کہنا یہ تمام صفتین جو عموماً بچون مین بہت کم دیکھی جاتی ہین محترم و
بزرگ شاہ صاحب مین موجود تھین۔ خلاصہ یہ کہ جناب شاہ ولی اللہ صاحب کی ابتدائی زندگی بالکل غیر معمولی اور
ایک ایسی نرالی طرز و ادا کی تھی جو دنیا کے بچّون مین اپنا نظیر نہین رکھتی تھی۔

جس زمانہ مین اس فخر خاندان اور فرید عصر کی ولادت ہوئی اُسوقت جناب شیخ عبد الرحیم صاحب گو اعلٰے درجے
دولتمند اور صاحب اقتدار نہ تھے لیکن پھر بھی متوسط درجہ کی حالت رکھتے تھے گورنمنٹ قلعہ کی طرف سے کسی قسم
کی امداد تھی نہ بادشاہ وقت کی جانب سے کسی طرح کا کوئی وظیفہ مقرر تھا صرف توکل پر گذران اور ہر وقت خدا
پر نظر تھی اسی کا یہ نتیجہ تھا کہ آپ ہمیشہ خوشحال رہتے اور ضرورت کے وقت غیبی سامان مہیا پاتے چنانچہ اسوقت
بھی وہ تمام سامان مہیا تھے جو ایک خوش نصیب بچہ کی پرورش کے واسطے ہونے ضروری ہین اس لئے
شاہ ولی اللہ صاحب کی بڑے اہتمام سے پرورش ہوئی اور عمر کا ابتدائی حصہ اعلٰے درجہ کی تربیت کے ساتھ

جو تعلیم کا دوسرا جزو ہے ختم ہو گیا۔

جب اس فرزانہ روزگار نے عمر کے ابتدائی مرحلے طے کر کے پانچوین سال مین قدم رکھا تو قرآن مجید پڑھنے کے لئے مکتب مین بٹھایا گیا چونکہ آپ فطری طور پر علم سے زیادہ دلچسپی رکھتے تھے اور روز ازل سے آپکے ضمیری جوہر ربانی قابلیتون سے آراستہ اور درخشان ہو چکے تھے لہذا آپنے ساتوین سال قرآن مجید ختم کر لیا اور اسی چھوٹی سی عمر مین مذہبی ارکان و فرائض تدریجاً حاصل کر لئے چنانچہ اسی سال مین جناب شیخ عبدالرحیم صاحب نے آپ کو نماز پر کھڑا کیا اور رمضان کے روزے رکھنے کا حکم فرمایا۔ چونکہ شاہ صاحب مین تہذیب اخلاق کا مادہ نیچرل تھا اسلئے نشست و برخاست کے آداب اور گفتگو کرنے کے طریقے خود بخود اسی کم سنی مین حاصل ہو گئے تھے آپ کا عام قاعدہ تھا کہ جب بڑی عمر والے سے گفتگو کرتے خواہ وہ کسی رتبہ اور درجہ کا آدمی ہوتا ہمیشہ گردن جھکا کے آنکھین نیچے کر کے کرتے اور جب کوئی بات دریافت کی جاتی تو نہایت متانت و سنجیدگی سے جواب دیتے البتہ ہمعصرون سے دل کھولکر باتین کرتے لیکن اُن کے ساتھ بھی تہذیب و شائستگی کے درجہ سے تجاوز نہ کرتے اور خلاف داب کبھی کوئی بات نہ کرتے زندگی کے سات مرحلے ہنوز طے نہین کئے تھے کہ فارسی کی درسی کتابین پڑھنی شروع کر دین اور چند ہی روز مین تمام کتابین نکال لین کیونکہ یہ علم آپکے سامنے بالکل پانی تھا چونکہ طبیعت کو علوم سے قدرتی طور پر مناسبت تھی چند ہی روز مین اشارون پر دوڑنے لگے اور آخر ایک سال کے عرصہ مین اُسے عروج کمال پر پہنچا دیا۔ فارسی کی درسی کتابون سے فارغ ہونے کے بعد صرف و نحو کے مختصر رسالے دیکھنے شروع کئے اور ان پر بھی بہت جلد عبور کر گئے۔ عمر کا دسوان سال شروع تھا کہ آپ شرح ملا پڑھتے تھے گویا دو ڈھائی سال کے عرصہ مین صرف و نحو کی تمام کتابین نکال لین تھین اور دس سال کی عمر مین صرف و نحو پر آپ کو اس درجہ اقتدار ہو گیا تھا کہ بڑے بڑے صرفی و نحوی جو کتاب کے کیڑے کہلائے جاتے تھے اور جنھون نے ان علوم مین نہایت عزت و وقعت کے ساتھ شہرت و ناموری کے تمغے حاصل کئے تھے آپ سے مسایل صرفیہ و نحویہ مین گفتگو کرتے جھجکتے تھے اور جس وقت آپ اُن کی باریکیان بیان کرتے اور مطالب کے حل کرنے کی طرف متوجہ ہوتے تو وہ آپ کی حذاقت و ذہانت پر عشعش کرنے لگتے اور آپکے زور سمند کی باگین ہزارون کوششون کے بعد بھی نہ روک سکتے

اس کے بعد شاہ صاحب کو معقول کی کتابین شروع کرائی گئین۔ یہان پہلے ہی خداداد طبیعت پائی تھی

جودت ذہن اور ذکاوت طبع سے تھوڑے ہی عرصہ مین یہ مرحلہ بھی طے ہوگیا اور اسقدر جلد کمال حاصل کر لیا
کہ اُس سے جلد تکمیل پانا ممکن ہی نہ تھا۔ کمال بھی اس درجہ کا کہ علم منطق مین کسی کی مجال نہ تھی کہ آپکے سامنے
زبان کھول سکتا۔ بڑے بڑے تجربہ کار منطقی آپکے تبحر کو دیکھکر دنگ رہجاتے اور انھین کسی مسئلہ کے دریافت
کرنے کا حوصلہ نہ پڑتا تھا یہ بات تعجب سے دیکھی جاتی ہے کہ جناب شاہ ولی اللہ صاحب ایک ہی زمانہ مین متعدد
علوم کی تحصیل کرتے تھے اور ایک علم کا کمال دوسرے کے کمال کو مانع نہوتا تھا اور یہ اُس ذہن و حافظہ کی
قوت کا اثر تھا جو فطرت کی خاص بخشش و عطیہ تھے غرضکہ تیرہ سال کی عمر مین شاہ صاحب نے ان
تمام علوم مین کمال حاصل کر لیا تھا یہی سبب تھا کہ آپ اِس چھوٹی سی عمر مین فنون مذکورہ مین ارباب
کمال کے زمرہ مین شمار کئے جانے لگے تھے۔

چودہوین سال مین قدم رکھا تھا کہ آپکے والد ماجد نے شادی کی سلسلہ جنبانی شروع کر دی اور اس
سلسلہ کے پورا کرنے مین نہایت سرگرمی اور مستعدی کے ساتھ عجلت و شتابی کی اگرچہ آپکے سمدھیانے
کے لوگون نے سامان کے نہ فراہم ہونے کا عذر پیش کیا اور تھوڑے دنون کی مہلت چاہی لیکن جناب
شیخ عبدالرحیم صاحب نے اُنھین صاف طور پر لکھ دیا کہ مین جو اِس بارہ مین جلدی کرتا ہون اُسکا ایک خاص
سبب ہی جو عنقریب آپ لوگون پر ہویدا ہو جائیگا بہتر یہی معلوم ہوتا ہے کہ آپ اِس کار خیر مین ذرا توقف
نہ کرین اور جس طرح ممکن ہو صاحبزادی کی شادی مین عجلت سے کام لین اسباب مہیا نہونے کا قوی عذر
نہین ہے اور وہ بمقابلہ اُس مصلحت و حکمت کے جو اس جلدی مین مضمر و مخفی ہے کوئی وقعت نہین
رکھتا چنانچہ وہ اس خط کے پُہنچنے کے بعد راضی ہو گئے اور اپنی لڑکی کو جناب شاہ ولی اللہ صاحب کے
نکاح مین دیدیا۔

شاہ صاحب کا نکاح ہوتے ہی آپ کی خوشدامن نے سفر آخرت قبول کیا اور اتفاق سے اِس کے
چند ہی روز بعد خوشدامن کی والدہ انتقال کر گئین جس سے خود شاہ صاحب اور آپ کی محترمہ کو انتہا درجہ
کا ملال ہوا ابھی اس رنج و اندوہ سے فرصت نہ ملی تھی کہ شیخ فخر العالم۔ جناب شیخ ابوالرضا محمد صاحب کے
فرزند رشید انتقال کر گئے اور اس کے کچھ عرصہ بعد جناب مولانا شاہ ولی اللہ صاحب کی والدہ مکرمہ یعنی
آپکے برادر کلان شیخ صلاح الدین کی حقیقی والدہ فوت ہو گئین۔ ازان بعد خود جناب شیخ عبدالرحیم صاحب
قدس سرہ مختلف بیماریون مین مبتلا ہوئے اور سخت ضعیف و ناتوان ہو گئے۔ انتقال کے وقت آپ کو کوئی بیسا

قوی عارضہ نہ تھا لیکن متواتر صدمات اور ضعف و ناتوانی نے اُنہیں بالکل تحلیل کردیا تھا چنانچہ اس واقعہ کے چند دنوں بعد آپ بھی انتقال کر گئے۔

یہ تھا وہ مخفی بھید جس کی وجہ سے جناب شیخ عبدالرحیم صاحب نے اپنے بلند اقبال صاحبزادے کی شادی میں عجلت کی تھی آپ کا وہ راز سربستہ اسوقت عام و خاص پر کھلا اور اُنھوں نے معلوم کرلیا کہ درحقیقت اگر اُس وقت اس شادی کی تقریب انجام کو نہ پہنچتی تو ممکن نہ تھا کہ سالہا سال کے گذر جانے کے بعد بھی قوت سے فعل میں آتی الغرض دو ڈھائی سال کے اندر اندر جناب شاہ ولی اللہ صاحب کو ایسے جانفرسا حوادثات پیش آئے جن سے آپ بہت ہی مضمحل ہوگئے اور آپ کا تمام اطمینان و جمعیت پریشانی و بے اطمینانی سے بدل گیا۔ اسوقت اگرچہ آپ کی طبیعت کے مخالف دنیاوی تعلقات نے چاروں طرف سے اپنا بھیانک اور خوفناک چہرہ اُبھار اُبھار کر دکھلایا اور آپکی جمعیت خاطر میں انتشار ڈالا مگر سچ پوچھئے تو شاہ صاحب نے بڑے ہی استقلال اور جوانمردی سے کام لیا آپنے کسی بات کا کچھ بھی خیال نہیں کیا اور تمام تعلقات سے منہ موڑ کر اپنی اُسی ایک دُھن میں محو رہے۔

گو علمی ذوق سے آپ کا دماغ پہلے ہی سے گونج رہا تھا اور اُسکی صدائیں بچپن ہی کے زمانہ سے متواتر کانوں تک پہنچ چکی تھیں مگر پھر بھی اس وقت تزوج نیز اُن جگر خراش اور جانفرسا حوادثات کے وسیع تعلقات کی طویل طویل میں ڈوری آگے بڑھی چلی جاتی تھی اور بار بار علمی ترقی کی سدّراہ بننا چاہتی تھی لیکن اسپر بھی آپ کو یہی کہہ چلی جاتی تھی کہ مجھے تحصیل علوم اور اُس کی تکمیل میں سرگرم ہونا چاہئے چنانچہ اب آپکے خیالات سب طرف سے پھر پھرا کر اِس طرف رجوع ہوئے کہ جہانتک بن پڑے تفسیر و حدیث کے علوم میں ترقی کرنا اور انہیں باقاعدہ حاصل کرنا چاہئے کیونکہ آپ بخوبی سمجھتے تھے کہ تاوقتیکہ حدیث میں کمال حاصل نہوگا علوم کی تکمیل ناممکن ہے۔ اسلامی علوم جن میں کمال کی ضرورت تھی وہ بچپن ہی میں حاصل ہو چکے تھے اب خاص خاص علوم کی مشق کا زمانہ تھا چنانچہ اسوقت آپ کی طبیعت تفسیر پر مائل تھی اور اسی علم سے خاص دلچسپی تھی۔

جب آپنے عمر کے چودہ مرحلے طے کر کے پندرھویں میں قدم رکھا تو علاوہ دیگر علوم کی تکمیل کے تفسیر بیضاوی کا ایک بڑا حصہ والد بزرگوار سے پڑھ لیا اور اب آپ نے اُن تمام متعارفہ فنون کو عروج پر پہنچا دیا جو اُن شہروں میں رائج اور علماء و فضلا کے درس میں داخل تھے اِسی سال میں والد بزرگوار سے بیعت کی۔ اور اشتغال صوفیہ بالخصوص مشائخ نقشبندیہ کے معمولی اوراد و وظائف میں مشغول ہوئے اور بحیثیت توجہ و تلقین تعلیم آداب طریقت خرقہ صوفیہ ہو۔ ارتباط درست کیا۔ علم تصوف دیکھنا شروع کیا یہانتک کہ اسم کے

غوامض اور دقیق و باریک مسائل کے حل کرنے کی طرف آپ کی طبیعت متوجہ ہوگئی اور نہایت قلیل مدت
مین اس علم مین بھی اچھی خاصی مہارت پیدا کرلی اور ایسے ایسے نکات اور باریکیان اس خاص فن مین پیدا
کین جس کے سیکھنے کی بڑے بڑے علامہ مشایخ آرزو کرتے تھے۔ بالآخر جناب شاہ ولی اللہ صاحب نے
اس فن مین نہایت تبحر کے ساتھ وہ وہ قیمتی اور آبدار موتی تالیف و تصنیف کے سلسلہ مین پروئے جن سے
علوم تصوف کی معلومات کی شعاعین نکلکر دور دور تک پھیل گئی ہین جیسا کہ معزز ناظرین کو آپکے تصنیفات
کے حالات پڑھکر اس بات کا خود علم ہو جائے گا جو اسی حصہ مین جدا عنوان سے قلمبند کی جاینگی
جس طرح جناب شیخ عبدالرحیم صاحب نے اپنے والد بزرگوار جناب شیخ وجیہ الدین شہید کے سایۂ عاطفت مین
پرورش پائی تھی اور تعلیم و تربیت حاصل کر کے باطنی فیض سے معزز و ممتاز ہوئے تھے اسی طرح جناب شاہ
ولی اللہ صاحب نے اپنے والد ماجد کی آغوش محبت مین پرورش پائی شیخ عبدالرحیم جیسے مجتہد فن اور اہل کمال پانچ
برس کی عمر سے آپ کی تعلیم پر مقرر تھے اور عام اخلاق و عادات کی بھی نگرانی کرتے تھے اگرچہ باقاعدہ تعلیم
سوقت سے شروع ہوئی جبکہ آپ نو سال کے تھے لیکن شیخ صاحب کی خاصکر توجہ شاہ صاحب پر زمانہ
طفولیت ہی سے تھی یہی وجہ تھی جو علمی کمالات اور باطنی فیوض جناب شاہ ولی اللہ صاحب کو حاصل تھے۔
اُن کے نظیر سے شیخ صلاح الدین (شاہ صاحب کے بڑے علاتی بھائی) اور شاہ اہل اللہ صاحب (آپکے عینی
ثانی تھے بمقابلہ ان دونون حضرات کے شاہ ولی اللہ صاحب کو جو کچھ حاصل ہوا وہ حقیقت مین شیخ عبدالرحیم
صاحب کی آغوش تربیت مین پلنے کا صدقہ اور آپ کی سرپرستی کا بدیہی نتیجہ تہا جسکا ثبوت خود شاہ ولی اللہ صاحب
کے حالات مین جیسا کہ ہم کچھ تو اوپر بیان کر آئے ہین اور کچھ آیندہ حسب موقع ذکر کرین گے۔
الغرض جناب شاہ ولی اللہ صاحب چودہ سال کی عمر مین علوم متعارفہ سے فارغ التحصیل ہوگئے اور علم سلوک کا کافی
حصہ حاصل کرلیا چنانچہ اسی سال مین آپکے والد بزرگوار حضرت شیخ عبدالرحیم صاحب نے آپکے سر پر فضیلت کا
عمامہ رکھا اور درس کی عام اجازت دی اور اس مبارک تقریب مین ایک امیرانہ جلسہ قائم کیا عام و خاص کو
دعوت دی اور وافر کھانا طیار کیا۔ تمام شہر کے مشائخ۔ قضاۃ۔ فقہا حاضر ہوئے اور سب کی موجودگی مین
جناب شیخ عبدالرحیم صاحب نے اپنے بلند اقبال اور فخر خاندان و قوم فرزند کو علوم متعارفہ اور سلوک و تصوف
کے درس کی اجازت دی اور دستار بندی کی رسم ادا کر کے آپ کی عمر و علم کی ترقی کی دعا مانگی مجلس مین
جس قدر علما و فقہا و مشائخین موجود تھے سب نے متفقہ الفاظ مین اس زور سے شیخ صاحب کو مبارکباد دی

کہ ساری مجلس گونج اُٹھی اس وقت شیخ عبدالرحیم صاحب کی خوشی کا کوئی اندازہ نہ تھا آپ بار بار اپنے لائق اور ہونہار فرزند کے چہرہ کو دیکھتے اور بے انتہا خوش ہوتے تھے

حقیقت مین بوڑہے والد کے لئے اس سے زیادہ اور کیا خوشی و فخر کا باعث ہو سکتا ہے کہ اُسکی نوجوان اولاد اُس کی زندگی مین ایک ایسی قابلیت پیدا کرے جس پر اُس زمانہ کے بڑے بڑے علماء و فضلا کو فخر و ناز ہو چونکہ جناب شیخ عبدالرحیم صاحب خود مجتہد فن اور باطنی فیض سے مالا مال تھے اِس وجہ سے وہ اپنے فرزند رشید کی قدر و منزلت کو خوب جانتے تھے اور اُنہین یقینی طور پر معلوم تھا کہ عنقریب ایک وہ زمانہ آنے والا ہے جسمین اِس کی اقبال کا سورج تمام دنیا مین اپنی روشنی پھیلائے گا اور اُسکی علمی فیاضیان اہل دنیا کو مالا مال کر دینگی

اِس مقام پر ہم اُن کتابون کی مختصر فہرست دینا چاہتے ہین جو اس چھوٹی سی عمر مین جناب شاہ ولی اللہ صاحب نے اپنے والد بزرگوار سے سبقًا سبقًا پڑہین جس سے آپ کی خداداد ذہانت اور حذاقت وطباعی بہت کچھ ثابت ہوتی ہے اور چونکہ اس فہرست کا ذکر خود شاہ صاحب نے اپنی ایک قیمتی تصنیف مین کیا ہے اس لئے ہم اُسے آپ ہی کی زبان مبارک سے ادا کرنا مناسب سمجھتا ہون شاہ صاحب فرماتے ہین کہ جب مین نے اپنی زندگی کے چودہ مرحلے طے کر کے پندرہوین مین قدم رکھا تو والد بزرگوار کی انتہا درجہ کی شفقت و مہربانی کی وجہ سے تمام متعارفہ فنون حاصل کر چکا تھا۔ ہر فن کے ابتدائی مختصرات کے علاوہ جو کتابین مین نے والد بزرگوار سے سبقًا سبقًا پڑہی ہین اُنکی مختصر فہرست یہ ہے۔

(۱) علم حدیث مین | مشکوٰۃ شریف تمام و کمال۔ لیکن چند روز کی بیماری اور کسل کی وجہ سے تھوڑا سا حصہ فوت ہو گیا تھا یعنی کتاب البیع سے کتاب الادب تک والد بزرگوار سے نہین پڑہ سکا
صحیح بخاری اول سے کتاب الطہارۃ تک یا اس سے کچھ کم و بیش خود والد بزرگوار سے سماعت کی اور کچھ اپنی زبان سے پڑہی۔
شمائل النبی یہ کتاب اول سے آخر تک طالب العلمون کے ایک بڑے حلقہ مین پڑہی گو اس کتاب مین چند اور فاضل بھی شریک تھے مگر قراءت میری ہی تھی۔

(۲) علم تفسیر مین۔ | تفسیر بیضاوی کا ایک بڑا حصہ تو مین نے والد بزرگوار سے سبقًا سبقًا پڑہا اور باقی کا آپکے ارشاد کے بموجب خود مطالعہ کیا۔
تفسیر مدارک کا بھی کچھ حصہ آپ کو سنایا اور باقی کا خود مطالعہ کیا۔

(۳) علم فقہ مین	شرح وقایہ بتمامہ۔ ہدایہ کی دونون جلدین آپ سے پڑہین لیکن تہوڑا سا حصّہ قصدًا چھوڑ دیا گیا۔
(۴) اصول فقہ مین	حسامی۔ توضیح وتلویح۔
(۵) علم منطق مین	مختصرات کے علاوہ شرح شمسیہ کامل اور شرح مطالعہ کا ایک بڑا حصّہ
(۶) علم کلام مین	شرح عقائد کامل شرح خیالی کا ایک حصہ شرح مواقف کا ایک حصّہ
(۷) علم سلوک مین	عوارف کا بڑا حصہ اور کچھ رسائل نقشبندیہ وغیرہ
(۸) علم حقائق مین	شرح رباعیات مولانا جامی۔ لوائح۔ مقدمہ شرح لمعات۔ مقدمہ نقد النصوص
(۹) خواص اسماء وآیات مین۔ والد بزرگوار کا ترتیب دیا ہوا مجموعہ وغیرہ۔	
(۱۰) علم طب مین	موجز القانون
(۱۱) علم حکمت مین	شرح ہدایہ حکمت وغیرہ
(۱۲) علم نحو مین	کافیہ۔ شرح ملا جامی۔
(۱۳) علم معانی مین	مطول کا بہت بڑا حصہ۔ اور مختصر معانی اُس مقام تک جہانتک ملازادہ حاشیہ ہے
(۱۴) علم ہندسہ وحساب مین	بعض مختصر رسائل

اس فہرست کے نقل کرنے کے بعد شاہ صاحب فرماتے ہین کہ جب مین یہ کتابین پڑھ چکا تو اب میرا ذہن اس درجہ فراخ اور نظر ایسی وسیع ہوگئی کہ ہر فن کے دقیق وغامض مسئلے ادنےٰ توجہ کے ساتھ حل ہونے لگے اور علوم کے مقامات مشکلہ بالکل پانی ہوگئے۔ اسی اثنا مین مین چند مرتبے مدرسہ قرآن مین گیا جو خاص والد بزرگوار کا درسگاہ تہا اور جس کی بنیاد مین آپنے اپنے ہاتھون سے ڈالی تہین چونکہ آپکو مجھ سے انتہا درجہ کی محبت تہی اس لئے چند روز تک آپنے قرآن مجید کا ترجمہ مجھے پڑہایا اور وہ ربانی اسرار اور الہامی نکات جو قرآن کے لفظ لفظ مین کوٹ کوٹ کر بھرے ہوئے ہین اُن پر تنبیہ کی حقیقت مین یہ اُسی فیض کا کرشمہ تہا جو تمام علوم مین مجھے دفعۃً کمال حاصل ہوگیا۔

الغرض جناب شاہ ولی اللہ صاحب کی لیاقت اور پولیٹیکل قابلیت پر جب نظر ڈالی جاتی ہے تو ایک تعجب اور تعجب کے ساتھ سخت حیرت ہوتی ہے۔ تمام اسلامی علوم اور دینی کتابون کو اِس چھوٹی سی عمر مین پانی کر کے پی جانا اگرچہ سرسری نظر مین آپ کی ذکاوت ذہنی اور طباعی وحذاقت کی بہت بڑی دلیل ہے لیکن عمیق نظر

خوب سمجھتی ہین کہ یہ فطرت کی خاص بخششین ہین جو پاک وبرتر نفوس کو مرحمت ہوتی ہین۔آپ کا خمیر ہی کچھ
ایسا قابل بنا تھا جسپر ربانی قابلیتون اور خداوندی تجلیات کا پورا عکس پڑتا تھا اور جو قوت الہامی نکات اور
ربانی اسرار کے فہم مین یدطولی رکھتی ہے اُسکا جوش ہاً فاناً اس روشن دماغ مین پیدا ہوتا رہتا تھا۔
اس پر بھی علمی ترقی کے سین ہمیشہ شاہ صاحب کے پیش نظر رہتے تھے۔آپنے اجازت وسند حاصل کرنے کے
بعد بغیر اُستاد کے کتابون کا مطالعہ کرنا شروع کیا اور نہایت سخت محنتین کرنے لگے آپ کتب بینی مین اس
درجہ مستغرق تھے کہ رنج وراحت رشب وروز مشاغل علمیہ مین بالکل محسوس نہوتے تھے۔ایک سال کی سخت
محنت سے تمام پڑہے ہوئے علوم ازسرنو دیکھ ڈالے اور اس محویت اور استغراق کے ساتھ کہ بقدرضرورت
کچھ کھالیتے یا تھوڑا سا آرام فرمالیتے ورنہ رات دن بجز کتب بینی کے دوسرا کام نہ تھا۔جب مباحث علمیہ مین
اس دلچسپی کے ساتھ شاہ صاحب نے تھوڑا زمانہ گزارا اور عمر کے سترہوین سال مین قدم رکھا تو آپ کے
والد بزرگوار جناب شیخ عبدالرحیم صاحب قدس سرہ نے سفر آخرت قبول کیا اور یہی زمانہ آپ کے تکمیل علوم
کا ہتا

والد ماجد کے انتقال کے بعد آپنے کتب دینیہ وعقلیہ کا درس دینا شروع کیا اور اب آپ کا ہر علم مین شہرہ
ہوگیا۔علماً وعملاً مسلم الثبوت اُستاد مان لئے گئے اور عوام وخواص کے معتقد علیہ تسلیم ہوئے اُس عہد کے
بڑے بڑے اُستاد اور ماہرین فن آپ کی شاگردی کو فخر جانتے اور دور دور سے تعلیم کے لئے حاضر ہو کر شاہ
صاحب کے فیضان سے مستفیض ہو کر حظ وافر اُٹھاتے۔تقریبًا بارہ سال تک علوم کی درس مین مصروف
رہے اور علم نبوی کی اس درجہ اشاعت کی کہ اُسکا ذوق شوق سرگرم طبیعتون مین حد سے زیادہ بڑھ گیا۔اکثر
علمی سوسائٹیون مین اصول حدیث کا ذکر چھڑ گیا اور طالب العلمون کے ہر ہر حلقے مین اس پر زور شور سے
بحثین ہونے لگی۔اس زمانہ مین تفسیر وحدیث مین روزافزون ترقی تھی اور علوم فلسفہ ومنطق کا بازار سرد تھا
غرضکہ شاہ صاحب کا یہ زمانہ ہر طرح سے قابل مبارکباد تہا۔علوم فقہ اور معانی وبلاغت کو جس قابلیت اور دلسوزی
سے آپنے رواج دیا وہ بہرصورت آپ کا فرض منصبی سمجھنا ہی لیکن قرآن وحدیث کی اشاعت ونشر مین
جو آپنے کوشش کی ہی اُس کے احسان سے ہندوستان کبھی سر نہین اُٹھا سکتا۔
ہندوستان مین سب سے پہلے جناب شیخ عبدالحق محدث دہلوی نے حدیث کی بنیاد ڈالی اور اسی وجہ سے
اسلامی مورخون نے آپ کے لئے اولیت کا تمغہ تجویز کیا لیکن ہندوستان کی تاریخ پر نظر ڈالنے سے یہ بات بخوبی

ثابت ہوتی ہی کہ اُس زمانہ مین چارون طرف جہل کی تاریکی چھائی ہوئی تھی مسلمانون نے علم نبوی کو بالکل بھلا دیا تھا اور اُن مین اسلام برائے نام باقی رہگیا تھا جناب شیخ عبد الحق محدث دہلوی نے حدیث و قرآن کی ترویج و اشاعت مین اگرچہ انتہا سے زیادہ کوشش کی لیکن آپ اُس خرابی و تاریکی کو دور نہ کرسکے جو صدیون سے مسلمانون کے دلون مین جمگئی تھی اور انجام کار آپ کی تمام کوششین رائگان گئین۔

لیکن چونکہ ہندوستان کی قسمت مین اسلامی علوم سے کچھ نہ کچھ دلچسپی یہنی پہلے ہی روز سے لکھی ہوئی تھی اس لئے جناب شیخ عبد الحق محدث دہلوی کے دنیا سے کوچ کرجانے کے بعد خدا تعالی نے اُس عمارت کا ایک اور سرپرست اُٹھا کھڑا کیا جس کی بنیاد وہ جناب شیخ عبد الحق محدث دہلوی کے ہاتھون نے ڈالی تھین یعنی قدرت نے جناب شیخ عبد الرحیم صاحب کو پیدا کیا شیخ صاحب نے پرانی دہلی مین اُس مقام پر ایک مدرسہ قائم کیا جو اب مہندیون کے نام سے مشہور ہی اور اُسکا نام مدرسہ رحیمیہ رکہا جس مین علم نبوی کی تعلیم دینی شروع کی اگرچہ اِس تعلیم کا اثر مسلمانون پر یہ پڑا کہ دور دراز شہرون سے جوق جوق طلبہ حدیث پڑہنے کے لئے آنے لگے اور لوگون مین ایک طرح کی تحریک بہی پیدا ہوگئی لیکن وہ تحریک ایسی نہ تھی جو ایک عظیم الشان دریا مین تموج پیدا کرتی ہرچند کہ شیخ صاحب نے اس بارہ مین پلے درجہ کی کوشش کی لیکن چونکہ ابہی ہندوستان کو چند روز اور پستی کی حالت مین رہنا تھا اِس لئے شیخ صاحب اپنی کوششون مین کامیاب نہین ہوسکے اور دل کی آرزو دل ہی مین لیکر عالم بقا کو تشریف لیگئے۔

جب ہندوستان کے اقبال و یاوری کا ستارہ چمکا تو فطرت نے جولانگاہ حدیث کے شہسوار کو پیدا کیا یعنی جناب شاہ ولی اللہ صاحب اس سرزمین مین ظاہر ہوئے جن کے علم و فضل کی صدائین ہندوستانی حدود سے نکلکر عرب و عجم مین پہنچین اور جن کی ربانی مقبولیت تمام بلاد اسلامیہ مین پہیل گئی۔ چونکہ آپ علم و عمل دونو مین خاص طور پر مشہور تھے اور آپ کا علمی کمال اعلے درجہ کی وقعت کے ساتھ لوگون کے کانون مین گونج رہا تھا لہذا اطراف عالم کے لوگ بے اختیارانہ جوش کے ساتھ آپ کی طرف کہنچے چلے آتے تھے اور آپ کی درس و تدریس کا بازار ہر وقت گرم رہتا تھا آپنے بڑی مستعدی اور سرگرمی کے ساتھ علم نبوی کی اشاعت مین کوشش کی اور اپنی اَن تہک کوششون سے علم نبوی کو اِس قدر رواج دیا کہ اب جناب شیخ عبد الحق محدث دہلوی کی ڈالی ہوئی بنیادین آسمان سے باتین کرنے لگ گئین۔

اِس لحاظ سے اگر ہم اُس اولیت کے تمغہ کا جو جناب شیخ عبد الحق محدث دہلوی کے لئے تجویز کیا گیا ہو حضرت

مولانا شاہ ولی اللہ صاحب کو مستحق قرار دین تو شاید بیجا نہوگا کیونکہ جس قدر حدیث کی اشاعت آپکے زمانہ مین ہوئی اُسکا نناویں حصہ بھی سابق کے زمانہ مین اشاعت نہین پائی تھی

ایک فاضل موزخ کا یہ مختصر ریمارک قابل نوٹ ہی کہ جناب مولانا شاہ ولی اللہ صاحب ایک فاضل اجل عالم تھے اور ایسے عالم جن پر ہندوستان ہمیشہ فخر کرے گا اور جن پر تاریخی روشنی ہمیشہ چمکے گی انصاف یہ ہی کہ اگر آپ کا وجود باجود نہوتا تو ہندوستان مین جو علمی فیاضیان اسوقت چارون طرف پھیلی ہوئی ہین ہرگز نظر نہ آتین بلکہ خاص خاص محدود حلقون مین دیکھی جاتین - یون تو آپ ہر فن مین طاق تھے اور ہر قسم کے علوم کا درس دیتے تھے لیکن آپ کا علم حدیث و تفسیر خصوصیت کے ساتھہ قابل ذکر ہی شاہ صاحب کے زمانہ عروج سی پیشتر علم حدیث کی حالت نہایت پستی اور تاریکی مین تہی - خال خال ہی لوگ اِس شریف علم سے دلچسپی رکھتے تھے لیکن ہندوستان کی اقبال کی یاوری سے جب آپکے علم کا چشمہ نمودار ہوا تو خاص اِس فن کی بہت بڑی ترقی ہوئی اور تمام ہندوستان حدیث و تفسیر سے بھر گیا علماء کے ہر حلقہ مین حدیث کا چرچا ہونے لگا اور طلبہ کے زبان پر ہر استدلال کے موقع پر حدیث کے مقدس الفاظ آنے لگے - حقیقت مین ہندوستان پر شاہ صاحب کا یہ ایسا گرانبار احسان ہی جس سے وہ سر اُٹھانے کی طاقت نہین رکھتا لیکن اس کے ساتہ ہی بافسوس کہنا پڑتا ہے کہ جس طرح یہ علمی عروج و اقبال شاہ صاحب کے نام سے شروع ہوا اُسی طرح اُسکا زوال و ادبار اُنکی معزز اولاد کے بعد ہندوستان کے تمام پر ختم ہوگیا - شاہ صاحب کی واجب الاحترام اولاد دنیا سے کیا اُٹھی کہ علمی جاہ و جلال کا بھی خاتمہ ہوگیا - اب اِس جلیل القدر خاندان مین کوئی ایسا بااثر شخص باقی نہین رہا جس سے اِس کا نام زندہ رہتا -

الغرض جناب شاہ ولی اللہ صاحب نے والد بزرگوار کے انتقال کے بعد مدرسہ رحیمیہ مین جسکی بنیاد جناب شیخ عبدالرحیم صاحب ڈال گئے تھے طلبہ کو درس دینا شروع کیا اور پورے بارہ سال تک اسمین اِس استغراق و محویت کے ساتھ مصروف رہے جس کی نظیر کہین مل نہین سکتی - آپ کی خداداد قابلیت اور محنت کشی کی شہرت نے شوقین طلبہ کو اپنا گرویدہ کر لیا تھا جو دور دراز ملکون کی سنگلاخ اور دشوار گذار گھاٹیان طے کر کے آتے اور آپکے درسگاہ مین داخل ہونے کو سرمایۂ ناز و فخر سمجھتے تھے -

شاہ صاحب ہر ایک طالب علم کے ساتھ خواہ وہ کسی رتبہ کا ہوتا عام اخلاق اور فیاضی سے پیش آتے اور سب کے ساتھ حیانہ و شریفانہ برتاؤ کرتے قطع نظر اِس کے کہ انہین نہایت محنت و جانکشی اور دلسوزی سے تعلیم دیتے

اُن کے ضروری اور لابدی حوائج کے رفع کرنے مین انتہا سے زیادہ ساعی ہوتے بلکہ بعض بعض محنتی اور قابل طلبہ کو اپنی ذات خاص سے امداد دیتے اور بہت ہی تسلّی و دلجوئی سے اُنہین خوش رکھتے۔ آپ کے مدرسہ کی شہرت پکڑنے اور درِ دولت پر ہروقت طلبہ کے جمگھٹے لگے رہنے کی یہ ایک اور بھی وجہ تھی۔

اگرچہ اِس بارہ سال کے عرصہ مین آپ کی علمی مشق معراج کمال پر پہنچ گئی تھی۔ اور دینی و عقلی معلومات مین حیرتناک ترقی پیدا ہوگئی تھی لیکن ابھی تک طبیعت مبارک مین وہی کرید چلی جاتی تھی جو آغاز عمر مین تھی یعنی جہان تک ممکن ہو علم نبوی کی تحصیل و تکمیل مین ترقی کرنا چاہیئے اور اِس علم کو ایک ایسے عروج پر پہنچا دینا چاہیئے جس سے زیادہ ممکن نہ ہو چنانچہ اِس خیال کا سلسلہ آپکے دل مین روز بروز بڑہتا چلا جاتا تھا اور آپ اپنی آرزو پر کامیاب ہونے کی ہر پہلو کو دیکھ رہے تھے ایک دن آپنے اِس بڑہتے ہوئے تمدن پر غور مین نظر ڈالی اور فتوحات اسلام کی وسیع و فراخ دنیا کے پُرفضا و خوش منظر سین زیر نظر رکھے غور کرنے کے بعد معلوم ہوا کہ یہ شاہد مقصود بجز عرب کے اور کسی سرزمین سے حاصل نہین ہوسکتا پس اب مجھے عرب مین چلنا اور وہان کے مشائخ سے روایت حدیث کرنا چاہیئے۔ اِس کے ساتھ ہی آپ کو حرمین محترمین کی زیارت کا شوق دامنگیر ہوا اور آپنے دفعۃً سامان سفر مہیا کرکے اُسطرف توجہ مبذول فرمائی۔ آپ کے اِس سفر مبارک کی اصلی غرض یہی تھی جو ہم نے بیان کی۔

---

۵۱ ایک فاضل ہمعصر جناب شاہ صاحب کے سفر عرب کا یہ سبب بیان کرتے ہین کہ جب شاہ صاحب نے فارسی مین قرآن شریف کا ترجمہ کیا اور اسکی اشاعت ہوئی تو ایک تہلکۂ عظیم کٹ ملانون کے گروہ مین برپا ہوگیا وہ یہ سمجھ گئے کہ ہماری روزی کی عمارت ڈھا دیگئی اب جہلا کبھی قبضہ مین نہ آئین گے اور وہ ہر بات پر بحث کرنے کو تیار ہو جائین گے اس خیال نے اُن کے دل مین ایک آگ بھڑکا دی اور علاوہ کفر کے فتوی دینے کے شاہ ولی اللہ صاحب کے جانی دشمن ہوگئے اور اب اُن مین مشورے ہونے لگے کہ شاہ صاحب کو کیونکر قتل کیا جاوے اِن کٹ ملانون نے جن کا اثر بہت کچھ شہر کے بدوضع لوگون۔ اٹھائیون پٹّھے بازون پر پھیلا ہوا تھا چند بدمعاش جمع کئے اور اب وہ شاہ ولی اللہ صاحب کی تاک مین رہنے لگے ہمارا فاضل اِن کے غیرخوش آئیندہ مشورے سے بالکل ناواقف تھا اِس محب رسول کا خیال مسلمانون کی اصلاح کی طرف مائل تھا اس لئے اسے چندان ملانون کی سازش کی پروانہ تھی نہ یہ خیال تھا کہ یہ کسی نہ کسی وقت باعث مضرت ہونگے چنانچہ ایک دن کا ذکر ہے کہ آپ عصر کی نماز فتحپوری مین پڑھ رہے تھے اور آپ گویا محمدیون کی جماعت کے امام تھے ابھی آپنے سلام پھیرا ہی تھا کہ دروازون پر غل و شور کی آوازین کانون مین آنے لگین اور لوگ کچھ غیرمعمولی غیرشیر کرتے ہوئے معلوم ہوئے شاہ ولی اللہ صاحب کو کھٹکا ضرور تھا کہ شہر کے ملانے کبھی نہ کبھی کچھ آفت برپا کرین گے اب آپنے اُسکا ظہور ہوتے ہوئے دیکھا۔ آناً فاناً مین یہ خبر آپ کے ساتھیون کو جو آپکے پاس بیٹھے تھے پہنچ گئی اور اب وہ سٹ پٹائے کیونکہ انکی تعداد بہ نسبت مفسدون کے بہت کم تھی وہ پانچ چھ سے زیادہ نہ تھے اور مفسدون کی تعداد سو سے بھی زیادہ بڑھی ہوئی تھی یہ مفسد گو پورے عزم سے آئے تھے لیکن اِن مین اتنی ہمت نہ تھی کہ مسجد مین گھس کے شاہ صاحب کو شہید کرسکتے جب شاہ صاحب کو تحقیق معلوم ہوگیا کہ یہ میرے قتل کے لئے نرغہ کرکے آئے ہین اُنھون نے اپنے دوستون سے کہا

اگرچہ بعض مورخون نے یہ بھی لکھا ہی کہ جب دہلی کے مولویون کو جناب شاہ ولی اللہ صاحب سے رنجش بڑھ گئی اور وہ آپکے خون کے پیاسے ہوگئے تو آپنے اُن کی اِس رنج و غصہ کی آگ فرو کرنے اور اِس رنجش کو دبانے کی غرض سے سفر عرب اختیار کیا۔ لیکن جس ہیند کی یہ خبر ہے خود شاہ صاحب کے بیان سے بے اصل اور غلط معلوم ہوتی ہے۔ کیونکہ آپ فرماتے ہین کہ جب میرے والد بزرگوار کا انتقال ہوا تو مین تقریبًا بارہ سال کتب دینیہ و عقلیہ کے درس مین محو رہا اور ہر علم و عمل کو غور مین ڈوبی ہوئی نگاہ سے دیکھا اسی اثنا مین اکثر اوقات جناب والد ماجد کی قبر مبارک پر جاکر متوجہ ہوتا اور رات کی دلفریب چاندنی مین پہرون بیٹھا رہتا۔ اِن دنون مین توحید و جذب کی راہ میرے لئے وسیع ہوگئی اور وجدانیہ علوم فوج فوج نازل ہونے لگے۔ ائمہ اربعہ کی مذہبی کتابین اور اُن کے اصول ہمیشہ میرے پیش نظر تھے اور جن حدیثون سے انہون نے اپنے مذہبی قواعد کو مستحکم و مضبوط کرنے کے لئے استدلال کیا ہی وہ بھی مجھسے غائب نہ تھین۔ انجام کار نور غیبی

بقیہ صفحہ ۲۲۹ کہ تم جان بچا کے چلے جاؤ اور مجھے اِن منافقون کے ہاتھون شہید ہونے دو لیکن انکی حمیت اسلامی نے یہ گوارا نہین کیا اور وہ تلوارون کے قبضون پر ہاتھ رکھکر کہنے لگے کہ جبتک جان مین جان باقی ہے آپ پر آنچ نہ آنے دینگے نتیجہ یہ ہوا کہ شاہ صاحب جن کے ہاتھ مین صرف ایک پتلی سی لکڑی تھی اللہ اکبر کہکے اُٹھے اور کھاری باؤلی والے دروازے کی طرف چلے دونون دروازون سے سمٹ کے منافقون نے اُس دروازہ کو روک لیا اور بآواز بلند کہا دیکھو ولی اللہ نکل نہ جائے شاہ صاحب نے یہ آواز سُن کے نہایت دلیری اور متانت سے یہ سوال کیا کہ مین نے تمہارا کیا گناہ کیا ہی جس سے تم میری جان کے دشمن ہوگئے ہو اور میرے قتل پر آمادہ معلوم ہوتے ہو انہون نے جواب دیا کہ تونے قرآن کا ترجمہ کرکے بالکل عوام الناس کی نگاہون مین ہماری وقعت کو کھو دیا۔ دن بدن ہماری روزی مین خلل پڑتا جاتا ہی اور ہمارے معتقد کم ہوتے جاتے ہین یہ بہت بڑا صدمہ تونے نہ صرف ہمین پہنچایا بلکہ ہماری آیندہ نسلون کو پہنچایا ہماری اولاد کی آیندہ زمانہ مین اتنی بھی وقعت نہ رہیگی جتنی اب ہماری ہی اسپر شاہ صاحب نے یہ جواب دیا کہ خدا کی نعمت تم خاص کرنا چاہتے تھے مین نے عام کردی۔ کچھ دیر تک یہ ردوبدل ہوتی رہی آخر شاہ صاحب نے مع ساتھیون کے جو آپ کو حلقہ کئے ہوئے تھے دروازہ کی طرف قدم بڑھایا کٹ ملانے سینہ تان تان کے آکھڑے ہوئے کہ ہم نجانے دینگے اسپر شاہ صاحب کے ایک ساتھی نے تلوار کا وار کرنا چاہا۔ بدمعاش جو سب ہتیارون سے آراستہ تھے محمدیون کو آمادہ دیکھکر جھجکے اور اب اُن کے ہوش پران ہوئے وہ بدمعاش اکھاڑے کے پہلوان خانہ جنگیون مین زیادہ غلو رکھتے تھے علاوہ ایسی قلیل جماعت کی برہنہ تلوارون کے آگے کیونکر قائم رہ سکتے تھے جو سچے دل سے اسلام پر جان دینے کو تیار تھے اسوقت شاہ صاحب کو جلال آگیا تھا اور ابراہیمی مصفا خون آپکی رگون مین زور شور سے حرکت کرنے لگا تھا آپنے اپنی غیر معمولی جوش کی حالت مین اللہ اکبر کا ایک نعرہ مارا اور اُس جماعت کو چیرتے پھاڑتے نکلے چلے گئے کل بدمعاش اور منافق کٹ ملا دیکھتے کے دیکھتے رہگئے اور کسی کی یہ ہمت نہ پڑی کہ کوئی حملہ شاہ صاحب پر کرتا حقیقت مین یہ بہت صحیح ہی ؂ دشمن اگر قوی ست نگہبان قوی تر است۔ جب شاہ عبد العزیز صاحب نے یہ سنا تو انہین بہت رنج ہوا رنج کے سوا بیچارے کر ہی کیا سکتے تھے قلعہ مین انکی اتنی وقعت نہ تھی جتنی کہ انکے علم و فضل کی ہونی چاہیے جو اثر شاہ ولی اللہ صاحب کا مدینہ مکہ اور نجد پر تھا افسوس کہ وہ دہلی مین نہ تھا ہان کسی ڈوم اور کسبی کی سفارش بہت جلد چل جاتی تھی اور بیچارے شاہ صاحب کی کوئی نہ سنتا تھا۔ اسی شب تمام کنبے کے ممبر جمع ہوئے اور انہون نے مشورہ کیا کہ اب کیا کرنا چاہیئے یہ صاف معلوم ہوگیا تھا کہ شاہ ولی اللہ صاحب کے کٹ ملانے جانی دشمن ہوگئے ہین اور انہین شیعہ سردارون نے بھی اُکسایا ہی کہ وہ شاہ صاحب کو کیا تو شہید کرڈالین تاکہ

کی تائید سے مجھے فقہائے محدثین کی روش بھلی معلوم ہوئی اور انہیں کے مسلک کو مین نے اختیار کرلیا۔ ان بارہ سال کے گذرجانیکے بعد دفعۃً حرمین محترمین کی زیارت کا شوق مجھے پیدا ہوا اور مشائخ عرب سے علم حدیث کی سند لینے کا خیال آیا چنانچہ مین نے فوراً سامان سفر تیار کیا اور جہان تک جلد ممکن ہوسکا عرب کی طرف متوجہ ہوگیا"۔ اس سے صاف ہوتا ہی کہ شاہ صاحب نے دہلی کے جنگجو مولویون سے جان بچانے اور پیچھا چھڑانے کی غرض سے سفر عرب اختیار نہین کیا بلکہ صرف حدیث کی تکمیل اور مذہبی فرض سے سبکدوشی حاصل کرنے کی غرض سے اختیار کیا جیسا کہ آپکے بیان سے ظاہر ہوتا ہی۔

الغرض جناب شاہ ولی اللہ صاحب نے اخیر ۱۱۴۳ھ مین خانہ کعبہ کی زیارت سے مشرف ہو کر اور کامل ایک سال تک مکہ معظمہ کی مجاورت۔ مدینہ طیبہ کی زیارت سے معزز و ممتاز ہوکر شیخ ابو طاہر قدس سرہ اور دیگر مشہور و نامور مشائخ عرب سے روایت حدیث حاصل کی اسی اثنا مین آپ چند روز تک جناب سید البشر علیہ افضل الصلوات واتم التحیات کے روضہ منورہ کے مجاور رہے اور انتہا سے زیادہ فیض حاصل کیا اکثر اوقات چاندنی راتون کی دلکش روشنی مین آپ وہان مراقب رہے اس دلکش و دلفریب وقت کے اعتبار سے اگرچہ آپ کو کچھ مدد پہنچی ہوگی لیکن زیادہ تر جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے فیض نے آپکے دل کو نہایت مجلے اور صاف کردیا تھا اب حرمین شریفین کے بڑے بڑے زبردست علما و فضلا سے ملے اور نئے نئے مشائخ سے ملاقاتین کین اور ہر طبقہ کے مشائخ سے استفادہ لیا۔

شاہ صاحب کے اس سفر مین کوئی خاص واقعہ بجز اس کے قابل تذکرہ نہین ہی کہ آپنے کن کن علماء سے استفادہ حاصل کیا اور وہ کس قدر و منزلت کے لوگ تھے چنانچہ مین اس مقام پر اُن حضرات کے اسماءِ گرامی قلم بند کرنا چاہتا ہون جن سے شاہ صاحب نے تکمیل حدیث کے علاوہ خرقہ صوفیہ زیب بدن فرمایا اور ساتھ ہی اسباب کا بھی مختصر طور پر خاکہ کھینچنا چاہتا ہون کہ کس فاضل سے آپنے کس چیز کی سند حاصل کی اور وہ آپکے ساتھ کس وقعت و عظمت سے پیش آیا۔

جناب شاہ ولی اللہ صاحب جب حج مبرور کے ارکان فرضیت کے بارے سبکدوش ہوئے اور جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے مزار مبارک سے فیض و شرف حاصل کرچکے تو شیخ محمد وفد اللہ[1] ابن شیخ

---

[1] جناب شیخ محمد وفد اللہ بن محمد بن محمد بن سلیمان المغربی ایک بڑے معزز و ممتاز شخص تھے قطع نظر مجتہد فن ہونے اور فرزند دلبند ہونے کے اپنے والد بزرگوار کی تعلیم و تربیت کے ایک عمدہ نمونے تھے حرمین محترمین کے بڑے بڑے مشائخ و علما آپ کی انتہا سے زیادہ عزت کرتے اور آپ کی شاگردی کو سرمایہ فخر و ناز سمجھتے تھے آپ اپنے زمانہ مین ایک ایسے مسلم الثبوت محدث تھے جنکی نظیر کہین مل

محمد بن محمد بن سلیمان المغربی کی خدمت مین پُہنچے جنہون نے بڑی جوش مسرت سے ... چند قدم آگے بڑہکر آپ کا استقبال کیا اور بہت عزت سے بٹہایا معمولی مزاج پرسی کے بعد آپ کا حال دریافت کیا۔ شاہ صاحب نے شیخ محمد وفد اللہ کی اس مہربانی کا شکریہ ادا کیا اور ساتھ ہی یہ بھی بیان کر دیا کہ مین آپسے سند حدیث لینا چاہتا ہون اور اسی لئے ہندوستان سے یہان حاضر ہوا ہون۔ شیخ وفد اللہ نے بخوشی اس بات کو منظور کیا اور ایک خاص وقت آپکے لئے مقرر کر دیا چنانچہ آپنے شیخ موصوف کے درسگاہ مین آمد و رفت شروع کی اور مؤطا یحیی بن یحیی اول سے آخر تک بہت تہوڑے عرصہ مین پڑہ ڈالی اور آپکے بعد شیخ محمد بن محمد بن سلیمان مغربی کی تمام مرویات کی اجازت حاصل کی۔

بقیہ نوٹ صفحہ ۲۳۳۔ نہ سکتی تھی شیخ محمد وفد اللہ کے والد بزرگوار علم حدیث مین وہ پایہ رکہتے تھے کہ تمام اہل حرمین آپکے اُستاد کہلائے جاتے تھے اور شیخ الحدیث کا معزز و مقتدر خطاب پبلک سے حاصل کیا تہا شیخ محمد کی شہرت اگرچہ زیادہ تر حدیث مین تھی اور آپ خصوصیت کے ساتھ علم نبوی مین زیادہ منہمک رہتے تھے لیکن حقیقت مین تمام علوم و فنون کو جامع تھے اور تفسیر و فقہ ادب مین اجتہاد کا درجہ رکہتے تھے اہل حرمین آپکے فضل و کمال کی بڑی عزت کرتے تھے اور یا حافظ الحدیث یا شیخ الحدیث کہکر پکارتے تھے۔ شیخ محمد ذی علم کے علاوہ صاحب ثروت اور مالدار بھی تھے اور چونکہ خود علوم کے جوہری تھے اس لئے اُسکی انتہا سے زیادہ قدر کرتے تھے۔ ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ آپ اسلام بول مین تشریف لیگئے اور وہان ایک شخص کو نسخہ نبویہ فروخت کرتے دیکھا علم کی قدر شناسی اور حرص نے آپکو اس پر آمادہ کیا کہ تین ہزار رائج الوقت سکہ دیکر اُسی خرید لیا اور پھر بھی مفت خیال کیا انتقال کے وقت تک اسے تعویذ بازو بناکر رکہا اور کبھی علیحدہ نہین کیا۔ ایک مرتبہ مسجد الحرام مین پانی کا ایسا سیلاب آیا جس سے تمام حرم کے باشندون پر غرق ہو جانے کا خوف غالب ہو گیا شیخ محمد نے اپنے مال و دولت اور اہل و عیال کی کچھ بھی پروا نہین کی اور اُس متبرک نسخہ کو سر پر رکھکر طواف مین مشغول ہو گئے۔

شاہ ولی اللہ صاحب جس زمانہ مین شیخ محمد وفد اللہ کی علمی مجلس مین تشریف رکھتے اور سند حدیث حاصل کر رہے تھے تو آپ اس نسخہ کی زیارت سے مشرف ہوئے تھے بلکہ اُسمین سے کچھ پڑہا بھی تہا۔

شیخ محمد جس طرح علم شریعت کو جامع تھے ویسے ہی طریقت کے رموز و اسرار سے بھی بخوبی واقف تھے آپنے شیخ ... المغربی کی خدمت سے خرقہ حاصل کیا تہا اور اُن کے ہاتھ پر بیعت کر چکے تھے۔ کتب حدیث کی تصحیح کی بنیاد حرمین مین آپ ہی نے ڈالی اور شیخ وفد اللہ نے اُس بنیاد پر اسقدر عمارت بلند کی کہ چند روز مین آسمان سے باتین کرنے لگی۔ شیخ تاج الدین قلعی جو اُس عہد مین ایک فاضل اجل عالم تسلیم کئے جاتے تھے اور جو تمام اہل عرب کے مقتدا و پیشوا تھے بیان کرتے ہین کہ شیخ محمد جس طرح علم روایت مین کمال رکھتے تھے اُسی طرح آپنے صناعات عجیبہ اور علوم غریبہ کو بھی عروج پر پہنچا دیا تہا حدیث و تفسیر کے علاوہ انشا پردازی اور فصاحت و بلاغت مین خاص امتیاز رکھتے تھے علم ادب اور شاعری مین ضرب المثل تھے ثروت و دولت کا کافی حصہ خدا کی طرف سے عنایت ہوا تہا اور اس تمول کے لئے وہ زیور بھی تھا جو مال کے لئے زیب و زینت ہے یعنی آپ اعلی درجہ کے فیاض و سخی تھے غرضکہ دینی و دنیاوی اقتدار کے لئے کوئی ایسی صفت نہ تھی جو فیاض ازل نے آپسے دریغ رکھی ہو حقیقت یہ ہے کہ آپ خداوندی ارشاد زادہ فی العلم والجسم کے ایک ایسے صاف و شفاف فوٹو تھے جسمین یہ دونون تصویرین ہر وقت نظر آتی تھین۔ چونکہ شیخ محمد جامع علوم و فنون اور ہر صفت کے ساتھ موصوف تھے اسلئے آپ کا ذاتی کمال وطن مالوف سے یہان کھینچ لاتا تہا کیونکہ اس زمانہ مین عرب کے علاوہ اظہار کمالات کے لئے کوئی دوسرا شہر اہل علم کے لئے نہ تہا۔

لیکن جس زمانہ مین شیخ محمد کے علوم معراج کمال پر پہنچے اور شہرت کے سورج نے اپنی روشنی تمام خطہ عرب مین پھیلا دی تو حاسدون کے کینہ و عداوت

اس کے بعد شاہ صاحب جناب شیخ ابو طاہر محمد بن ابراہیم کروی مدنی کی خدمت مین پہنچے اور احادیث صحاح ستہ تا آخر حاصل کین۔ پیکہ ان صحیح بخاری کی اثناء قراءت مین احادیث وفقہ کی مختلف ومتضاد روایات مین بحث

جناب شیخ ابو طاہر عمر کے ابتدائی زمانہ سے تحصیل علوم مین راغب تھے اور علمی سوسائٹیون علماء کی مجلسون مین ہمیشہ شریک ہوتے تھے۔ ابتدائی تعلیم و تربیت کے فراغ کے بعد جب آپ مین علمی قابلیت پیدا ہوگئی اُسوقت سے آپکے والد بزرگوار نے اس گرانبہا جوہر کی قدر دانی شروع کردی اپنا خرقہ اس فرزند رشید کے جسم پر آراستہ کیا اور اسی پر اکتفا نہین کیا بلکہ بہت سے بزرگون سے اُن کے لئے اجازت اور خرقہ حاصل کیا جن مین ایک بزرگ شیخ محمد بن سلیمان مغربی ہین۔ شیخ ابو طاہر نے کتب عربیہ کی تحصیل سید احمد ادریس مغربی سے کی جو اپنے زمانہ کے سیبویہ کہلائے جاتے تھے اور جو علوم عربیہ مین اجتہاد کا مرتبہ رکھتے تھے حدیث وفقہ اور تفسیر مین بے نظیر تھے اور ادب وشاعری مین بے مثل لیاقت رکھتے تھے قطع نظر اس کے اتقاء و پرہیزگاری مین حد سے زیادہ مشہور تھے شیخ ابو طاہر فرماتے ہین کہ ایک دفعہ سید احمد ادریس کے ایک تلمیذ نے مسجد نبوی کی محراب مین سورۃ تبت پڑھی اور جب نماز سے فارغ ہوکر سید کے پاس آیا تو آپ نے اُسپر انتہا سے زیادہ عتاب کرکے فرمایا الا اراك تقرأ بين يدی رسول الله صلی الله عليه وسلم سورة ذكر فيها عمه بما ذكر فان الله يخاطب رسوله بما يشاء وليس ذلك حدنا یعنی مین تجھے اچنبھے دیکھون کہ جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے آگے کھڑے ہوکر ایسی سورت پڑھے جس مین آپ کے چچا کی نکوہش ومذمت بیان کی گئی ہو خدا تعالی اپنے پیغمبر کو جس چیز کے ساتھ چاہے خطاب کرسکتا ہے لیکن ہمارا یہ مرتبہ نہین ہے کہ ہم ایسا کرین شیخ ابو طاہر نے فقہ شافعی شیخ علی طولونی مصری سے پڑھی تھی اور معقول کی کتابین منجم باشی سے جو روم کے متبحر علما مین مشہور فاضل تھا۔ علم حدیث کی تمام کتابین اپنے والد سے پڑھی تھین بعدہ تکمیل علوم اور اجازت وسند کے حاصل کرنے کے لئے اول شیخ حسن عجمی کی خدمت مین حاضر ہوئے اور اُن سے بہت کچھ استفادہ حاصل کیا پھر شیخ احمد نخلی اور شیخ عبد اللہ بصری کے پاس پہنچے۔ شیخ عبد اللہ بصری سے شمائل النبی اول سے آخر تک پڑھی اور امام احمد کی مسند دو مہینے سے کم مدت مین سُنی۔ ان حضرات کے علاوہ بہت سے اُن فضلا سے بھی سماعت حدیث کی جو حرمین شریفین کی زیارت کے لئے وقتاً فوقتاً تشریف لائے مثلاً شیخ عبد اللہ لاہوری جو ملا عبد الحکیم سیالکوٹی کی تمام کتابون کی روایت شیخ عبد اللہ اللبیب سے کرتے ہین اور شیخ عبد الحق محدث دہلوی کی تمام کتب اسی واسطہ سے مولانا عبد الحکیم سے روایت کرتے ہین اور شیخ سعید کوکنی۔ اس فاضل اجل اور علامہ عصر سے شیخ ابو طاہر نے بعض کتب عربیہ اور فتح الباری مصنفہ شیخ ابن حجر عسقلانی کا چوتھا حصہ پڑھا۔ غرضکہ شیخ ابو طاہر علمی فضل وکمال کے علاوہ سلف صالح کی تمام اوصاف کے ساتھ متصف تھے ورع واجتہاد مین نہایت بلند رتبہ رکھتے تھے فصاحت وبلاغت مین ضرب المثل اور نہایت مشہور تھے حدیث وفقہ کی جزئیات اور استنباط مسائل پر آپ کی نظر نہایت غائر تھی اور یہی وجہ تھی کہ عرب کے تمام باشندے آپ کی بہت عزت کرتے اور ہر شخص اپنی آنکھون پر جگہ دیتا تھا باوجود انہماک علم اور استغراق فن کے جبتک کتب کا تتبع نکرلیتے کسی بات کا جواب ندیتے تھے۔ رقیق القلب اسدرجہ تھے کہ جب احادیث رقاق پڑھتے تو آنکھون مین آنسو بھر آتے اور پہرون زار وقطار رویا کرتے اکثر اوقات طاعت الٰہی اور درس علوم مین مشغول رہتے اور بقیہ وقت کشف ومراقبہ مین صرف ہوتا تھا آپ کا عام طرز معاشرت اور لباس وغیرہ تکلف وبناوٹ سے بری تھا انتہا درجہ کا عجز وانکسار تھا اپنے خدام اور تلامذہ کے ساتھ متواضعانہ اخلاق سے پیش آتے اور اگر کسی سے کسی معاملہ مین غلطی ہوجاتی تو نہایت نرمی اور آہستگی سے متنبہ کرتے کبھی کسی پر غصہ نکرتے۔ شاہ ولی اللہ صاحب کا ایک مختصر آرٹیکل اسمقام پر قابل ذکر ہے آپ فرماتے ہین کہ "مین نے علماء حرمین کے اکثر حضرات سے ملاقات کی ہے اور اکثر فضلا کی خدمت مین حاضر ہوا ہون لیکن مین نے کسی کو نہین دیکھا ہے کہ مکارم اخلاق کے ساتھ جامع علوم ہو بجز شیخ ابو طاہر بن ابراہیم کردی مدنی رحمۃ اللہ علیہ کے شیخ کی فراست ودرایت حقیقت مین خصوصیت کے ساتھ قابل ذکر ہے جسے مین نے اپنی تالیفات کے بعض مختلف مقامات مین ذکر کیا ہے"

الغرض جناب شیخ ابو طاہر قدس اللہ سرہ العزیز نے ۱۱۴۵ھ رمضان کے مہینے مین انتقال کیا اور وہین مدفون ہوئے۔

چھڑ گئی اور شاہ صاحب نے بڑی حذاقت و دلیری سے اِس اختلاف کا سبب دریافت کیا شیخ ابوطاہر نے جواب دیا کہ احادیث و فقہ کی روایات مین جو کہین کہین اختلاف واقع ہی اِس کی بڑی وجہ یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حقیقت جمعیت کے انتہائی درجہ کو پہنچ گئی تہی اور فرط جمعیت سے یہ صورت اختلاف پیدا ہوگئی تہی ایک اور موقع پر صوفیہ کے حالات مین بحث شروع ہوگئی اور ان باتون کا سلسلہ یہانتک بڑھا چلا گیا کہ شیخ ابوطاہر صاحب کے درس کا وقت فوت ہوگیا آخر کار یہ مسئلہ پیش ہوا کہ بعض حضرات صوفیہ اپنے ہم مشربون کے کلام کی تردید کرتے ہین اور یہ تردید اُن کے پیرو ون مین نفوذ کر جاتی ہی اسپر شیخ ابوطاہر بولے کہ مین صوفیہ کے انکار سے بیحد خائف رہتا ہون ہر چند کہ میری بعض اسلاف بھی ایسے ہوگزرے ہین جنھون نے اپنے ہم مشربون کے ساتھ ایسا برتا و جائز رکھا لیکن مجھ مین اُنکی طعن آمیز تردید نے ذرا بھی اثر نہین کیا بلکہ مین اُن کے ساتھ ایسا ہی اعتقاد رکھتا ہون جیسا اپنے اسلاف کے ساتھ اور اُن کی طرف سے کسی طرح کی گران خاطری اپنے مین نہین پاتا پھر کلیۃً یہ کیونکر تسلیم کرلیا جائے کہ حضرات صوفیہ کی باہمی رد و قدح اُن کے پیرو ون مین بھی نفوذ کر جاتی ہے ۔ شاہ صاحب فرماتے ہین کہ اسپر شیخ ابوطاہر نے ایک تمثیلی حکایت بیان کرنا شروع کی ۔ فرمانے لگے کہ شیخ یحیی شاذلی میرے والد بزرگوار کے ساتھ ہمیشہ مباحثہ و مذاکرہ کیا کرتے تھے اور کچھ نہ کچھ چھیڑ چھاڑ چلی جاتی تہی شیخ یحیی بعض اوقات ادب کا پہلو چھوڑ کر طعن آمیز کلام سے تردید کر بیٹھتے تھے جس سے سننے والون کو سخت رنج ہوتا تھا لیکن باوجود اس کے کہ جب اُنہون نے دنیا سے کوچ کر کے سفر آخرت قبول کیا اور زمانہ دراز کے بعد اُن کی لاش قبر سے نکالی گئی تو بالکل صحیح سالم نکلے اور یہ معلوم ہوتا تھا کہ گویا ابھی سوئے ہین اِس حکایت کے نقل کرنے سے میری صرف اتنی ہی غرض ہے کہ تمھین معلوم ہوجائے کہ کسی شخص پر اِس وجہ سے طعن کرنا کہ وہ بعض عرفا کا منکر تہا ہرگز جائز نہین ہے ۔

شاہ صاحب کا بیان ہے کہ اِس کے بعد جناب شیخ ابوطاہر نے فرمایا کہ اسبارہ مین شیخ محی الدین بن عربی کی ایک عجیب و غریب وصیت ہی جو آپنے اپنے معتقدون کے سامنے ایک نہایت ہی بااثر طریقے سے بیان فرمائی ازان بعد آپنے فتوحات کا نسخہ کتب خانہ سے طلب کیا جو خاص مصنف کی قلم سے لکھا ہوا تہا اور اُس مین سے باب الوصیت کا مبحث پڑھنا شروع کیا جسکا خلاصہ یہ ہی کہ شیخ محی الدین بن عربی فرماتے ہین کہ مجھے ایک شخص کی طرف سے اِس لئے عداوت ہوگئی تھی کہ وہ شیخ ابومدین کو ایسی ناگوار او طعن آمیز باتون سے یاد کیا کرتا تھا جو اُن کی شان کے قابل نہین اور چونکہ مین اُن سے دلی عقیدتمندی رکھتا تھا اسلئے مجھپر اُسکی یہ باتین

اور بھی بُرا اثر ڈالتی تھین اور بہت سے بُرے خیالات اُسکی طرف سے میرے دل مین جم گئے تھے ایک دن کا
ذکر ہے کہ مین نے جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب مین دیکھا گویا آپ فرما رہے ہین کہ محی الدین! تم
فلان شخص سے کیون عداوت رکھتے ہو مین نے عرض کیا کہ حضرت! وہ ابو مدین جیسے معزز و مقتدر شخص کو بُرا
کہتا ہے اور مین اُن کا معتقد ہون فرمایا کیا وہ خدا رسول کو دوست نہین رکھتا مین نے کہا جی ہان خدا رسول کو
تو دوست رکھتا ہی فرمایا تو تم اس وجہ سے کہ وہ ابو مدین سے دشمنی رکھتا ہی اُس سے کس لئے عداوت رکھتے ہو
اور خدا رسول کی محبت رکھنے کی وجہ سے اُسے کیون نہین دوست رکھتے۔ چنانچہ جب صبح ہوئی تو مین نے اپنے
اِن بُرے خیالات سے توبہ کی اور اُس کے مکان پر معذرت کیلئے گیا اور اپنے ساتھ ایک قیمتی چادر لیتا گیا
جسے نہایت فرزانگی اور سلیقہ شعاری سے اُسکے سامنے پیش کیا اور راضی کرکے دریافت کیا کہ آپ ابو مدین سے
اِس درجہ بیزار کیون ہین میرے اِس سوال کا اُنھون نے ایک ایسا جواب دیا جس کی بنا صرف لاعلمی پر تھی
چنانچہ مین نے نہایت پُراثر لفظون مین تقریر کی اور اُن کے تمام شکوک و شبہات کو بالکل مٹا دیا اِسپر اُنھون نے
شیخ ابو مدین کو بُرا کہنے سے توبہ کی اور جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی برکت و فیض کا یہ بدیہی نتیجہ پیدا ہوا کہ
وہ بھی میری طرح شیخ کے بدل معتقد ہو گئے۔

الحاصل جناب شاہ ولی اللہ صاحب چند روز تک شیخ ابو طاہر کی خدمت مین رہے اور اسی قسم کے علمی تذکرے
بڑے زور شور سے ہوتے رہے شیخ ابو طاہر جس عزت و وقعت کے ساتھ آپ سے پیش آئے اُسکا اظہار صرف
اِسی سے ہو سکتا ہی کہ جب آپ اُن سے رخصت ہو کر وطن کی طرف مراجعت کرنے لگے تو ایک بے اختیارانہ
جوش کے ساتھ یہ بیت زبان پر لائے ؎ نسیت کل طریق کنت اعرفہ ✤ الا طریقا یودینی لربعکم۔
جون ہی شاہ صاحب کی زبان مبارک سے رخصتانہ الفاظ نکلے اور اِس شعر کی آواز شیخ صاحب کے کانون
مین پہنچی تو آپکے چہرہ پر حزن و ملال کے آثار چھا گئے اور پرنم آنکھون سے آنسوون کی ندیان بہنے لگین
آپ زار قطار روتے جاتے تھے اور بطریق مشایعت شاہ صاحب کے ہمراہ آہستہ آہستہ چلے جاتے تھے۔
شیخ ابو طاہر صاحب نے علاوہ سند احادیث کے اپنا خرقہ بھی عنایت فرمایا اور خود دست مبارک سے جناب شاہ
ولی اللہ کے زیب جسم کیا جو حقیقت مین تمام صوفیون کے خرقون کو جامع و حاوی تھا اور چلتے وقت بہت سی
باطنی فیوض تلقین کیئے۔ چونکہ شیخ ابو طاہر صاحب علمی کمالات کے جوہری اور قدردان تھے اِس لئے آپ نے
شاہ صاحب کی قابلیت کا خوب اندازہ کر لیا تھا اور آپ کے ضمیری جوہرون اور ربانی لیاقتون کو اچھی طرح

پر رکھ لیا تھا یہی وجہ تھی کہ رخصت کے وقت آپنے اُن باطنی رموز و اسرار کا آپ پر انکشاف کردیا جو ابھی تک آپکے
سینہ کے خزانہ مین ایک زمانہ دراز سے محفوظ چلے آتے تھے۔

حقیقت مین جناب شاہ ولی اللہ صاحب جس رتبہ کے شخص تھے اُس سے کچھ وہی عمیق و غمیض نظرین واقف
تھین جو روز ازل سے ربانی اسرار سے سرمہ آلود ہو چکی تھین عام نظرین اس قابل ہرگز نہین ہو سکتین کہ وہ
اُس عظمت و جبروت اور جاہ و جلال کو دیکھ سکین اگرچہ اس جلیل القدر اور عظیم الشان خاندان مین بہت سے
لوگ ایسے قابل ہو گذرے ہین جو فضل و کمال مین اپنے آپ ہی نظیر تھے لیکن انصاف یہ ہے کہ شاہ صاحب
جیسا صاحب کمال اس خاندان مین دوسرا نہین ہوا ایک فلسفی اور قومی شاعر کا یہ شعر ہماری تحریر کے
حسب حال ہے ؎

قیس سا پھر کوئی اُٹھا نہ بنی عامر مین　　فخر ہوتا ہے گھرانے کا سدا ایک ہی شخص

جناب مولانا شاہ ولی اللہ صاحب شیخ تاج الدین قلعی حنفی[۱] کی خدمت میں بھی حاضر ہوئے ہین اور سند احادیث
حاصل کی ہے چنانچہ آپ اپنی قلم مبارک سے تحریر فرماتے ہین کہ جس زمانہ مین شیخ تاج الدین کی مجلس درس
مین صحیح بخاری کا درس ہوتا تھا مین دو تین روز تک متصل حاضر ہوا اور بخاری شریف کی سماعت کی علاوہ ازین

[۱] شیخ تاج الدین۔ قاضی عبد المحسن کے فرزند رشید ہین بہت سے مشائخ کی صحبت مین علم حدیث حاصل کیا اور درسیہ علوم تمامہا اخذ کیئے اور ہر ایک سے اجازت پائی آپ ہنوز خورد سال ہی تھے کہ آپکے والد بزرگوار قاضی عبد المحسن نے شیخ عیسی مغربی سے آپکے واسطے اجازت حاصل کر لی تھی۔ اہل مکہ انکی بہت بڑی عزت کرتے تھے اور یہی وجہ تھی کہ آپنے پبلک سے امامت اور افتا کا معزز خطاب حاصل کر لیا تھا تمام عربستان مین مفتی مکہ مشہور تھے اور فقہ حنفی کے دوسرے بازو سمجھے جاتے تھے۔ جب شیخ تاج الدین ابتدائی تعلیم و تربیت سے فارغ ہو لیے تو شیخ محمد بن سلیمان مغربی کی مجلس درس مین حاضر ہوئے اس زمانہ مین شیخ محمد بن محمد بن سلیمان مغربی کی درسگاہ مین سنن نسائی کا درس ہو رہا تھا جب یہ کتاب ختم ہوئی تو شیخ مغربی نے تمام حاضرین مجلس کو اجازت دی جس مین شیخ تاج الدین بھی شامل تھے لیکن شیخ تاج الدین نے حدیث کی اکثر کتابین شیخ عبد اللہ بن سالم بصری سے پڑھین اور صحیح بخاری و صحیح مسلم شیخ حسن عجمی سے اور جب ان حضرات سے استفادہ حاصل کر چکے تو آپ شیخ صالح زنجانی کی خدمت مین پہنچے اور ایک مدت تک اُنکی صحبت مین رہکر علم کی باریکیان دریافت کین علم فقہ مین ان ہی سے حظ کامل اُٹھایا اور اس علم خاص مین شیخ تاج الدین کو ان کی شاگردی کا بہت بڑا فخر حاصل ہے شیخ صالح زنجانی کے علاوہ شیخ احمد نخلی اور شیخ احمد قطان بھی ان کے اُستاد ہین جنکی صحبت مین سالہا سال تک شیخ تاج الدین فیضیاب رہے ہین اور اجازت و سند حاصل کی ہے شیخ احمد قطان سے درس کا طریقہ سیکھا اور اُن کے انتقال کے بعد کعبہ کے سایہ تلے انکی مصلی پر بیٹھکر شیخ احمد کی قائمقام درس دینا شروع کیا چنانچہ شیخ تاج الدین اس واقعہ کی نسبت خود اپنی قلم سے یون تحریر فرماتے ہین کہ جب میرے اُستاد شیخ احمد قطان کا انتقال ہو گیا تو میرے اور تمام مشائخ نے جن مین شیخ عبد اللہ بصری اور شیخ احمد نخلی بھی تھے مجھپر زور ڈالا کہ مین شیخ احمد قطان کی جگہ بیٹھکر طلبہ کو درس دون اور شیخ کی عادت کے مطابق قراءۃ حدیث کرون لیکن مجھسے اس عظیم الشان منصب پر دلیری نہین ہو سکتی تھی اور باوجود ایسے جلیل القدر اکابر اور مشہور فاضل کے مجھ سے اس خدمت کی ادائیگی بہت ہی دشوار و مشکل معلوم ہوتی تھی لہذا مین نے اس خدمت کو قبول نہین کیا اور اپنے مشائخ بزرگوار کو جواب صاف دیدیا کہ آپ لوگون کے ہوتے مجھسے یہ کبھی بن نہ آئے گا کہ اس عظیم القدر امر پر جرأت کرون لیکن ان حضرات نے میری اس التماس کو نگاہ قبول سے نہین دیکھا اور میرے انکار پر اس قدر اصرار و مبالغہ کیا جس سے مین

کتب صحاح ستہ کے بعض بعض مشکل مقامات اور موطأ ا امام مالک اور مسند دارمی اور کتاب الآثار امام محمد اور موطأ امام محمد کی بھی سماعت کی جس وقت آپ سے ان تمام کتابوں کی اجازت جملہ اہل مجلس کو دی تھی فقیر بھی اُس جماعت میں داخل تھا ہرچند کہ اور لوگوں کے زمرہ میں مجھے اجازت حدیث حاصل ہوگئی تھی لیکن مولانا تاج الدین نے مجھے خصوصیت کے ساتھ علیحدہ اجازت دی اور زبانی اجازت پر اکتفا نہیں کیا بلکہ تحریری اجازت عنایت فرمائی جن ایام میں شیخ موصوف کی خدمت میں حاضر تھا تو آپ ایک عجیب غریب حکایت بیان فرماتے تھے چونکہ وہ حکایت لطف و دلچسپی سے خالی نہیں ہے اس لئے میں اس مقام پر اُسکا درج کرنا مناسب سمجھتا ہوں۔

بقیہ نوٹ صفحہ ۲۳۸ - بالکل مجبور ہوگیا انجام کار میں نے شیخ حسن عجمی کو جو اُس زمانہ میں طائف کی سمت میں مقیم تھے یہ تمام کیفیت لکھ بھیجی جس کے جواب میں اُنھوں نے مزید تاکید کے ساتھ کہلا بھیجا کہ بہرحال اپنے مشایخ کے فرمان کو رغبت کے کانوں سے سنتا اور نگاہِ قبول سے دیکھتا چاہئے الغرض جب میں سب طرف سے مجبور ہوگیا تو مشائخ مذکورین کی فرمان پر گردن تسلیم خم کردی اور اپنے عزیزوں کے اشارے کے مطابق شیخ احمد قطان کے مقام پر بیٹھکر صحیح بخاری پڑھانا شروع کی اور جس مقام تک شیخ نے انتہا کی تھی میں نے اُسی جگہ سے بخاری کا آغاز کیا جب بخاری شریف ختم ہوئی تو مجلس میں تمام علماء و مشائخ حاضر تھے سب نے میرے حق میں دعا خیر کی اور میں نے اُن کی قدر دانی کا شکریہ ادا کیا"۔

شیخ تاج الدین کے اِس واقعہ سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ آپ جامع جمیع صفات کمال اور حاوی جملہ علوم و فنون تھے کیونکہ اگر آپ فی نفسہ ایسے نہوتے تو اِس قدر مشائخ کبار اور اجلہ اعلام میں درس دینے کی آپ کو جسارت نہ ہوتی نیز ان اولوالعزم اور فرید عصر حضرات کا اِس جلیل القدر منصب پر شیخ تاج الدین کو مامور کرنا خود اِس پر دلیل ہے کہ وہ ایک ایسے گرانمایہ جوہر تھے جس کی قیمت و قدر سے یہی علم کے جوہری خوب واقف تھے۔ شیخ تاج الدین کو جناب شیخ ابراہیم کردی مدنی کی شاگردی کا بھی فخر حاصل ہے آپ نے حدیث و فقہ کی تمام علوم کی اجازت اُنہیں دی اور علمی فضیلت کی دستار اپنے ہاتھ سے باندھی۔

الحاصل شیخ تاج الدین بڑے پائے کے شخص تھے اور متعدد علوم میں کمال رکھتے تھے تفسیر حدیث فقہ سیر ایام العرب کے حافظ تھے اور ادب اُن کا ادنے سا علم تھا خدا تعالی نے ذہن و حافظہ ایسا قوی دیا تھا کہ ایک ہی زمانہ میں مختلف علوم کا درس دیتے تھے علمی ذوق و شوق خدا نے بچپن سے دیا تھا جس کی تکمیل میں آپ ہمیشہ مصروف رہے اور آخر کار اُسے کمال عروج پر پہنچا دیا - فن ادب میں آپ کو کمال دستگاہ تھی۔ فصاحت و بلاغت کے متعلق آپ بڑے بڑے شعرا کو غلطیاں بتا دیتے تھے کہ یہاں یوں ہونا چاہیے اور وہ فوراً اُنہیں تسلیم کر لیتے تھے۔

شیخ تاج الدین میں وہ تمام خصلتیں اور فضائل مجتمع تھے جو ایک پاکباز اور دیندار عالم میں ہونا چاہیں عام اخلاق و عادات عزم و ثبات بلند حوصلگی - دقیق نظری میں تمام مشایخ و علماء میں ایک مستثنے اور ممتاز عالم تھے عالمانہ تزک و احتشام اور فاضلانہ شان و شوکت اور علم و فضل کی سرپرستی نے شیخ تاج الدین کی شہرت کو اور بھی چمکا دیا تھا آپ کی علمی برکتوں کی منادی عام نے دلوں میں وہ ذوق و شوق اور حوصلے پیدا کر دئے تھے کہ زمانہ کے جملہ اہل کمال آپکے درسی مجلس میں کھنچے چلے آتے تھے جیسے خود قابل طباع فضیلت مآب تھے ویسے ہی آپکے تلامذہ بھی جودت ذہن اور خداداد قابلیت میں ممتاز تھے۔ پھر باوجود ایسے عالم و فاضل ہونیکے تکلف و بناوٹ مزاج میں نام کو نہ تھا مذہبی عقائد میں بڑے مستحکم تھے علاوہ فرض نماز کے سو رکعتیں روزانہ پڑھنے کا دستور تھا اور بجز بیماری یا نہایت قوی عذر کے کبھی جماعت ترک نہیں ہوئی - بزرگان دین سے خاص تعلق رکھتے تھے اور اثناء وعظ میں سخت رقت ہوتی تھی صوفیائے کرام اکثر اوقات آپکے مکان پر تشریف رکھتے تھے اور کبھی کبھی اُنکے مکان پر خود جاتے تھے ۱۱۸۰ھ میں آپنے سفر آخرت قبول کیا اور اپنے انتقال کے بعد دنیا میں ایک نہایت

شیخ تاج الدین صاحب کا بیان ہی کہ ایک مرتبہ مین سخت بیمار رہوا اور مرض نے اِس قدر طول کھینچا کہ ضعف و ناتوانی تمام اعضا پر غالب ہوگئی اور اب مجھے حس وحرکت کرنے کی بھی تاب وطاقت نہین رہی۔ اسی اثنا مین۔ مین نے ایک شب کو عجیب وغریب خواب دیکھا۔ مین دیکھتا ہون کہ ایک شخص دروازہ سے آیا ہے اور کہہ رہا ہے کہ اِس بیمار کی شفا کے لئے مرغیان پکائی جائین اور اُن پر سارا قرآن پڑھا جائے جب یہ مریض اُن مرغیون کو کھائے گا تو اُسکا تمام مرض جاتا رہیگا اور بالکل شفا حاصل کریگا۔ جب مین بیدار ہوا تو مین نے عزم بالجزم کرلیا کہ خواب کے بموجب عمل درآمد کرنا چاہیئے لیکن اسپر بھی مین نے اِس قدر توقف کیا کہ آج شب کو اور معلوم کرلینا چاہیئے اور کل اُس کے مطابق تعمیل کرنی مناسب ہے چنانچہ شب آئندہ کو جب مین مرض کی بیچینی مین کروٹین لیتے لیتے سوگیا تو دیکھتا ہون کہ گویا امام بخاری علیہ الرحمۃ میرے گھر مین تشریف لائے ہین اور اپنے دست مبارک سے دیگ درست کررہے ہین۔ آپنے دیگ کے نیچے آگ جلائی اور مرغیون کا نہایت عمدہ اور صاف گوشت دیگ مین ڈالا صبح سے شام تک برابر سالن پکتا رہا اور جب خوب پک کر تیار ہوگیا تو امام بخاری نے ایک بڑے سے شفاف قاب مین میرے آگے لاکر رکھا اور فرمایا کہ ہم نے اِس پر سارا قرآن پڑھا ہے تم اسے کھاؤ خدا کے فضل وکرم سے شفا پاؤگے چنانچہ مین نے اُسمین سے کچھ تناول کیا کھاتے ہی مرض مین فوری افاقہ محسوس ہوا اور تھوڑی دیر مین اُس مرض کا مجھ مین نام ونشان تک باقی نہین رہا عادت کے موافق جب صبح کو بیدار ہوا تو اپنے تئین بالکل صحیح وتندرست اور چاق وتوانا پایا۔ مین نے اپنے دل مین جو بشاشت وسرور اِس واقعہ سے پایا کہ حضرت امام بخاری نے اِس فقیر کے حال پر اِس درجہ عنایت و مہربانی فرمائی ہے وہ اُس سے بہت زیادہ تھا جو ازالۂ مرض اور دفعیہ بیماری سے پایا جاتا تھا

جن علماء حرمین سے جناب مولانا شاہ ولی اللہ صاحب نے بالمشافہ اجازت حدیث حاصل کی اور علم حدیث کی مختلف کتابین سنی سنائین مین اُنکی مختصر فہرست مع اجمالی حالات کے بیان کرچکا اب مجھے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اسی عنوان کے ذیل مین اُن مشائخ صوفیہ اور علماء محدثین کے حالات وواقعات کا بھی سرسری طور پر خاکہ کھینچون جن کے واسطے سے انہین اور اِن کے ذریعے سے جناب شاہ صاحب تک خرقہ صوفیہ اور اسناد حدیث کا سلسلہ پہنچا ہے۔ اگرچہ یہ ایک نہایت وسیع اور طول طویل مضمون ہی جس کی تفصیل کیلئے کئی جزو درکار ہین مگر چونکہ مین حیات ولی کو زیادہ طول دینا اور خارج البحث واقعات درج کرکے بڑھانا نہین چاہتا اس لئے نہایت اختصار کے ساتھ چند منتخب مشائخ کا حال علیحدہ علیحدہ عنوانون سے ذکر کرتا ہون

شیخ احمد شناوی

شیخ احمد۔علی کے فرزند رشید اور عبد القدوس بن عباس شناوی کے بلند اقبال پوتے ہین آپکے آباء بزرگوار اولیاء کبار اور بڑے جاہ وجلال کے لوگ تھے شیخ عبد الوہاب شعراوی نے جو ایک مختصر ریمارک آپ کے علم وفضل کی نسبت کیا ہی وہ حقیقت مین آپکے لئے ایک اعلےٰ درجہ کا سارٹیفکٹ ہوسکتا ہی شعراوی لکھتے ہین کہ شیخ احمد شناوی علم شریعت وحقیقت کو جامع تھے علم حدیث شمس رملی اور اپنے والد بزرگوار سے پڑھا تھا اور سید غضنفر اور شیخ محمد بن ابی الحسن بکری سے حدیثین روایت کین اور اپنے والد علی سے خرقہ صوفیہ زیب بدن فرمایا اسکے بعد سید صبغۃ اللہ کی صحبت سے ہمیشہ فیضیاب رہی اور آخر کار اُن کے دست مبارک سے خرقہ پہنا اور انکی فیض صحبت سے درجات عالیہ پر پہنچے اور ایک ممتاز ومستثنےٰ خلیفہ قرار دئے گئے شیخ احمد کے لئے یہ جملہ ضرب المثل ہوگیا تھا کہ لوکان الشعراوی حیا ماوسعہ الا اتباعی یعنی اگر شعراوی بہی زندہ ہوتے تو انہین بھی بجز میری اتباع کے اور کچھ کرتے دہرتے بن نہ پڑتا۔

بیان کیا جاتا ہی کہ ایک دن شیخ احمد شناوی اپنے حجرہ مین سوتے تھے دیکھتے ہین کہ حجرہ کی دیوار پر ایک گرگٹ چلا جاتا ہی شرع کے قانون کے موافق آپنے اُسے مار ڈالنا چاہا لیکن شہود وحدت نے فوراً ہی آپکے اِس ارادہ کو مضمحل کردیا دوسری مرتبہ آپنے پھر اُس کے مار ڈالنے کا ارادہ کیا لیکن اب بھی شہود وحدت نے آپکے اِس داعیہ کو شکست دی غرضکہ آپ اِن دونون خطرون کے مابین متردد ومتحیر تھے انجام کار امتثال شرع کا ارادہ غالب ہوا اور آپنے ایک پتھر اُٹھا کر گرگٹ کی طرف پھینکا نشانہ نے خطا کی اور گرگٹ پتھر کی زد سے بچکر بھاگ گیا یہ دیکھکر آپ بہت خوش ہوئے اور جوش مسرت مین زبان مبارک سے نکلا الحمد للہ الذی جمع بین الامرین یعنی خدا کا شکر ہے کہ اُس نے مجھسے دونون باتون پر عمل کرادیا۔

اس حکایت کی عقب مین شیخ احمد قشاشی نے (جو جناب شیخ احمد شناوی کے فرزند معنوی اور ممتاز خلیفہ ہین اور جنکے حالات آیندہ بیان ہون گے) فرمایا کہ اگر مین ایسے مقام پر ہوتا تو ذرا توقف وتردد نکرتا اور گرگٹ کے سر کو فوراً پتھر سے کچل ڈالتا۔

شیخ احمد شناوی نے بہت سی پر مغز اور عاقلانہ مقولے تحریر کئے ہین منجملہ اُنکے بطور مشتے نمونہ از خروارے یہ ہین "عہد تا یحفظ وان لم یحفظ" متاخرین اہل حرمین کے عرف مین قبول بیعت کو اخذ عہد سے تعبیر کرتے ہین

اس بنا پر شیخ احمد شناوی کے اِس حکیمانہ مقولے کے یہ معنی ہوئے کہ مشائخ صوفیہ مین سے جو میری بیعت قبول کرتا ہے اس طریقہ کی تمام مشائخ کی برکت حالت زندگی اور حالت موت مین اُس کے شامل حال ہوتی ہے۔ یہ بھی آپ ہی کا پر مغز فقرہ ہے کہ ”لا یدخل النار من رانی و رای من رانی الی یوم القیامة“ یعنی جس شخص نے مجھے دیکھا یا میرے دیکھنے والے کو دیکھا وہ کبھی دوزخ مین داخل نہوگا“

آپ کا انتقال ۱۰۲۹ھ ہجری مین ہوا اور موضع بقیع مین دفن ہوئے۔

شیخ احمد قشاشی

شیخ احمد قشاشی شیخ محمد کے فرزند اور شیخ یونس قشاشی کے پوتے ہین جو عبد النبی کے لقب سے پکارے جاتے تھے۔ شیخ یونس کو عبد النبی کا لقب پبلک نے اِس وجہ سے دیا تھا کہ آپ آدمیون کو اجرت دیکر مسجد مین بٹھاتے اور جناب نبی عربی صلی اللہ علیہ وسلم پر درود پڑہواتے اور قشاشی کے ساتھ نامزد ہونے کی وجہہ تھی کہ آپ اپنے تئین مخفی اور پوشیدہ رکھنے کی غرض سے قشاشہ فروشی کیا کرتے تھے یعنی دوات پرانی قلمین اور پرانی جوتیان وغیرہ کم قیمت چیزین فروخت کیا کرتے تھے کیونکہ قشاشہ کم قیمت اور پرانے اسباب کو کہتے ہین۔

شیخ احمد قشاشی علم شریعت اور حقیقت مین امام وقت اور مجتہد عصر تھے جب حقایق سخن مین ذکر چھڑ جاتا تو آپ ہر بات کو آیات قرآنی اور احادیث نبوی سے مدلل و مبرہن کرتے آپنے بہت سے مشائخ کی صحبت اٹھائی اور اپنے والد بزرگوار سے خرقہ زیب جسم کیا لیکن حقیقت مین آپکے کمال نے شیخ احمد شناوی کے ہاتھ پر عروج پایا اور یہی وجہ تھی کہ شیخ احمد قشاشی اپنے تئین شیخ احمد شناوی کی طرف منسوب کرتے اور اس انتساب کو ذریعہ فخر سمجھتے تھے۔

بیان کیا جاتا ہی کہ شیخ احمد قشاشی نے مشائخ صوفیہ کی تلاش مین دور دراز ملکون کا سفر کیا اور ایک عرصہ دراز تک سیاحت مین مصروف رہے لیکن لوٹتے وقت جب جدہ مین پہنچے تو اُنہین ایک واقعہ مین معلوم کرایا گیا کہ شیخ احمد شناوی تکمیل کے مرتبہ پر پہنچ گئے ہین اُن کے ذاتی کمالات معراج کمال پر ترقی کر گئے ہین اور باطنی علوم کا ستارہ بڑے جاہ و جلال کے ساتہ چمک رہا ہی لیکن چونکہ کوئی معنوی فرزند نہین رکھتے مین اسلئے تمہین اپنے فرزندی کے انتساب سے مشہور کرنا چاہتے ہین اب تم جاؤ اور اُنکی خدمت مین چند روزہ زندگی بسر کرو چنانچہ شیخ احمد قشاشی اُسی وقت جدہ سے روانہ ہوگئے اور بہت جلد شناوی کی خدمت مین پہنچے

شادی نے انہیں دیکھتے ہی ایک نہایت مسرت اور تازگی کے لہجہ مین کہا مرحبا من جاء یقتبس منا علومنا
یہ بھی بیان کیا جاتا ہی کہ شیخ احمد قشاشی نے ایک رات خواب مین دیکھا کہ شیخ محی الدین بن عربی نے اپنے
دست مبارک سے ان کے جسم کو خرقہ سے آراستہ کیا اور اپنی ہمشیرہ عزیزہ کو ان کے نکاح مین دیا ہی شیخ احمد
قشاشی نے معلوم کر لیا کہ اب میری وحدت وجود کی معرفت درست ہو گئی ہی کیونکہ شیخ محی الدین بن عربی
کی ہمشیرہ عزیزہ اسی سے تعبیر ہو سکتی ہی ۔ ذیل کی عبارت خاص شیخ قشاشی کی خط مبارک سے لکھی ہوئی ہی
جس سے آپ کا علمی تبحر اور لیاقت و قابلیت بہت کچھ ثابت ہوتی ہی ۔ آپ تحریر فرماتے ہین الذی یتحقق
وجد انه ان یختمه الخاصة مرتبة الٰهیة یتزل بها کل واحد لها حسب وقته و زمانه غیر منقطعة ابد الآباد
الیٰ ان لا یبقی علیٰ وجه الارض من یقول الله الله لعدم خلو المراتب الالٰهیة عن القائمین بها حتی یصیر القائم
بها جسد الحافظ بمرتبة العدد فیما قبله وبعده بانفاسه تتم المصالح وتقتضی الحاجات لو انهم الف الف
فی عدید هم عاد و الی واحد فرد بلا حد وقد تحققنا بذلك حقا و نزلناه منازله صدقا فمن تبعنی فانه
منی ومن عصانی فانك غفور رحیم وممن رأنه من مشائخی من اهل الخمسة المذکورة سند اتصلا منا
الیهم من غیر انقطاع باذن الله تعالیٰ خمسة انفس سادسهم کلبهم رجما بالغیب انتہی
شیخ قشاشی کی مجلس مین جب مقامات کا ذکر چھڑتا تو آپ فرماتے نحن لا مقام لنا لانا من اهل یثرب وقال الله
تعالیٰ یا اهل یثرب لا مقام لکم یعنی ہمارے لئے کوئی مقام نہین ہی کیونکہ ہم باشندۂ یثرب ہین اور اللہ تعالیٰ
فرماتا ہی اے یثرب کے باشندو! تمہارے واسطے کوئی مقام نہین ہی گویا آپ اس سے مقام بے نشان
کی طرف اشارہ کرتے تھے۔
شیخ ابراہیم کردی روایت کرتے ہین کہ ایک مرتبہ قشاشی نے اپنی مجلس مین ذیل کی حدیث کا ذکر کیا کہ ما علی
احد کم ان یکون فی بیته محمد و محمد ان ثلثة شیخ کی زبان مبارک سے یہ الفاظ نکلتے ہی مین سمجھ گیا کہ خدا
تعالیٰ مجھے تین فرزند عطا کریگا جن مین سے ہر ایک کا نام محمد ہو گا لیکن اس کے ساتھ ہی مجھے خیال ہوا کہ
اگر ایسا ہوا تو ایک دوسرے سے کس نوعیت کی ساتھ مستثنے و ممتاز ہو گا شیخ قشاشی نے اپنی باطنی اشراق سے
فوراً میرا خیال تاڑ لیا اور فرمایا تکنی احدهم ابا سعید والثانی ابا المحسن والثانی اباطاهر یعنی تم ایک کی
کنیت ابو سعید دوسرے کی ابو الحسن تیسرے کی ابو طاہر رکھنا چنانچہ ایک مدت کے بعد یہی صورت
متحقق ہوئی۔

شیخ قشاشی کے عادات واخلاق بالکل سادہ اور بناوٹ سے بری تھے آپ کا طرز معاشرت نہ تو فقہائے زمانہ کے طور پر تھا نہ زاہدان خشک کی وضع پر بلکہ توسط اور بے تکلفی کے طریقہ پر تھا جو عین سنت کا منشا ہے۔ آپ امرا کے مکان پر جانا ہمیشہ معیوب جانتے تھے ہاں اگر وہ خود در دولت پر حاضر ہوتے تو نہایت خوشخوئی اور عام اخلاق سے پیش آتے اور ہر شخص کے ساتھ اُس کے قدر و منزلت کے مطابق برتاؤ کرتے پھر کریم قوم کا اور بھی خصوصیت کے ساتھ اکرام و اعزاز کرتے اور امر معروف کی تبلیغ نہایت نرمی و دلجوئی کے ساتھ اتمام کو پہنچاتے جو لوگ آپکی زیارت کا اعزاز حاصل کرتے انہیں نصیحت سے خالی نہ رکھتے۔

شیخ عیسی مغربی کا قول ہے ماخرجت من عند القشاشی قط الا و الدنیا فی عینی احقر من کل حقیر و نفسی اذل من کل ذلیل ولو تکرر دخولی علیہ مرات یعنی میں جب قشاشی کی مجلس کو چھوڑ کر باہر آیا تو میری آنکھ میں دنیا ہر حقیر چیز سے زیادہ حقیر معلوم ہوئی اور میں نے اپنے نفس کو ہر ذلیل چیز سے زیادہ ذلیل دیکھا اگرچہ میں ایک دن میں چند مرتبے آپ کی مجلس میں حاضر ہوتا مگر وہاں سے نکلتے وقت میری یہی کیفیت ہوتی شیخ احمد قشاشی نے جس وقت دنیا سے منہ موڑ کر سفر آخرت قبول کیا ہے تو اُس وقت ۱۰۷۱ھ ذیحجہ کی اُنیسوین تاریخ تھی۔

سید عبد الرحمن ادریسی مشہور بہ محجوب

آپ کی ولادت موضع مکناسہ میں ہوئی جو بلاد مغرب میں ایک نہایت معمور اور پُر فضا مقام ہے جب یہ زندگی کے ابتدائی مرحلے طے کر چکے تو بلاد مغرب اور مصر و روم و شام میں مدتوں تک سیر و سیاحت اور تعلیم علوم میں زندگی بسر کی کیونکہ اُن دنوں میں پرایویٹ درسگاہوں کے علاوہ بڑے بڑے مدرسے ان ہی شہروں میں قائم تھے بعد ازاں حرمین میں آئے اور سالہا سال تک مجاور رہے لیکن پھر لوگوں کی زبانی یہ جملہ سُن کر کہ الیمن ینبت فیہ اولیاء کما ینبت فی الارض البقل یعنی ملک یمن میں اولیاء اللہ اس قدر پیدا ہوتے ہیں جسقدر زمین میں گھاس اُگتی ہے،، اولیاء اللہ کی زیارت کے لئے یمن تشریف لیگئے اور وہاں رنگین صحبتیں اور عجیب و غریب وقایع پیش آئے جب ایک بہت تک یمن میں زندگی بسر کر چکے اور مختلف اولیاء اللہ کی صحبتوں سے فیضیاب ہو چکے تو پھر مکہ میں چلے آئے اور اسکے بعد یہیں رہنا اختیار کیا جمہور اہل مکہ آپ سے مستفید ہوئے اور بہت لوگوں نے خرقہ صوفیہ حاصل کیا اکثر مکہ کے باشندے آپ کی کرامات اور باطنی تصرفات کے بیشمار دلچسپ واقعات

بیان کرتے ہین۔

منجملہ اُن کے ایک یہ ہی شیخ زین العابدین شافعی مفتی مدینہ اپنے والد بزرگوار سے نقل کرتے ہین کہ ایکدفعہ مکے کے شریف کو کوئی سخت ضرورت پیش آئی چونکہ اس زمانہ مین سید عبدالرحمن مجوب کا ستارۂ شہرت اوج عروج پر چمک رہا تھا اور اقبال وکمال کا آفتاب پوری ترقی پر پہنچگیا تھا اِس لئے اُس نے آپ کی طرف رجوع کی اور ہمت و دعا کی استدعا پیش کی سید نے تھوڑی دیر جیب تفکر مین سر ڈالا ازان بعد فرمایا کہ مکہ کے محلون مین سے فلان مشہور محلہ مین ایک اس قسم کا گھر ہے شریف مکہ وہان جائے اور بقدر ضرورت مال لیکر باقی نہایت احتیاط سے چھوڑ دے چنانچہ لوگ فی الحال اُس محلہ مین پہنچے اور بزرگ سید کے بتائے ہوئے مکان مین داخل ہوئے دیکھتے ہین کہ اشرفیون کے ڈھیر لگے ہوئی ہین گویا سارا مکان سونے سے پٹا پڑا ہی شریف مکہ نے اُسمین سے صرف بیس ہزار اشرفیان لیلین اور باقی صندوقون مین بند کرکے مہر لگادی سید عبدالرحمن نے شریف مکہ کو اجازت دی کہ ان اشرفیون کو بلا تامل اپنی ضرورتون مین صرف کرے لیکن اس کے بعد شریف مکہ کی نیت بدل گئی اور اُس نے باقی دولت کو بھی تصرف مین لانا چاہا مگر پھر تو نہ اُس گھر ہی کا پتا پایا نہ مال و دولت ہی کا سراغ چلا اس سے خود شریف مکہ اور اُس کے اعوان وانصار سخت حیرت زدہ ہوئے اور سید سے دریافت کیا کہ اس مین کیا بھید تھا فرمایا ایرانیون مین ایک متمول اور صاحب ثروت شخص اپنے شہر مین مرگیا تہا اور اُسکا کوئی جائز وارث نہ تھا مین نے تصرف کیا اور اُسکا گھر مکہ مین کھینچ لیا اُسی مین سے تمہین بیس ہزار اشرفیان ہاتھ لگین اور حاجت رفع ہونے کے بعد وہ مکان پھر اپنی جگہ چلا گیا۔

ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ سید عبدالرحمن مجوب۔ سید احمد بن علوان کی مرقد انور کی زیارت کیلئے تشریف لیگئے سید احمد نے اپنی خادم کو خواب مین متنبہ کیا کہ سید عبدالرحمن میری زیارت کو آتے ہین تو کل فلان مقام پر اُنکا استقبال کیجیو اور انتہا سے زیادہ تعظیم وتکریم بجالائیو۔ چنانچہ خادم اپنے آقا کا یہ اشارہ پاتے ہی شہر کے باہر استقبال کے لئے گیا لیکن باوجود تلاش وتحقیق کے سید عبدالرحمن مجوب کا کہین پتا نہین چلا انجام کار مایوس وناامید ہو کر لوٹ آیا یہان آکر دیکھتا ہے کہ محترم سید قبر کے قبہ مین تشریف رکھتے ہین چونکہ قبہ کے کیواڑ بند تھے اور کنجی خادم کے پاس تھی اس لئے اُسے تعجب اور تعجب کے ساتھ سخت حیرت ہوئی۔

قطع نظر اس کے سید عبدالرحمن مجوب حفظ حدیث اور کثرت روایات مین ماہرین فن کے زمرہ مین شمار کئے جاتے تھے۔ معرفت رجال انتخاب اسناد اور حفظ اصول مین اجتہاد کا مرتبہ رکھتے اور نقل اخبار او ضبط آثار مین انہ

کی قابلیت رکھتے تھے پھر صرف حدیث و آثار ہی کے عالم نہ تھے بلکہ علم سیر اور ادب مین بھی کمال مہارت رکھتے تھے فصاحت و بلاغت اور خوش بیانی مین اپنا نظیر نہین رکھتے تھے علماء مصر و شام سے مختلف علوم حاصل کئے تھے اور مکہ کے باشندون کی گودیان اپنے فیض سے بھر دی تھین۔

الغرض جس طرح سید عبدالرحمن کمالات باطنہ سے موصوف تھے اُسی طرح کمالات ظاہرہ بھی بوجہ کمال رکھتے تھے آپ کی سخاوت و فیاضی تمام عرب مین مشہور تھی صبح سے شام تک آپ کے دسترخوان پر ایک جم غفیر آمد و شد کرتا تھا اور آپ ہر شخص کے ساتھ نہایت خندہ پیشانی اور عام اخلاق سے پیش آتے تھے ممالک اسلام سے نہایت قیمتی اور وزنی ہدایا آتے اور آپ فوراً فقراء پر صرف کرتے تقریباً دو سو غلامون کے سر پر آزادی کا تاج رکھا اور ہزارون آدمیون کے ساتھ اچھا سلوک کیا آپ کی نیک خلقی اور شیرین گفتاری کا یہ بدیہی نتیجہ تھا کہ جو شخص آپ کے پاس نشست کرتا مدت العمر تک مفارقت دوست نہین رکھتا۔ آپ اسد رجہ عاقل اور قوی الفطانۃ تھے کہ جو شخص ایک مرتبہ آپ سے ملاقات کرتا اگرچہ موسم حج ہی مین کرتا اُسے جب دیکھتے فوراً پہچان لیتے۔ جو لوگ آپ کی زیارت کے لئے آتے ہر ایک کو اُس کی استعداد کے موافق وجوہ خیر کے دلایل پیش کرتے اور ورد و تلاوت اور استغفار کا حکم فرماتے لیکن جس مین قابلیت و استعداد کا مادہ ملاحظہ کرتے اُسے کلام صوفیہ کا مطالعہ کرنے اور اُن سے اعتقاد ظاہر کرنے کا ارشاد فرماتے خاصکر شیخ ابن عربی قدس سرہ کی جانب رغبت دلاتے۔

شمس الدین محمد بن علا بابلی

یہ بزرگوار حافظ حدیث تھے اور علوم حدیث مین اعلےٰ درجہ کا تبحر رکھتے تھے اپنے زمانہ مین مصر و حرمین کے اُستاد مشہور تھے اور مشاہیر محدثین مین گنے جاتے تھے اِن کے نورانی چہرہ پر عظمت و جلال برستا تھا اور اس شان و شوکت سے چلتے تھے جس سے دیکھنے والون پر عظمت نما ہیبت طاری ہوتی تھی۔ طرز معاشرت نہایت عمدہ اور پاکیزہ تھا۔ جودت فہم عقل و دانائی فراست و فطانت دیانت و صیانت مین عدیم المثال اور تواضع و خوش خلقی مین ضرب المثل تھے۔

لوگ کہتے ہین کہ آپنے ابتدائی عمر مین شب قدر کی برکت حاصل کی اور اُس مبارک رات کے بعض عجیب و غریب اثار محسوس کرکے جناب الٰہی مین دعا کی تھی کہ خداوندا مجھے حافظ ابن حجر عسقلانی کے ہم پلہ کردے خدا تعالیٰ نے شمس الدین کی دعا کو سُن لیا اور اُنھین علمی تبحر مین شیخ ابن حجر کے ہم پلہ کردیا صحیح بخاری اور موطا اور حدیث یکتا مین سالہا سے پڑہین اور سنن و حدیث کے پھلے پھولے باغ مین ایک نئی تازگی بخشی۔

شمس الدین بابلی کی طبیعت کو علم حدیث سے ایک خاص مناسبت تھی اس لئے اُنہین اِس شریف علم مین ایک نئی طرح کی لذت حاصل ہوتی تہی تمام وقت حدیث کی نقل و تحریر مین صرف کر دیتے اور اسناد و حدیث کو حفظ کرتے رہتے تھے۔ حدیث مین اس درجہ محویت و استغراق پیدا ہو گیا تھا کہ چلتے پھرتے اُٹھتے بیٹھتے ایک جز حدیث کا اپنے پاس رکھتے اور ہر وقت اُس کے مطالعہ مین غرق رہتے۔ شیخ عیسے مغربی نے آپ کی تمام مرویات اور اسانید کو ایک رسالہ مین ضبط کیا ہے جس کے دیکھنے سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ اگر متاخرین کیلئے کوئی اصل اور سند ہے تو بجز اس کے اور کوئی نہین۔

آپ نے تالیف و تصنیف کی غایت و سبب مین ایک نہایت ہی قیمتی آرٹیکل دیا ہے جسے مین اس مقام پر بعینہ نقل کرتا ہون۔ فرماتے ہین لا یولف احد تالیفا الا فی احد اقسام سبعۃ اما ان یؤلف فی شئ لم یسبق الیہ احد او شئ ناقص یتممہ او شئ مغلق یشرحہ او طویل یختصرہ دون ان یخل من معانیہ بشئ او شئ مختلط یرتبہ او شئ اخطأ فیہ مصنف قبلہ او شئ منفرق یجمعہ والا کان اضاعۃ الوقت۔ یعنی تالیف کی غایت ذیل کے سات وجوہ و اسباب مین سے ایک وجہ اور سبب ہونا چاہیئے ورنہ تضیع وقت کے سوا اور کچھہ حاصل نہین ہوتا ایک یہ کہ کوئی ایسی چیز تالیف و ترتیب کے قالب مین ڈھالے جسکی طرف کسیکا ذہن اس سے پیشتر دوڑا نہ ہو دوسرے یہ کہ کوئی بات ناقص ہو جس کی اسے تکمیل منظور ہو تیسرے یہ کہ کوئی شے مغلق ہو اور یہ اُسکی تشریح و توضیح کے درپے ہو چوتھے یہ کہ وہ زیادہ طول طویل ہو جسے یہ مختصر پیرایہ مین لانا چاہتا ہو لیکن معانی کے حل اور مطالب کی تفسیر کی طرف مائل نہ ہو پانچوین یہ کہ کوئی چیز مختلط اور غیر ممتاز ہو اور یہ اُسے ترتیب سے آراستہ کرنا چاہتا ہو چھٹے یہ کہ اُس مین پیشتر سے مصنف نے غلطی کی ہو جس کے اظہار مین اس نے قلم اُٹھایا ہو ساتوین یہ کہ وہ پریشان و پراگندہ بیان ہو جسے یہ ایک جگہ جمع کرنا چاہتا ہو

شمس الدین بابلی کو خدا تعالیٰ نے وہ عظمت و جلال اور بزرگی و فضیلت عنایت کی تھی کہ سلاطین یورپ اور شرفاء عرب اور امراء مصر و شام کی گردنین آپکے آگے جھکتین تہین اور کمال اقتدار و اعزاز کے ساتھہ پیش آتے تھے آپکے در دولت پر حاضر ہونے کو اپنا فخر سمجھتے اور قدمبوسی کو سعادت ابدی خیال کرتے تھے بادشاہان عرب اور شرفاء مکہ کو جب کوئی مہم پیش آتی تو آپ سے ہمت و دعا کے طالب ہوتے اور جو کچھہ آپ ارشاد فرماتے اُس سے سر مو انحراف نہین کرتے

حدیث کی درس اور اشاعت کے علاوہ آپ ہمیشہ تلاوت قرآن مین مصروف رہتے اور تدبر معانی

حضور و خشوع کے ساتھ ایک معین حصہ کی روزانہ قرأت کرتے۔ آپ نے ۱۰۸۰ ہجری مین دنیاء ونا پائدار سے سفر کیا اور جنت الفردوس مین خداوندی مہمانی قبول کی۔

شیخ عیسیٰ جعفری مغربی

یہ مشہور فاضل مغرب مین پیدا ہوئے اور وہین نشو ونما پایا۔ قرآن مجید اور علوم متعارفہ کے چند متون یہین کے علماء و فضلا سے پڑھے جب عمر کے پندرہ مرحلے طے کر چکے تو جزائر مین پہنچے اور سعید قباسی کی صحبت مین دس سال سے زیادہ رہے اس صحبت مین آپ کو اکثر علوم مین تبحر حاصل ہو گیا اور ہر علم و فن مین تھوڑی شہرت حاصل کرلی ازان بعد علماء قسطنطنیہ او فضلاء مصر و حرمین کی خدمت مین حاضر ہوئے اور مشاہیر محدثین سے روایتین کین اس کے بعد آپنے مکہ مین توطن اختیار کیا۔

شیخ عیسیٰ کی تصنیفات سے ایک معجم مسمے بمقالید الاسانید ہے جو نہایت ہی قیمتی اور وزنی کتاب ہے اور جس کی نظیر دنیا مین بمشکل ملسکتی ہی۔ اس کتاب کے دیکھنے سے شیخ کی لیاقت و قابلیت بہت کچھ ثابت ہوتی ہے اور معلوم ہوتا ہے کہ آپ علم حدیث مین کسدرجہ کا پایہ رکھتے تھے اور علم حدیث کو کس عروج پر پہنچا دیا تھا یہی وجہ تھی کہ تمام اہل حرمین نے آپ کو اپنا امام و مقتدا تسلیم کر لیا تھا اور شیخ الوقت کا معزز و وزنی خطاب دیا تھا۔ آپ کی درسگاہ مین عراق و مصر اور شام وغیرہ کے لوگ ہمیشہ حاضر ہوتے اور آپکے تبحر و سعت نظر خداداد حافظہ پر عشعش کرتے۔

سید عمر نے جو شیخ عیسے کی نسبت مختصر الفاظ مین ریمارک کیا ہی اُس سے صاف معلوم ہوتا ہی کہ آپ ایک ایسے درجے کے شخص تھے جن کے فضل و کمال مین کوئی شخص اُسوقت برابری کا دعوی نہین کر سکتا تھا چنانچہ وہ لکھتے ہین من اراد ان ینظر الی شخص لا یشك فی ولایته فلینظر الی هذا یعنی جو شخص کسی ایسے آدمی کو دیکھنا چاہے جس کی ولایت مین کسی طرح کا شک و شبہ نہین ہو سکتا اُسے شیخ عیسی کو دیکھنا چاہیئے۔ اسی طرح سید محمد بن علوی آپ کی نسبت کہا کرتے تھے کہ رزدق زمانہ

شیخ عیسے جس طرح علمی فضایل مین ضرب المثل اور مشہور تھے اُسی طرح عادات و اخلاق مین بھی بےنظیر تھے آپ میں بہ قدر نیکیان اور خوبیان جمع تھین وہ کسی دوسرے شخص کو اُس زمانہ مین نصیب نہین ہوئین۔ کوئی قضا نہین ہوئی اور حضور جماعت پر مداومت و مواظبت رہی کثرت طواف صیام نہار قیام شب

مین پہلے درجہ کے حریص تھے۔ باوجود اس عالمانہ تزک واحتشام کے تکلف وتعصب نام کو نہ تھا اخلاق مین جو وسعت اور عموم تھا آج اُسکی نظیر سے تمام علما وفضلا کے حلقے خالی ہین۔ تمام امور مین متوسط اور درمیانی راہ تھی آپ کو ننگ وناموس مین نہ اسدرجہ مبالغہ تھا نہ تساہل۔ علاوہ ان تمام باتون کے آپنے بہت سے مشائخ کبار سے ارتباط پیدا کرلیا تھا لیکن انجام کار طریقہ شاذلیہ اختیار کرلیا اور آخر عمر تک اسی طریقہ کی طرف طبیعت کا میلان رہا۔

شیخ عیسے نے فقہ حنفی کے مطابق ایک مسند بھی تالیف کی تھی جس مین فقہی روایات کی تائید مین متصل حدیثین بیان کی ہین اور جس سے اُن لوگون کے زعم کا بطلان بخوبی واضح ہوتا ہے جو اس بات کے مدعی ہین کہ حدیث متصل کا سلسلہ آج بالکل منقطع ہوگیا ہے۔ آپنے ۸۰ھ مین دنیا سے انتقال کیا اور روضہ رضوان مین تشریف لیگئے۔

شیخ ابراہیم کردی مدنی قدس سرہ

یہ بزرگوار علاوہ مذہبی تقدس کے دنیاوی شان وشوکت بھی بہت کچھ رکھتے تھے بڑے بڑے مشہور فاضل فن حدیث مین آپکے شاگرد تھے اور فقہ شافعی مین بھی پلے درجہ کا کمال حاصل تھا علماء حرمین شریفین مین پیشوائے مذہبی تسلیم کئے گئے تھے اور مصر وشام کے فضلا امام وقت اور مقتدائے عصر کے خطاب سے یاد کرتے تھے۔ علم حدیث وعربیت مین یدطولے رکھتے تھے اور آپکے فنون رسمیہ معراج کمال پر ترقی کر گئے تھے ہر فن مین بیش قیمت اور وزنی تصانیف رکھتے تھے۔ اسی لیاقت اور پولیٹیکل قابلیت کا بدیہی نتیجہ تھا کہ اُس عہد کے بچہ بچہ کی زبان پر نہایت وقعت وعظمت کے ساتھ آپ کا نام جاری تھا علما وفضلا کے حلقون مین آپ کی انتہا سے زیادہ مدح سرائی کی جاتی تھی۔

اپنے والد بزرگوار کے علاوہ اور بہت سی ائمہ وقت کی خدمت مین آپ علوم سالم کی تحصیل کی اور تھوڑے دنون مین تمام علوم سے فراغت کرلی۔ فارغ التحصیل ہونیکے بعد حج کے قصد سے سفر اختیار کیا اور قریب شہر بغداد مین سکونت رکھی جو اسوقت مختلف علوم کا مرکز تھا اور جہان ہر قسم کے علما فضلا اور مشائخ موجود تھے اور غالباً یہی وجہ تھی کہ شیخ ابراہیم دو سال تک بغداد مین بجز اس شہر کے اکتساب کمالات کیلئے کوئی اور موقع اہل علم کے

بغداد مین فروکش رہی اُس عہد مین اکثر اوقات سید عبد القادر قدس سرہ کی مزار اقدس پر متوجہ ہوتے
رہے اور یہین سے آپکو اس راہ کا ذوق و شوق پیدا ہوا۔

دو سال کے بعد بغداد کو خدا حافظ کہا اور ملک شام مین چار سال تک سکونت پذیر رہے ازان بعد مصر پر گذرتے
ہوئے حرمین مین تشریف لائے اور شیخ احمد قشاشی سے ملاقات کی شیخ ابراہیم کو شیخ قشاشی سے اور قشاشی
کو ان سے ایک خصوصیت عجیب پیدا ہو گئی اور شیخ ابراہیم نے بہت تھوڑے عرصہ مین اُنہین اپنا
گرویدہ بنا لیا خرقہ صوفیہ حاصل کیا اور حدیثین روایت کین اور اُن کی صحبت مین کمالات علیہ پر ترقی کی۔
عربی اور کردی زبان کے علاوہ فارسی اور ترکی بھی خوب جانتے تھے اور ان زبانون مین ایسی سہولت
اور بے تکلفی کے ساتھ تقریر کرتے تھے جسے سنکر اہل زبان لوگ حیرت زدہ ہو جاتے تھے۔

شیخ ابراہیم علمی تبحر اور فضل و کمال مین اعلے درجہ کی شہرت رکھتے تھے اور فہم و فراست زہد و تواضع صبر و حلم
مین ضرب المثل تھے۔ بیان کیا جاتا ہے کہ جس زمانہ مین آپ ملک شام مین مقیم تھے ایکدن شیخ محی الدین بن عربی
کے روضہ متبرکہ کی طرف اِس نیت سے متوجہ ہوئے کہ اسوقت سفر کا عزم بہتر ہے کہ نہین آپ واقعہ مین دیکھتے
ہین کہ جناب شیخ محی الدین ان کے جوتے کی غبار کو جھاڑ رہے ہین شیخ ابراہیم نے معلوم کر لیا کہ آپ اقامت
کی طرف اشارہ فرماتے ہین۔ شیخ ابو طاہر کا بیان ہے کہ دولت عثمانیہ کے وارث تخت و تاج کا اتالیق جسے
اطراف کے لوگ خوجہ کے نام سے پکارتے تھے ایک دفعہ مدینہ طیبہ کی زیارت کو آیا اور بڑے شان و شوکت
ا جب شیخ ابراہیم کے عظمت و جبروت کا شہرہ سنا تو علما و مشائخ نیز ارکان دولت عثمانیہ کے جم غفیر کو ہمراہ
کی خدمت مین حاضر ہوا اور ملاقات کے بعد شیخ سے عرض کیا کہ مین نے ملک شام مین ایک اشکال
ا جس کے مٹانے اور قلع و قمع کرنے مین انتہا سے زیادہ کوشش کی شیخ نے فرمایا کہ وہ کیا بدعت تھی
گ مسجدون مین ذکر جہر کرتے تھے مینے اسکی ممانعت کر دی شیخ نے نہایت بیخوفی سے ایک بیباکانہ
ڑھی ومن اظلم ممن منع مساجد اللہ ان یذکر فیہا اسمہ وسعیٰ فی خرابہا۔ شیخ کی اس بیدہڑک
رہ مین ایک فوض نقلین ا کر دیا اور اُسے آپ کی اس بیخوف گفتگو سے سخت ملال ہوا فقہ
تیر
ہین اور ان وغیرہ سے مستنبط کی گئی ہین جیب مین سے نکالکر شیخ
کیجیے شیخ کی زبان بڑے بڑے مناظرون مین کبھی نہین رکتی تھی آپ نے
نا پر گفتگو کرتے ہو تو میرا خطاب تمہاری طرف متوجہ نہین ہو سکتا کیونکہ

مین ایک اور شخص کا مقلد ہون اور تم کسی اور شخص کے تمہارے استدلال وحجت سے مین ملزم نہین ہوسکتا
ہان اگر تحقیق کی روسے اس مسئلہ کی تنقیح و توضیح چاہتے ہو تو بسم اللہ بندہ حاضر ہے شیخ کے اس پرمغز اور
عاقلانہ جواب سے خوجہ شرمندہ ہو کر چپ ہو رہا اور نہایت منغص و مکدر ہو کر مجلس سے اٹھ کھڑا ہوا شیخ نے
اسی زمانہ مین ایک بڑے زور کا رسالہ تحریر کیا جسکا نام حافلہ رکھا اور جس مین خوجہ کے شبہات و شکوک کے
قاطع جواب ذکر فرمائے شیخ کے جن عزیزون نے خوجہ کے تغیر مزاج کو دیکھا تھا شیخ کی خدمت مین عرض کیا
کہ خوجہ دولت عثمانیہ کا ایک معزز و ممتاز شخص ہی اور اُسکی دربار عالیہ مین بہت بڑی عزت ہوتی ہے خود شہنشاہ
روم اُسکی تعظیم دیتا اور کمال قدردانی سے اپنے برابر تخت پر جگہ دیتا ہے قطع نظر اس کے کہ وہ قاضی القضاۃ
کے درجہ پر ممتاز ہے وارث تخت و تاج کی اتالیقی کا معزز منصب رکھتا ہی ایسی صورت مین اُس کے رد مین
اس قدر مبالغہ کرنا مناسب نہین معلوم ہوتا۔ شیخ نے اپنے دوستون کی یہ دلسوزی سے بھری ہوئی تقریر
سُن کر فرمایا کہ یہ سب کچھ صحیح ہے مگر مین آزادی اور حق گوئی کا سررشتہ کبھی ہاتھ سے نہ دونگا گو اس مین مجھے
کسی قسم کا دنیاوی صدمہ ہی کیون نہ پہنچے۔
مثل مشہور ہے کہ سچ کو آنچ نہین اور یہ بھی کہا جاتا ہی کہ کلمۃ الحق یعلو ولا یعلی چونکہ شیخ صاحب کو صرف
احقاق حق منظور تھا اور اس کے علاوہ کوئی غرض و تعصب پیش نظر نہ تھی خود خوجہ اور اُس کے احباب نے
اس رسالہ کو دیکھکر ایک بات بھی مُنہ سے نہین نکالی اور شیخ کے زور تحریر و علمی تبحر سے حیرت زدہ ہو گئے اور
آپ کی خداداد فہم و فراست پر عشعش کرنے لگے اسوقت یہ مشہور قول بالکل صحت کے درجہ کو پہنچ گیا کہ حق
کو کسی جگہ زوال نہین ہوتا گو چندروز کے لئے جھوٹ چمک اُٹھتا ہی اور ظاہر بینون کو نظر پڑتا ہی کہ اس چمک
مین سچائی و راستی کی جھلک نمودار ہی لیکن نہین بعد کو خود بخود معلوم ہو جاتا ہے کہ ناحق کو فنا اور حق کو بقا
ہے جیسا کہ خدا تعالے قرآن مقدس کے ایک مقام پر یون ارشاد فرماتا ہے کہ جاء الحق و زھق الباطل ان
الباطل کان زھوقا۔
شیخ ابوطاہر یہ بھی روایت کرتے ہین کہ شیخ یحیی شاوی ایک دفعہ بڑی شان و شوکت سے حرمین مین
آئے اور شیخ ابراہیم صاحب سے بڑی تپاک سے ملاقات کی اس کے بعد روم کی جانب روانہ ہوئے شاہ روم
کا وزیر السلطنت جو باوجود حکومت کی شان و شوکت سنے کے پیشوائے مذہبی تسلیم کیا جاتا تھا اور حدیث و فقہ مین اعلے
درجہ کی قابلیت رکھتا تھا شیخ ابراہیم صاحب کا سخت معتقد تھا جس طرح حدیث و فقہ مین بینظیر تھا اُسی طرح

ادب و عقائد مین بھی کمال رکھتا تھا اور اسی قابلیت کا یہ نتیجہ تھا کہ معمولی عہدہ سے وزارت اعظم کے مرتبہ کو پہنچ گیا جب شیخ یحیی شاذلی وزیرالسلطنۃ سے ملاقات کرنے گئے تو اُس نے کہا کیف وجدت شیخنا ابراھیم یعنی تو نے ہمارے شیخ ابراہیم کو کیسا پایا بدقسمت یحیی نے جواب دیا وجدتہ بعصا یجیے کا یہ دل آزار جواب سنکر وزیرالسلطنۃ غصہ مین بھڑک اٹھا اور نہایت تحقیر و توہین کے بعد مجلس سے نکالدیا اس واقعہ کے بعد شیخ یحیی شاذلی کو جناب شیخ ابراہیم سے رنج بڑھ گیا اور اُن کے ایذا کے قصد سے پھر حرمین مین آنا چاہا لوگون نے یہ قصہ شیخ سے نقل کیا اور کہا کہ وہ آپکے ہلاکت کے درپے ہو اسی ارادہ سے دوبارہ حرمین مین آتا ہی بزرگ شیخ نے نہایت استقلال کے لہجہ مین فرمایا کہ بحبسہ حابس الفیل یعنی جس نے اصحاب فیل کو دنیا سے مٹادیا اور اپنے مقدس گھر مین آنے سے روک دیا وہی اسکی بھی مزاحمت کریگا۔ چنانچہ جب شیخ یحیی شاذلی طور کے متصل پہنچا تو دفعۃً بیمار پڑگیا اور چند روز مبتلا رہکر وفات کرگیا۔

شیخ ابراہیم کے اخلاق نہایت عام اور وسیع تھے اور طرز معاشرت بہت ہی اچھا تھا کھانے اور لباس مین تکلف اور بناوٹ کو مطلق دخل نہ تھا البتہ بڑے عمامے اور لانبی آستینون سے نفرت رکھتے تھے نخوت ترفع۔ کم بینی نام کو نہ تھی مروت و سخاوت مین اپنا نظیر نہ رکھتے تھے خوش خلقی کی عادت آپ کی طبیعت ثانی ہوگئی تھی عاجز و مستمند شکستہ حال و غریب الدیار لوگون کے ساتھ سلوک سے پیش آتے تھے۔ خداپرستی حلم تواضع اور بیریا سخاوت مین اُس زمانہ مین کوئی آپ کا دعویدار نہ تھا عفو ترحم اور خاکساری اعتدال سے بڑھکر تھی ایک مورخ آپ کی فیاضی اور بے ریا سخاوت پر یون ریمارک کرتا ہے کہ "علماء طلبہ اور ندماء مین سے کوئی بھی ایسا نہ تھا جو شیخ کی سخاوت عام سے محروم رہا ہو حقیقت مین شیخ اُن کے حق مین ابر رحمت تھے جس کی ہمیشہ فیاضی کی بارش ہوا کرتی تھی"، عبداللہ عیاشی نے مختصر لفظون مین آپ کی مجلس کی یہ تعریف کی ہی کہ کان مجلسہ روضۃ من ریاض الجنۃ یعنی شیخ ابراہیم کی مجلس جنت کے باغون مین سے ایک پھلا پھولا اور تازگی بخش باغ تھا۔

جب آپ مسائل حکمت کی تقریر کرتے تو اُن کے تحت مین حقائق صوفیہ بیان کیا کرتے اور کلام صوفیہ کو حکما کی تحقیق پر ترجیح دیتے اور فرماتے ھؤلاء الفلاسفۃ قاربوا عثوراً علی الحق و لم یھتدوا الیہ آپ کا انتقال ۱۰۳۹ھ مین ہوا چنانچہ ایک فرید عصر اور ادیب زمانہ نے آپ کی تاریخ وفات ان جملون سے نکالی ہے واللہ انا علی فراقك یا ابراھیم لمحزونون۔

شیخ حسن عجمی رحمۃ اللہ علیہ

یہ بزرگوار شیخ الحدیث اور جامع فنون تھے جودت فہم ذکاوت وطباعی فصاحت وبلاغت مین اپنا نظیر نرکھتے تھے ایک زمانہ تک شیخ عیسی مغربی سے تحصیل علوم کی اور اُن کی صحبت سے فیض اُٹھایا شیخ عیسی مغربی کی علاوہ اور بہت سے ماہرین فن اور ائمہ وقت کی خدمت مین رہے۔ شیخ احمد قشاشی۔ شیخ محمد بن العلاء بابلی شیخ زین العابدین ابن عبد القادر طبری وغیرہ سے حدیثین روایت کین اور صحبت سے مستفید ہوئے۔ علم حدیث وفقہ اور مغازی وسیر مین بہت بڑی قابلیت رکھتے تھے آپ کا ذہن وحافظہ ایسا وسیع تھا جس کی تعریف شیخ زین العابدین جیسے علامہ اور فرزانہ روزگار نہایت وزنی الفاظ مین کیا کرتے تھے جو شافعیہ کے مفتی اور اُن کے ایک نہایت معزز ومقتدا امام تھے۔

شیخ ابو طاہر کا بیان ہی کہ شیخ حسن عجمی نے شیخ نعمت اللہ قادری وغیرہ سے ملاقات کی تھی اور دعوت اسما مین انتہائی پایہ شہرت رکھتے تھے اگرچہ آپ حنفی المذہب تھے اور تمام باتون مین فقہ حنفی پر عمل کرتے تھے لیکن سفر کی حالت مین ظہر وعصر اور مغرب وعشا کی نماز جمع کرکے پڑہا کرتے تھے اور اقتدا کی صورت مین امام کے پیچھے سورہ فاتحہ پڑہتے تھے آپ ہم لوگون کو تاکیدی حکم فرمایا کرتے تھے کہ اپنی عورتون پر تنگی جائز نہ رکھو اور بعض اُن رخصتی مسائل کا حکم کرو جنکی اجازت علماء حنفیہ نے دی ہی تاکہ وہ نہایت سہولت وآسانی کے ساتھ نماز ادا کرسکین۔ شیخ ابو طاہر یہ بھی ذکر کیا کرتے تھے کہ لم یکن سیدی حسن العجمی بجمیل وکانت فی عینہ ھنۃ و کان مع ذالک اذا قرأ الحدیث ردی علی وجھہ الانوار وصار کاجمل من رءی فی الدنیا وذالک سر قولہ صلی اللہ علیہ وسلم نضر اللہ عبد االحدیث یعنی میرے اُستاد شیخ حسن عجمی کائنات حسن کے لب لباب اور چندان خوبصورت نہ تھے بلکہ اُن کی آنکھ مین ایک عیب بھی تھا لیکن یہ نہ صرف تعجب بلکہ حیرت کے ساتھ دیکھا جاتا ہی کہ جب آپ حدیث پڑہنا شروع کرتے تھے تو یہ معلوم ہوتا تھا کہ گویا چہرہ پر انوار برس رہی ہین اور اُس وقت دنیا بھر سے زیادہ خوبصورت دکھائی دیتے تھے غالباً یہ اُس حدیث کا اثر معلوم ہوتا ہی جسے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اِن لفظون مین ادا فرمایا ہے کہ نضر اللہ عبد اسمع مقالتی ووعاہ یعنی خدا تعالی اُس بندہ کے چہرہ کو ترو تازہ رکھے جو میری حدیث کو سنتا اور یاد رکھتا ہے۔

شیخ حسن عجمی نے ایک رسالہ بھی تالیف کیا ہی جسمین اپنی تمام اسانید کو ضبط کردیا ہی اور جس سے آپ کے علمی تبحر کی

قوت اور خداداد قابلیت بہت کچھ ثابت ہوئی ہی آپ ہر سال رجب کے مہینے مین مدینہ طیبہ کی زیارت کے لئے تشریف لایا کرتے اور مسجد نبوی مین بیٹھکر صحاح ستہ مین سے ایک کتاب بطریق سرد[1] ختم کرتے تھے اہل مدینہ آپ سے حدیثین روایت کرتے تھے اور مجلس درس مین شیخ ابوطاہر قاری ہوتے تھے اگر کوئی دوسرا شخص قراءت کرتا تو آپ اُس سے خوش نہوتے۔

غرضکہ شیخ حسن عجیمی اپنی خداداد قابلیت اور عام اخلاق کی وجہ سے تمام علماء حرمین محترمین مین عزت و وقعت کی نگاہون سے دیکھے جاتے تھے اور اہل مکہ ان کی بڑی تعظیم و توقیر سے پیش آتے تھے دنیاوی اعزاز اور مذہبی تقدس مین اِس سے بڑھکر اور کیا درجہ ہوسکتا تھا کہ ایک مقدس و متبرک مقام کے متولیون نے آپ کو اپنا مذہبی پیشوا تسلیم کیا تھا اور امامت کا ذی وقعت تاج آپ کے سر پر رکھا تھا جس کی وجہ سے شرفاء عرب اور سلاطین عجم کی گردنین آپ کے سامنے جھک جاتی تھین۔

---

[1] واضح ہو کہ علماء حرمین کے نزدیک کتب حدیث کے درس کے تین طریقے ہین ایک طریق سرد اور وہ یہ ہی کہ شیخ خواہ سامع ہو یا قاری کتاب کی تلاوت اس طرح کرے کہ اثناء قراءت مین نہ تو مباحث لغویہ کا ذکر چھیڑے نہ مسائل فقہیہ کو متفرع کرے اسماء رجال کی تحقیقات کرے نہ کلمات غریبہ کے حل کرنے کی طرف متوجہ ہووے دوسرا طریق بحث و حل ہے وہ یہ کہ ایک حدیث کی تلاوت کے بعد شیخ ہر لفظ غریب اور مشکل ترکیب اور قلیل الورود اسم اور ظاہر الورود سوال اور منصوص علیہا مسائل پر توقف کرے اور اِن تمام باتون کو متوسط تقریر سے حل کرے جب ایک حدیث کے متعلق یہ تمام مراتب طے ہولین تو آگے بڑھے اور دوسری حدیث پڑھنے کے بعد ان تمام امور کی رعایت کرے وعلی ہذا القیاس تیسرا طریق امعان و تعمق ہے اور وہ یہ ہی کہ شیخ ہر ہر کلمہ کے مناسبات و متعلقات اور ما لہا و علیہا کو بڑی بسط و شرح کیساتھ بیان کرے مثلاً کسی غریب کلمہ اور مشکل ترکیب کے توضیح مین قدیم زمانہ کے شعراء کے کلام سے شواہدات پیش کرے اُنکے استعمال کے مواقع و محال عمدہ طور پر ذکر کرے اسماء رجال کی تحقیق مین اُس قوم کے حالات اور اخلاق و عادات بالتفصیل بیان کرے اور مسائل فقہیہ کی منصوص علیہا مسائل پر تفریع کرے اور ہر مسئلہ کی تخریج کی طرف بالتصریح اشارہ کرے اور ادنے مناسبت کی وجہ سے عجیب و غریب قصے اور نادر و عبرت آمیز حکایتین نقل کرے۔ علماء حرمین محترمین مین یہ تینون طریقے رائج ہین اور محدثین کے گروہ مین یہ تمام مراتب دیکھے جاتے ہین۔ شیخ حسن عجیمی اور شیخ احمد قطان اور شیخ ابوطاہر وغیرہ کا مختار و پسندیدہ طریقہ سرد ہی تھا لیکن نہ مبتدین اور عام لوگون کے لئے بلکہ خواص متبحرین اور منتہیون کی نسبت تاکہ سماع حدیث اور سلسلہ روایت جلد حاصل ہو اور باقی مباحث کا شروح حدیث مین مطالعہ کرین کیونکہ آج حدیث کا ضبط اور اُس کا مدار علیہ شروح حدیث ہی ہین۔ پھر اس مقام پر یہ بھی جاننا ضروریات سے ہی کہ محدث کے فرائض منصبی کیا ہین۔ جب کوئی محدث حدیث پڑھانے مین مشغول ہو تو اول رجال سند کے نامون کی تصحیح اور اُنکے معرفت و وثوق کے بعد حالات و واقعات کی توضیح کرے پھر مختلف المعنی نیز اُن حدیثون کی تاویل مین مشغول ہو جن مین بلحاظ معنے چند احتمالون کی گنجایش ہو زان بعد فروع فقہیہ اور اختلاف مذاہب فقہا اور مختلف روایات مین توفیق و تطبیق اور امعان و تعمق سے بعض حدیثون کو بعض پر ترجیح وغیرہ کا اچھی طرح بیان کرے۔ اِس مت مرحومہ کے اوائل علما اگرچہ ان امور کی طرف متوجہ ہوتے تھے لیکن اب فقہاء اور متکلمین بہت کچھ خوض و غور کرتے ہین مگر اُن کی یہ بحث اور خوض و فکر بالکل بے سود ہی کیونکہ آج تمام متون کی شرحین موجود ہین اور مغلق حدیثون کے حواشی بڑی آب و تاب کے ساتھ لکھے جاچکے ہین اور جب یہ ہے تو امور مذکورہ بالا کی ہدایت چندان ضروری نہین رہی واللہ اعلم ۱۲

باہ وجلال اور عظمت وجبروت کے سین ہمیشہ شیخ حسن عجمی کے پیش نظر تھے لیکن باوجود اس شان و
لت کے آپ کے مزاج مین غایت درجہ کا عجز وانکسار اور بے نظیر حلم و وقار تہا آپ اپنے مشائخ کی
بت خصوصیت کے ساتھ انتہا درجہ کی تواضع برتتے تھے اور اُن کی مراعات خاطر اور اعزاز واحترام مین
درجہ کی کوشش کرتے تھے جس زمانہ مین آپ کے عروج وترقی کا ستارہ شہاب ثاقب بنکر خوب زور شور
چمک رہا تھا اُس وقت آپ نے اور بھی عجز وخاکساری اختیار کی تھی اور ادنے ادنے آدمیون سے
ضع اور انکسار کے ساتھ پیش آتے تھے۔

ائخ کے اعزاز واحترام کا یہ حال تہا کہ آپ اُن کے سامنے گردن جھکائے بیٹھے رہتے تھے اور بجز کسی
ت ضرورت کے گفتگو کرنے کی جرات نہ کرتے تھے چنانچہ ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ آپ شیخ عیسے مغربی کی
بت مین تشریف رکھتے تھے اکثر علما حرمین مجلس مین موجود تھے اور لوگ اپنے شبہات وشکوک نمبروار
کر رہے تھے۔ شیخ حسن عجمی نے بھی جسارت کر کے دریافت کیا کہ یاسیدی اذا کان للانسان شیخ فھل
ان یدخل علی شیخ اخر۔ یعنی اے سید جب آدمی کا ایک شیخ ہو تو کیا اُسے جائز ہے کہ دوسرے شیخ کا معتقد
ائے۔ شیخ عیسے مغربی نے جواب دیا کہ الاب واحد والاعمام شتی۔ شیخ حسن عجمی کو یہ جواب سُنکر دوبارہ
یافت کرنے اور اس جملہ کی تشریح کرانے کی جرأت نہ پڑی اور آپ بڑی خاموشی کے ساتھ سب کی باتین سنتے
حقیقت مین اہل مجلس کے لئے شیخ عیسی مغربی کا یہ جواب ایک پہیلی تھی جسکا بوجھنا سخت مشکل تہا اکثر اہل
س نے چاہا کہ اس معمے کو حل کرین لیکن کسی کو اتنی جرأت نہوئی کہ اس طلسم کی پردہ کشائی کرے انجام کار
س برخاست ہوئی اور سب لوگ اُٹھ اُٹھ کر اپنے مقامون پر واپس جانے لگے اس وقت اکثر مشائخ شیخ
ن عجمی کے پاس آئے اور اس معمے کو حل کرنا چاہا آپنے بہت ہی مختصر لفظون مین اس جملہ کی یون تفسیر کی
شیخ اول کی قدر ومنزلت جس کی وجہ سے انسان نے بیضہ بشریت سے خروج کر کے ملک اعلی مین قدم
ہا ہے بہ نسبت اور مشائخ کے بہت کرنا چاہیئے اور اُس کے ساتھ ہمیشہ نیکی وبھلائی سے پیش آنا چاہئے
طرح اپنے حقیقی والد کے ساتھ پیش آتا ہی اور دوسرے مشائخ کے ساتھ وہ معاملہ برتے جو اعمام کے ساتھ
بنا چاہیئے۔

خ حسن عجمی آخر عمر مین مکہ چلے آئے تھے اور یہین توطن اختیار کر لیا تھا طائف مین ایک مدت تک گوشہ
ین رہے اور اسی مقام پر انتقال فرمایا حضرت ابن عباس کی تربت کے متصل مدفون ہوئے جس وقت آپکے

دنیا سے مُنہ موڑ کر سفر آخرت قبول کیا ہی اُسوقت ۱۰۳۱ ہجری کا شروع تھا۔

شیخ احمد علی رحمۃ اللہ علیہ

آپ علم ظاہر و باطن دونون کو جامع تھے اور بہت سے مشائخ طریقت اور علما شریعت کی صحبت سے فیضیاب تھے شیخ عبد الرحمن محجوب سید محمد رومی۔ سید عبد اللہ سقاف اور سید کلان بن میر محمود بلخی وغیرہ سے خرقہ صوفیہ زیب تن فرمایا محمد بن العلاء البابلی اور شیخ عیسی مغربی کے علاوہ اور بہت سے ائمہ اور فضلاء عصر سے حدیثین روایت کین۔ سماع بخاری اور موطا مین تسلسل روایت حاصل کیا۔ ابتدا نشو و نما کے زمانہ سے صلاحیت و دیانت اور علم و علما کی محبت اور اُن کے التزام صحبت اور مشائخ صوفیہ کے اعتقاد اور اُن کے اعمال و اشغال سے متصف تھے۔ اکثر مشائخ حرمین کی صحبت مین زمانہ دراز تک مستفید رہی اور حرمین مین آمد و شد کرنے والون سے فیضیاب ہوئے۔ غرضکہ یہ بزرگوار مکہ معظمہ کے اعیان دولت اور رؤسا شہر مین ایک نہایت معزز و ممتاز شخص شمار کئے جاتے تھے اور برکت و استجابت دعوات مین مشہور و معروف تھے۔

شیخ عبد الرحمن نخلی ولد شیخ احمد نخلی روایت کرتے ہین کہ یہ عجیب اتفاق کی بات ہی کہ شیخ احمد نخلی کے والد کے ہان کوئی فرزند زندہ نہ رہتا تھا جسکی وجہ سے وہ ہمیشہ اندوہ و رنج مین گرفتار رہتے تھے اور کسی بات مین مزہ نہ آتا تھا لیکن جب شیخ احمد پیدا ہوئے تو اُنھون نے اکثر اہل اللہ سے مولود مسعود کی ترقی عمر کی استدعا کی اور استمداد و طلب ہمت مین انتہا سے زیادہ کوشش کی۔ شیخ احمد جب کسی قدر بڑے ہوئے تو ان کے والد بزرگوار ہمیشہ جمعہ کے روز شیخ تاج سنبھلی کی خدمت مین بھیجا کرتے شیخ تاج رحمۃ اللہ علیہ کو شیخ احمد سے دلی محبت پیدا ہوگئی تھی جب شیخ احمد آپ کی خدمت مین پہنچتے تو آپ انھین اپنی آغوش محبت مین لیکر دست شفقت سر پر بار بار پھیرتے اور اپنے متبرک انفاس سے مالا مال کرکے واپس کرتے اتفاق سے ایک روز شیخ احمد جون ہی شیخ تاج کی خدمت مین پہنچے اور آپ کی نظر مبارک اُن کے چہرہ پر پڑی تو آپ دریائے تامل مین محو ہوگئے زان بعد اُس غلام سے کہلا بھیجا جو شیخ احمد کے ساتھ ہمراہ ہوتا تھا کہ ھذا الطفل لیس مثلک بل ھو افضل و اسعد منک غیر انہ لیس لہ من العمر الا الشئ القلیل یعنی یہ ہونہار اور بلند اقبال لڑکا تم جیسا نہین ہے بلکہ تم سے افضل اور زیادہ بختاور ہی لیکن مجھے سخت افسوس سے کہنا پڑتا ہی کہ اُسکی عمر بہت تھوڑی ہے بلکہ یون سمجھنا چاہئے کہ اب اُسکی عمر طبعی ہوچکی ہے اور عنقریب خزان کا وقت آیا چاہتا ہے جب غلام شیخ احمد

کے والد بزرگوار کے پاس پہنچا اور حقیقت حال کا انکشاف کیا تو انہیں سخت رنج ہوا اور اسی وقت غلام سے فرمایا کہ تو ابھی شیخ کی خدمت میں حاضر ہو اور میری طرف سے یہ التماس کر کہ یا سیدی انی اعطیت عمر هذا الطفل وانی استشفع بک فی هذا الامر۔ یعنی اے سید میں اپنی عمر بخوشی اس لڑکے کو دیتا اور آپ کو اس بارہ میں شفیع قرار دیتا ہوں شیخ تاج نے جب یہ پیام سنا تو مراقبہ میں مشغول ہوئے اور ایک ساعت کے بعد سر اٹھا کر فرمایا کہ جاؤ اپنے آقا سے کہدو کہ تمہاری نیت مقبول ہوئی اور خدا تعالی نے میری دعا سنلی اب تمہیں صرف تین مہینے کی مہلت ہی اس مدت میں سفر آخرت کے لئے مستعد طیار ہو جاؤ چنانچہ شیخ احمد کے والد بزرگوار اسی مدت میں عالم فانی سے انتقال کر گئے اور شیخ احمد نے زندگی کے نوے مرحلے طے کر کے سفر آخرت قبول کیا۔

شیخ عبد الرحمن ولد شیخ احمد نخلی نقل کرتے ہیں کہ معاملہ بیع وشرا اور داد وستد میں۔ میں اپنے والد بزرگوار کا وکیل تھا اور تمام دنیاوی معاملات انکی طرف سے میں ہی کیا کرتا تھا لیکن جب شیخ کی عمر طبعی کا خاتمہ ہونے کو ہوا اور انتہا درجہ کا ضعف غالب آیا تو مجھے اندیشہ ہوا کہ مبادا شیخ کی حیات کا پیمانہ دفعۃً لبریز ہو کر چھلک پڑے اور آپ کے تمام قرضوں کا بار میرے گردن پر رہی اس لئے میں ایک دن شیخ کی خدمت میں حاضر ہوا اور قرضخواہوں کے مطالبہ کی شکایت پیش کی اور عرض کیا مجھے خوف ہی کہ اچانک کوئی حادثہ پیدا ہو اور تمام دیون میرے ذمہ باقی رہجائیں اور میرے عزیز و قریب اس وکالت کا اعتبار نکریں۔ شیخ نے ایک نہایت خوش آیندہ تبسم کے ساتھ فرمایا کہ برخوردار من اتم اس خدشہ کو اپنے دل میں راہ نہ دو مجھے کامل امید ہی کہ تا وقتیکہ میں اپنے تمام قرضوں سے سبکدوشی حاصل نہ کرلوں اور میرے سارے دیون ادا نہو جائیں دنیا سے رخصت نہوں میرا خیال ہے کہ جس رات کو کوئی قرضہ میرے ذمہ باقی نہیں رہے گا وہی رات میری زندگی کی اخیر شب ہوگی اور اسی رات میں میرا جام حیات لبریز ہو کر چھلک جائیگا۔ شیخ عبد الرحمن کا بیان ہی کہ اس کے بعد جب آپ کی وفات کا زمانہ قریب آیا تو تمام قرضوں کی ادائیگی دفعۃً کردی گئی اور جس رات آپکے ذمہ کسی کا قرض باقی نہیں رہا وہ ہی آپکی عمر کی آخر شب تھی۔

شیخ احمد نخلی فرماتے ہیں کہ طریقہ خلوتیہ میں میرے شیخ۔ جناب شیخ عیسے بن کنان خلوتی تھے جب انہوں نے مجھے طریقہ خلوتیہ کی اجازت دی تو مجھے مکہ معظمہ میں علی رؤس الاشہاد اپنا خلیفہ مقرر کیا اور اس طریقہ کے تمام پیروؤں سے میرے لئے خلافت کا معزز لقب حاصل کیا تا کہ تمام خلوتی میرے پاس جمع رہیں اور نماز تہجد کے بعد

اُن اوراد و وظائف مین مشغول رہین جو اس فرقہ مین رائج ہین شیخ عیسی کی ان بے اندازہ مہربانیون اور گرانبہا عنایۃ سے مجھے بیحد خوش ہونا چاہیئے تھا لیکن حقیقت یہ ہی کہ اس کے بعد مین ہمیشہ متردد رہا اور مجھ پر ایک بیابہای غم کا لشکر ٹوٹ پڑا کیونکہ ابتدا سے میرا میلان طبع طریقہ نقشبندیہ کی طرف تھا اور اسی طریقہ کو مین دوست رکھتا تھا مجھے اس وقت سب سے بڑی اور سخت مشکل کا سامنا یہ تھا کہ شیخ کی مخالفت نہ کر سکتا تھا اور اُن کے خلاف ارشاد کسی کام کرنے کی مجال نہ تھی آخر کار مین نے مجبور ہو کر جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب توجہ کی اور اُسی سال روضہ مقدسہ کی زیارت سے مشرف ہوا جمعہ کے روز نماز جمعہ سے پیشتر مین نے جناب نبی عربی صلے اللہ علیہ وسلم کو خواب مین دیکھا کہ گویا آپ خلفاء اربعہ کی مختصر سی جماعت کو ساتھ لئے ہوئے زیارت عثمانیہ مین تشریف لائے ہین مین یہ دیکھکر اُس طرف دوڑا اور آپ کے نیز خلفاء کرام کے دست مبارک کو بوسہ دیا اور بالترتیب ہر خلیفہ کی ملاقات سے مشرف ہوا۔ جناب رسول عربی صلے اللہ علیہ وسلم نے میرا ہاتھ پکڑا اور ایک جدید سجادہ کیطرف جو آپکے قبر شریف کے سرہانے اور صف اول کے محاذاۃ مین بچھا ہوا تھا لائے اور فرمایا ھذہٖ سجاد الشیخ تاج اجلس علیہا یعنی یہ شیخ تاج کا سجادہ ہی تمہین اسپر بیٹھنا چاہیئے۔ جب مین خواب سے بیدار ہوا تو معلوم کیا کہ اس سے اشارہ طریقہ نقشبندیہ کی طرف ہی گویا آپ اسی طریقہ کی اجازت دیتے ہین۔

شیخ عبد اللہ بن سالم البصری ثم المکی

اس فاضل اجل عالم بے بدل نے کتب حدیث کی اشاعت و توسیع مین جس مستعدی اور سرگرمی کے ساتھ کوشش کی اُس کے بار احسان سے علماء دنیا کو سر اُٹھانے کی جگہ نہین ہی سچ یہ ہے کہ علم حدیث کے مردہ قالب مین شیخ عبد اللہ ہی نے ایک نئی اور تازہ روح پھونکی ہی۔ مسند امام احمد کا کامل نسخہ دائرہ گمنامی مین روپوش ہو گیا تھا اور قریب تھا کہ سطح زمین پر کوئی کامل نسخہ دستیاب نہ ہو سکے مگر شیخ نے اپنی عالی ہمتی اور فراخ حوصلگی کے مصر و عراق اور شام وغیرہ کے علمی خزانون سے اس کے متفرق اور پراگندہ اجزا جمع کئے اور سب کو ملا کر ایک نسخہ مرتب کیا از ان بعد اول سے آخر تک ایک غائر نظر ڈالی اور صحیح کر کے اُسے اصل قرار دیا اسی طرح کتب صحاح ستہ کے مختلف اور متعدد نسخے جمع کر کے ایک مجموعہ مرتب کیا اور بڑی محنت و جانفشانی سے صحیح کر کے طالبان فن مین شائع کیا نسخہ نبویہ اپنی قلم سے لکھا اور اصل سے بہتر لکھا صحیح بخاری کی ایک نہایت بسوط

اور جامع شرح تصنیف کی اور اُسکا نام ضیاء الساری رکھا اور اسوقت تمام ممالک اسلامیہ مین موجود ہے ایک عرصہ ہوا کہ یہ شرح مطبوع بھی ہو چکی ہے اور اکثر طلبہ کے پاس دیکھی جاتی ہے ضیاء الساری کے دیکھنے سے شیخ عبد اللہ کی لیاقت اور پولٹیکل قابلیت بہت کچھ ثابت ہوتی ہے۔

مین نے خود اس شرح کو دیکھا ہے اور اکثر مقامات پڑھے ہین حقیقت مین جو باریکیان اور نکات اس خاص فن مین آپنے بیان کئے ہین اُن کی نظیر سے بخاری کی دوسری شرح بالکل خالی ہین علم حدیث کے غوامض و دقائق کے علاوہ مسائل فقہیہ کی ایسی تنقیح و توضیح کی ہے جس کی نظیر کہین نہین ملسکتی۔ جو لوگ کتاب و سنت سے خاص دلچسپی رکھتے اور جنکی معلومات علوم حدیث مین بہت وسیع ہو وہ ضیاء الساری کو دیکھکر فوراً یہ نتیجہ نکال سکتے ہین کہ حقیقت مین شیخ عبد اللہ فن حدیث کا ایسا علامہ ہے جس کی مثال اُس عہد مین اور کوئی نہین پائی جاتی۔ ایک اندازہ کرنے والا دماغ اور جانچنے والی عقل شیخ کی اس تصنیف کو دیکھکر بلا تامل کہہ سکتی ہے کہ بیشک آپ علم حدیث کے جولانگاہ کے شہسوار ہین اور اس فن مین وہ وسعت نظر اور علمی تبحر رکھتے ہین جو ایک مجتہد اور ماہر فن کے لئے ضروری ہے۔

لیکن نہایت افسوس سے کہا جاتا ہے کہ شیخ اس شرح کو ضعف پیری کی وجہ سے پورا نہ کر سکے اور آپ کی زندگی مین اسکی تکمیل نہین ہوئی اگر یہ شرح شیخ کی قلم سے پوری اور کامل ہو جاتی تو ایک بینظیر اور لاثانی شرح ہوتی اور اُس کے مقابلہ مین بخاری کی کسی دوسری شرح کی ضرورت نہین پڑتی خلاصہ یہ کہ آپنے اپنی تمام عمر روایت کتب حدیث مین صرف کی اور اسی بحث و تنقیح مین ہمیشہ مشغول و مصروف رہے اور واقعی بات یہ ہے کہ اس متاخر زمانہ مین ایک آپ ہی حافظ حدیث اور ضابط روایت تھے۔

ل ضبط حدیث کے طریقے امت مرحومہ مین تین حال پر گذرے ہین پہلا حال یہ تھا کہ صحابہ اور تابعین کے عہد مبارک مین لوگ حدیثین زبانی یاد کرتے تھے اور اُسوقت ضبط حدیث صرف جودت ذہن اور قوت حافظہ پر موقوف تھا دوسرا حال یہ تھا کہ تبع تابعین اور اوائل محدثین کے زمانہ سے طبقہ سابعہ اور ثامنہ تک لوگ حدیثون کو لکھتے تھے اسوقت ضبط حدیث تبیین خط اور نقاط و نکات سکنات تصویر حروف اور اصول صحیحہ سے مقابلے وغیرہ پر منحصر تھا تیسرا حال یہ تھا کہ حفاظ حدیث نے علم الرجال اور الفاظ مشکلہ و غریبہ کے ضبط مین بڑی بڑی مبسوط اور مشرح کتابین تصنیف کین اور مفصل شرحین لکھین اور ان مین اُن مسائل سے تعرض کیا جو علوم حدیث کے عنصر سمجھے جاتے ہین پس اب ضبط حدیث کا صرف یہ طریقہ باقی رہگیا کہ واقف حدیث ان تصانیف و شروح کو پیش نظر رکھکر اُن کے مطابق حدیثین روایت کرے یہی وجہ ہے کہ اس زمانہ مین اہل حدیث نے تساہل اختیار کیا ہے اور قدیم زمانہ مین جسقدر متقدمین تشدد کرتے تھے اُسی قدر متاخرین نے تساہل برتا اور حفظ و نقل کو چھوڑکر صرف خط پر اکتفا کیا گیا اسلئے انمین اجازت مجردہ وغیرہ کا رواج جاری ہوا بخلاف طبقات سابقہ کے کہ انمین یہ طریقہ مروج نہ تھا خلاصہ یہ کہ ضبط کا یہ طریقہ شیخ عبد اللہ بصری کے نزدیک کمال کی ایک بہت بڑی اور اعلیٰ درجہ کی شاخ تھی اور اس سلسلہ کے باقی رہنے کے آپ ہی باعث تھے۔ شیخ ابو طاہر محمد بن ابراہیم کردی مدنی رحمہ اللہ اور بہت سے علما

آپ بچپن کے زمانہ سے تحصیل علوم کی طرف راغب اور علما و فضلا کی صحبت کو مغتنم سمجھتے تھے اتقاو پرہیزگاری اور ورع وصلاح کو اپنا اوڑھنا بچھونا بنائے ہوئے تھے ہر روز قرآن مجید کے دس سپارے پڑہنا آپ کا دستور تھا اور وہ بھی سرسری طور سے نہیں بلکہ امعان وتدبر سے لیکن جب بڑھاپے کا ضعف آپ پر غالب ہوا تو طاقت کے مطابق تلاوت مین مصروف رہنے لگے غرضکہ کوئی وقت ایسا نہ تھا جس مین آپ درس یا تلاوت یا نماز وعبادت مین مصروف نہوتے ہون۔

شیخ عبداللہ کی واجب التعظیم والد شیخ سالم اگرچہ شریف کہ کے دربار مین ایک معزز وممتاز عہدہ پر مامور تھے اور بیشمار دولت وحشمت رکھتے تھے اور اپنے فرزند رشید کی بہت کچھ خدمت کرتے تھے لیکن شیخ عبداللہ ہمیشہ فقیرانہ حالت مین زندگی بسر کیا کرتے اور اسی حالت مین رہنا پسند کرتے تھے۔ آپنے کعبہ معظمہ کے جوف مین دو مرتبہ صحیح بخاری ختم کی ایک دفعہ اُسوقت جب لوگ کعبہ کی ترمیم مین مصروف تھے دوسری مرتبہ اُس زمانہ مین جب کعبہ کے دروازہ کی تعمیر ہورہی تھی۔ مسند امام احمد بن حنبل کی تصحیح وجمع کے بعد مسجد نبوی مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر مبارک کے سرہانے بیٹھکر درس دیا اور چھپٹے روز ختم کردی جب آپ حدیث کی قرارت کرتے تو تمام علما حرمین اور مشائخ صوفیہ مجلس مین موجود ہوتے اور جبتک پڑہتے سب گردنین جُھکائے خاموشی کے ساتھ سنتے۔ حدیث پڑہتے وقت لوگون کو معلوم ہوتا کہ گویا آپ پر وحی اُتر رہی ہے۔

شیخ نے طول طویل عمر پائی اور سب مرضیات الٰہی مین صرف کی عام طور پر دیکھا جاتا ہی کہ جب انسان زیادہ ضعیف اور بوڑہا ہوجاتا ہی تو اُس کے اعضا وحواس ایک ایک کرکے جواب دیتے جاتے اور دن بدن قُوی مضمحل ہوتے جاتے ہین لیکن بڑی خوشی کی بات ہی کہ جناب شیخ عبداللہ صاحب باوجود اس ضعف وبڑہاپے کے بالکل ویسے ہی توانا وتندرست تھے جیسے عالم شباب مین آپکے عقل وفراست جودت ذہن حفظ وضبط صحت حواس مین سرمو تفاوت نہ آیا تھا البتہ قوت سامعہ مین کچھ فتور پیدا ہوگیا تھا۔ آخر عمر مین شیخ عبداللہ مغربی نے آپ سے صحاح کی چھؤون کتابین نہایت تعمق وتدبر کے ساتھ پڑہین اور اکثر اہل مکہ نے سماع حدیث کی۔ آپ نے رجب کی چوتھی تاریخ ۱۱۳۴ھ ہجری مین انتقال کیا اور دنیا مین ایک جیتا جاگتا اثر چھوڑا۔

یہ مشائخ صوفیہ اور علمار محدثین وہ ہین جن ہین سے بعض حضرات سے جناب مولانا شاہ ولی اللہ صاحب نے

حرمین محترمین مین بالمشافہ حدیثین روایت کین اور سند و اجازت حاصل کی خرقہ صوفیہ زیب بدن فرمایا اور بعض وہ ہین جن کے واسطہ سے آپ تک اسناد حدیث اور خرقہ صوفیہ کا سلسلہ پہنچا - اس اثنا مین سفر مین شاہ صاحب کا اور کوئی ایسا واقعہ یا قابل ذکر نہین ہے جو ناظرین کے سامنے پیش کیا جائے لہذا اب مین جناب شاہ صاحب کے اس مقدس و مبارک سفر کے حالات ختم کرتا ہون کیونکہ تاریخ کے صفحات پر آگے اندھیرا چھایا ہوا ہے جو چند واقعات قلمبند ہو چکے ہین معزز ناظرین ان ہی کو غنیمت جانین اب آپکے واپسی سفر کے حالات نہایت مختصر الفاظ مین تحریر کئے جاتے ہین -

شاہ صاحب کے واپسی سفر کے واقعات

جب جناب مولانا شاہ ولی اللہ صاحب علمار حرمین محترمین سے اسناد حدیث حاصل کر چکے اور مشائخ صوفیہ سے فیض صحبت اٹھا چکے تو اخیر ۱۱۴۴ ہجری مین دوبارہ ارکان حج ادا کیئے اور ابتدا ۱۱۴۵ھ مین وطن مالوف کی طرف متوجہ ہوئے - چنانچہ اسی سنہ کی چودھوین رجب جمعہ کے دن صحت و سلامتی کے ساتھ دہلی مین رونق افروز ہوئے اور اپنے آبائی مکان مین سکونت اختیار کی - شہر کے عموماً باشندے اور نامی گرامی فضلا خدمت اقدس مین حاضر ہوئے اور آپنے نہایت خندہ پیشانی اور مراسم تپاک سے سب سے ملاقاتین کین - عام ملاقاتون اور سفر کی کسل و کاہلی کے اُتر جانے کے بعد آپنے مدرسہ رحیمیہ مین قدم رکھا اور علم حدیث کے درس مین مشغول ہوگئے - سینکڑون طالبان حدیث ایک ایک وقت مین علم حدیث پڑھتے اور اجازت و سند حاصل کرکے واپس جاتے -

غرضکہ شاہ صاحب اس شان و شوکت سے ایک زمانہ تک علم حدیث کی درس و تدریس کرتے رہے اور اس استغراق و محویت کے ساتھ کہ ہر دن کے بہت تھوڑے حصہ مین وعظ و افتا اور فصل خصومات مین مصروف رہتے اور باقی اوقات درس طلبہ اور تکمیل تلامذہ مین صرف کرتے ملنے جلنے والون اور باہر سے آمد و رفت کرنے والون کو رات دن مین کوئی ایسا موقع بہت ہی مشکل سے ملتا جس مین آپ ان باتون سے خالی نظر آتے - اب آپکے علمی تبحر کا ستارہ اور بھی چمک گیا تھا اور حدیث کے اصل جاہ و جلال کا گھر یہی ایک جلیل القدر خاندان تسلیم کیا جاتا تھا اسوقت جناب شیخ عبدالرحیم صاحب کی ڈالی ہوئی بنیادین آسمان تک پہنچ گئی تھین اور شاہ صاحب کی کوششون سے یہ بیت العلم عجیب شان و شوکت اور سج دھج سے آراستہ ہوگیا تھا

صاحب اتحاف جناب شاہ ولی اللہ صاحب کے علم وفضل اور اشاعت حدیث کی نہایت با وقعت اور وزنی لفظون مین تعریف کرتے ہین اور حقیقت مین وہ ایک اعلیٰ درجہ کا ریویو ہے جسے وہ اس تقریر سے ادا کرتے ہین کہ جناب شاہ صاحب کا علوم متداولہ مین وہ پایہ تہا جسکا شمہ بہی بیان کرنیسے انسانی طاقت محض عاجز ہی آپ فنون عقلیہ مین وہ دستگاہ رکھتے تھے جسکا عشر عشیر بہی دوسرون کو نصیب نہ تہا قطع نظر ان تمام علوم کے حدیث مین اپنے تمام ہمعصرون سے امتیاز یہ قوت رکھتے تھے اور اس علم مین مقتدائے وقت اور فرید عصر شمار کئے جاتے تھے آپ کی تقریر مین اس بلا کا جادو تہا کہ موافق ومخالف پر اُسکا اثر برابر پڑتا تہا۔ ابتدائی زمانہ سے اگرچہ آپکے فضل وکمال کے جھنڈے ایک عالم مین گڑ چکے تھے اور آپ کے نام کا امتیازی پھریرا ہندوستان سے لیکر عرب وعجم تک برابر اُڑ رہا تہا لیکن جب آپ عرب کے مقدس ومبارک سفر سے واپس تشریف لائے اور علم حدیث کی اور بہی اشاعت دی تو اب آپ اپنی عام مقبولیت کے سبب سے واقعی ہر دلعزیز ہوگئے اور اعزاز واقتدار کا آفتاب پوری تابانی کے ساتھ چمکنے لگا حقیقت مین جناب شاہ ولی اللہ صاحب کا درگاہ اسوقت علوم حدیث وتفسیر کا مخزن اور حنفی فقہ کا سرچشمہ تہا اس مقدس اور شریف علم کی خدمت جس قدر آپ سے وجود پذیر ہوئی واقعی بات یہ ہی کہ ہندوستان مین کوئی شخص اسکا دعویدار نہین ہوسکتا علم الحدیث کا بیج ہندوستان کی بنجر اور ناقابل زمین مین آپکے والد بزرگوار جناب شیخ عبدالرحیم صاحب نے ڈالا اور آپ نے اپنی ان تھک کوششون سے اسے یہان تک سینچا کہ چندہی روز مین اُسکا ایک پودا اگا اور سرسبز وشاداب ہوکر لہلہانے لگا اور اُسکے پہل پہول سے لوگ گودیان بھر بھر لیجانے لگے اسے ہندوستان کی بڑی خوش نصیبی کہنا چاہیئے کہ جہان علم حدیث کا نام نشان تک زبان پر نہ لیا جاتا تہا آج اُسکے گلی گلی اور کوچہ کوچہ مین علم حدیث کے آوازے سنے جاتے ہین"

شاہ صاحب کے عام اخلاق وعادات وغیرہ

جناب مولانا شاہ ولی اللہ صاحب کی ابتدائی حالات اور زمانہ کمسنی کے واقعات ہم پہلے کسی قدر بسط کیساتھ بیان کرا آئے ہین یہان اُنہین دوبارہ بیان کرکے اپنے تذکرہ کو طول دینا نہین چاہتے مختصرًا یہ ہی کہ آپ کا بچپن بالکل انوکہا اور نرالا تہا عمومًا دیکہا جاتا ہی کہ نوعمری کے زمانہ مین بچے اپنی ناز بردار والدین سے طرح طرح کی طفلانہ ضدین اور موقع وبیموقع بہین کیا کرتے ہین مگر ناظرین کو تعجب ہوگا جب یہ بیان کیا جائے گا کہ شاہ صاحب نے کمسنی کے

زمانہ مین کبھی کسی چیز کی ہٹ نہین کی نہ کبھی کوئی ایسی بات ظاہر ہوئی جس سے اوپر والون کو آپکی شکایت
کرنے یا گھڑکنے کا موقع ملا آپکے ادب کا یہ حال تہا کہ اپنے سے بڑی عمر والے شخص سے سر اُٹھا کر کبھی بات نہین
کی اور اگر کسی نے کچھ پوچھا تو نہایت متانت و سنجیدگی کے ساتھ نیچی گردن کر کے جواب دیا۔ والدسے کبھی
نظرین ملا کر بات نہین کی، سامنے پاؤن پھیلا کر کبھی نہین بیٹھے۔ بات کی تو خوشامدانہ تبسم کے ساتھ اور
کسی چیز کی خواہش ظاہر کی تو عاجزانہ تہذیب کے ساتھ آپ بچپن کے زمانہ مین وہ دانشمندانہ اور بھاری بھرکم
پنے کی باتین کرتے تھے کہ دیکھنے والون کے دل ایک بے اختیاری کے ساتھ آپکی طرف مائل ہو جاتے تھے

شاہ صاحب کا بچپن معمولی کھلنڈرے بچون کی طرح نہین تہا آپ اپنے ہمعمر بچون کے ساتھ کبھی گھر سے باہر نہین
کھیلے، سیر و تفرج مین اپنا وقت ضایع کیا۔ ہمیشہ ایک دہشت آمیز تفکر آپ پر طاری رہتا اور اسی مین صبح
سے شام تک مصروف رہتے ایک دن کا ذکر ہے کہ آپکے عزیز و قریب کسی باغ مین سیر کیلئے گئے اور شاہ صاحب
کو بھی ہمراہ لیتے گئے جب آپ وہان سے واپس آئے تو آپکے والد بزرگوار نے اپنے پاس بلایا اور دست
شفقت سر پر پھیر کر فرمایا فرزند من! تم نے آج رات دن مین کیا چیز حاصل کی دیکھو ہم نے اتنی دیر مین اس قدر
ورود پڑھے جون ہی شاہ صاحب نے والد بزرگوار کی زبان مبارک سے یہ لفظ سنے شرمندگی کی وجہ سے
پسینہ پسینہ ہو گئے اور سیر و تفرج سے توبہ نصوح کی اور اس کے بعد پھر کبھی گھر سے باہر نہین نکلے۔

آپکے مزاج مین سادگی اسقدر تھی کہ والدین سے کبھی کسی بات کی خواہش ظاہر نہین کی جو کھانا ملا نہایت
مسرت و خوشی سے کھا لیا جو کپڑا میسر ہوا پہن لیا آپکے لب کبھی اس جملہ سے آشنا ہی نہین ہوئے کہ یہ کپڑا
مجھے ناپسند ہے اور اس قسم کا کھانا مرغوب نہین ہے خلاصہ یہ کہ جب ہم شاہ صاحب کے ابتدائی زمانہ کے واقعات
پر سرسری نظر ڈالتے اور آپ کی طفلانہ حرکات کا اجمالی خاکہ کھینچتے ہین تو ہمین ایک نہایت ہی دلکش اور جاہ و
جلال سے بھرا ہوا سین نظر آتا ہے واقعی بات یہ ہے کہ فطرت جس شخص کو اپنی بانگی اور ہنر کا نمونہ بنانا چاہتی
ہے اُسکا خمیر پہلے ہی سے کچھ ایسا قابل بنتا ہے جس پر تجلیات ربانی کا بخوبی عکس پڑتا ہے شاہ صاحب اس
وقت تک گو کسی شرعی قانون کی پابندی پر مجبور نہ تھے نہ کسی دینی بات کا ہنوز کوئی سبق پڑہا تھا لیکن یہ
بھی اس ہونہار بلند اقبال خوش قسمت کی ایک بات قانون شرع کے مخالف نہ تھی۔ حال کے مورخون نے
شاہ صاحب کے بچپن کے جو واقعات قلمبند کئے ہین اگرچہ وہ بظاہر مبالغہ معلوم ہوتے ہین لیکن حقیقت مین
شاہ صاحب کا بچپن نہایت حیرت انگیز تھا جس قدر لوگون نے آپ کے اوصاف حمیدہ مین لکھا ہے ہمین

کچھ بھی مبالغہ اور عبارت آرائی نہین ہو بلکہ آپکے نفس الامری اور اصلی واقعات ہین۔
یہی وہ باتین تھین جنہون نے جناب شیخ عبدالرحیم صاحب جیسے مستغنی المزاج کو اپنا گرویدہ و فریفتہ کرلیا تھا۔ رحیم الطبع شیخ اپنے اِس ہونہار اور بلند اقبال فرزند سے نہایت ہی محبت رکھتے اور انتہا سے زیادہ مہربانیون سے پیش آتے تھے چنانچہ خود جناب شاہ ولی اللہ صاحب اپنی قلم مبارک سے لکھتے ہین کہ میرے والد بزرگوار اپنی تمام اولاد مین مجھسے زیادہ محبت رکھتے تھے اور اکثر اوقات خلوت وجلوت مین اس فقیر کی طرف التفات خاص فرماتے تھے جب مجھے دیکھتے بیحد خوش ہوتے اور تلطف آمیز لہجہ مین دلجوئی کرتے ابھی مین صغیر سن ہی تھا کہ آپ مجھے اپنے پاس بٹھاکر فرمایا کرتے تھے کہ فرزند من! میرے دل مین بے اختیار یہ بات پیدا ہوئی ہو کہ ایک ہی دفعہ تمام علوم وفنون تمہارے دل مین ڈالدون اور اسی کے ساتھ ایک ایسا جوش پیدا ہوتا ہو جسے مین بہت مشکل سے بٹھا سکتا ہون اِس کے بعد جناب شاہ صاحب فرماتے ہین کہ بمقابلہ اور بھائیون کے جو خدا تعالے نے اس فقیر کو علمی کمالات کا زیادہ سرمایہ عطا کیا وہ حقیقت مین جناب والد بزرگوار کے سایہ عاطفت اور آغوش تربیت مین پلنے کا صدقہ اور آپکے نفس مبارک کا اثر ہے ورنہ اس فقیر نے تحصیل علوم مین چندان محنت وجانکاہی نہین کی۔
شاہ صاحب کے بچپن کا زمانہ جیسا پیارا اور دلفریب تھا ویسا ہی جوانی کا عالم نہایت ہی مبارک اور خوش آیندہ تھا اکثر آدمی عالم شباب کی ترنگ مین کج خُلق اور مغلوب الغضب ہوجاتے ہین لیکن یہ نیک نہاد کریم الطبع نوجوان اس وقت بھی خُلق مجسم تھا جس کے عام اخلاق اور ذاتی خوبیون نے ایک عالم کو اپنا گرویدہ کرلیا تھا اور جس کی شریفانہ چال اور مہذبانہ طرز وروش نے تمام لوگون کے دلون پر قبضہ کرلیا تھا اسوقت شاہ صاحب کی فراخ اور نصیبہ ور پیشانی مین خلق عظیم کا قیمتی جوہر اس طرح دمک رہا تھا جیسے فانوس مین شمع یا قمقمہ مین چراغ آپ کی خوش خلقی تکلف اور بناوٹ کی رنگ سے رنگین نہ تھی جو لوگون کے دل پرچانے یا امراء رؤسا کے خوش کرنے کے لئے استعمال مین لائی جاتی بلکہ فطری اور قدرتی تھی یہی وجہ تھی یہ حالت اور ہر موقع پر ایک ہی رنگ مین نظر آتی تھی۔
آپ کی کہولت کا زمانہ عجیب وغریب زمانہ تھا جو بچپن اور جوانی کے دونون زمانون سے زیادہ مبارک اور خوش آیندہ تھا جو قوت ہودت اور علامت روی اُسوقت تھی وہی اب بھی ہے بلکہ تجربہ کی شان وشوکت اور پختہ کاری کی سرپرستی نے اسوقت اسے اور بھی جمکا دیا ہے جو عجز وانکساری اور تواضع

اخلاق عالم شباب مین تھی وہی اس بڑہاپے کی حالت مین موجود ہین جیسی درس وتدریس کی گرم بازاری پہلے بھی وہی اب بھی باقی ہے زہد واتقا خدا پرستی وطاعت گذاری مین جو اُسوقت ستعدی وسرگرمی تھی وہی اس کمزوری اورضعف کے وقت بھی ہے غرضکہ شاہ صاحب کے تینون زمانہ کے حالات زندگی دنیا کی بالکل اعجوبہ اور جہان سے نرالے تھے اور آپ کا یہ زمانہ ہر طرح سے قابل مبارکباد تھا

فضل وکمال اور علمی حیثیت سے جناب شاہ صاحب جس قدر ومنزلت کے شخص تھے اگرچہ اُسکی نظیر آج باوجود تلاش وتجسس کے کہین نہین ملتی لیکن حدیث وفقہ کے لحاظ سے علماء وقت نے آپ کو مجتہدین فن کے دوسرے درجہ مین جگہ دی ہے چنانچہ ایک فاضل مورخ آپ کی فضل وکمال کی نسبت اپنی رائے یون ظاہر کرتا ہے "جناب مولانا شاہ ولی اللہ صاحب کی شہرت اگرچہ زیادہ تر تفسیر وادب مین ہے لیکن آپ حدیث وفقہ مین بھی درجہ اجتہاد رکھتے اور مجتہدین فن مین شمار کیئے جاتے تھے" حقیقت مین شاہ صاحب کی تاریخ زندگی مین جو چیز سب سے زیادہ قابل فخر اور باعث بقائے دوام ہے وہ آپکے علمی کارنامے ہین جو خصوصیت کے ساتھ حال کی تاریخون مین جستہ جستہ مذکور ہین اگر ہم آپ کی زندگی کے تمام علمی کارنامون اور واقعات پر نظر ڈالتے ہین تو وہ اس کثرت سے پائی جاتے ہین کہ اگر فیصدی دو کا بھی انتخاب کیا جائے تو بھی حیات کی وسعت اُن کیلئے کافی نہین ہوسکتی لہذا ہم اُن واقعات کو قلم انداز کرتے اور صرف وہ حالات معزز ناظرین کے سامنے پیش کرتے ہین جو آپ کی لائف کے مغز اور مختلف آرا کا مختصر انتخاب یا سچا فوٹو ہی۔

علماء مورخین نے جناب شاہ صاحب کو علم حدیث وفقہ کے اعتبار سے مجتہدین فن کے بعد دوسرے درجہ مین جگہ دی ہی ورنہ وہ کونسا علم تہا جس مین شاہ صاحب کو تبحر نتھا کلام وادب جو عربیت کا بہت بڑا جوہر ہے اسمین آپ کو وہ کمال حاصل تہا جو آجتک ماہرین فن کو تسلیم ہی آپکے علمی مناظرون کے دیکھنے سے صاف معلوم ہوتا ہی کہ متقدمین شعراء کے اشعار بکثرت یاد تھے جو سند کے ہر ہر موقع پر برجستہ پیش کرتے تھے مذہبی اور تدلی علوم کے انتساب کو اگر الگ کردیا جائے تو بھی ادیبون اور متکلمین کی فہرست مین آپ کا نام نہایت روشن اور جلی حرفون مین نظر آتا ہی غرضکہ شاہ صاحب کی ہمہ دانی نہایت حیرت انگیز ہے حدیث تفسیر فقہ ادب کلام سیر مغازی معانی وغیرہ مین آپ کا شمار مجتہدین فن مین ہوتا تھا اور اس کے سوا اور بھی بہت سے علوم تھے جن مین آپ کی نظر نہایت وسیع اور غائر تھی علم لغت مین آپسے زیادہ کوئی عالم نہ تھا اور اس فن خاص مین جو درجہ متقدمین مین صاحب قاموس کو تھا وہی رتبہ متاخرین مین شاہ صاحب کو تھا۔

حدیث وتفسیر اور دیگر مذہبی علوم کی ترقی دینے مین اگرچہ بعض مورخون نے جناب شاہ صاحب کا نمبر حضرت
شیخ عبدالحق محدث دہلوی کے نیچے رکہا ہی لیکن ہم سابق مین لکھہ آئے ہین کہ شاہ صاحب اس قابل ہین کہ اس
فہرست مین آپکا نام شیخ عبدالحق محدث دہلوی سے پہلے لکھا جائے کیونکہ جس زمانہ مین تخم حدیث وتفسیر کا بیج
ہندوستان مین ڈالا گیا اور اصول تفسیر وحدیث کی بنیاد قائم کی گئی اُسوقت بجز خال خال لوگون کے اور سب
لوگ اِن علوم سے ناآشنا تھے۔ لیکن جناب شاہ ولی اللہ صاحب کی اَنْ تھک کوششون اور سرگرمیون سے
اِن علوم کی اسقدر اشاعت ہوئی کہ شیخ عبدالحق محدث دہلوی کی ڈالی ہوئی بنیاد وین آسمان سے باتین کرنے
لگین اور پھر یہ شوق ملک مین عام ہوگیا تفسیر وحدیث کا چرچا گھر گھر پہیل گیا اور ہر طبقے کے لوگون کی زبانون
پر قال اللہ وقال الرسول جاری ہوگیا۔

چنانچہ ایک تذکرہ نویس فاضل۔ جناب شاہ ولی اللہ صاحب کے فضل وکمال اور علمی تبحر پر ریمارک کرتے ہوے
لکھتا ہی کہ "ہندوستان مین اسوقت تک فقہ تصوف اور معقولات کا بہت رواج تھا اور قرآن وحدیث
کا چرچا کم۔ گیارہوین صدی ہجری مین صرف شیخ عبدالحق محدث دہلوی ایک ایسے بزرگوار شخص تھے جنہون نے
حدیث کی اشاعت درس وتدریس اور تصنیف وتالیف کے ذریعہ سے کی اور ان کی کتابین بھی ایسی مقبول ہوئین
کہ اب تک نہایت عزت کی نگاہ سے دیکھی جاتی ہین مگر ان کے بعد اس سلسلہ مین کچھ ترقی نہین ہوئی عام و
خاص پیر پرستی اور بادہ تقلید مین مقید اور صدہا قسم کے توہمات مین گرفتار تھے کہ اس اثنا مین خدا تعالی نے
شرک اور بدعت کی تردید اور سنت نبوی کی ترویج کے واسطے شاہ ولی اللہ کو اُٹھا کھڑا کیا اُنہون نے قرآن وحدیث
کی اشاعت مین خوب کوشش کی قرآن مجید کے مطالب کا سمجھنا اب تک تفاسیر پر منحصر تہا اور علما اسکو اپنا
حصہ سمجھے بیٹھے تھے آپ نے قرآن کا ترجمہ فارسی مین کیا اور لفظون کی رعایت سے ایسا مطلب خیز ترجمہ
کیا کہ عام لوگون کو کلام الہی کا سمجھنا آسان ہوگیا باوجودیکہ اس ترجمہ کی عمر ڈیرہ سو برس سے زائد ہوگئی ہے
اور اشاعت علوم وفنون خصوصًا ترجمہ کا دریا ترقی کی لہرین مار رہا ہے مگر اس ترجمہ پر کسی کو دم مارنے کی طاقت
نہین ہوئی یہ ترجمہ قرآن مجید کے بین السطور مین تحریر ہوکر مرات وکرات ہندوستان کے متعدد مطابع مین چہپ
چکا ہی اور ہندوستان سے لیکر کوہ ہمالیہ تک مقبول خلائق ہی۔ علوم خمسہ قرآنیہ اور تاویل مقطعات اور رموز
قصص انبیا مین فوز الکبیر شرقًا غربًا فتح الخبیر اور تاویل الاحادیث ایسے عمدہ اور مختصر رسالے ہین جنہون نے۔ بڑی بڑی
تفاسیر کے مطالعہ سے شائقین کو مستغنی کر دیا اور مسائل فقہیہ مذاہب اربعہ یعنی حنفی شافعی مالکی حنبلی کی تحقیقات

[illegible] اقوال جا بجا فقہا و محدثین سے کر کے فقہ حدیث کی بنیاد از سر نو قائم کی اور اسرار حدیث
[illegible] خوش اسلوبی سے بیان کیا کہ ان سے پیشتر کے مصنفین کو یہ بات کم نصیب
[illegible] اسکے علاوہ [illegible] شاہ صاحب نے رسالہ انصاف فی بیان سبب الاختلاف
[illegible] خوبی وضاحت سے بیان کیا ہے کہ قرآن مجید اور احادیث
صحیحہ کی موجودگی مین اقوال فقہا متقشفین و استبداد مقلدین کی کیا وقعت ہو سکتی ہی

اسی طرح [illegible] تصنیف [illegible] مین محققانہ تقریرین کی ہین اور خیالات عالیہ کو طلبا کی سہولت اور مسائل کی
تبیین مین عبارات مختصرہ اور اشارات لطیفہ کے ذریعہ سے اسطرح ادا کیا ہے کہ انکے زمانہ مین دوسرے مصنف
کو کم میسر ہوا

ہندوستان مین شرک و بدعت کی تردید اور سنت نبوی کی ترویج مین انکے پوتے مولوی محمد اسمعیل صاحب شہید
کا نام خصوصیت کے ساتھ لیا جاتا ہی اور بلاشبہ وہ اس تعریف کے مستحق ہین لیکن جن لوگون نے دونون بزرگون کی
تصانیف کو دیکھا ہی وہ سمجھ سکتے ہین کہ ان کے تمام اصول اپنے دادا مولانا شاہ ولی اللہ صاحب کی تحریرات سے
ماخوذ ہین فرق صرف اسقدر ہی کہ وہ اپنے زمانہ کے مناسب حال نرم گفتگو کرتے تھے اور سہل گیری سے کام لیتے تھے
اور یہ مثل شمشیر برہنہ کے میدان مین نکلکر اپنی چمک دکھاتے تھے

الغرض قرآن و حدیث کے علاوہ قریب قریب یہی حال ہر علم و فن کا تھا اور چونکہ جناب شاہ صاحب خود مجتہد فن اور
اہل کمال تھے اسوجہ سے علما اور طالبین فن کی حد سے زیادہ قدر کرتے تھے اور اپنی عام فیاضی سے انکے حوصلے
بڑہاتے تھے جسکا یہی اثر تھا کہ علمی اشاعت کا ذوق شوق سرگرم طبیعتون مین انتہا سے زیادہ بڑہ گیا تھا اور طلبہ
مذہبی علوم کی اشاعت مین نہایت استغراق اور محویت کے ساتھ مصروف تھے اس عہد مین ممالک اسلامیہ مین
جس قدر علمی فضل و کمال کا رواج تھا وہ صرف شاہ صاحب ہی کی سرپرستی کا نتیجہ تہا اس لحاظ سے اگر ہندوستان
اور دیگر بلاد اسلامیہ آپکے عہد زندگی پر فخر کرین تو نازیبا نہین ہی

جناب شاہ صاحب کی علمی فیاضی بھی خصوصیت کے ساتھ قابل ذکر ہی سینکڑون طلبہ جو تحصیل علوم کی غرض سے
آپ کی درسگاہ مین داخل ہوتے انکی خورد و نوش اور ضروری حاجات کا انتظام اپنی ذات خاص سے کرتے مدرسہ رحیمیہ
جسکی بنیاد جناب شیخ عبدالرحیم صاحب نے ڈالی تھی گو گورنمنٹ قلعہ کی طرف سے اسکی مطلق سرپرستی نہین کیگئی تہی
نہ شاہ صاحب ہی کا کوئی وظیفہ اور امدادی رقم سلاطین وقت سے مقرر تھی لیکن بقول ایک فلسفی شاعر کے

سے غذا خود میسر سامان ارباب توکل را ۔ آپ کے پاس وہ غیبی سامان مہیا تھا جس کی وجہ سے کسی امداد اور وظیفہ کی ضرورت نہ تھی۔ آپ کی فیاضی کی شہرت عالمگیر تھی ہندوستان اور عرب و عجم کے اکثر لوگ آپکے نام سے واقف تھے اکثر طلبہ ریگستان کی کڑی منزلین اور پہاڑون کی سنگلاخ اور دشوار گذار گھاٹیان طے کر کے آتے اور علمی دولت سے گودیان بھر بھر کر لوٹ جاتے ۔ جو مسافر اور مہمان ملاقات کی غرض سے آتے شاہ صاحب اپنی عالی ہمتی اور فراخ حوصلگی سے اُن کی مہمان نوازی کا کوئی دقیقہ اُٹھا نہ رکھتے بالخصوص بزرگان دین کے ساتھ قطع نظر ہمدردی اور خدمت کے نہایت ارادتمندی اور جوش محبت سے پیش آتے۔

طباعی اور ذہانت مین جناب شاہ ولی اللہ صاحب ضرب المثل تھے جسکا ادنے ثبوت یہ ہی کہ آپ طالب العلمی کی حالت مین متعدد علوم کی تحصیل کرتے تھے چنانچہ ایک فاضل مورخ لکھتا ہی کہ جناب شاہ ولی اللہ صاحب تفسیر حدیث فقہ مغازی کے حافظ تھے اور ادب و کلام اُنکا دسئے سا علم تھا فقہ حدیث تفسیر معانی بیان اصول۔ عقائد تصوف منطق کلام فلسفہ کی درسی کتابین اور طب ہیئت حساب کے چند مختصر رسالے اپنے والد بزرگوار جناب شیخ عبدالرحیم صاحب سے پڑھے ہے خدا تعالی نے ذہن و حافظہ ایسا قوی دیا تھا کہ ایک ہی زمانہ مین ان علوم کی تحصیل کرتے تھے آپکے تحصیل علوم کی سند جناب شیخ عبدالرحیم صاحب کے ذریعہ سے زائد بن اسلم ہروی کے طریق پر محقق دوانی تک پہنچتی ہے کتب حدیث آپنے دو مرتبے پڑہین پہلی دفعہ ہندوستان مین مولانا محمد افضل معروف بحاجی سیالکوٹی سے اور پہر ۱۱۴۳ھ مین مدینہ طیبہ مین پہنچکر شیخ ابوطاہر مدنی سے جو اپنے وقت کے ایک بڑے مشہور محدث تھے تجدید اجازت کی آپکے طبع سلیم اور ذہن رسا پر شیخ ابوطاہر مدنی فخر کیا کرتے تھے اور اکثر فرمایا کرتے تھے کہ "ولی اللہ لفظ کی سند مجھسے لیتا ہی اور مین معنی کی سند اُس سی حاصل کرتا ہون"

معاملہ فہمی اور ادق مسائل کے حل کرنے مین جناب شاہ ولی اللہ صاحب کا ذہن رسا بڑے بڑے ماہرین فن اور ائمہ وقت کے ہمپایہ تہا اہم مطالب اور دقیق و پیچیدہ مسائل کو گنے ہوئے منٹون مین حل کر دینا آپکے نزدیک کوئی بات ہی نہ تھی جو اہم اور پیچیدہ معاملہ کسی دانشمند اور فقیہ سے طے نہو سکتا تھا آپ فوراً اُسے پانی کر دیتے تھے شاہ صاحب کی فہم و فراست کی بہت سی روایتین مشہور ہین لیکن مین اسموقع پر صرف ایک روایت نقل کرتا ہون جس سے آپ کی معاملہ فہمی اور تصفیہ مقدمات مین مجتہدانہ کمال بہت کچھ ثابت ہوتا ہے ۔ ایک دفعہ کا ذکر ہی کہ کہین سے ایک فتوی جناب شیخ عبدالرحیم صاحب کی خدمت مین آیا جسے ہندوستان اور دیگر بلاد کے مشہور و نامور علماء نے واپس کر دیا تہا کیونکہ زیادہ پیچیدگی کے سبب سے اُسکا نفس مطلب بالکل کسی کی سمجھ مین نہین آتا تھا۔

شیخ عبدالرحیم صاحب کے طلبہ کے حلقے مین ایک نہایت مستعد اور ذکی طالب علم تہا جو حدیث وفقہ اور دیگر تمام علوم کی کتابین نکال چکا تہا اور جسکی ذہانت وطباعی تمام لوگون مین مشہور تہی خود شیخ عبدالرحیم صاحب اُس کی طبع سلیم اور ذہن رسا کی تعریف کیا کرتے اور تمام منتہی طلبہ کے حلقے مین ممتاز وممیز جانتے تھے الغرض شیخ صاحب نے اس فتوے کو اُس طالب العلم کے سپرد کیا اور فرمایا کہ یہ فتوی تمہارے سپرد کیا جاتا ہو احکام شرعیہ کے مطابق اسکا فیصلہ کرو اور ایسا فیصلہ لکھو کہ فریقین مین سے کسی کو شکایت کا موقع باقی نہ رہے اور باہمی رضامندی سے یہ معاملہ طے ہوجائے چنانچہ وہ طالب العلم فتوی لیگیا اور کامل ایک مہینے تک برابر غور کرتا رہا لیکن ہنوز کوئی بات اُسکی سمجھ مین نہین آئی انجام کار بمجبوری شیخ صاحب کو اطلاع دی کہ یہ معاملہ ایسا اہم اور پیچیدہ ہو کہ مجھے امید نہین پڑتی کہ آپکے سوا کوئی نقیہ اسے طے کر سکے۔ جناب شاہ ولی اللہ صاحب اس وقت کل سولہ سال کی عمر رکھتے تھے اور ابہی علوم وفنون کی تکمیل نہوئی تہی جس وقت اُس طالب علم نے فتوی واپس دیا تو جناب شیخ عبدالرحیم صاحب نے اپنے فرزند رشید جناب شاہ ولی اللہ صاحب کے حوالہ کر کے فرمایا مجھی امید ہے کہ اسکا فیصلہ تمہارے ہاتھ سے ہو جائیگا جہانتک عقل و دانش سے مدد لیجا سکتی ہو تمہین اس مقدمہ مین لینا چاہیے۔ شاہ صاحب نے فوراً اُس فتوے کو اُٹھالیا اور گھر جاکر اُسکا جواب لکھا اور ایسا جواب شافی لکھا جسے سنکر شیخ عبدالرحیم صاحب اور تمام طلبہ نہایت خوش ہوئے اور جسے تمام علما نے تسلیم کیا اور کہا انصاف یہ ہو کہ اگر شاہ ولی اللہ چند روز اور علمی مشق مین صرف کرینگے تو تمام ائمہ وقت اور فقہائے زمانہ مین مجتہدانہ کمال حاصل کرین گے۔

شیخ عبدالرحیم صاحب آپ کے والد بزرگوار جیسے علوم ظاہری سے باخبر تھے ویسے ہی علوم باطنی کا شرف بھی خدا تعالے نے انہین عطا فرمایا تھا جب جناب شاہ ولی اللہ صاحب کی عمر مبارک چودہ برس کی تہی تو آپ علوم دینیہ سے بخوبی واقف ہو گئے تھے اور ہر علم مین کمال حاصل ہو گیا تہا جیسا کہ ہم اوپر لکھ آئے ہین پندرہوین سال مین آپ نے قدم رکھا تہا کہ والد بزرگوار نے آپ کو علم باطن کے شرف سے معزز وممتاز کرنا چاہا چنانچہ اسی سن مین آپنے اُنسے بیعت کی اور اشتغال صوفیہ خصوصاً طریقہ نقشبندیہ مین اپنا بیش قیمت وقت صرف کرنا شروع کیا والد کے مقدس ومتبرک انفاس اور اپنے تقوی وطہارت سے اس کمال مین اسقدر جلد ترقی کی کہ شیخ عبدالرحیم صاحب کی زندگی ہی مین عرفان کے اعلی مدارج طے کر لئے اور اس علم کو عروج کمال پر پہنچا دیا اور جب شیخ صاحب نے آپ کی اس ترقی واستعداد کو ملاحظہ فرمایا تو سترہوین سال بیعت وارشاد کی اجازت دی اور باطنی علوم مین

سے جو کچھ تلقین کرنا تھا اسوقت کردیا۔

الغرض جناب شاہ ولی اللہ صاحب مین تمام لیاقتین جمع تھین اور آپ جامع جمیع صفات تھے جیسا دینی علوم
و درسی فنون مین کمال رکھتے تھے ویسے ہی عزم و ثبات مین مضبوط اور استقلال مین راسخ قدم تھے۔
مزاج مین بیحد خلق اور محبت و تواضع تھی اگرچہ آپ عالمانہ تزک و احتشام کے ساتھ ایک قسم کی حاکمانہ شان
و تحکم بھی رکھتے تھے لیکن آپ کی متواضعانہ اخلاق اور فطری عجز و انکسار اسپر غالب تھا۔ یہ بات فراموش نہین کرنا چاہیے کہ اسوقت کے تمام مہذب دنیا کی گردنین آپکے آگے جھکی ہوئی تھین اور آپ ہند مین ایک مذہبی پیشوا اور مقتدائے عالم تسلیم کئے گئے تھے۔

جناب شیخ عبدالرحیم صاحب کی لائف مین ہم بیان کر آئے ہین کہ آپ اکثر امور مین تو حنفی ہی مذہب کے موافق عمل درآمد کیا کرتے تھے لیکن بعض وہ مسئلے جنھین حدیث یا وجدان کی رو سے مذاہب دیگر یعنی شافعی و مالکی و حنبلی مذہب مین ترجیح حاصل ہے انپر بھی عمل مین لاتے تھے۔ تفریق مذہب مین یہی حال بجنسہ جناب شاہ ولی اللہ صاحب کا تھا آپ کو مذہبی تفریق کے خانہ برانداز جھگڑون سے چندان بحث نہ تھی نہ ان مشہور مذاہب اربعہ مین سے کسی خاص مذہب کے پابند تھے کہ خواہ مخواہ اسی کے مطابق عملدرآمد کرین بلکہ تا بامکان مذاہب مشہورہ مین جمع کرتے اور اُس مسئلہ پر عمل کرتے جسے تمام اہل مذاہب نے صحت کا تمغہ عنایت کیا ہے لیکن جہان مذاہب مشہورہ مختلفہ مین جمع کرنا متعذر اور ناممکن ہوتا تو آپ اُس مذہب پر عمل کرتے جو دلیل کی رو سے زیادہ قوی اور صریح حدیث کے موافق ہوتا چنانچہ جب خواجہ محمد امین نے سوال کیا کہ آپ مسائل فقہیہ مین کون سے مذہب پر عمل کرتے ہین تو آپنے یہی جواب دیا چنانچہ مین اس مقام پر آپ کا وہ جواب بجنسہ نقل کرتا ہون جو خواجہ محمد امین کے سوال مین آپنے اپنے قلم مبارک سے تحریر کیا۔

سوال سوم آنکہ عمل تو در مسائل فقہیہ بر کدام مذہب است گفتم بقدر امکان جمع میکنم در مذاہب مشہورہ مثلاً صوم و صلوۃ و وضو و غسل و حج بوضعے واقع میشود کہ ہمہ اہل مذاہب صحیح دانند و عند تعذر الجمع با قوی مذاہب از روی دلیل و موافقت صریح حدیث عمل مے نمایم وخدا یتعالی	تمہارا تیسرا سوال یہ کہ فقہیہ مسائل مین کون سے مذہب پر عمل کرتے ہو اسکا جواب یہ ہے کہ مین مذاہب مشہورہ مین تا بامکان جمع کرتا ہون اور صوم و صلاۃ اور وضو و غسل اور حج کے مسائل اُس وضع پر واقع ہوتے ہین جنھین تمام اہل مذہب صحیح جانتے ہین لیکن جب یہ جمع و تطبیق ناممکن ہوتی ہے تو مین اُس مذہب پر عمل کیا کرتا ہون جو دلیل کی رو سے زیادہ قوی اور حدیث صریح کے موافق ہوتا ہے کیا

اینقدر علم بمن داده است که فرق درمیان ضعیف و قوی کرده شود و در فتوے بحال مستفتی کامی کنم مقلد هر مذهبی که باشد و را از بیان مذهب جواب میگویم خدا تعالی بهر مذهبے از مذاهب مشهوره معرفتے داده است الحمد لله تعالی

خدا تعالیٰ نے مجھے اسقدر علم عطا کیا ہے کہ ضعیف و قوی مین اچھی طرح فرق کرسکتا اور فتوے کے بارہ مین [illegible] کی بخوبی رعایت کرسکتا ہون اور ہر مقلد مذہب کو اُسی کی مذہب سے جواب دیتا ہون مجھے خدا تعالیٰ نے مذاہب مشہورہ مین سے ہر مذہب کی معرفت عنایت کی ہے۔

قریب قریب یہی حال آپ کا اُن طرق کی نسبت تھا جو حضرات صوفیہ مین دائر و سائر ہین۔ تصوفی تحقیقات کا ذوق و شوق خدا نے بچپن سے دیا تھا اور ہر طریقے کے مجتہدون سے اپنے جدا جدا اس کمال کی تحصیل کی تھی صوفیائے کرام کے خاص خاص کاملین کی صحبت سے فیض اُٹھایا تہا اور عرفان کے اعلے مدارج طے کرلئے تھے اور انجام کار جب سنہ ۱۱۴۳ ہجری مین حجاز تشریف لیگئے اور ایک سال سے زیادہ تک مجاورت حرمین شریفین اور شیخ ابوطاہر مدنی کی روایت حدیث سے مشرف ہوئے تو اِن کے خرقے سے آرایش حاصل کی جو تمام صوفیون کے خرقون کو حاوی و جامع تھا آپ طرق اربعہ یعنی طریقہ نقشبندیہ جیلانیہ (قادریہ) چشتیہ سہروردیہ کے ساتھ نسبت مساوی رکھتے تھے اور کسی ایک طریقہ کے پیرو اور مقلد نہ تھے جیسا کہ آپ اپنی بعض تالیفات مین بالتصریح فرماتے ہین۔

اما سوال آنکه نسبت تو با نسبت کدام طریقه از طرق مشهوره مشابه تر است گفتم در اخذ اشتغال طریقت و صحبت متصل تا آنحضرت صلی الله علیه وسلم اقوی در اتصال من طریقه نقشبندیه است و در نسبت باطن اقتدائے من بطریقه جیلانیه است زیرا که اصل در طریقه نقشبندیه حفظ صورت ذهنیه حضرت حق است و در مدرکه هر آدمی اشارتے بآنجناب واقع است و آن

رہا یہ سوال کہ تمہاری نسبت مشہور طرق مین سے کونسے طریقہ کی نسبت کے ساتھ زیادہ مشابہ ہے تو اُسکا جواب یہ ہے کہ اشتغال طریقت اور اُس صحبت کے حاصل کرنے مین جو جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تک متصل ہے میری اتصال کا قوی ذریعہ طریقہ نقشبندیہ ہے اور باطنی نسبت مین مین طریقہ جیلانیہ کا پیرو و مقتدی ہون کیونکہ خدا تعالیٰ کی صورت ذہنیہ کا تحفظ طریقہ نقشبندیہ کا اصل الاصول اور جز ہے اور یہ ظاہر بات ہے کہ ہر انسان کے مدرکہ مین حضرت حق کی طرف ایک اشارہ واقع ہے۔

وآن صورت اجمالیہ ذہنیہ حضرت حق است
واین طائفہ آنرا واسطہ گویند تا بران مواظبت
کنند وہر وقت کہ خواہند ازان انتقال کنند
بحقیقۃ الحقایق وآصل در طریقہ جیلانیہ تہذیب
سروح وسراست تا چون مہذب شوند ہر وقت
کہ آنرا اعمال کنند معرفت تجلی اعظم میسر
شود ودر سجادہ وخلافت وبشارت سلف
بحال خلف اقوی نزدیک من طریقہ چشتیہ
است واقوی نزدیک من باعتبار دلیل کتاب
وسنت واشبہ اصول طریقہ سہروردیہ است
اگرچہ فقیر را مناسبت باطرق بسیار است اما
این چہار چیز ازین چہار طریقہ استفادہ کردم
جزی اللہ عنا اہلہا خیر الجزاء وفائدہ دیگر
زائد از جواب میگویم کہ در بعض اوقات مراقبہ
حاضر کردہ شد برمن اجداد مرا تا حضرت عمر رضی اللہ
عنہ در جبین ہر یکے نورے یافتم کہ بآن نور
غالب شدہ است وریاست پیدا کردہ بر
جمعے کہ دو صد کس باشند یا زیادہ وآنرا متوارث
یافتم ابا عن جد وآن باصطلاح ما نقطہ بحت است
اگرچہ گاہے باعتبار دنیا باشد وگاہے باعتبار
دیانت وعلم ودیدم کہ آن نور بطریق وراثت
نسبت بمن انتقال کردہ است۔

جو خدا تعالی کی صورت اجمالیہ ذہنیہ کے ساتھ تعبیر کیا جاتا ہی
اور جسے اس طریقہ کے پیرو واسطہ کہتے ہین تاکہ اسپر مواظبت
کرین اور جب چاہین اس سے انتقال کر کے حقیقۃ الحقائق پر
پہنچین اور طریقہ جیلانیہ کی روح اور سر کی آراستگی پر مبنی
ہی تاکہ لوگ مہذب ہوکر جسوقت اُس پر عامل ہون اُنہین
تجلی اعظم کی معرفت نصیب ہو۔ اور سجادہ وخلافت نیز سلف کی
اُس بشارت مین جو خلف کے حال سے وابستہ ہی میرے نزدیک
طریقہ چشتیہ سب سے زیادہ قوی ہی اور کتاب وسنت کی دلیل
کے لحاظ سے میرے نزدیک قوی تر طریقہ سہروردیہ ہے جو
اصول سے زیادہ مشابہ ومناسب ہے گو فقیر کو اور بھی بہت سے
طریقون کے ساتھ مناسبت حاصل ہی لیکن مذکورہ بالا چار چیزین
مین نے اُن چار طریقون سے اخذ کی ہین خدا تعالی ان اہل
طرق کو ہماری طرف سے بہترین جزا عنایت فرمائے۔ یہانتک
تمہارے سوال کا جواب ہوگیا اب مین جواب سے زائد ایک
مختصر فائدہ بیان کرتا ہون اور وہ یہ ہے کہ بعض اوقات مراقبہ
مین میرے اجداد عظام کا سلسلہ یہان سے لیکر حضرت فاروق
اعظم رضی اللہ عنہ تک مجھپر حاضر کیا گیا جنمین سے ہر ایک کی
پیشانی مین۔ مینے ایک ایسا درخشان نور پایا جسکی وجہ سے
وہ دو سو آدمی یا اس سے کچھ زیادہ جماعت کا رئیس وسردار مقرر
کیا گیا ہی اور مین نے اُسے ابا عن جد متوارث پایا اور یہ ہماری
اصطلاح مین نقطہ بحت سے تعبیر کیا جاتا ہی اگرچہ کبھی دنیا کے
اعتبار سے ہوتا ہی اور گاہی دیانت وعلم کے لحاظ سے اور مین نے
یہ بھی دیکھا کہ وہ نور بطریق وراثت مجھ تک انتقال کرآیا ہے

شاہ صاحب کی تقریر بالا سے صاف معلوم ہوتا ہی کہ جس طرح آپ مذاہب اربعہ مشہورہ مین سے کسی خاص مذہب کے مقلد و پیرو نہ تھے اسیطرح اہل سلوک کے طرق مین سے کسی ایک طریقہ کے پابند نہ تھے بلکہ جس مذہب و طریقہ مین جو بات کتاب و سنت کے زیادہ موافق اور دلیل کے لحاظ سے زیادہ معتبر ہوتی وہی آپ کا دستور العمل قرار پاتا اور یہ بھی ثابت ہوتا ہی کہ علوم ظاہری اور باطنی مین جو اقتدار جناب شاہ ولی اللہ صاحب کو حاصل تہا وہ دوسرے کو کبھی میسر نہین ہوسکتا ہی وہ کمالات تھے جنکے سبب سے آپکے نام کا استیاز ہی پھریرا ہندوستان سی لیکر عرب و عجم تک برابر اڑتا تھا اور انہین کمالات کا یہ اثر تھا جن کی وجہ سے آپ تمام دنیا مین روشناس تھے دینیات اور رسمی علوم و فنون کو چھوڑ کر اگر شاہ صاحب کے صرف تصوفی علوم ہی لیا جائے تو بھی کوئی شخص آپ کی برابری کا ہرگز دعوی نہین کرسکتا اور اگر کرے بھی تو تسلیم نہین کیا جاسکتا شاہ ولی اللہ صاحب انشا پردازی کے فن مین بھی بے مثل اور یگانہ روزگار تسلیم کئے گئے ہین اور آپ کی یہ صفت خاص تمام فاضلون کو تسلیم ہی کہ بڑے بڑے مضمونون کو نہایت مختصر اور جامع الفاظ مین اس خوبصورتی سے ادا کرتے تھے کہ مضمون کا اصلی اثر اور زور پورا قائم رہتا تھا آپنے اس فن مین اسقدر کمال بہم پہنچایا تھا کہ آپکے عام سوداتے بڑے بڑے فصیح و بلیغ اور انشا پرداز نہایت وقعت و قدر کی نگاہ سے دیکھتے اور فن انشا کے شائق جان سے زیادہ عزیز رکھتے تھے آپ کے مکاتیب و خطوط اور خاص خاص مناظرون اور علمی بحثون مین جابجا علم انشا کے نمونے لکھے نظر آتے ہین جن کے ہر ہر فقرے سے شستہ بیانی کی شہادت ملتی ہی اور لٹریچر کا کمال بہت کچھ ثابت ہوتا ہی لیکن افسوس ہے کہ آپکی علمی سوسائٹی اور مناظرہ کے حالات جن سے آپ کی زور تحریر اور وسعت نظر کا حال معلوم ہو بہت ہی کمیاب ہین البتہ آپ کی انشا پردازی اور تحریر کا زور کسی قدر اُن مکاتیب و خطوط سے ظاہر ہوتا ہے جن کی معزز ناظرین آگے چلکر سیر کرین گے۔

آپکے والد بزرگوار جناب شیخ عبد الرحیم صاحب کی تقریر نہایت شستہ اور منجھی ہوئی تھی اور آپ ہر مضمون کو اس خوبی سے ادا کرتے تھے کہ سننے والے ہونٹ چاٹتے رہجاتے تھے شیخ صاحب کی طرز تقریر اور انداز بیان عام و خاص لوگون مین شہرت سے تجاوز کرکے ضرب المثل کی حد تک پہنچگیا تہا اور یہ بات تمام لوگونمین مشہور تھی کہ شیخ صاحب نے وہ طرز بیان اختیار کی ہی کہ آپ کے مجلس وعظ سے ہر ملت و مذہب کا شخص بشرطیکہ تعصب مذہبی سے خالی ہو بیحد خوش ہو کر اٹھتا ہے لیکن جناب شاہ ولی اللہ صاحب کی تقریر مین اس

بلا کا جادو تھا جس کا اثر موافق و مخالف دونوں پر یکسان پڑتا تھا آپ کی زبان بڑے بڑے مناظرون اور علمی مجلسون مین کبھی نہین رُکتی تھی اور ہر موقع پر شستہ و برجستہ جواب دیتے تھے۔ جب آپ کسی مسئلہ پر بحث کرنے لگتے تھے تو کسی زبردست اور متبحر فاضل کو بھی آپکے مقابلہ مین لِمَ اور لَا نُسَلِّمْ کے کہنے کی جسارت نہوتی تھی بلکہ ایک محویت و استغراق طاری ہوجاتا تھا اور نہایت خاموشی سے آپکی تقریر سنا کرتے تھے دنیا مین کوئی شخص کیسا ہی فاضل اور اہل کمال کیون نہو لیکن یہ ممکن نہین کہ وہ تمام ملک و قوم کو راضی رکھ سکے جناب شاہ ولی اللہ صاحب کا جب ستارۂ کمال فلکِ اقبال پر پُہنچا تو آپ کے اوج وحشم کو دیکھکر اکثر حاسد اور دشمن پیدا ہوگئے جس زمانہ مین آپنے قرآن مجید کا ترجمہ فارسی زبان مین کیا اور اُسکی اشاعت ہوئی تو متعصب مولویون کے حلقون مین ایک تہلکہ عظیم برپا ہوگیا وہ یہ سمجھ گئے کہ ہماری روزی کی عمارت جڑ بنیاد سے ڈہادی گئی اب عوام لوگ کبھی قبضہ مین نہ آئین گے اور بات بات پر گفتگو کرنیکو طیار ہوجاینگے اس خیال نے اُن کے دلون مین فتنہ و فساد کی ایک آگ بھڑکادی اور مخالفت سے درگذر کرکے آپکے جانی دشمن ہوگئے ہر جمعہ کے دن باہم مشورے کرکے اس ارادہ سے گھرون سے نکلتے تھے کہ مولانا شاہ ولی اللہ صاحب کی مخالفت عین وعظ مین کرینگے اور دس پانچ آدمی ملکر اُنہین نرغہ مین کرلین گے لیکن آپکے تقریر مین اس بلا کا جادو ہوتا تھا کہ بجز سکوت و خاموشی کے کسیکو دم مارنے کی مجال نہوتی تھی سامعین کے تمام حلقون پر سکوت حکومت کرتا تھا اور اثنائے وعظ مین کوئی کسی سے اشارہ تک نہین کرسکتا تھا۔

یون تو اس جلیل القدر اور محترم خاندان کے ہر ایک ممبر کی خوش بیانی اور برجستہ گوئی عموماً تمام لوگون کو تسلیم ہے لیکن جناب شاہ ولی اللہ صاحب کی فصاحت و بلاغت کا ہر شخص کو خصوصیت کے ساتھ اعتراف ہے جب آپ کی علمی مجلس مین کوئی بحث چھیڑ دیجاتی تو ایک عجیب موثر طرز سے تقریر کرنی شروع کرتے اور اثنائے تقریر مین کسی موقع پر نہ رُکتے تھے سلسلۂ کلام مین الفاظ کی تکرار ہوتی تھی نہ معانی کو باربار بیان کیا جاتا تھا جس فن پر گفتگو کرتے تھے تاوقتیکہ اُسکا سلسلہ پورا اور ختم نہوجاتا تھا دوسرے کو اختیار نکرتے تھے اور اثنائے تقریر مین ادب کا پہلو کبھی نہین چھوڑتے تھے اور جب ایک گفتگو کا سلسلہ ختم کرکے دوسری گفتگو شروع کرتے تو پچھلی تقریر پہلی سے زیادہ موثر اور دلکش ہوتی تھی مخالفون کے دلون پر قبضہ کرلینا آپکے آگے کوئی بات ہی نہ تھی اور سنگدلون کو موم دل بنالینا آپکے بائین ہاتھ کا کھیل تھا جناب شاہ عبدالعزیز صاحب

آپکے فرزند رشید کی جو برجستہ گوئی اور شیوا بیانی آجتک دنیا مین ضرب المثل ہی یہ آپ ہی کی فصاحت و بلاغت کا اثر ہے۔

الحاصل جناب عارف باللہ حضرت مولانا شاہ ولی اللہ صاحب کے علوم وفنون کے کارنامے اور علمی کمالات کے افسانے کتابون مین اس کثرت سے پائے جاتے ہین جنہین سے فیصدی پانچ کا بھی انتخاب ہم نہین لکھ سکتے کیونکہ حیات ولی مین اب اسقدر گنجایش باقی نہین رہی ہی تاہم مشتے نمونہ از خروارے آپکے تمام حالات کے انتخاب سے ہم اپنے تذکرہ کے کسی موقع کو خالی چھوڑنا مناسب نہین سمجھتے ہذا اب اس عنوان کو یہین ختم کرتے ہین۔

جناب شاہ صاحب کے کلام کا انتخاب

یہ ہم پہلے ذکر کر آئے ہین کہ جناب شاہ ولی اللہ صاحب کو فضلائے عہد اور علماء وقت نے تفسیر وحدیث اور فقہ کے لحاظ سے مجتہدین فن اور آئمہ مذاہب کے بعد علمی دربار مین دوسرے درجہ مین جگہ دی ہی ورنہ ایسا کون علم تھا جس مین آپ کو تبحر اور علو حاصل نہ تھا۔ شاعری جو علم ادب کے لئے ایک گرانمایہ جوہر ہے اور تمام ممالک اور قومون مین جسکی عزت کیجاتی ہے اس مین اسدرجہ کمال تھا کہ لوگون نے گیارہوین صدی کے شعرا کے زمرہ مین آپ کو جداگانہ شمار کیا ہے اور شاعری کے علاوہ علم ادب مین تمام ماہرین فن کے طبقون مین آپ مسلم ادیب گنے گئے ہین جب ہم گیارہوین صدی کے شعرا کی فہرست مین آپ کو ڈھونڈتے ہین تو نہایت روشن اور جلی حرفون مین آپ کا نام نامی ثبت پاتے ہین۔ جناب شاہ ولی اللہ صاحب کی ادب اور انشا پردازی کی مثالین آپکے اُن مکاتیب وخطوط سے ظاہر ہونگی جنہین ہم آگے چلکر لکھین گے یہان آپکے کلام مین سے چند اشعار کا انتخاب کیا جاتا ہی ان اشعار کے نقل کرنے سے علاوہ برجستگی مضامین اور شستگی زبان کے یہ بھی دکھانا منظور ہی کہ جناب شاہ ولی اللہ صاحب کو نظم پر کس درجہ قوت تھی اور آپ کس قدر و منزلت کے شاعر تھے۔

قصیدہ در بعض معارف غامضہ

الا طال شوق الابرار الی لقائی	وانی لاشد شوقا الیھم منھم
من نہ آنم بادہ ام یا بادہ را پیمانہ ام	عاشق شوریدہ ام یا عشق با جانانہ ام

مبتلائے حیرتم جان گوییت با جان جان — اصطلاح شوق بسیارست و من دیوانہ ام
یا جمالِ فو ایتش حسنِ و گرو رکارشد — چشم او را سرمہ ام با زلف او را شانہ ام
میل ہر عنصر بود سوئے مقر اصلیش — جذبہ اصل است ہر ہر شورشِ مستانہ ام
غافل از خود ماند از صورت چو پر شد آئینہ — تا ترا بشناختم جانا ز خود بیگانہ ام
اے امین بر ستیم نام تجدد تہمت ست — در ازل پیش از زمان تعمیر شد میخانہ ام

غزل

دوائے درد من بر جمع اضداد تو بینا زم — نمک ریزِ دلِ مجروحِ من ہستی و مرہم ہم
جہان و جان فدائی وضع شوخ شہر آشوبت — قیامت می نمائی و دمِ عیسے و مریم ہم
توئی اول توئی آخر توئی ظاہر توئی باطن — توئی مقصودِ اہلِ دل توئی مشتاق و ہمدم ہم
ز یک منبع دریچہا مختلف فوارہ می جوشد — مزاجِ حرصِ قارون زہدِ ابراہیم ادہم ہم
بخارے از زمین خیزد بیاد جو در آمیزد — گہے باران ریزان است و گاہی برف و شبنم ہم
کدامی طرفہ نیر نگے کاشانہ سر دادی — کہ عالم پائے کوب از دست عشقت گشت و آدم ہم

در شرح غزلیکہ بر تضمین بیت اول غزالی علیہ الرحمۃ انشا کردند۔

نخستین بادہ کاندر جام کردند — مزاجش عکس آن گلفام کردند
ہویدا شد در امکان صورتِ حق — بآن صورت جہان را رام کردند
ہمین بایست تفصیلی ازان رو — مکارم را بما اتمام کردند
شرابِ وحدت از خمخانۂ غیب — مرا صبحِ ازل در کام کردند
چو غلطیدم ز مستیہا بہر سو — حریفان مستی باز من وام کردند
حقیقت آنکہ مستور از نظر بود — بما مشہور خاص و عام کردند
پس آنگہ موج دریا باز گردید — با تمام فنا اکرام کردند
امین رمزے دقیقی با تو گویم — بخود آغاز و نیز انجام کردند

غزل دیگر

بزلف پیچ در پیچ کسے گم کردہ ام خود را — خروش درد دل شبہا نمی کردم چہ می کردم

ولے پر درد جان افگار یار تند خودارم — جهان را پر زیار بیها نمیکردم چه میکردم

غم تحصیل و بار شغل و درد غزل مے بینم — جنون ترک منصبها نمیکردم چه میکردم

کسے با گل همیسازد کسے با گل همے بازد — اگر من یاد آن لبها نمیکردم چه میکردم

مئے تحقیق را از خم مشربها برون دیدم — خروج از قید مشربها نمیکردم چه میکردم

حجاب وصل مطلوب است دل بستن بمطلبها — امین گر ترک مطلبها نمیکردم چه میکردم

اشعار

ناگزیر تو منم ای بی‌نظیر — رو مگردان بعد ازین از ناگزیر

من ترا اشفق ترم از صد پدر — در من آویز و مرا محکم بگیر

غیر من گر با تو با بستر بود — آن وبالست و عذابست و سعیر

جان من در هجر یار خود بسوخت — من عذاب الهجر اجرنی یا مجیر

بے قرارم روز و شب بے روی یار — باز بنما روئے یارم یا قدیر

اندرونم بے حجابش تار شد — کے شود یارب بوصلش مستنیر

ای برادر بعد ازین هشیار باش — فرق میکن در میان شیر و شیر

غزل دیگر

ساقی کرمے کن کز هوش خود افتم — من یار خودم خود از دوش خود افتم

مثل مئے جوشان کز خم بدر افتد — جوشے زده بر خود از جوش خود افتم

از هون موئم جو شد مئے دیگر — از فرط تمائل ز آغوش خود افتم

زین تیر زبانے آزرده دلم من — خوش آنکه زمانے خاموش خود افتم

یہ غزل مزاحفات بحر بسیط سے ہی اس کے ارکان چار بار مستفعلن فعلن ہے جو فارسی مین نہایت کمیاب ہے اکثر شعرا متقدمین کے کلام اس بحر سے خالی ہین۔

رباعیات دربیان بعض قواعد سلوک

علمے کہ نہ ماخوذ از مشکوٰۃ نبی است — واللہ کہ سیرابی ازان تشنہ لبی است

جائے کہ بود جلوۂ حق حاکم وقت — تابع شدن حکم خرد بو لہبی است

دانی که چه بود نهج قدیم ای دلدار — شغل دل تو ظاهر و باطن با یار
این را شنوی از درس عوارف عارف — وان فن دگر یاد بگیر ما از احرار

؎ در مذهب ما هست ز اسباب غرور — ذکرے که بود حاطل از انوار حضور
در حاشیهٔ نفی شو از خلق نفور — در جانب اثبات برو سوے غفور

؎ مستی و وله شرط طریق افتاده است — بے مست شدن کار کسی نگشاده است
در ذکر خفی جهر تخیل کردن — شرط است و ز استاد طریقم یاد است

؎ خواهی که مئے صرف محبت نوشی — باید که بتقلیل علائق کوشی
دل را ز خیالات جهان صرف کنی — چشم از صور جمله عالم پوشی

؎ در عشق تو از جمله جهان بگذشتم — وز هر چه بجز یاد تو زان بگذشتم
مقصود من بنده بجز وصل تو نیست — اندر طلبت از دل و جان بگذشتم

؎ دائم دل من پیش تو حاضر باشد — چشمم برخ خوب تو ناظر باشد
در مذهب ما شرک جلی ست و صریح — گر سوے دگر خطره خاطر باشد

؎ دانی چه بود سهل کثیر البرکات — در مشرب اهل دل وجود عدمات
تحصیل عدم بدان یعنے مانع — در نفی خواطر و در سدّ جهات

؎ خوش آنکه بانوار وضو رنگین ست — زیرا که طهارت ز اصول دین ست
تنویر دل و نفی خواطر خواهی — قوی ذریعهٔ وصولش این ست

؎ تحصیل عدم اگر ندانی کردن — باید نظر اهل فنا را جستن
این داء عضال را دوائے به ازین — در صحبت اهل دل تو خواهی دیدن

؎ آنانکه ز نادناس بیمی رستند — بالمعه انوار قدم پیوستند
فیض قدس از همت ایشان میجو — دروازهٔ فیض قدس ایشان هستند

؎ آن ذات که از قید جهت بیرون است — از حیطهٔ اسما صفت بیرون است
هر مرتبه زان ذات نشانے وارد — هر چند ز تعیین همه بیرون است

؎ هر مدرکه شد مظهر آن یار عجیب — ظاهر شده از صورتش آثار عجیب

در لوح دل ار ثبت کنی صورتِ او
پیدا شود از لوح دل اسرار عجیب

قومے بکتابت احرف موصوف
جمعے بتلاوت اسماء معروف

شخصے کہ ازین قوم قدم پیش نہاد
گشت است باین صورتِ ذہنی مشغوف

تا بکے محنت مہجوری و دوری بکشم
نازنین وطنم سوئے وطن باز روم

تا بکے ہمدم سنگ بود شیوۂ من
گوہرے از عدنم سوئے عدن باز روم

تا بکے بستۂ زنجیر تعلق باشم
آہوئے از ختنم سوئے ختن باز روم

بوئے جان میرسد از باد یمن مردہ جہان
شاہ ملک یمنم سوئے یمن باز روم

دلے دارم ز خود خالی حبابش میتوان گفتن
در و کیفیت جوشِ شرابش میتوان گفتن

وجودِ بے نمود معنئے نادیدنے دارد
درین نیرنگہا بوئے کبابش میتوان گفتن

سویداء دل ما یابی اندر پیچ و تاب او
نقوش عالم ام الکتابش میتوان گفتن

فرو پاشید از ہم کثرت موہوم چون شبنم
ز فیض معنی ما آفتابش میتوان گفتن

فراغ یافتم از حج و عمرہ
چو احرام سر کوئے تو بستم

چو دیدم روئے زیبائے تو جانا
ز تشویش وجودِ خویش رفتم

بیا ساقی بدہ جامے شرابے
کہ مخمور صبوحے والستم

محبت نام جوشِ طبع و میل نفس اگر باشد
سر اہل محبت در دو عالم گاؤخر باشد

ز نازک طبع غیر از خو نمایہا نمے آید
درخت بید را دیدیم دائم بے ثمر باشد

بوسعت مشربان رنگ تعلق در نمیگیرد
اگر نقشے زنی بر روئے دریا بے اثر باشد

صفائی طبع میخواہی ز صحبت دامن اندر کش
کہ آب دور از مردم ہمیشہ با صفا باشد

مزاج صاف طبعان را بجز غربت نمیسازد
مکدر گردد آب صاف چون یکجا وطن گیرد

صفا با خبث باطن نیز گاہے جمع میگردد
بہ روبا لوعہ را چون در د بنشیند تماشا کن

ہر زہ گردی مانع سوز دل است ای ہوشمند
سیل تا بنشست یکجا باطنش صافی نہ شد

شاہ صاحب کے کلام میں سے جن رباعیات اور اشعار کا انتخاب مجھے معزز ناظرین کے سامنے پیش کرنا تھا نقل کر چکا۔ اگر آپ کے کلام کا متجسس نگاہوں سے تتبع کیا جائے تو ایک مختصر دیوان بن سکتا ہے

لیکن مین سے بنظر اختصار صرف ان ہی چند رباعیون اور اشعار پر اکتفا کیا۔ ناظرین کو ان منتخب اشعار سے بخوبی اندازہ ہو سکتا ہی کہ محبت اور عشق الہی مین محترم شاہ صاحب کس درجہ محو تھے اور اُنھون نے اپنا مبارک اور برتر خیال کن پُر اثر اور جوشیلے الفاظ مین ظاہر کیا ہے۔ اشعار مذکورہ کے پڑہنے اور ہر ہر مصرع پر غور کرنے سے صاف معلوم ہوتا ہی کہ اسکا قائل وہی شخص ہے جو عشق الہی او محبت خداوندی مین پاؤن سے سر تک ڈوبا ہوا ہے اور بیخودانہ سرخوش حالت اور عالم وجد مین اسکی زبان مبارک سے یہ وجد مین لانے والے اشعار سرزد ہوئے ہین۔

انسانی طبیعت اور اُس کے سلسلۂ خیالات کا آئینہ ہمیشہ اُسکی تحریر و تقریر ہوا کرتی ہے یعنی جو بات آدمی کے دل مین ہوتی ہے وہی اُسکے زبان و قلم سے نکلتی ہی غور مین ڈوبی ہوئی نظرین اور بالغ نگاہین فوراً ہر تحریر و تقریر سے قائل کے دلی خیالات کا کافی اندازہ کر لیتے ہین اور جھٹ تاڑ جاتی ہین کہ جو کچھ قائل کہہ رہا ہی آیا اُسکی طبیعت کی بھی یہی کیفیت ہی یا اس مین کچھ تکلف و بناوٹ داخل ہی۔ بعض تحریرین ایسی ہوتی ہین جن کے ہر ہر جملہ اور ہر ہر فقرہ سے کھلم کھلا ظاہر ہوتا ہے کہ مصنف کا قلم دل کے ساتھہ موافق نہین ہی دل کچھ کہتا ہی طبیعت کچھ شہادت دیتی ہی قلم کچھ اور کہہ رہا ہے زبان کچھ اور گواہی دیتی ہے لیکن جناب شاہ ولی اللہ صاحب کی زبان و قلم سے وہی نکلتا تھا جو آپکے دل مین ہوتا تھا یہی وجہ ہے کہ جو اثر اُس وقت آپ کی زبان مین تھا آج وہی اثر ہم آپ کی تحریرین پاتے ہین۔

ہماری اس رائے کی تائید جناب شاہ عبد العزیز صاحب آپکے فرزند رشید کے قول سے بہت کچھ ہوتی ہے شاہ صاحب فرماتے ہین کہ ہمیرے والد بزرگوار کے تقریرون مین ایک خاص صفت یہ ہی کہ اگر اب بھی کوئی شخص اُنکی اصلی تقریرین ایک مرتبہ بھی پڑھ لیتا ہی تو وہ اُسکی یاد سے کبھی فراموش نہین ہوتین جس وقت وہ تقریرین آپ زبان سے فرمایا کرتے تھے تو اُسکا اثر سننے والون کے دلون پر اس قدر پڑتا تھا کہ کبھی زائل نہین ہوتا تھا اور لوگ آپ کی تقریر سنتے ہی خلوص دل سے اُسپر عمل کرنے کو سرگرم ہو جایا کرتے تھے اور بے اختیارانہ جوش کے ساتھہ عمل کرنا شروع کر دیتے تھے،،

شاہ صاحب کے مکاتیب

جناب شاہ ولی اللہ صاحب کے خطوط کا گو میرے پاس ایک بہت بڑا ذخیرہ تھا لیکن مین نے بنظر طوالت اُنمین سے

سے صرف اُن ہی چند خطوط کا انتخاب کیا ہی جو ناظرین تذکرہ کی دلچسپی کے باعث ہین اور چونکہ وہ علم ادب کی روح اور ادیبون کی جان ہین اسلیئے بجنسہ درج کرتا ہون۔

شاہ ولی اللہ صاحب کا پہلا خط شیخ ابرہیم مدنی کے نام

من الشیخ ولی اللہ العمری الی الشیخ ابراھیم المدنی فی تعزیۃ والدہ الشیخ ابی طاھر المدنی قدس اللہ اسرارھم

اعلی اللہ معالم العلم وشید بنیانہ ورفع اعلام الدین وسدد ارکانہ ورشح ریاض الحدیث اعظم رواۂ ونضر اھلہ نورحزبہ اعلی سماہ بدر وس الحبر الھمام قدوۃ الانام وارث المجد کابرا عن کابر حائز میراث اسلافہ الاکابر الشیخ ابراھیم بن سیدی الشیخ ابی طاھر الکردی المدنی

اما بعد فاعظم اللہ تعالی اجرکم والھمکم صبرکم علی شیخنا رضی اللہ عنہ ارضاعنہ انی حقیق ان اعزی بہ ویلیق بی بناء الصبر علیہ فواللہ ما زلت منذ قرع سمعی حدیث وفاتہ وبلغنی خبر انتقالہ الی رحمۃ ربہ وجنانہ فی قلق فالق للکبد۔ وملل کملل ذی الرمد وفوق سحاب مطر الھم والاسی وتحت بحار باللظی تتدفق کیف لا وکان رضی اللہ عنہ برکۃ اھل الارض ومجلی برھانہا وامام دار الھجرۃ وعمدۃ ارکانہا وکان حدیہ علی ما قد ظھرت ایاتہ ولاحت مخائلہ وامارتہ۔ وصار شغفہ بہ یضرب بہ الامثال۔ ولا یعلم کنہہ الا اللہ الکبیر المتعال۔ ولا ادنی منہ الی لماجد بی الترحال وفضلت العیر وقاربت الفصال ذکرت لہ کیت کیت ثم تمثلت لہ بھذا البیت

شیخ ولی اللہ العمری کا خط بنام شیخ ابراہیم مدنی۔ اُن کے والد شیخ ابو طاہر مدنی قدس اللہ اسرارہم کی تعزیت مین خدا تعالی علم کے آثار اونچے اور اُس کی بنیادین مضبوط کرے۔ دین کے جھنڈے بلند اور اُسکے ارکان مستحکم کرے۔ حدیث کے باغ کو سرسبز و شاداب اور اُس کی رونق کو دوبالا کرے اہل حدیث کو تازگی اور اُس کے سرپرستون کو نور بخشے اور دانشمند بزرگ میرے اُستاد شیخ ابو طاہر مدنی کردی کے فرزند رشید مولنا شیخ ابراہیم کے حدیث کی درس و اشاعت کی وجہ سے علم حدیث کو عروج کمال پر پہنچائے جو پیشوا مذہبی اور مقتدائے مخلوق ہین اور اپنے بزرگ اسلاف کے بزرگی و فضیلت کے جائز وارث ہین اسکے بعد **واضح** ہو کہ خدا تعالے آپکا اجر بڑھائے اور ہمارے شیخ رضی اللہ عنہ پر صبر کرنے کا آپکو الہام کرے۔ مجھے سزاوار ہی کہ مین اپنے شیخ کی تعریف کرون اور وعار صبر مین کوشش کرون خدا کی قسم جب سے شیخ کی انتقال کی جانگزا خبر میرے کان مین پہنچی ہی اور مجھے معلوم ہوا ہی کہ آپ دنیا سے منہ موڑ کر خداوندی رحمت اور اُس کی جنتون مین انتقال کر گئے ہین تو مین ایک ایسے قلق اور اضطراب مین گرفتار ہون جو جگر کو پاش پاش کیئے دیتا ہی اور اُس اندوہ و رنج مین مبتلا ہون جس مین صاحب امر مبتلا ہوتا ہے۔ میرے سر پر ایک ایسا ابر چھایا ہوا ہے جو غم و اندوہ کا مینہ برساتا ہی اور میرے نیچے مشتعل آگ کا دریا لہرین لے رہا ہے اور کیون نہ لے میرے شیخ رضی اللہ عنہ حقیقت مین زمین کے باشندون کیلیئے برکت اور مدینہ طیبہ کے مقتدی و پیشوا

نسیتُ کل طریقٍ کنتُ اعرفه
الا طریقاً یودینی لربعکم
فاعرَّ و رفت عیناه و احمرّت وجنتاه حتی
خنقته عبرة البکاء ثم بعد ذلک ابتهل فی
الدعاء ولا انسیٰ منه انّی سألته عن کمیّة
عمره من السنین فقال معترک المنایا ما بین
ستین وسبعین - فلو شئت ان ابکی دمًا
لبکیته علیه ولکن ساحة الصبر اوسع و
ان سلوان فوادی وعصَیة اعتمادی عند
هجوم دواعی البکاء وضیق الارض
علیّ والسماء انه رضی الله عنه خلّف مثل
جنابکم دام المجد بقیامکم و انّ الشّبل
یشبه الاسد و انما یظهر سرالوالد من الولد
بقیت بقاء الدهر یا کهف اهله
وهذا دعاء للبریة شامل
والسلام

اور اُسکے عمدہ ارکان تھے انہین مجھسے اس درجہ محبت تھی
جسکی نشانیان ظاہر اور علامات و آثار واضح تھے اور میری محبت
اُن کے ساتھ ضرب المثل تھی جسکی حقیقت خدا تعالیٰ کے علاوہ
اور کوئی نہین جان سکتا مین اُسوقت کو کبھی فراموش نہین
کرسکتا کہ جب میرے کوچ کا زمانہ قریب ہوا اور جدائی کی گھڑی سر
پر آکھڑی ہوئی اور رخصتانہ ملاقات کے اثنا مین مین نے اُن کی
مزاج پرسی کے بعد یہ **بیت** پڑہی

نسیت کل طریق کنت اعرفه الا طریقا یودینی لربعکم

یعنی مین بجز اُس ایک رستہ کے جو مجھے تمہاری زمین تک پہنچائے
اُن تمام رستون کو بہول گیا جنسے مین اس سے پیشتر واقف تہا
تو آپ کی پُرنم آنکھون سے آنسوؤن کی ندیان بہنے لگین اور دونو
رخسارے سرخ ہوگئے یہانتک کہ گریہ کی گرمی سے آپکا گلا گھٹ گیا
زان بعد آپنے نہایت خلوص کیساتھ اِس عاجز کے حق مین دعا
کی - اور مین اِس واقعہ کو بھی کبھی بہول نہین سکتا کہ جب مین نے
آپ کی مقدار عمر دریافت کی تو جواب مین فرمایا کہ ساٹھ و ستر کے
مابین ہو - تو اگر مین ان باتون کو یاد کرکے خون کے آنسو رونا
چاہون تو رو سکتا ہون لیکن صبر کا میدان زیادہ وسیع ہے
اور اسباب گریہ کے ہجوم اور آسمان و زمین کی تنگی کے وقت
میرے دل کی تسلی اور میرے بہروسہ کی لاٹھی صرف یہ ہو کہ شیخ
رضی اللہ عنہ نے آپ جیسا فرزند اپنی محسوس یادگار چہوڑ ہے
اِس مین ذرا شک نہین کہ شیر کا بچّہ شیر کے مشابہ ہوتا اور فرزند
سے باپ کی خصلت ظاہر ہوتی ہے اے زمانہ کے ماویٰ و ملجا
تیری بقا زمانہ کی بقا کے دوام کیساتھ ہو اور یہ دعا تمام مخلوق کو شامل ہو والسلام

المكتوب الثانی

من الشيخ الموصوف الی استاده قدوة
المحدثين جمال الدين ابی طاهر الكردی
المدنی قدس الله سرهما واعلی فی الملاء الاعلی
ذكرهما -

لا زالت شآبيب الرحمة والبركات منهلة و
منسجمة . وسحائب العناية والكرامة ممطرة
ومستديمة على الصقع المحفوف بالبررة الكرام
الموصوف بالمجد فوق ما انتكر بالكلام جناب
من اجله ان اذكره بصريح اسمه - واستغنى من
ذلك بتعيينه بعلامته ووسمه ؎

ومن العجائب ان افوه بذكره ولقد اغار بان يمر بخاطری
ومن اجده فی خلدی حاضرا فلا يغرب عنی بحياة
ولا يغيب والفيه فی بصری متمثلا فلا يصبنی
فقده ولا يريب حضرت شيخنا وقدوتنا ومخدومنا
ومولانا الاكرم ادام مجدهم الاجل ؎

بقيت بقاء الدهر يا كهف اهله وهذا دعاء للبرية شامل
اما بعد فهذا المستمد بتوجهات كم المعتمد على
دعواتكم يحمد الله تعالى اليكم فی جميع الامور ظاهرها
وباطنها ويشكر له بكم نعمه التی لا تحصی عددها
ولا يحصر مددها من جملتها صوم رمضان بمكة
المباركة واعتكاف العشرة الاخيرة فی المسجد الحرام

دوسرا خط

شاہ ولی اللہ کا دوسرا خط - اپنے اُستاد شیخ المحدثین جمال الدین
ابو طاہر کردی مدنی کے نام خدا تعالے ان دونوں کو پاک کرے
اور ملاء اعلےٰ میں ان کا ذکر بلند کرے -

رحمت و برکات کے مینہ اور عنایت و کرامات کے بادل اُس
گوشہ زمین پر ہمیشہ برستے رہیں جسے بزرگ نیکوکار فرشتہ گروہیں
سے احاطہ کیئے ہوے ہیں اور جو فضیلت خاص سے موصوف
ہے اُس کا سلسلۂ کلام میں ذکر کرنا فوق ادب ہو اور اُسکی جناب
اِس سے بہت دور ہو کہ میں صراحۃً اُسکا نام لوں یا علامت
ونشان کے ساتھ معین کروں ؎

ومن العجائب ان افوه بذكره ولقد اغار بان يمر بخاطری
جسے میں اپنے دل میں حاضر پاتا ہوں اور وہ زندگی بھر کبھی مجھسے غائب
نہیں ہوتا اور جسکی تصویر میری آنکھوں کے سامنے آجاتی ہے اور
پھر کبھی نظروں سے ہٹتی نہیں وہ ہمارے شیخ ہمارے مقتدا ہمارے
مخدوم ہمارے بزرگ ہیں ؎

بقيت بقاء الدهر يا كهف اهله وهذا دعاء للبريه شامل
اِسکے بعد واضح ہو کہ آپکی دلی توجہات کا محتاج اور آپ کی دعاؤں
پر بھروسہ کرنیوالا - تمام باطنی و ظاہر اُمور میں خدا کی تعریف اور
اُس کی اُن نعمتوں کا شکریہ کرتا ہے جو گنتی میں نہیں آسکتیں منجملہ
اُن کے مکہ معظمہ میں رمضان کا روزہ اور مسجد حرام میں عشرہ اخیر
کا اعتکاف ہے مجھے خانہ کعبہ کے خادم شیخ عمر میناوے نے خبر دی
(خدا تعالیٰ اُسے خوش رکھے جیسا اُس نے مجھے خوش کیا) کہ آپ

وقد حدثنی الشیخ عمر مینا خادم بیت الله تعالیٰ
سرہ الله تعالیٰ کما سرّنی انه هیّأ دار النزول لکم
فی الحج ولینظر قدومکم فی ایام الحج والثجّ ۵
فساغ الی الشرابُ وکنت قبلاً اکاد اغص بالماء الفراتِ
حقق الله تعالیٰ ہٰذہ الأمنیة منا ومنه انه علی
کل شئ قدیر وباجابة الدعاء جدیر ونسئل
منکم الدعا بالسلامة فی السفر والاقامة
وبعافیة لابلاء بعدها وبرحمة لا سخط بعقبها
والسلام والاکرام

المکتوب الثالث

بعد دفع تحیات لا تزال منہا روائح الاخلاص
عابقةً وفائحة واعداء دعوات لا تنفک عنها
نسائم قبول القبول غادیةً ورائحة - من عبد
ضعیف ارقه جمیل اللطف وجزیل الامتنان
وصبّ ولهٔ شانه عظیم المحن وعمیم الاحسان
۵ اخذ تموہ منی فی ملاطفة
فلست اعرف غیرها قد عرفتکم
الی حضرت من تقاصرت الالسنة والتعبیرات
عن وصف کماله وتضایقت الاسالیب والتحبیرات
عن نعت جماله - فالمطری فی مدحته اعجم
قاصر والمفرط فی تقریظه مفرّط فاتر ۵
وعلی تفنن واصفیه بوصفه
یفنی الزمان وفیه مالم یوصف

حج کیلئے تشریف لاتے ہین - اور وہ آپکے نزول کیواسطے
مکان طیار کر رہا ہے اور قربانی و لبیک کہنے کے زمانہ مین آپکی
تشریف آوری کا انتظار ہے ۵
فساغ الی الشراب وکنت قبلاً اکاد اغص بالماء الفرات
خدا تعالیٰ میری اور اُس کی آرزو کو پورا کرے بیشک وہ ہر چیز پر
قادر ہے اور دعا قبول کرنیکے لائق و سزاوار ہے مین آپسے سفر و
حضر کی حالت مین سلامت و خیریت کی دعا چاہتا اور اُس عافیت
و رحمت کی استدعا کرتا ہون جسکے بعد کوئی بلا اور جسکے پیچھے کوئی
عذاب نہ ہو والسلام والاکرام -

تیسرا خط

اُن تحفون کے ارسال کرنیکے بعد جنسے ہمیشہ اخلاص کی عطر آمیز
ہوائین چلکر دل و دماغ کو معطر کرتی ہین اور اُن دعاؤن کے ہدیہ
کرنیکے پیچھے جنسے قبول القبول کی ہواکے خوش آئندہ جھوکے
صبح و شام جدا نہین ہوتے واضح ہو یہ عریضہ اُس ضعیف و خاکسار بندہ
کیطرف سے ہے جسے آپکے لطیف جمیل اور احسان عظیم نے غلام بنالیا
ہے اور عام احسان نے اُسکی حالت کو مرہون منت کر دیا ہے ۵
اخذ تموہ منی فی ملاطفة فلست اعرف غیرها قد عرفتکم
یعنی جب سے تم نے مجھے اپنے سایہ عاطفت مین لیا ہے اور مین نے
تمہین پہچانا ہے اُسوقت سے مین نے بجز عنایت و مہربانی کے اور
کچھ نہین دیکھا - اور یہ عریضہ اُس شخص کی خدمت مین پیش کیا
جاتا ہے جسکے وصف کمال سے زبانین اور تعبیرین قاصر اور نعت
و جمال سے اسلوب و تحریرات کا دائرہ تنگ ہے اُس کی مدح
مین نہایت مبالغہ سے تعریف کرنیوالا محض عاجز اور گونگا ہے

شیخنا وقدوتنا ومخدومنا ومولانا الاکرم
الافخم الاجل الابجل ادام الله تعالی بادامة
ایامه حیات علوم الدین وابقی بهجتها و
خلد بتخلید عهده رونق معارف الحق و
اید بهجتها - فان هذا المستمد بتوجهاتکم
العلیة - والمعتمد علی دعوانکم المستجابة
وصل الی مکة زادها الله شرفا وتعظیما
مامونا عن جمیع المخوفات سالما عن جمیع
المکروهات اللهم الا الم فراقکم
الذی لا صبر علی صبره الا کصبر المصبور
ولا مصانعة معه الا کمصانعة المغلوب
المقهور ؎

والله لو حلف العشاق انهم
قتلی من الحب یوم البین ما حنثوا

والی الله المشتکی وهو المستعان وهو
العالم بالاسرار والاعلان والمسئول
منکم الدعاء فی الاوقات المرجوة وطلب
الخیر فی الواردات المحبوة والحمد لله
اولا واخرا

اور افراط کے ساتھ قدح سرائی مین مشغول ہونیوالا انتہا تک جانیوالا ہے
وعلی نعتہ واصفیہ بوصفہ یعنی الزمان وفیہم المیوصف
وہ ہمارے شیخ ہمارے مقتدا ہمارے مخدوم ہمارے مکرم و
محترم اور بزرگ مولنا ہین خدا تعالی ان کے بقائے دوام
کی وجہ سے دینی علوم کی زندگی ہین مداومت کی روح ڈالے
اور اُن کی رونق ہمیشہ قایم رکھے اور ان کے زمانہ کی ہمیشگی
کے سبب سے معارف حق کو سدا تر و تازہ رکھے اور اسکی تازگی
کی رونق کو دوبالا کرے - اسکے بعد گذارش ہے کہ آپ کی توجہات
عالیہ کا محتاج اور آپ کی مقبول دعاؤن پر بھروسہ کرنیوالا تمام
خطرناک مواقع سے محفوظ اور ناگوار چیزون سے صحیح سالم مکہ معظمہ
مین پہنچا خدا اُس کی شرف و عظمت کو بڑھائے خدا کا شکر ہے
کہ اسوقت مجھے کسی طرح کا خوف و اندیشہ اور رنج و اندوہ نہین
ہے لیکن آپ کی مفارقت کا رنج اس درجہ ہے جسپر مجھے کسیطرح
صبر نہین آتا مگر جیسے زنجیر مین بندھے ہوئے شخص یا قفس مین
پڑے ہوئے جانور کو صبر ہوتا ہے یا مغلوب و مقہور آدمی اپنے دلکو
تسلی دیتا ہے ؎

والله لو حلف العشاق انہم قتلی من الحب یوم البین ما حنثوا

یعنی اگر عشاق اسبات پر قسم کھائین کہ ہم محبت کی وجہ سے مفارقت
کے دن قتل کیئے گئے ہین تو واللہ وہ حانث نہونگے میری شکایت
کا علاج خدا کے پاس ہے اور اُسی سے مدد چاہتا ہون وہی باطن
اور ظاہر کو جانتا ہے مین آپ سے مقبول اوقات مین دعا کا خواستگار
اور طالب خیر ہون

المکتوب الرابع

چوتھا خط

تحیات اصولها ثابتة فی ارض المحبة الخالصة

وہ تحیے جن کی جڑ محبت خالصہ کی زمین مین قائم اور شاخین

وفروعها فی السماء ودعواتٌ دعائمها
مستقرةٌ فی ممتد الرحمة الخالصة وسقوفها
علی العُلْیا - یرفعها احقر الخلیقة ومن لیس
بشیٔ فی الحقیقة الی الصقع المحفوف بالملائکة
الملتمسة للتسبیح والتحمید - والجناب الموصوف
بلا یشقی جلیسهم وان کان اوجب الطرد و
التبعید دائرة مرکزها عروة الوثقی لا انفصام
لها من تمسك بها هدی الی صراط مستقیم
ومحفله شاهر حبل لا انقطاع له من اعتصم
به اداه الی سنین السنن والمنهج القویم

لا یدرك الواصف المطری خصائصه
وان یکن سابقًا فی کل ما وصفا

شیخنا وقدوتنا ومخدومنا ومولانا الاکرم
الافخم الاجل الانجل ادام الله تعالی
المجد بین یدیه وخلده کهفا لمن لازبه
واعتمد علیه - **اما بعد** فان المستمدّ
بتوجهاتکم المعتمد علی دعواتکم
یشکر الیکم الله تعالی علی نعم ظاهرة
وباطنة لا تحصی ویحمد الیکم الله علی
ذوارف عوارف لا تعد ولا حد لها ویرجی
ویسال منکم الدعاء لمزیدها ولاستدامة
قدیمها وجدیدها - والسلام والاکرام

آسمان میں ہیں اور وہ دعائیں جنکے ستون رحمت خالصہ کے
کرے میں گھرے ہوئے ہیں اور جنکی چھتیں غایت رفعت میں ہیں
احقر خلائق جو حقیقت میں کوئی چیز نہیں ہو اُس گوشہ میں پہنچاتا
ہے جسے فرشتے گھیرے ہوئے تسبیح وتحمید کا نعرہ بلند کرتے ہیں اور
اُس بارگاہ عالی میں پیش کرتا ہو جس کا جلیس وہم صحبت بدبخت
نہیں ہوتا اگرچہ وہ اِس قابل ہو کہ خداوندی رحمت سے دور
کر دیا جائے ۔ اُس کی جناب ایک ایسا دائرہ ہو جس کا مرکز
مضبوط کڑا ہے جو کہیں ٹوٹ نہیں سکتا جس نے اُسے
پکڑا سیدھی راہ پر لگ لیا اور اُس کی محفل ایک ایسی مستحکم
رسی ہو جو کبھی کٹ نہیں سکتی جس نے اُسے مضبوطی سے پکڑا
اُس کو اُس نے شارع عام اور سنت کے طریقہ پر پہنچا دیا ٥

لا یدرك الواصف المطری خصائصه وان یکن سابقًا فی کل ما وصفا

یعنی مبالغہ کرنیوالا مدح اُس کی خصوصیتوں کو پا نہیں سکتا
اگرچہ وہ مدح سرائی میں سابق وممتاز ہی کیوں نہ ہو - وہ ہمارے
شیخ ہمارے پیشوا ہمارے ممدوح ہمارے محترم ومکرم بزرگ وافضل
مولٰنا ہیں خدا تعالیٰ صبح وشام اُن کی بزرگی میں ترقی دے
اور اُسے دائم وقائم رکھے اور اُن کی حفاظت اُس شخص
کیلئے ہمیشہ رکھے جو اُن کی ملازم صحبت رہے اور بھروسہ رکھے
اسکے بعد آپ کی توجہات کا محتاج اور آپ کی دعاؤں پر بھروسہ
کرنیوالا خدا کی اُن ظاہری وباطنی نعمتوں کا شکر ادا کرتا ہی
جو شمار میں نہیں آسکتیں اور عوارف کے اُن بہتے چشموں پر
خدا کی تعریف کرتا ہو جن کا حصر نہیں ہو سکتا اب آپ سے مزید
نعمت اور قدیم وجدید نعمتوں کے ہمیشہ رہنے کی دعا چاہتا ہے

المکتوب الخامس

من الشیخ عارف باللہ - الی الشیخ
ابراهیم المدنی رحمهما الله تعالی لا
زالت ذوارف العوارف هامیة علی برکة
الانام خلف السادات الکرام القائم مقام
الائمة الاعلام مولانا الشیخ ابراهیم ابقاه
الله تعالی ابن شیخنا الاجل الامجد مولانا
الشیخ ابی طاهر ابن العارف قدوة الانام
حجة الاسلام مولانا الشیخ ابراهیم الکردی
المدنی قدسنا الله تعالی باسرارهما - من
الفقیر ولی الله بن عبد الرحیم العمری الدهلوی
عفا الله عنه سلام علیکم ورحمة الله و
برکاته ان سألتم عن محبکم فانه بعافیة فی
نفسه واهله وولده رطب اللسان بذکر
اٰبائکم الکرام ویشکر نعمائهم ونشر علومهم
وارجو من الله تعالی ان یحفظنی ببرکاتهم
ویحیی ذکرهم فی هذا البلاد بهذا العبد
الضعیف واولاده واصحابه انه قریب
مجیب واسأل منکم ان لاتنسونا فی صالح
دعواتکم بجاه النبی صلی الله علیه وسلم
وقد کتبت الیکم قبل هذه مکاتیب کثیرة
وما شرفتمونا بجواب ولا اکرمتمونا بسلام و

پانچواں خط

شیخ عارف باللہ مولٰنا ولی اللہ کا خط شیخ ابراہیم مدنی رحمہما اللہ کے نام
عوارف کے صاف وستھرے ہوئے چشمے خلائق کے حوض
یعنی سادۃ کرام کے فرزند رشید مولٰنا شیخ ابراہیم پر ہمیشہ گرتے رہیں
جو ائمہ اعلام کے قایم مقام اور ہمارے مکرم ومعزز مولٰنا
شیخ ابو طاہر کے فرزند عارف باللہ حجۃ الاسلام قدوۃ الانام مولٰنا
شیخ ابراہیم کردی مدنی کے پوتے ہیں خدا تعالیٰ ہمیں اُن کے
اسرار کی بدولت پاک کرے فقیر ولی اللہ بن عبد الرحیم العمری
الدہلوی عفا اللہ عنہ کی طرف سے آپ پر سلام اور خدا کی رحمت وبرکت
ہو آپنے جو اپنے محب کی خیریت دریافت کی تھی سو خدا کا شکر ہے
کہ وہ خود اور اُس کی اہل وعیال واولاد خیریت سے ہے اور آپکے
آباء کرام کے ذکر سے رطب اللسان ہے اُن کی نعمتوں اور
علمی اشاعتوں کا شکر ادا کرتا ہے مجھے خدا سے اُمید ہے کہ وہ اُنکی
برکات کی وجہ سے مجھے ہمیشہ محفوظ رکھے اور ان بلاد میں اس ضعیف
اور اُس کی اولاد واصحاب کے سبب سے اُن کا ذکر زندہ رکھے
مین تم سے درخواست کرتا ہوں اور نبی صلے اللہ علیہ وسلم کا واسطہ
دیتا ہوں کہ اپنی نیک دعاؤں مین فراموش نہ کرین - اگرچہ مین نے
اِس سے پیشتر بہت سے خطوط آپ کی خدمت مین روانہ کیے
لیکن نہ تو آپنے جواب سے معزز فرمایا نہ سلام کتابت سے ممتاز کیا
حالانکہ میرا خیال آپ کی نسبت ایسا نہ تھا اب مین بخلاف سابق
کے التماس کرتا ہوں کہ آپ اِس ضمیمہ کے حال کی معرفت
جواب تحریر کرکے ارسال کرین اور ان محترم مواضع سے ہر آنے

كتاب وماكان ذلك ظننا بكم والمسئول الآن
خلاف ماكان ان تكتبوا الجواب مع حاملي رقيمتنا
هذه ومع كل حاج يجيئنا من تلك المواضع المشرفة
وتخبرونا عن سلامتكم وسلامة اولادكم واصحابكم والسلام

المكتوب السادس

من الشيخ العارف الى الشيخ وفد الله المالكي
المكي بسم الله الرحمن الرحيم الحمد لله وصلى الله
على سيدنا محمد واله وسلم. من الفقير ولي الله
بن عبد الرحيم العمري الدهلوي عفى عنه سلام
عليكم ورحمة الله وبركاته اما بعد فالمامول
من مكارم اخلاقكم ان تدعوا لنا في مواضع
الاجابة واوقاتها لديننا ومعيشتنا واولادنا و
اصحابنا وقد اخبرني ولدكم الشيخ حسين انكم
اجتمعتم في صغركم بفريد عصره الشيخ محمد بن العلاء
البابلي قدس الله سره فاجازكم بما تصح له روايته
فان كان الامر كذلك فهو اسناد عالى جدا فالمرجو
من جنابكم ان تشرحونا بالاجازة مجملة ومفصلة
وتخبرونا باسانيدكم العالية وفوائدكم المنتخبة
ومسلسلاتكم المتصلة لعل الله يجمعني واياكم في
مقام صدق في زمرة اوليائه وحملة سنة رسوله صلعم والسلام

المكتوب السابع

من الشيخ عارف بالله الى بعض اخوانه اختي ملازمة العلماء
غنم ومجالسة الرعاء عزيم الله الله في مواظبة طاعة

وا ایکے ہاتھ سرفرازنامہ بھیجیں اور اپنی اور اپنی اولاد و صحاب
کی سلامتی سے مطلع کریں والسلام۔

چھٹا خط

شیخ عارف باللہ مولنا ولی اللہ کا خط شیخ وفد اللہ مالکی مکی کے نام
بسم اللہ الرحمن الرحیم خدا کو سب تعریف ہی۔ اللہ تعالی ہمارے سردار
محمد اور اُن کی آل پاک پر رحمت و سلام نازل فرمائے۔ فقیر ولی اللہ
بن عبد الرحیم العمری الدہلوی کیطرف سے تم پر سلام اور خدا کی رحمت
و برکات کے بعد واضح ہو کہ آپکے عام اخلاق و بزرگ عادات سے
اُمید ہی کہ ہمارے دین و معیشت اور اولاد و صحاب کیلئے اپنے اجابت
کے اوقات و مواضع مین دعا کرین مجھے آپکے فرزند رشید شیخ حسین
سے معلوم ہوا ہی کہ آپنے کم سنی کے زمانہ مین فرید عصر شیخ محمد
بن العلا بابلی قدس اللہ سرہٗ سے ملاقات کی ہی اور انہون نے
آپ کو اپنی تمام مرویات صحیحہ کی اجازت عنایت کی ہی اگر حقیقت
مین یہ واقعہ نفس الامری ہی تو وہ ایک نہایت ہی اعلےٰ درجہ کی
اسناد ہی مجھے آپسے اُمید ہی کہ مجمل و مفصل اجازت سے اِس فقیر کو
معزز و ممتاز کرینگے اور اپنی اسناد عالیہ اور فوائد منتخبہ اور مسلسلات
متصلہ سے اطلاع دینگے شاید خدا تعالی مجھے اور آپ کو مقام صدق
مین اپنے اولیا کے زمرہ اور اپنے رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم
کی سنت کے حاملین کے گروہ مین جمع کرے والسلام

ساتوان خط

شیخ عارف باللہ کا خط۔ بنام بعض دوستون کے۔
برادر من! علما کی ملازمت بہت غنیمت ہی اور عقلا کی ہمنشینی
عزم و استقلال کی محرک ہی اللہ اللہ خدا تعالی کی طاعات پر ہمیشگی بہت

والاهتمام بعباد الله اعلموا ان الملأ عنه
لا نورث الا حسرة وان المفاكهة لا تخلف
الا قسوة اياك واضاعة اوقات في
الدعة والبطالات والا مر تنكص على
عقبيك ولا تهتم بما بين يديك واحسن
الناس من اذا سمع وعى وحقق ما ادعى
والسلام۔

المكتوب الثامن

من الشيخ عارف بالله الى بعض خلانه
ان الزمان قد تغير وان المشرب قد تكدر
وليس كل تزيا تزين المسلمين مسلما و
ليس كل ما يدعيه الانسان لنفسه مسلما
فاياك وخمسة من الناس فانهم في الحقيقة
بمنزلة النسناس **صوفي** شاطر محتال
لرفع التكليف ولا يقف في مجاري امره
عند التوقيف و**معقولي** مجادل
ينشر فتنة الشكوك والاوهام ولا ينقاد
بقياد العز العلام و**فقيه** مخترع
يستطيب الريح على اقوال الميتة ولا
يتبع ما اوضحه النبي صلى الله عليه وسلم للامة
و**زاهد** متقشف يتشدد في دينه كان
الترخص ليس في خزينه و**غني** طاغ بتكلف

کمیاب ہے اور اُس کی عبادات کے اہتمام سے اکثر حلقے خالی ہین
واضح کر کہیل کود مین مصروف رہنا بجز حسرت کے اور کچھ پیدا
نہین کرتا اور زیادہ خوش کلامی سخت دلی پیدا کرتی ہے تم راحت وآسانی
اور باطل کامون مین اپنے اوقات ضائع نکرو اپنے تئین اُن مضرت اور
ایذا رسان باتون سے بچاؤ جو انجام کار تمہاری طرف عود کرنیوالی
ہین اور جو چیزین فی الحال تمہاری پیش نظر ہین اُن مین زیادہ اہتمام
نہ کرو تمام لوگون مین بہتر وہ شخص ہے جو سنکر یاد رکھے اور اپنے
دعوے کو ثابت کرے والسلام۔

آٹھوان خط

شیخ عارف باللہ کیطرف سے بعض دوستون کو

زمانہ کا رنگ بالکل بدل گیا ہی اور مذہب کا چشمہ نہایت مکدر ہوگیا
ہے اور ہر پوشش جو مسلمانون کو زینت و رونق دیتی ہے حقیقت
مین اسلامی نہین ہے اور ہر وہ چیز جس کی انسان اپنے لئے خواہش
کرتا ہی کبھی اُس پر کامیاب نہین ہو سکتا۔ تم پانچ طرح کے لوگون سے
اپنے تئین بچاؤ جو حقیقت مین النّاس کے منزلہ مین ہین ایک
بیجا صوفی ہے جو رفع تکلیف کے لیئے حیلہ کرتا اور اپنے مجاری
امور مین توقف نہین کرتا دوسرا جھگڑالو معقولی جو شکوک واوہام
کے فتنے پہیلاتا اور خدا کا منقاد و مطیع نہین ہوتا ہے تیسرا شیخی خورا
فقیہ جو مردہ اقوال پر خوش ہوتا اور جسکی نبی صلعم نے اپنی اُمت کیلئے
توضیح کی ہے اُس کی پیروی نہین کرتا چوتھا خشک زاہد جو دین مین
اس درجہ سختی اور تشدد کرتا ہے کہ گویا اُسے کسی بارہ مین اجازت
ہی حاصل نہین پانچوان سرکش مالدار جو تکلف و بناوٹ کے ساتھ
عجمیون کی ہیئت اختیار کرتا اور اُن کے ہم نوالہ ہم پیالہ ہونیکو

نری لا عاجم ویتداخل فی مضاربہ الحماجم۔ والسلام

المکتوب التاسع

من الشیخ العارف الشیخ ولی اللہ قدس سرہ الی الشیخ محمد عاشق رحمہ ربہ بسم اللہ الرحمن الرحیم الحمد للہ المنعم المفضل الکریم المتعال علی جمیع نعمہ ومن جملتہا سلامتکم ادام اللہ تعالے عافیتکم ورزقکم ما تمنیتم من فضلہ بل ما لم یخطر علی قلب بشر وما ذلک علی اللہ بعزیز وصل المکتوب بعد مدۃ مدیدۃ ونحن معکم انشاء اللہ حیث کنتم وقد قدر اللہ تعالیٰ فی ہذہ الایام ان تحرر **قرۃ العینین فی تفضیل الشیخین** ببسط لائق بالمقام وقد تمت منہ خمسۃ کراریس والتقدیر ان یکون قریبا من عشرۃ کراریس وقد من اللہ تعالیٰ بجمع الہمۃ علی تحریرہ والہم علوما مناسبۃ نسأل من اللہ تعالے الاتمام علی ہذا النہج ولا حول ولا قوۃ الا باللہ وقد وصل الولد العزیز عبد الرحمن مع اولادہ بالخیر والعافیۃ وقد تلقیناہم تلقیا حسنا وقرأ علی من کتاب الفوز الکبیر شیئا وعسی ان یقرأ علی ہذا النمط حتی یختم انشاء اللہ تعالے والسلام

المکتوب العاشر

من الشیخ الاستاذ العارف

دوست رکھتا ہے۔ والسلام

نواں خط

شیخ عارف جناب شیخ ولی اللہ کی طرف سے شیخ محمد عاشق رحمہ اللہ کو بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ اس منعم خدا کو تعریف ہی جو فضل و کرامت کا مالک اور اپنی تمام نعمتوں پر بزرگ ہے منجملہ ان نعمتوں کے ایک آپ کی سلامتی ہے خدا تعالیٰ آپ کو ہمیشہ عافیت سے رکھے اور تمہاری آرزو ہمیں اپنے فضل سے برلاوے بلکہ ان چیزوں پر کامیاب کرے جن کا خطرہ بھی کسی آدمی کے دل پر نہ ہوتا ہو اور یہ خدا کے نزدیک کچھ مشکل نہین ہے ایک زمانہ دراز کے بعد آپ کا خط آیا اور اگرچہ بظاہر ہم تم سے دور ہین لیکن حقیقت مین ہر جگہ تمہارے ساتھ ہین ہم ان دنون مین خدا کی تقدیر سے رسالہ **قرۃ العینین فی تفضیل الشیخین** ایک ایسے بسط کے ساتھ لکھہ رہے ہین جو اسکے مناسب ہے، گو اس کا اندازہ دس جزو کے قریب کیا گیا ہی لیکن ابتک پانچ جزو کی تکمیل ہوئی ہے خدا کا احسان ہی کہ اس نے اس رسالہ کی تحریر پر ہماری ہمت جمع کردی اور اسکے مناسب علوم الہام کیے ہم خدا تعالیٰ سے التماس کرتے ہین کہ جس طرز روش سے یہ شروع ہوا ہے اسی پر اس کا خاتمہ ہوا اور ہمین بجز خدا کی مدد کے گناہ و لغزش سے بچنے اور نیک کام کرنے کی قوت نہین ہے مکرر آنکہ فرزند رشید عبد الرحمن مع اولاد کے بخیر و عافیت پہنچے اور ہم نے ان سے بہت اچھی طرح ملاقات کی وہ آجکل ہم سے فوز الکبیر پڑھ رہے ہین کچھ حصہ تو پڑھ چکے ہین اور باقی کی نسبت امید ہے کہ اسی طرز کے ساتھ پڑھ کر ختم کرین انشاء اللہ تعالے والسلام

شیخ استاد عارف باللہ شیخ ولی اللہ کا خط فاضل علامہ مخدوم

باالله الشيخ ولي الله الى الفاضل العلامة
المخدوم معين الملة والدين السندي طاب ثراه
احسن الله الى اخينا المكرم المعظم المخدوم منا
المبجل جامع الكمالات سباق الغايات جعله
كاسمه معينا للسنة والدين امينا على خزائن
علم اليقين وعين اليقين اما بعد فالفقير
ولي الله عفى عنه يسلم عليكم ويدعو الله
لكم في الاوقات المرجوة و قد استشرتموني
في الانتقال الى بندر سورت ثم الانتقال منه
الى موضع اخر وان لا اعدل بحج بيت الله العظيم
وزيارة نبيه الكريم عليه الصلوة والتسليم
شيئا فان اتفق الخروج من الوطن بسبب من
الاسباب فلا ينبغي ان يقصد الا هذان وقد
اخبرتموني عن قلة الزاد فعلى الله توكلوا وبه
ثقوا واليه فوضوا انفق ولا تخش من ذي
العرش اقلالا واما عزمتم ترك الرجوع الى الوطن
فلا تستبدوا ابدا حتى يشرح الله صدركم او صدر
رجل لاجلكم والحمد لله اولا
واخرا +

معین الدین سندی کے نام۔
خدا تعالیٰ ہمارے مکرم و معظم اور ہمارے محترم و بزرگ مخدوم برادر
پر نگاہ کرم رکھے جو تمام کمالات کو جامع اور غایات مین سب سے آگے
نکل جانے والا ہے اور جیسا کہ اُس کا نام ہے سنت و دین کا
معین و مددگار اور علم الیقین و عین الیقین کے خزانون پر امین مقرر
کرے اسکے بعد فقیر ولی اللہ عفا اللہ عنہ تمہین سلام پہنچاتا اور اوقات مقبولہ مین
تمہارے لیئے دعا کرتا ہے۔ تم نے جو مجھ سے سورت کے بندر
اور پھر وہان سے کسی اور مقام پر سفر کر جانے کی بابت مشورہ لیا ہے
تو گذارش یہ ہے کہ مین حج بیت اللہ اور جناب نبی کریم صلے اللہ
علیہ و آلہ و اصحابہ وسلم کی زیارت کے قصد سے کبھی باز نہین
رکھ سکتا کیونکہ اگر کسی وجہ سے وطن سے نکلنے کا اتفاق
ہو جائے تو پھر ان دونون متبرک مقامات کے علاوہ اور کہین
کا قصد کرنا لائق نہین ہے اور تم نے جو قلت خرچ اور کمی زاد
کی نسبت لکھا ہو تو خدا پر بھروسہ کرو اور اپنی تمام مہمات کی
باگ اُسکے ید قدرت مین دیدو۔ اور جملہ کام اُسے سونپ دو
جو کچھہ پاس رکھتے ہو خرچ کر ڈالو۔ اور مال کے تھڑ جانے کا اندیشہ
نہ کرو۔ وطن کی طرف مراجعت نہ کرنے پر جو تم نے عزم بالجزم
کرلیا اسپر اصرار و ہٹ نہ کرو حتے کہ خدا تعالیٰ تمہارا یا تمہارے
لیئے کسی اور شخص کا سینہ کھولدے۔ اول و آخر خدا کا شکر ہی۔

معزز ناظرین! شاہ صاحب کے مکاتیب و خطوط کا جس قدر سے مجھے انتخاب کرنا تھا کر چکا اب مین صرف آپکا ایک
خط اور نقل کرتا ہون جو آپ نے فاضل اجل مولٰنا عبد القادر جونپوری کے جواب مین وحدت وجود کی بحث مین لکھا تھا
اس خط کے نقل کرنے سے علاوہ ادب و انشا اور زور تقریر اور شیوا بیانی کے ناظرین کو یہ بھی دکھانا منظور رہے کہ
آپ کو تصوفی تحقیقات مین کس درجہ کا اقتدار تھا اور اس خاص علم کو آپنے کس عروج پر پہنچا دیا تھا اور چونکہ شاہ صاحب کے

اِس علمی تبحر اور پرزور تحریر کا اندازہ کرنا بغیر اسکے کہ مولٰنا عبدالقادر کا خط بجنسہ نقل کیا جائے بہت مشکل ہے لہذا مین
اول مولٰنا موصوف کا خط نقل کرتا ہون اور اسکے بعد شاہ صاحب کا جواب درج کرون گا - یہ دونون خطوط ادبی
ہونیکے علاوہ ایک ایسے خاص مسئلہ سے تعلق رکھتے ہین جسکے مذاق سے بہت کم لوگ واقف ہین اس لیئے انکا ترجمہ
کرنا اول تو تکلف سے خالی نہین اور اگر ترجمہ کیا بھی جائے تو افسوس ہوکہ پڑہنے والے فائدہ نہین اُٹھا سکتے چنانچہ مین
دونون خطوط بجنسہ نقل کرکے اِس عنوان کو ختم کرتا ہون -

جامع الفضائل کریم الشمائل مولٰنا عبدالقادر جونپوری کا خط بنام عارف باللہ جناب مولٰنا شاہ ولی اللہ صاحب

من الفقیر الفاقر محمد عبد القادر الی النقی اللقی ولی الله العلی - یا من لعل به سیرا یبلغه + دار الخلافة بلغ حیث
تأتیها + منی السلام ما زال مبتغیا + من المشوق الی نفس یوالیها + الی مقیم بها قد اذها شرفا + ورفعة حین
یدعی من اهالیها + ذلک الولی الرضی العالم العلم + المحی المکارم بادیها وخافیها + اشتاقه اذنی والعین فاقرء
لطول تاره اوکتب داعیها + علی یبلغنک الشوق مفترنا + بهمة منک تاتینی دواعیها + من العبد الذنو
الغیر المعلوم والمذکور الفقیر الفاقر محمد عبد القادر بعض من خمر من تربته جونفور رماءها وعمر سبعا وعشرین
حجة بما ئها وهوائها الی ذلک الامام الهمام الحبر العلام النقی اللقی ولی الله العلی طول الله سبحانه تعالی
بقاءه وعجل لی لقاءه اما بعد الهدیة الزکیة السلام والتحیة والآداب المرضیة فان التواد بین الآحاد
والتعارف بین الافراد لا ینبغی ان یحصر فی المشاهدة بالاعین او ان تقتصر علی المکالمة بالالسن کیف
وقد حشا الاحشا وری فی ما بین الاعضا ما قد قرع الاسماع منکم من المکارم والمحاسن وبلغ الاذان
من محامد الظاهر والباطن حتی احب ان یکون منی قبل ان انال برکة الملاقات - وافوز بسعادة الموافات
شئ من المکاتبة والمراسلة التی قد تعد نوعا من المواصلة ولعل ذلک قد یکون سببا للانجذاب والله سبحانه
مسبب الاسباب ثم انه مع کثرة ما یشوقنی والی من ها جر الیکم یسوقنی انما یعوق عن ذلک ما یذوق المرء
من تطاول المنازل وتباعد المراحل ولعلی اذا شاء الله سبحانه وهیأ الاسباب ارکب عاریب مطیة العزم
واطلب برکة الوصال والصحاب ولا قتصر الان علی هذا القدر واتبعه بسوال ما لا زال یختلج الصدر
فاقول **اما التوحید** المتعلق بوجود الوجوب بمعنی ان الوجوب بالذات مختص بذات واحد
لا یمکن ان یکون محمولا علی اثنین وان یکون الحقیقة والوجبیة مشترکة بین فردین و المتعلق بالفعل و

والتاثير بمعنى انه المؤثر فى الوجود الاعم من ان يكون بغير واسطة او بها فان ذلك ليس من توحيد
المؤثر فى شئ بل بمعنى انه لا موثر فى الوجود الا هو فيتعلق بكل ارادته وقدرته على موجب علمه
حكمته بيده ازمة الاشياء ولا يجرى فى ملكه الا مايشاء وانما غيره مما له مدخل فى وجود الشئ
مما ينضم فى سلك القوابل والشرائط من غير ان يفيض منه وجود ويصدر منه فعل وكذا المتعلق
بالذات بمعنى ان ذوات الممكنات بجذافيرها وذرات المجعولات بنقيرها وقطميرها هالكة فى شبح
جوهرها باطلة فى حد انفسها فلولا فيض الواجب سبحانه لم يكن هنالك ذات ولم يعقل ماهية وانما تقررها
وتصدرها وصلوحها المحكوم عليها وبها بالنظر الى تلك الذات الواجبة المنبث فيضها الممتد ظلها
الم تر الى ربك كيف مد الظل ولو شاء لجعله ساكنا كل ذلك امر معقول مصدق به ومقبول اما ما
يزمزم به العارفون ويترنم به المكاشفون فهل للعقل اليه سبيل او يمكن ان يدل عليه دليل
وهل يقول من قال ان الله تعالى هو الوجود المطلق وانه ظاهر الاشياء وهو عينها مفهوم معقول
او انه طور وراء طور العقل ثم ماذا بمعنى قول من يزعم انه طور وراء طور العقل او ليس للعقل احكام
صادقة وقضايا حقة لا يمكن ان يتبدل ولا يتصور ولا ان يتزلزل امر للعقل واحكامه حد معين
اذا جاوزناه فليس له هنالك حكم سبحان الله كيف يصدق بمثل هذا اذ لولا للعقل احكام مضبوطة
غير ممكنة التبدل ولا جائزة التزلزل لما قامت السموات والارضون وقد رجم هذا القول الى
مثل ما يقول العمى الصم من السوفسطائية الدون فالمطلوب منك ايها الباقى من آثار السلف
والمرجو من لديك ايها الراقى كل شرف ان توطن نفسى وتسكن قلبى عما هما فيه من هذه المسئلة
من القلق البالغ والخفق السائغ بالخبر المنجح فى ذلك المحقق لدى بالك فلعلى انتفع وقلبى تنتفع
ويجتمع ولعلك توجر وتجزى وعند الله الآخرة والاولى ثم انه ان اكرمتنى بكتابك وبلغتنى
الاذن فى جنابك فلعلى اجرأ على ارسال العرائض والاستفادة من عندك ما يفيض الفائض ابقيت
طويلا واوتيت جزيلا والسلام ٭ امام ہمام حبر علامہ مولانا شاہ ولی اللہ صاحب کا خط مولانا محمد عبد القادر جونپوری کے جواب میں

اهلا بالملفوف اضحت معالمها ٭ هدى الى شئ من نوب تاتيها ٭ جراهمة علوية قضت ٭ كل المقاصد
دانيها وقاصيها ٭ فلا يغادر علما غير مكتسب ٭ ولا فضائل الا وهو حاويها ٭ من جو نفوذ اذهبت رياح رضى
منها تعطرت الدنيا وما فيها ٭ من الفقير الى رحمة الله الكريم احمد المدعو بولى الله بن عبد الرحيم

الی جامع الفضائل کریم الشمائل مولنا عبد القادر لازال مظفراً فی الباطن والظاهر اما بعد فقد وصل الیّ مکتوبکم الشریف الدال علی محتدکم المنیف یعرض علی مسئلۃ حارت فی بوادیہا الافکار وتقاعست دونہا الانظار وکیف لی بجوابہا فی ورقۃ او حلہا فی کلمۃ لکنی اذکر نکتۃ قولکم فی تقریر المعنی الثالث للتوحید ان ذوات الممکنات بحذافیرہا وذرات المجعولات بنقیرہا وقطمیرہا ہالکۃ فی شبح جوہرہا باطلۃ فی حد نفسہا فلولا فیض الواجب لم یکن ہنالک ذات لم یعقل ماہیۃ وانما تقررہا وتحصلہا وصلوحہا للحکم علیہا وبہا بالنظر الی تلک الذات المفیضۃ فیضا الممتد ظلہا انتہی ہو بعینہ معنی وحدۃ الوجود عند المحققین من اہل المعرفۃ والشہود غیر ان الناس لہم السنۃ شتی بعضہا من قبیل التجوز والمسامحۃ وبعضہا من قبیل التحقیق والمفاتحۃ عباراتنا شتی وحسنک واحد وکل الی ذلک الجمال یشیر فہذا الفیض الوجدانی بالذات المتکثر باعتبار القوابل یسمی بالفیض الاقدس من جہۃ صدور الماہیات وبالفیض المقدس من جہۃ صدور العقلیات ولوازم الوجود الخارجی اما قولہم ہو الوجود المطلق فلا یعنون بالمطلق الاعم المنتزع عن الافراد کما یقررہ المتکلم فی الکلیات ولا الموجود فی ضمن الافراد الا باستقلال کما زعمہ الحکیم ولکن امراً ہو متحقق فی نفسہ متعین بذاتہ استوت نسبتہ الی الممکنات باثرہا والعقل مقول علی معنیین احدہما النفس الناطقۃ وکل معنی فانما ہی تائقۃ بالنفس حاصلۃ لہا وثانیہما قواعد اسسہا قوم اشتغلوا بالعلوم العقلیۃ وہی دقیقۃ فاقت تلک القواعد بعد فان الحالۃ الراسیۃ لا اکثر من ہذا وعسی ان یکون بعد ذلک عود والمرجو من مکارم اخلاقکم ان تنسونا من مصالح دعواتکم ولا من لطیف مکاتباتکم فالمکاتبۃ نوع من الاستیناس والعبرۃ بمناسبۃ الارواح لا بمقاربۃ الاشباح احسن اللہ تعالی الیکم وافاض نعمتہ علیکم والسلام

بالغ اور غائر نظرین ان دونون خطون کو موازنہ کرکے بخوبی اندازہ کرسکتی ہین کہ ہمارے مولنا ممدوح کا خط کس درجہ فصاحت وبلاغت سے لبریز ہی اور فصاحت وبلاغت سے قطع نظر کرکے کتنا مطالب خیز ہے باوجود اس اختصار کے ایک ایسا اہم اور پیچیدہ مسئلہ جسکے حل کرنے کیلئے چند اجزا بھی کافی نہین ہوسکتے تھے آپنے کس سہولت اور آسانی کے ساتھ پانی کردیا اس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ جس درجہ کا تبحر اور کمال اس فن خاص مین آپکو حاصل تھا اس کی نظیر کہین مل نہین سکتی۔

وحدۃ الوجود کا مسئلہ ایک ایسا دقیق اور پیچیدہ مسئلہ ہی کہ اگر اسپر کوئی اور شخص بحث کرتا تو اُسے چند اجزا سیاہ کرنے پڑتے اور پھر بھی شاید صاف طور پر مطلب واضح نہ ہوتا یہ حقیقت مین شاہ صاحب کا اعجاز ہے کہ آپنے اس طولانی اور غیر محدود بحث کو چند چھوٹے چھوٹے جملون مین اس طرح ادا کردیا کہ گویا کوئی بڑا کام ہی نہ تھا طرفہ یہ کہ جو جملہ آپ کی قلم سے نکل رہا ہے یہ معلوم ہوتا ہی کہ سانچے مین ڈھل کر نکل رہا ہی ہر ہر فقرہ تصوفی تحقیقات سے بھرا ہوا الفاظ کی بندش اور عبارت کی چستی سے جس قدر عالمانہ پن برستا ہی اُسیقدر مطالب کی خوبی سے آپکی

شان ظاہر ہوتی ہے

جناب شاہ ولی اللہ صاحب کی بعض تصنیفات

جناب عارف باللہ حضرت مولانا شاہ ولی اللہ صاحب کی تصنیفات جو زمانہ کی ضرورتین رفع کرنے کیلئے نہایت
ہی دلچسپ اور عمدہ پیرایہ مین خاص خاص موقعون پر لکھی گئی ہین وہ آپ کی بے نظیر اور محسوس یادگارین ہین کسیکا
یہ قول بہت درست ہے۔ "ہر کسے را بہر کارے ساختند" فطرۃ نے جناب شاہ صاحب کو اسلیئے پیدا کیا تھا کہ
آپ زبان و قلم دونون سے دینی علوم کی اشاعت کرین اور اُن بنی نوع کی اصلاح مین نہایت سرگرمی کے ساتھ
کوشش کرین جو ایک زمانہ دراز سے شرک و بدعت اور پیر پرستی اور بادہ تقلید کے تیرہ و تاریک گڑھے مین پڑی
ہوئی تھی۔ آپ کی تالیف بغور دیکھنے والا خوب سمجھ سکتا ہے کہ بچپن سے وقت وفات تک دینی علوم کے رواج
دینے اور قرآن و حدیث کے پھیلانے مین جس شخص کی زندگی صرف ہوئی اور جسکی قسمت مین روز ازل سے
یہ شرف مقدر ہوچکا تھا وہ شاہ ولی اللہ صاحب جناب شیخ عبد الرحیم صاحب کے فرزند رشید اور مشہور شہید شیخ
وجیہ الدین صاحب کے پوتے تھے۔ ہوش سنبھالتے ہی جس خیال نے آپکو چارون طرف سے آگھیرا تھا اور
جس کی دُھن مین آپنے اپنی تمام عمر گذاری تھی وہ یہی دینی علوم کی اشاعت کا خیال تھا۔ قدرت نے پہلے ہی
روز سے ترویج علوم اور تالیف و تصنیف کا مقتدر و معزز منصب آپکے نامزد کردیا تھا جسے آپنے نہایت قابلیت
سے نبھایا اور بڑی دلسوزی کے ساتھ اُسکا انجام دیا۔

شاہ صاحب کی تصنیفات کثرت سے ہین اور اُن کے مطالب و مقاصد نہایت مفید و دلچسپ ہین لیکن
افسوس اور سخت افسوس یہ ہے کہ باوجود تحقیقات کے چند مشہور کتابون کے علاوہ اور کسی کا پتہ نہین چلتا
تاہم جو کتابین اسوقت تک ہمین دستیاب ہوئین اور جنھون نے ہندوستان و عرب دونون مین ایک عجیب مذاق
علمی پھیلا رکھا ہے ذیل کے نقشہ مین ہین جنسے اُن کے مقاصد و مطالب کی مختصر کیفیت بھی معلوم ہوتی
ہے مین ایک فاضل مورخ کا وہ مختصر ریمارک جو اس نے شاہ صاحب کی تصانیف پر کیا ہے نقل کر کے
اُن مشہور کتابون کا نقشہ دیتا ہون جو اس وقت میری پیش نظر ہین۔ وہ لکھتا ہے کہ "جناب شاہ ولی اللہ صاحب
نے اکثر فنون مین کتابین تصنیف کی ہین جو زمانہ کی ضرورت کے لحاظ سے سبکی سب مفید اور منفعت بخش ہین اور
بعض ہمین ایسی بے نظیر اور عدیم المثال کتابین ہین جنکے وجود سے زمانہ باقی بالکل خالی ہے اور جنکی موجودہ زمانہ مین سخت ضرورت ہے۔"

مختصر کیفیت	کس فن کے متعلق ہے	کس زبان میں ہے	نام کتاب	نمبر شمار
یہ قرآن مجید کا ایک نہایت مختصر ترجمہ ہے جو ایک عجیب و دلچسپ پیرائے مین لکھا گیا ہے ابتک قرآن مجید کے مطالب کا سمجھنا صرف عربی تفاسیر پر منحصر تہا جسے علما اپناہی حصہ سمجھے بیٹھے تھے اور عوام لوگ کلام آلٰہی کا منشا اور فطرۃ اللہ کا مفہوم سمجھنے سے محض محروم و بے نصیب تھے۔ عموماً مسلمان رمضان مین یا معمولی تلاوتون مین بالکل طوطے کیطرح سے قرآن پڑہتے تھے اور معنی نہ جاننے کیوجہ سے خداوندی احکام اور آسمانی قوانین سے محض نابلد تھے ایسے وقت مین جناب شاہ صاحب نے قرآن مجید کے ترجمہ کی سخت ضرورت سمجھی اور اُس کا ترجمہ فارسی مین کیا اور لفظون کی رعایت سے ایسا مطلب خیز ترجمہ کیا کہ عام لوگون کو کلام آلٰہی سمجھنا بہت آسان ہو گیا قطع نظر اسکے مطالب کی توضیح کیلئے جابجا نہایت مختصر فوائد بڑہائے بڑے بڑے معرکۃ الارا مضامین اور نہایت اہم اور دقیق مطالب چند مختصر اور گنتی کے الفاظ مین اس خوبصورتی اور جامعیت کے ساتھ ادا کئے ہین اور اُنہین ایسا صاف اور پانی کردیا ہے جس سے نہ صرف تعجب بلکہ سخت حیرت ہوتی ہے اور زیادہ حیرت یون ہوتی ہے کہ جب کسی آیت کی تفسیر عربی تفاسیر مین دیکھی جاتی ہے تو باوجودیکہ وہ اسکے متعلق ایک نہایت طولانی بحث کرتے اور صفحات کے صفحات سیاہ کرجاتے ہین مگر پھر بھی ویسا صاف مطلب نہین کھلتا جیسا شاہ صاحب کے معدود لفظون سے کھلتا ہے۔ باوجودیکہ اس ترجمہ کی عمر ڈیڑھ سو برس سے زیادہ ہو گئی ہے اور زمانہ مین علوم و فنون بالخصوص ترجمے کی اشاعت کا دریا بڑے زور شور سے لہرین مار رہا ہے لیکن اس ترجمہ پر آجتک کبھی کسی کو	متعلق قرآن مجید	فارسی	فتح الرحمن فی ترجمۃ القرآن	١

نمبر	نام کتاب	کس زبان میں ہے	کس فن کی متعلق ہے	مختصر کیفیت

دم مارنے کی طاقت نہیں ہوئی اور جس طرح خود قرآن مجید فصاحت و بلاغت کے لحاظ سے جناب نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کا ایک عظیم الشان معجزہ ہے اسی طرح یہ ترجمہ جناب شاہ ولی اللہ صاحب کی ایک بہت بڑی معجز نما کرامت ہو اور جس طرح قرآن مجید جیسی ایک آیت بنا لانے کی کوئی شخص طاقت نہیں رکھتا اسیطرح اس ترجمہ کی برابری کا کوئی دعویدار نہیں ہو سکتا اور اگر بفرض محال کوئی شخص ہو بھی تو اسکا یہ دعوے چل نہیں سکتا۔

ہندوستان میں اس وقت فلسفہ اور معقول کی بڑی گرم بازاری تھی اور قرآن و حدیث کا چرچا نہایت دھیما تھا عام و خاص [illegible] کی پیچ در پیچ بھول بھلیوں میں حیران و سرگردان تھے علم شرک میں گھی کھچڑی ہو رہا تھا اور مسلمان صدہا قسم کے توہمات میں گرفتار تھے شرک و بدعت کا ایک عظیم الشان اور طوفان خیز سمندر چاروں طرف بہ رہا تھا جس کی خوفناک موجیں اور دہشت انگیز لہریں اسلام کی بنیادوں کو کھوکھلا کر رہی تھیں اسوقت ہی خدا کے برگزیدہ اور اسلام کے سرپرست یعنی جناب مولنا شاہ ولی اللہ صاحب نے قرآن مجید کا ترجمہ کرکے شرک و بدعت کی عمارت کو جڑ بنیاد سے اکھیڑ پھینکا اور قرآن و حدیث کی اشاعت میں اسدرجہ کوشش کی کہ ہوا کا رخ ادہر سے ادھر پلٹ رہا تھا

حقیقت میں اگر قرآن مجید کا ترجمہ اس حادثہ زمانہ میں نہ ہوتا تو مسلمانوں کی معاشرانہ زندگی میں جو اصلاح ہوئی ہے کبھی نہ ہوتی اور معلوم نہیں کہ مسلمانوں کو کن کن سختیوں اور مصیبتوں کا سامنا کرنا پڑتا اُن پر مصائب و آفات کے کسقدر لشکر ٹوٹتے

نمبر شمار	نام کتاب	کس زبان مین ہی	کس فن کے متعلق ہے	مختصر کیفیت
				اور کیا کیا غضب آلہی نازل ہوتے ۔ اس وقت ہندوستان مین جہانتک سچے اسلام کی روشنی نظر آتی ہے اور شرک و بدعت سے صاف اور نتھرا ہوا مذہب دکھائی دیتا ہے سب اسی ترجمہ کا صدقہ ہے ؎ این کار از تو آید و مردان چنین کنند ہندوستانی مسلمانون پر شاہ صاحب کا یہ احسان اس قدر گرانبار ہے جس سے وہ گردن اُٹھا نہین سکتے لیکن افسوس اور سخت افسوس سے دیکھا جاتا ہے کہ مسلمانان ہند نے اس احسان کا آجتک کوئی مناسب شکریہ ادا نہین کیا یہ ترجمہ قرآن مجید کے بین اسطور مین تحریر ہو کر ہزارون دفعہ ہندوستان کے مختلف مطابع اور متعدد پریسون مین چھپ چکا ہے اور اس کی شہرت دریائے جمنا سے فرات تک اور ہندوستان سے لیکر کوہ ہمالیہ اور ہندوکش کے درون تک برابر پھیلی ہوئی ہے اسوقت تک اس کی اشاعت اسّی نوّے لاکھ کے قریب ہو چکی ہے اور روز بروز ہوتی جاتی ہے اشاعت کی موجودہ تعداد سے اس کی مقبولیت عام کا پورا پورا اندازہ ہو سکتا اور صاف واضح ہوتا ہے کہ تمام اسلامی دنیا اسے نگاہ قبول سے دیکھ چکی ہے اور موجودہ علماء و فضلاء کی قبولیت کی نظرین برابر پڑ رہی ہین ۔
۲	الفوز الکبیر فی اصول التفسیر	فارسی مین	متعلق قرآن مجید و تفسیر	یہ ایک بہت ہی چھوٹا سا رسالہ ہی جو اصول تفسیر مین لکھا گیا ہے لیکن باوجود اس قلیل الحجم ہونے کے اسدرجہ مطالب خیز ہے جس کے دیکھنے سے تعجب اور تعجب کے ساتھ سخت حیرت ہوتی ہے کہ اُصول تفسیر کے عمیق اور گہرے دریا کو اس مختصر کوزے مین کس طرح بند کیا گیا ہے ۔ اُصول تفسیر کے وہ اہم اور پیچیدہ مباحث جو بڑی بڑی

نمبر شمار	نام کتاب	کس زبان مین ہے	کس فن کے متعلق ہے	مختصر کیفیت
				کتابون سے بمشکل حل ہو سکتے تھے شاہ صاحب نے ایسی مختصر اور سہل عبارت مین طے کر دیئے ہین جس سے کم استعداد طلبہ بھی خاطر خواہ متمتع ہو سکتے اور مستفید و فائدہ اٹھا سکتے ہین عبارت کی عمدگی اور مطالب کی ترتیب پر مؤلف کو جتنا بھی ناز ہو کسی طرح نازیبا نہین ہے جس مقام سے کتاب کو اٹھا کر دیکھا جاتا ہے یہی معلوم ہوتا ہے کہ مضامین کا ایک دریا امڈا چلا آتا ہے ہر ہر فقرے سے جس قدر عالمانہ پن برستا ہے اسی قدر مطالب سے مؤلف کی شان ٹپکتی ہے سچ پوچھیے تو اس مختصر رسالہ نے بڑے بڑے تفاسیر کے دیکھنے اور برسون کے مطالعہ کرنے سے شایقین کو مستغنی کر دیا ہے۔
۳	فتح الخبیر	عربی مین	قرآن و تفسیر کے متعلق	یہ رسالہ عربی زبان مین نہایت لاجواب اور اعلےٰ درجہ کا لکھا گیا ہے قرآن مجید کے مشکل و غریب لغات سہل اور متعارفہ الفاظ مین حل کیے گئے ہین اور جا بجا قرآنی آیات کی تفسیر جناب نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی صحیح و مشہور احادیث اور صحابہ کرام کے مستند اقوال سے کی گئی ہے یہ ایک ایسی ضروری کتاب ہے جس سے قرآن مجید کے معانی پڑھنے والے کو انتہا سے زیادہ مدد ملتی ہے اور وہ بآسانی قرآن مجید کے مطالب سمجھنے پر قادر ہو جاتا ہے۔
۴	مصفیٰ شرح موطا	فارسی مین	متعلق حدیث	موطا حدیث کی ایک مختصر مگر نہایت معتبر اور مستند کتاب ہے جسے امام مالک[1] رحمہ اللہ نے ہجرت کی دوسری صدی مین تصنیف کیا ہے جناب شاہ ولی اللہ صاحب نے اسکی ایسی عمدہ شرح لکھی ہے جس سے اصل کتاب کی رونق دوبالا ہو گئی ہے حدیث کی تحقیقات

[1] امام مالک انس کے صاحبزادے اور مالک بن ابی عامر اصبحی کے پوتے ہین ابو عامر اصبحی انکے جد امجد ایک بزرگ (بقیہ صفحہ آئندہ) بقیہ دیکھو

نمبر شمار	نام کتاب	کس زبان میں ہے	کس فن سے متعلق ہے	مختصر کیفیت
				اس تبحر ولیاقت سے کی ہے جس سے آپ کا مجتہدانہ کمال صاف نمایان ہوتا ہے جو لوگ اس شرح کو ایک دفعہ بنظر غور اول سے آخر تک پڑھ جاتے ہین پھر انہین احادیث کی تحقیقات مین زیادہ محنت کرنے کی ضرورت نہین رہتی۔ اسکے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت مصنف کو حدیث و فقہ پر کس درجہ عبور اور استخراج مسائل مین کتنا تبحر تھا۔

(بقیہ صفحہ ۲۹۹) مشہور وجلیل القدر صحابی ہین جو جنگ بدر کے علاوہ تمام غزوات مین آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ رہتے۔ امام مالک ۹۳ھ ہجری مین پیدا ہوئے اور نو سو شیوخ سے علم حدیث کی تحصیل کی ذہن وحافظہ اور علمی مذاق خدا نے پہلے ہی سے عطا کیا تھا جسے ان کثیر التعداد شیوخ کی صحبت نے اور بھی چمکا دیا تھا باوجود اس فضل وکمال اور قابل تعریف لیاقت کے آپنے اسوقت تک فتویٰ لکھنے کیلئے قلم نہین اُٹھایا جبتک ستر ائمہ وقت اور مجتہدین عصر نے اس امر کی شہادت نہین دی کہ وہ افتا کے لائق ہین۔ آپنے اپنے ہاتھ سے پوری ایک لاکھ حدیثین نقل کین اور ستر ہ سال کی عمر مین درس حدیث شروع کیا جب آپ حدیث پڑھانے بیٹھتے تو غسل کرکے کپڑون مین خوشبو ملتے اور نئی پوشاک پہنکر نہایت خشوع وخضوع اور وقار وعظمت سے بیٹھتے۔ سفیان بن عیینہ کہا کرتے تھے کہ خدا تعالیٰ مالک پر رحم کرے جو حدیث کے راویون کی انتہا سے زیادہ جانچ پڑتال کیا کرتے اور بجز ثقہ اور محتاط لوگون کے اور کسی سے روایت حدیث نہین کرتے تھے۔ عبد الرحمن بن مہدی کا قول ہے کہ مین صحت حدیث مین امام مالک پر کسی کو مقدم نہین کرتا۔ کیونکہ وہ حدیث وسنت کے امام اور علم الرجال کے موجد ہین۔

امام مالک رحمہ اللہ کے اگر اور فضائل اور خصوصیتون سے قطع نظر کیجائے تو آپ کی فضیلت کیلئے صرف ایک یہ ہی بات کافی و وافی ہے کہ امام شافعی جیسے جلیل القدر مجتہد آپکی شاگردی پر فخر کیا کرتے تھے اور کہا کرتے امام مالک عالمون کی فہرست مین ایسے ہین جیسے جھلملاتے ہوئے ستارون مین چودھوین رات کا چاند اور ٹمٹماتے ہوئے چراغون مین برقی قوت کی مشعل مجھپر علم کے بارہ مین امام مالک سے بڑھکر اور کسی کا احسان نہین ہے۔ امام احمد جو امام شافعی کے شاگرد تھے اسیطرح امام اعظم کے شاگرد رشید جنکا نام احمد تھا یہ بھی امام مالک ہی کے شاگرد تھے سفیان بن عیینہ کہتے ہین کہ حدیث مین جو یہ آیا ہے کہ عنقریب لوگ علم کی تلاش وجستجو مین سفر کرینگے اور مدینہ کے ایک عالم سے کسی کو زیادہ جاننے والا نہ پائینگے اس سے امام مالک ہی مراد ہین۔ امام اوزاعی جب امام مالک کا ذکر کرتے تو فرمایا کرتے کہ وہ علما کے عالم اور اہل مدینہ کے فاضل اور حرمین شریفین کے مفتی ہین۔ ابن عیینہ کو جب امام مالک کے انتقال کی خبر پہنچی تو رو کر فرمایا افسوس انہون نے اپنی مثل زمین پر نہین چھوڑا اور یہ بھی فرمایا کہ امام مالک اپنے زمانہ کی حجت اور اُمت کے چراغ تھے جسوقت امام مالک نے موطا کو مرتب کیا تو اُسوقت لوگون کے پاس بجز قرآن مجید کے اور کوئی کتاب نہ تھی گویا احادیث کی جمع وتالیف کے سلسلہ مین موطا کا سب سے پہلا نمبر ہے۔ موطا کا یہ نام اسلیئے مقرر ہوا کہ امام مالک نے جب اسے مرتب کرکے بڑے بڑے مشہور ستر فقیہون پر پیش کیا تو سب نے اسکے ساتھ موافقت کی اور کسی کو اختلاف کی گنجائش نہین رہی۔

موطا کی نسبت علما متقدمین نے جو متفقہ الفاظ مین ریمارک کئے ہین اُن کا خلاصہ یہ ہے، امام شافعی فرماتے ہین کہ اس نیلگون آسمان کے نیچے باستثنا کتاب اللہ کوئی کتاب امام مالک کے موطا سے زیادہ صحیح نہین ہے۔ ابن عربی فرماتے ہین کہ موطا اصل اول ہے اور صحیح بخاری اصل ثانی الغرض اس کتاب کو ہزار ہا آدمیون نے امام مالک سے روایت کیا جو نسخہ کہ اسوقت ہندوستان مین رائج ہے یحییٰ بن یحییٰ مصمودی کی روایت سے ہے جس سال امام مالک کی وفات ہونیوالی تھی یحییٰ بن یحییٰ نے اُس سال امام مالک سے موطا حاصل کی موطا کے تمام آثار واحادیث ایکہزار سات سو بیس ہین جنمین سے چھ سو حدیثین مسند اور دو سو بائیس ۲۲۲ مرسل اور چھ سو تیرہ موقوف ہین انکے علاوہ دو سو پچاسی ۲۸۵ صحابہ کے اقوال ہین۔ امام مالک نے زندگی کے ستاسی مرحلے طے کرکے ۱۱ ربیع الاول ۱۷۹ھ کو انتقال کیا رضی اللہ عنہ وعن اتباعہ ونفعنا

نمبر شمار	نام کتاب	کس زبان میں ہے	کس فن کے متعلق ہے	مختصر کیفیت
۵	مسوی شرح موطا	عربی مین	حدیث کے متعلق	یہ بہی موطا کی شرح عربی مین ہے اس مین مؤلف نے اپنی خداداد قابلیت کا جو کمال دکھایا ہے اُسے دیکھکر حیرت ہوتی ہے اور ہر ہر فقرہ اور جملہ کی اس عمدگی اور سہولت سے توضیح کی ہے جس سے شارح کی خود بخود تعریف کرنے کو جی چاہتا ہے اصل مین مسوی کو بجائے خود ایک مستقل کتاب کہنا چاہیئے کیونکہ اس مین علاوہ موطا کی حدیثون کی تفصیل و توضیح کے بہت سے مسائل فقہیہ کی تشریح کی گئی ہے الغرض مسوی ایک ایسی بے نظیر اور قابل قدر شرح ہے جو طالب علم کو اسمر یتہ کا بنا دیتی ہے کہ وہ حدیث کے مطالب پر پورا عبور حاصل کرلے ۔
۶	حجۃ اللہ البالغہ	عربی مین	متعلق فقہ و حدیث	یہ ایک ضخیم کتاب ہے جس مین تمام عبادات و معاملات نہایت بسط و شرح کیساتھ محققانہ طرز مین بیان کیئے گئے ہین اور فقہا و محدثین کے اختلاف مذاہب کو نہایت عمدگی اور خوش اسلوبی سے ظاہر کیا گیا ہے مسائل فقہ۔ مذاہب اربعہ یعنی حنفی شافعی حنبلی مالکی کی تحقیقات مذاہب صحابہ و تابعین اور اقوال جماعہ فقہا محدثین سے کر کے فقہ حدیث کی بنیاد از سر نو قائم کی ہے اور اسرار حدیث اور مصالح احکام ایسی خوبی اور سلیقہ شعاری سے بیان کیئے ہین جس کی نظیر سے متقدمین مصنفین کے حلقے خالی ہین ۔ یہ کتاب یون تو فقہ و حدیث کے متعلق لکھی گئی ہے لیکن حقیقت مین فقہ حدیث اخلاق تصوف فلسفہ پانچون مضامین کا مذاق پایا جاتا ہے گویا ان پانچون علوم کا عطر و مغز اس کتاب مین بہر دیا گیا ہے پہلا وہ باکمال اور مجتہد وقت جس نے علوم دین کے اسرار بیان کرنے مین اپنی خداداد قابلیت اور پولیٹیکل لیاقت کے

نمبر شمار	نام کتاب	کس زبان میں ہے	کس فن سے متعلق ہے	
				چمکدار جوہر ظاہر کیے۔ اور مضامین خمسہ کی عمارت کی بنیاد ڈالی وہ امام غزالی ہین احیاء العلوم جو ایک نہایت جامع اور بسیط کتاب ہے اور جو سات سو سال سے لوگون کے افتخار کا باعث ہو رہی ہے۔ آپ ہی کی ایک عظیم الشان محسوس یادگار ہے اور دوسرا بزرگ جس نے ایک زمانہ دراز کے بعد اپنے زمانہ کے حال کے مناسب اور اہل زمانہ کے مذاق کے مطابق اس فن کی تہذیب و آراستگی کی اور امام غزالی کی ڈالی ہوئی بنیادون کو اپنے علمی تبحر سے بلند کیا اور پھر اس عمارت کو تہذیب و شائستگی کے مرقعون سے سجایا وہ جناب عارف باللہ حضرت مولانا شاہ ولی اللہ صاحب ہین آپ کی بے نظیر و عدیم المثال کتاب حجۃ اللہ البالغہ اس وقت ہمارے ہاتھون مین ہے جس سے ایک فقیہ مسائل فقہیہ کو اور محدث مطابقت حدیث کو اور فلسفی دلائل فلسفہ اور براہین عقل کو نکال سکتا ہے اور اسی خوض و غور مین ساتھ کے ساتھ اُسے اخلاق و تصوف کا ذائقہ بھی حاصل ہوتا رہتا ہے یہ کتاب اگرچہ بمقابلہ احیاء العلوم مختصر ہے لیکن بتنقید احادیث مین اُس سے بدرجہا بڑھی ہوئی ہے علامہ ابوالطیب نے اسکی نسبت اپنی وزنی رائے اس طرح ظاہر کی ہے "این کتاب اگرچہ در علم حدیث نیست اما شرح احادیث بسیار دران کردہ و حکم و اسرار آن بیان نمودہ تا آنکہ در فن خود غیر مسبوق علیہ واقع شدہ و مثل آن درین دوازدہ صد سال ہجرت ہیچ یکے از علماء عرب و عجم تصنیفے موجود نیامدہ و منجملہ تصانیف مؤلفش مرضی بودہ است و فی الواقع بیش ازان ست" یعنی کتاب حجۃ اللہ البالغہ اگرچہ علم حدیث مین نہین ہے لیکن اس مین بہت سی حدیثون کی شرح اور اُن کے اسرار و احکام بیان کیے گئے ہین حتی کہ اپنے فن مین بے نظیر ثابت ہوئی ہے اور

مختصر کیفیت	کس فن کے متعلق ہو	کس زبان مین ہی	نام کتاب	نمبر شمار
کسی اور کتاب کو کسیطرح اسپر سبقت نہین ہوئی زمانہ ہجرت سے لیکر اسوقت تک کہ بارہ سو سال ہوچکے ہین علمار عرب و عجم مین کسی کی ایسی لاثانی تصنیف موجود نہین ہے غرض کہ یہ کتاب مولف کی تمام تصانیف مین عمدہ اور بہتر تصنیف ہی اور حقیقت مین اس سے بہت کچھہ زیادہ ہے۔				
یہ ایک مختصر سا رسالہ درحقیقت اُس بیہودہ شور و شر مٹانے کیلئے لکھا گیا ہے جو صدیون سے علما مین تقلید و غیر تقلید کی بابت پڑا ہوا تھا اور اس اختلاف کی یہانتک نوبت پہنچگئی تہی کہ ایک گروہ صرف اس فرعی اختلافی مسئلہ کی وجہ سے دوسرے فریق کو کافر کہتا اور اسلام کے دائرہ سے خارج بتاتا تھا جو شخص کسی امام خاص کا مقلد تھا وہ اس شخص کو جو کسی کی تقلید نہ کرتا تھا کھلم کھلا کافر کہتا اور اسلام سے خارج شمار کرتا تھا۔ اسیطرح غیر مقلد مقلد کو کافر سمجھتا تھا جناب شاہ ولی اللہ صاحب نے اس طوفان بے تمیزی اور ہولناک غلط فہمی کو چند فقرون مین اُڑا دیا اور تقلید و مجتہد کے اقسام بیان کرکے صاف صاف کہدیا کہ جو شخص محض اُمی اور ان پڑھ ہے اُسکے لیئے تقلید جائز ہے اور جو شخص پڑھا لکھا ہے وہ اگر کسی خاص شخص کی تقلید نکرے تو کوئی گناہ نہین اسی طرح اگر کوئی شخص کسی امام کے اجتہادی خطا مین تقلید کرے تو یہ تقلید محض حرام ہی حقیقت مین تقلید و غیر تقلید کا مسئلہ ایک ایسا فضول اور بے نتیجہ مسئلہ ہے جس مین بجز تضیع اوقات کے اور کوئی نتیجہ نہین نکلتا جو لوگ اسبات کے قائل ہین کہ اجتہاد کا خاتمہ ائمہ اربعہ یعنی امام اعظم امام مالک امام شافعی امام حنبل پر ہوگیا ہی اور ان مین سے ہر مجتہد بجائے خود وحی کا بازگشت بنا ہوا ہی اور	متعلق فقہ و حدیث	عربی مین	الانصاف فی بیان سبب الاختلاف	۷

نمبر شمار	نام کتاب	کس مضمون میں ہے	کس فن کے متعلق ہے	مختصر کیفیت
				خطا سے بالکل پاک ہو اُن کا یہ خیال ایک مجنونانہ بڑ سے زیادہ وقعت نہیں رکھتا بھلا وہ کونسا ایسا امام اور مجتہد ہے جسکی رائے میں خطا وصواب دونوں کا احتمال نہ ہو۔ یہ خیال کرنا محض لغو وفضول ہے کہ فلان مجتہد نے استنباطی مسائل میں کبھی غلطی ہی نہیں کی بلکہ یہ ایک ایسا بدیہی جھوٹ ہے جسکی کوئی حد نہیں۔ جب ہمارے نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کی رائے مین خطا وصواب کا احتمال باقی ہو اور آپ صاف لفظون مین یون فرماتے ہون کہ انتم اعلم بامور دنیاکم یعنی دنیاوی معاملات مین تم لوگ میری رائے پر مطمئن نہ رہنا بلکہ خود بھی اچھی طرح سمجھ لینا کیونکہ ممکن ہو کہ میری رائے خطا پر ہو اور اُس کی وجہ سے تمہین کچھ نقصان پہنچے البتہ دینی معاملات مین تمہاری رائے کی کوئی ضرورت نہین کیونکہ اس بارہ مین مین سوائے وحی کے کوئی ناطق کلام نہین دیسکتا۔ پس جب پیغمبر صاحب کی کیفیت تھی تو امام اور مجتہد کس شمار مین ہین۔ الغرض انصاف فے بیان سبب الاختلاف مین جناب شاہ صاحب نے اس امر کو نہایت وضاحت سے بیان کیا ہے کہ قرآن مجید اور احادیث صحیحہ نامہ کی موجودگی مین اقوال فقہا کچھ بھی وقعت وقدر نہین رکھتے جب کسی کے پاس کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ موجود ہو تو انکے مقابلہ مین کسی امام یا مجتہد کی تقلید کرنا محض حرام ہے۔ اس کتاب کا اُردو ترجمہ بھی ہوگیا ہے جو کشاف کے نام سے شہرت رکھتا ہے اُمید ہے کہ اُردو خوان بھی اس کتاب کے فوائد سے محروم نہین رہینگے۔

نمبر شمار	نام کتاب	کس زبان مین ہے	کس فن سے متعلق ہے	مختصر کیفیت
۸	عقد الجید فی احکام الاجتہاد و التقلید	عربی مین	متعلق فقہ و حدیث	یہ بھی ایک چھوٹا سا رسالہ عربی زبان مین لکھا گیا ہے جسکا نام خود بتا رہا ہے کہ اس مین بھی انصاف کی طرح اجتہاد و تقلید کے احکام نہایت تفصیل و توضیح کے ساتھ بیان کیے گئے ہین آخر مین اس کا اُردو ترجمہ بھی ہو گیا ہے جس کی وجہ سے تھوڑی سی استعداد کا آدمی بھی اس سے ویسا ہی فائدہ اُٹھا سکتا ہے جیسا ایک مستعد عربی خوان
۹	ازالۃ الخفا عن خلافۃ الخلفا	”	متعلق خلافت خلفا	یہ ایک مبسوط کتاب ہے جس مین خلفاء اربعہ کی خلافت کے متعلق محققانہ بحث کی گئی ہے اسکے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ فاضل اجل مصنف کو حدیث و تفسیر اور تواریخ پر کس قدر عبور اور استخراج مسائل مین کتنا تبحر تھا یہ کتاب جامعیت روایات کے لحاظ سے ایک عجیب و غریب اور نہایت ہی بے مثال کتاب ہے۔
۱۰	قرۃ العینین فی تفضیل الشیخین	”	”	یہ دس گیارہ جزو کا رسالہ ہے جسے جناب قدوۃ اہل الشیخ الشیوخ حضرت مولانا شاہ ولی اللہ صاحب نے عین اُسوقت تصنیف کے قالب مین ڈھالا جبکہ مذاہب اہل بدعت کی کثرت ہو گئی تھی اور عقاید باطلہ کی طوفان بے تمیزی کا اندھا دھند جھکڑ چارون طرف بڑے زور شور سے چل رہا تھا حقیقت مین اس وبائی امراض کے زمانہ مین حکیم اُمت محمدیہ کا یہ نسخہ لکھنا اور موجودہ لوگون کے روحانی بیماریون کے مناسب علاج کی مکمل تشریحات کا تیار کرنا سخت ضرور تھا۔ اس کتاب کے مضامین کا خلاصہ یہ ہے کہ جناب شاہ صاحب نے اول ایک ایسی کلی صفت بیان کی ہے جو افضلیت کی مدار علیہ ہے ازان بعد یہ ثابت کیا ہے کہ یہ مخصوص صفت جسپر افضلیت کا دار مدار ہے پورے وجہ کمال صرف حضرات شیخین یعنی جناب صدیق اکبر اور فاروق اعظم

نمبر شمار	نام کتاب	کس زبان مین ہی	کس فن کے متعلق ہے	مختصر کیفیت
۱۰	قرۃ العینین	عربی مین	متعلق خلافت صحابہ	رضی اللہ عنہما ہی تھے ان کے سوا دوسرے صحابہ کرام مین نہین پائی جاتی تھی پھر اس بحث کو یون ہی نہین چھوڑ دیا ہے بلکہ نقلی اور عقلی دلائل سے مدلل کیا ہے۔ اسکے بعد حضرات شیخین کے مآثر بیان کیے گئے ہین اور جو مطاعن کہ مخالف فرقہ کے لوگ ان حضرات پر کرتے ہین اُن کے الزامی و تحقیقی جوابات بڑی دہوم سے دیئے گئے ہین پھر جس طرح شیخین کے مآثر و مطاعن بیان کیے ہین ویسے ہی حضرات ختنین یعنی جناب عثمان بن عفان اور علی مرتضی رضی اللہ عنہما کے بھی فضائل و خصائل کا ذکر کیا ہے جو حضرات شیخین کی ذات مین پائے جاتے تھے اور اُن مقامات کو ارباب کشف و کرامات کے اقوال سے مثالین دیکر اس طور پر بیان کیا ہے جسے تھوڑی استعداد والے بھی بآسانی سمجھ سکتے ہین۔ کتاب کے خاتمے مین شاہ صاحب نے اپنا مکاشفہ بیان فرمایا ہے کہ ہم نے شیخین کی ارواح مبارک کو ایسی حالت مین پایا اور دوسرے صحابہ کرام کی ارواح کو اس کیفیت مین اور جب ہم نے اس کا روحانی سوال آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی روح پر فتوح سے کیا تو ہمارے دل پر القا کہ یہی بات حق اور درست ہے۔ غرضکہ یہ ایک ایسی لاجواب اور بے مثل کتاب ہے جسکی مثال کتب متقدمین کہین نہین ملتی۔
۱۱	فیوض الحرمین	”	متعلق تصوف	یہ ایک مختصر رسالہ عربی مین لکھا گیا ہے جس مین علاوہ واقعات حرمین محترمین کے علم تصوف[ل] کی تحقیقات بہت کچھ کی گئی ہے حال مین اُردو ترجمہ بھی ہوگیا ہے جسے ہر اردو خوان دیکھ سکتا اور خاطر خواہ متمتع ہوسکتا ہے۔

[ل] علم تصوف اُس علم کو کہتے ہین جس سے اُن اہل کمال کی معرفت حاصل ہوتی ہے جو نوع انسان مین سے (باقی آئندہ صفحہ پر دیکھو)

نمبرشمار	نام کتاب	کس زبان مین ہی	کس فن سے متعلق ہی	مختصر کیفیت
۱۴	الطاف القدس	فارسی مین	متعلق علم تصوف	اس رسالہ مین جناب عارف باللہ حضرت شاہ ولی اللہ صاحب نے اپنی

(بقیہ صفحہ گزشتہ) مدارج سعادت مین ترقی حاصل کرتے ہین اور اس سے اُن اُمور کا حال معلوم ہوتا ہے جو اُن کے درجات مین بقدر طاقت بشریہ پیش آتے ہین لیکن اُن مشاہدات و درجات کا کما حقہ بیان کرنا محال نہین تو قریب قریب دشوار ضرور ہے کیونکہ عبارات معانی کیلئے وضع کی گئی ہین پس جو شخص صرف الفاظ تک پہنچتا ہے وہ اہل لغت کے زمرہ مین شمار کیا جاتا ہو سب معانی تو اُن تک وہی پہنچ سکتا ہو جو اپنی ذات سے غائب ہو جاتا ہو ؎ آنخبرے ز آمد او ہر من بے خبر نماند مارا ٭ اور جب معانی کی یہ کیفیت ہو تو قوائے بدن کا کیا ذکر رہا ؎ ذرہ از جادہ خورشید چہ اظہار کند ٭ رفتم از خویش ندانم بکجا آمدم سے ٭ اور جب ان معانی کیلئے الفاظ کا وضع کرنا ممکن نہین ہو تو الفاظ کا اپنی عبارت کا ادا کرنا سخت دشوار و محال ہو ؎ شرقتنی غربتنی اخرجتنی عن وطنی ٭ فاذا تغیبت بدا وان بدا غیبنی

جس طرح معقولات کا ادراک اوہام سے اور موہومات کا خیالات سے اور تخیلات کا حواس سے نہین ہو سکتا اسیطرح یہ چیز عین الیقین سے معاینہ کیجاتی ہے علم الیقین سے دریافت نہین ہو سکتی اسی لیئے جو شخص اس علم کی تحصیل کا عازم ہو اسپر واجب ہے کہ [illegible] بیان مین نہایت سرگرمی اور مستعدی کے ساتھ کوشش کرے اور طالب بالبیان نہو کیونکہ یہ ایک ایسا طور ہے جو طرز عقل کے علاوہ ہے اس علم کی چار شاخ ہین عبادات ۔ عادات ۔ مہلکات ۔ منجیات ۔ امام غزالی کی احیاء العلوم ان تمام انواع و اقسام کو حاوی ہے جسکا خلاصہ کتاب کیمیائے سعادت ہے اور جسے خود امام غزالی نے تالیف کیا ہے اسلاف اُمت یعنی صحابہ اور تابعین اور تبع تابعین سب کے سب ہدایت وحی کے طریقہ پر تھے اُن کا اصلی کام خداوندی عبادت اور انقطاع عن الدنیا تھا اُن کی طبیعت کا میلان صرف خدا کی طرف تھا اور اس فانی دنیا کے بہت جلد مٹجانے والے جاہ و جلال اور زخارف و زینت سے متنفر تھے مال و جاہ کی پرواہ تھی نہ اعزاز و اقتدار کی محبت بلکہ تمام دنیاوی تعلقات سے علیحدہ ہو کر خلوت مین عبادت الٰہی مین ایک خاص استغراق و محویت کے ساتھ مصروف رہتے تھے دوسرے قرن مین جب لوگ خلق کی مخالطت کی طرف مائل ہوئے تو اسوقت جو لوگ عبادت الٰہی مین مشغول رہے اُن کا نام صوفیہ مقرر ہوا طریقہ تصوف علم شریعت مین حادث ہوا اور اُسکے ضوابط و آداب نے تدوین پائی اور ایک بڑا طول و عرض بہم پہنچایا ۔ ابتدا مین یہ لوگ درحقیقت خلاصہ ملت اور صفوۂ اُمت تھے لیکن پہر جسطرح علم ظاہر کا بدعت کی آمیزش سے رنگ بدل گیا اور علم کلام و قیاس نے خرابی ڈالکر اُسے کہین سے کہین پہنچا دیا اسی طرح اس باطنی علم مین بہی اہل باطل گھس پڑے اور ایسے عقائد و رسوم ایجاد کیے جو بالکل دین و ایمان کے مخرب تھے مگر اسکے ساتھ ہی خدا تعالی نے ایک ایسی جماعت کو اُٹھا کھڑا کیا جو علم و ولایت کو جامع تھی اور جس نے حق کو باطل سے اور کھرے کو کھوٹے سے بالکل علیحدہ اور جدا کر دیا جس سے تصوف سنی تصوف بدعی سے ممتاز و جدا ہو گیا مثلاً شیخ احمد سہرندی مجدد الف ثانی اس پچہلے زمانے مین ایک ایسے باوقار صوفی ہوئے جنہون نے دودھ کا دودھ اور پانی کا پانی کر دیا ان سے پہلے شیخ الاسلام ابن تیمیہ اور ابن القیم ایسے خداشناس اور بے لوث شخص گذرے ہین جنہون نے اس علم کے چشمہ کو جو بدعت کی خس و خاشاک سے پٹ گیا تھا بالکل پاک صاف کر دیا کتاب الفرقان بین اولیاء الرحمن و اولیاء الشیطان باوجود قلیل الحجم ہونیکے اسبات مین بے مثل اور عدیم النظیر کتاب ہے لیکن تصوف کی مفصل و مطول کتابون مین احیاء العلوم اور عوارف المعارف سے بہتر کوئی کتاب نہین ہے اگرچہ اس فن کی ہزارہا مصنفات موجود ہین ان اتنا ضرور ہے کہ ان کی بعض حدیثین اور کچھ تقریرین پایۂ صحت و قوت سے ساقط ہین اس فن مین سب سے پہلے رسالہ قشیریہ تالیف ہوا جو تمام تالیفات فن مین اقدم و افضل ہے ۔ متاخرین کی مولفات مین جو اعزازی رتبہ کتاب منازل السائرین اور (بقیہ صفحہ آئندہ کو دیکھو)

نمبر شمار	نام کتاب	کس زبان مین ہے	کس فن سے متعلق ہے	مختصر کیفیت
				اُن تمام الہامات کو ضبط کیا ہے جو اُس زمانہ مین آپکو وقتاً فوقتاً ہوئے

(بقیہ صفحہ گذشتہ) اُنہی کی شرح مدارج السالکین کو ہے وہ کسی اور کتاب کو حاصل نہیں ہان متاخرین کے مختصر رسالون مین قاضی محمد بن شوکانی نقشبندی کا قطر الولی فی شرح حدیث الولی نامی رسالہ تمام رسالون سے افضل و بہتر رسالہ ہے اسی فن مین ایک کتاب فتوحات مکیہ بھی لکھی گئی ہے جسپر فقہانے بہت کچھ اعتراض کیئے ہین اور شعرانی رحمہ نے یواقیت والجواہر میں کبریٰ شد و مد کے ساتھ فقہا کے تمام اعتراضون کے جواب دیئے ہین اور جواب شافی دیئے ہین۔ الغرض کسی مسلمان کا کام نہین ہے کہ اصل علم تصوف سے انکار کرے کیونکہ یہی ایک ایسا علم ہے جسے نتیجہ اسلام اور ثمرۂ ایمان کہسکتے ہین احسان کی روح قرار دیسکتے ہین سنت صحیحہ مین یہی علم احسان کے لفظ سے تعبیر کیا گیا ہے جو اصطلاح متاخرین مین تصوف سلوک باطن مکاشفہ کے نام سے پکارا جاتا ہے ولا مشاحۃ فی الاصطلاح ؎ عباداتنا شتی وحسنک واحد؛ وکل الی ذاک الجمال یشیر + ان تمام مذکورہ بالا الفاظ سے مرتبہ احسان کی تحصیل مراد ہے اور ایسی ہی لوگون کے بارہ مین واسکے مخبرین وارد ہوا ہو خلاصہ یہ کہ انسان کو کثرت مبانی پر نظر ڈالنا نہ چاہیئے بلکہ ہمیشہ وحدت معانی کو پیش نظر رکھنا مناسب ہے وللہ در ما قال ؎

اینجا زفیض پیر مغان بزم وحدت ہست + در پردہ دار دیدہ کثرت نمائی را

علم تصوف پر یہ ایک نہایت مختصر ریمارک ہے جسے صاحب نسب الذریعہ نے نقل کیا ہے لیکن مین اس مقام کو ذرا اور واضح کرنا چاہتا ہون جس سے ناظرین کو علم تصوف کی حقیقت عمدہ طور پر معلوم ہوجائے۔

ایک فاضل ہمعصر نے اپنے ایک تالیف کے فٹ نوٹ مین تحریر فرمائے ہین کہ بزرگتر صوفیون کے روشن اصول اور مذہبی ضوابط کی بنیاد جناب نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم زمانہ زندگی ہی مین پڑ چکی تھی اور اس مذہب کے بانی جناب امیر المومنین حضرت علی کرم اللہ وجہہ ہوئے ہین لیکن اسلامی تاریخین اس امر کی شہادت نہین دیتین اور ہمین ابتدائے زمانہ کی تاریخون سے کوئی ایسی کافی وجہ ثابت نہین ہوتی جس سے ہم حضرت علی رضی اللہ عنہ کو بانی تصوف قرار دین۔ محققون کی تحقیقات سے جہانتک پتا چلتا ہے صاف معلوم ہوتا ہے کہ تصوف ایک قدیمی علم ہے جو ہندوٴن کے ویدون اور کسی قدر مسیحی اصول سے لیا گیا ہے بہرصورت کچھ بھی ہو یہ ظاہر بات ہے کہ اس طریقہ و مذہب مین مقدس اسلام کی ایک نہایت زبردست شان معلوم ہوتی ہے۔

جو لوگ فن تصوف کے بانی حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو قرار دیتے ہین اُن کا بیان ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے جناب نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے زمانہ زندگی مین ذکر کے طرق علٰحدہ علٰحدہ مذہبی عبادت مین ادا کرنے کیلئے بتلائے تھے یہین سے صوفیون کے دو گروہ قایم ہوگئے جب حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے انتقال کا وقت ہوا تو آپنے بستر مرگ پر حضرت سلمان فارسی کو طرق ذکر مین اپنا جانشین مقرر فرمایا اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے حسن بصری کو اپنا نائب ٹھیرایا ان دونون معزز جانشینون نے اپنے خلفا کے ذکر کے طرق کی پورے طور سے تقلید کی اور اپنے تئین اسلامی گروہ مین واجب الاحترام اور اعلےٰ درجہ کا زاہد و متقی ثابت کیا اب ان کے بہت لوگ مقلد ہوگئے اور اس جماعت مین روز افزون ترقی ہونے لگی ان مین سے بعض لوگ خداوندی عبادت کی سرخوشانہ حالت مین ملک بملک گشت لگانے نکلے اور ہزارون کو اپنا ہمخیال بنالیا۔

شدہ شدہ ان کا لاثانی جوش یہانتک دل مین اُبلا کہ ۳۷ھ ہجری مین اویس القرنی نے ایک دن علے روس الاشہاد یہ بیان کیا کہ مین نے جبرئیل کو خواب مین دیکھا اور اُس نے مجھے خدا کا یہ حکم سنایا کہ تو دنیا کو خدا کے نام پر ترک کردے اور سراپا یاد خداوندی مین غرق ہوجا (بقیہ بصفحہ آئندہ)

مختصر کیفیت	کس فن سے متعلق ہے	کس زبان میں ہے	نام کتاب	نمبر شمار
رہے دیکھنے میں گو ایک نہایت مختصر رسالہ ہے لیکن مطالب سے اسقدر لبریز ہے	،	۔۔		

(بقیہ صفحہ گزشتہ) اس بانی فاصل نے ذکر کے قواعد بھی تمام و کمال تلقین کیے اور جو کچھ اس پاک باز صوفی کے طرق ذکر آئندہ قرار پائے اُن سب کی ہدایت اُسی سے کی۔ چنانچہ اسکے دوسرے دن اویس قرنی نے دنیا کو ترک کر دیا اور اسکے سحر آمیز سامانوں کو لات ماری دنیاوی تمام راحتیں اپنے اوپر حرام کیں اور شب و روز یاد الٰہی میں زندگی بسر کرنے لگے آخرکار ترک دنیا اور خداوندی عبادت اور بانئے اسلام کی محبت نے یہانتک طول کھینچا اور نبی کریم کی محبت کا جوش اسقدر بڑھا کہ حضرت اویس نے اپنے سامنے کے دو دانت اس لحاظ سے توڑ ڈالے کہ رسول خدا کے بھی یہی دو دانت احد کی مشہور جنگ میں شہید ہو گئے تھے واجب الاحترام اور بزرگ اویس نے اگرچہ اپنے مریدوں کی تعداد بڑھانے میں بہت کچھ کوشش کی لیکن وہ اپنے زمانہ زندگی میں زیادہ مرید بہم نہ پہنچا سکے اور انجام کار یمن ہی میں انتقال کر گئے۔

[illegible] ہجری میں شیخ الوان نے اول ہی اول فقیری کے مستقل ضوابط کی بنیاد ڈالی اور قواعد کی تدوین کی چنانچہ اسوقت تک آپکے پیرو بکثرت موجود ہیں جو الوانیہ کہلاتے ہیں گو اسلام نے نفس پر زیادہ تشدد کرنے اور صومعہ نشینی سے منع فرمایا ہے پھر بھی فقرا نے وہ وہ قواعد تشدد نفس اور خوفناک ریاضتوں کے ضابطہ ایجاد کیے جنپر آج بڑے بڑے عالم اور مولوی چلتے ہیں۔

ہر صدی میں فقرا کے نئے نئے پیشوا ہوئے اور پھر سب کے گروہ علیحدہ علیحدہ ہو گئے جو آجتک موجود ہیں ان میں سے تین گروہ۔ بسطامیہ نقشبندیہ اور بکتاشیہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے سلسلہ میں اپنے تئیں مشہور کرتے ہیں اور باقی جس قدر فرقے ہیں سب حضرت علی رضی اللہ عنہ سے نکلے ہیں۔ ہر گروہ ان دو عظیم الشان بانیوں تک اپنا سلسلہ پہنچاتا ہے نقشبندیہ جو خواجہ پیر محمد نقشبند کے معتقد و پیرو ہیں اور جنہنے سنہ ۷۱۹ ہجری میں نشو و نما پایا مختلف طرق رکھتے ہیں یہ لوگ اکثر ذکر خفی کرتے ہیں اور بالکل یہی طریقہ انکے ہاں رائج ہے ان کی خاص عبادت کو ختم خواجگان کہتے ہیں ایک بار استغفار رکھتے ہیں سات بار سلامات سات دفعہ فاتحہ نو دفعہ سورہ الم نشرح پڑھتے ہیں اور اسکے بعد سورہ اخلاص۔ ان عبادتی تقریبات کا نام ذکر ہے اس خاص ذکر کرنے کیلیے وہ ہفتہ میں ایک بار باہم ملتے ہیں معمولی طور پر یہ دن جمعرات کا ہوتا ہے عشا کی نماز کے بعد سے یہ ذکر شروع ہوتا ہے اور تمام شب رہتا ہے ہر شہر اور شہر کے ہر ضلع میں اسکے ممبر مختلف سوسائٹیوں میں منقسم ہیں جہاں وہ سب مل کے اپنے مرشد کے مکان پر جمع ہوتے ہیں اور نہایت توجہ کے ساتھ ذکر کرتے ہیں بعض شہروں میں نقشبندیہ کے خاص خاص وسیع مکان مقرر ہیں جو صرف ذکر ہی کیلیے مخصوص کیے گئے ہیں شیخ اپنے ممتاز عمامہ سے اپنے مریدوں میں پہچانا جاتا ہے فرقہ بکتاشیہ کا بانی بخارا کا رہنے والا تھا جس نے جانثاریوں میں پرجوش روح پھونک کے بہت بڑی ناموری حاصل کی تھی اس گروہ کے فقیر کی نشانی ایک پٹکا ہے جسپے چند فقرے لکھکر جو اُنکے ہاں رائج ہیں اپنی کمر سے باندھ لیتے ہیں۔

مولویہ فرقہ سلطنت ٹرکی میں بکثرت موجود ہیں اس گروہ کے بانی مولوی جلال الدین رومی ساکن کنواح تھے جو مشہور مثنوی کے مصنف ہیں اور جنہوں نے سنہ ۶۷۲ ہجری میں اس طریقہ میں روح پھونکی یہ فقیر لمبی لمبی گول ٹوپیاں پہنتے ہیں اور ان کا لباس جامہ کے طور پر ہوتا ہے جامہ کی صورت بالکل راجپوتوں کے مشابہ ہوتی ہے جو مسلمان عورتیں پہنتی ہیں یہ لوگ ذکر کرتے کرتے اپنے جامے اُتار ڈالتے ہیں اور صرف جاکٹ اور نیچے نیچے کوٹ پہنے رہتے ہیں کبھی اُچھلتے اور کبھی سر کو گردش دیتے ہیں اور گاہی غیر معمولی جوش میں چکر کھانے لگتے ہیں۔

فرقہ قادریہ کے بانی شیخ عبد القادر جیلانی باشندہ بغداد ہیں یہ لوگ ذکر جلی اور ذکر خفی دونوں کرتے ہیں چشتیہ خواجہ معین الدین بند صاحب

نمبر شمار	نام کتاب	کس زبان مین ہی	کس فن سے متعلق ہی	مختصر کیفیت
//	//	//	//	کہ جس مقام کو دیکھا جاتا ہی معلوم ہوتا ہی کہ مضامین کا دریا لہرین لے رہا ہے یہ حضرت مصنف ہی کا کام تہا کہ ایک ایسے طول طویل بیان کو چند اوراق مین محفوظ کر دیا

(بقیہ صفحہ گزشتہ) کے پیرو ہین جن کا لقب گیسو دراز ہی آپ کا مزار گلبرگہ مین ہے یہ لوگ ذکر جلی کرتے ہین اور ساتہ ہی راگ راگنی سے شوق رکھتے ہین کیونکہ اس گروہ کے بانی کا مقولہ ہی کہ گانا روح کی خوراک ہے گروہ جلالیہ اسکے بانی سید جلال الدین بخاری ہین یہ فقرا وسط ایشیا مین بکثرت پائے جاتے ہین سہروردیہ یہ لوگ شیخ شہاب الدین باشندۂ سہرورد کے پیرو ہین قرداریہ منتہی ان فقرا کا بانی زندہ مردار شاہ ہی ہوا ہے جسکا مزار مکنپور مین ہے ملنگ فقیر اسی گروہ سے نکلے ہین جو ہندوستان کے بازارون مین بکثرت دکھائی دیتے ہین نقشبندیہ گروہ کے فقرا بہی ہندوستان مین بے شمار ہین یہ لوگ اپنے نفس پر بہت سختیان توڑتے اور تکالیف شاقہ جھیلتے ہین قلندریہ یہ بہی فقرا کا ایک گروہ ہی جس کا بانی قلندر یوسف اندلسی تہا جو سپین کا باشندہ تہا کچھ زمانہ تک تو یہ نجشتیہ رہا لیکن جب اس گروہ سے علحدہ کر دیا گیا تو اُسنے بطور خود ایک مذہب کی بنیاد ڈالی۔ ان کے علاوہ صوفیون کے اور بہی بہت سے فرقے ہین جنکے ذکر مین بجز تطویل کے اور کوئی فائدہ نہین البتہ صوفیون کے مجمل اصول اس مقام پر قابل ذکر ہین فاضل مذکور انپی بیش بہا تالیف مین صوفیون کے اصول یون بیان کرتا ہے۔

(۱) خداوند توانا ہے وہ ہر چیز مین ہی اور اُس مین سب چیزین موجود ہین۔

(۲) تمام ظاہری اور چھپی ہوئی مخلوق اُسی سے نکلی ہی اور ان مین اپنے خالق سے کوئی اصلی فرق نہین ہی

(۳) مذاہب اختلافات کے اسباب ہین مگر وہ نفس الامر کی طرف رہنمائی کرتے ہین بعض اس مطلب کیلیئے بہت ہی زیادہ مفید ہین مثلاً اسلام جسکا سچا فلسفہ تصوف ہے

(۴) نیک و بد مین کوئی فرق نہین ہے کیونکہ یہ دونون چیزین خدا ہی کی ذات سے نکلی ہین اور خدا انسانی افعال کا سچا خالق ہے۔

(۵) یہ خدا ہے جو انسان کی مرضی قایم اور مستحکم کرتا ہے اسلیئے انسان اپنے افعال مین آزاد نہین ہی۔

(۶) روح جسم سے پہلے بہی زندہ تہی اور آخر الذکر کے پنجرہ مین سبدانسان بند کر دیجاتی ہے اسلیئے موت صوفی کی خواہشات کا خاص مدعا ہوتی ہے یہ اسلیئے ہی کہ وہ الوہیت کے سینہ مین چلا جاتا ہے۔

(۷) اگر کوئی روح ایک جسم مین اپنی پاکی اور تقدس کے مدارج اعلے طے نہین کر لیتی تو اُسے پہر تناسخ کی رو سے دنیا مین آنا پڑتا ہی اور پہر اپنی حالت درست کر کے وہ خدا کی ذات کیساتھ ملجاتی ہی۔

(۸) خدا کی بغیر توفیق کے جسے صوفی فضل اللہ کہتے ہین کوئی روح اُس کی ذات مین نہین مل سکتی لیکن پہر بہی روح خدا کی ذات مین سرگرمانہ طور کا اس سے اجازت لیکے مل سکتی ہی۔

(۹) صوفی کا اپنی دنیاوی زندگی مین وحدانیت مین استغراق رکھنا فرض ہی خدا کا ذکر کرتا رہے اور طریقت مین برابر ترقی کرتا رہے یہانتک کہ اُسے سب سے بہتر ذات سے وصل نصیب ہو جائے

نمبر شمار	نام کتاب	کس زبان میں ہی	کس فن سے متعلق ہی	مختصر کیفیت
۱۳	الدر الثمین فی مبشرات النبی الامین	عربی مین	متعلق اصول تصوف	اس کتاب مین جناب عارف باللہ مولٰنا شاہ ولی اللہ صاحب نے خود اپنے عجیب غریب حالات اور نہایت دلچسپ واقعات ایک عمدہ اور نئی طرز کے ساتہ لکھے ہین اور ساتہ ہی اپنے والد بزرگوار حضرت شیخ عبدالرحیم صاحب اور واجب الاحترام عم بزرگوار جناب شیخ ابوالرضا محمد کے وہ واقعات قلمبند کیئے ہین جو انہون نے جناب نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی روح مبارک سے حاصل کئے ہین۔ دیکہنے سے معلوم ہوتا ہو کہ یہ رسالہ اپنے فن مین اپنی آپ ہی نظیر ہے۔
۱۴	تاویل الاحادیث	"	"	اس کتاب مین جناب شاہ صاحب نے حضرت آدم علیہ السلام سے لیکر جناب نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کے زمانہ مبارک تک کے ان تمام انبیا علیہم السلام کے قصص بیان کیئے ہین جنکا ذکر قرآن مجید مین آیا ہے اور اسکے ساتہ ہی ان حوادثات کے وجوہ بطریق رموز بیان کیئے ہین جو انہین پیش آئے بالغ نظرین اس کتاب کو دیکہکر شاہ صاحب کے تبحر کا پورا پورا اندازہ کرسکتی ہین۔
۱۵	انفاس العارفین	فارسی مین	متعلق تاریخ	اس کتاب کے چند حصے ہین پہلے حصہ مین جناب شاہ صاحب نے اپنے والد بزرگوار حضرت شیخ عبدالرحیم صاحب کے علمی حالات باطنی تصرفات وکرامات۔ ملفوظات و مکتوبات مختصرا ابتدائے زمانہ سے تاریخ وفات تک کے تمام واقعات بطریق اجمال وسرسری ذکر کیئے ہین دوسرے حصہ مین اپنے عم بزرگوار شیخ ابوالرضا محمد کے ابتدائی حالات اور ان کے عام اخلاق وعادات اور تصرفات واشراقات اور ملفوظات معرفت سمات مکتوبات ومسودات اور انتقال وغیرہ کے حالات کسی قدر بسط وشرح کے ساتھ تحریر کیئے ہین تیسرے حصہ مین اپنے اجداد عظام

نمبر شمار	نام کتاب	کس زبان مین ہے	کس فن سے متعلق ہے	مختصر کیفیت
				کا ذکر کیا ہے اور کچھ اُن علمار حرمین محترمین کا بیان کیا ہے جن سے آپ کو سند ملی، حاصل ہوئی تھی خاتمہ کتاب مین خود اپنے حالات نہایت اختصار کے ساتھ ذکر کیے ہین حقیقت مین یہ ایک نہایت ہی عجیب و غریب کتاب ہی جس کے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہی کہ اس عظیم الشان خاندان کا ہر ایک ممبر ظاہری علوم اور باطنی کمالات مین لاثانی اور بے نظیر تھا اور آسمان علم کا ایک نہایت درخشان و تابان آفتاب تھا۔ حیات ولی کی دوران تالیف مین یہ بیش بہا کتاب میری پیش نظر تھی مین نے اکثر واقعات و روایات اسی کتاب سے ماخوذ کرکے حیات ولی مین درج کیے ہین اس بنا پر نہایت بھروسہ کے ساتھ کہہ سکتا ہون کہ جس قدر حالات و واقعات مین نے اس کتاب مین قلمبند کیے ہین میری رائے مین غالبًا نہایت درست اور نفس الامر کی ہین اور مین معزز ناظرین کو پورا پورا اطمینان دلاتا ہون کہ حیات ولی مین کوئی روایت و واقعہ ایسا نہین ہے جس کی مستند شہادت میرے پاس موجود نہ ہو۔
۱۶	شرح رباعیتین	″	متعلق تصوف	یہ ایک نہایت مختصر سا رسالہ ہے جسمین جناب شاہ صاحب نے حضرت خواجہ باقی باللہ علیہ الرحمۃ کی دو رباعیون کی شرح نہایت تفصیل کے ساتھ کی ہے اور اس طرز روش کیساتھ کی ہی کہ دیکھنے والے حیرت زدہ ہو جاتے ہین اثنا شرح مین اُن مصطلح رموز و نکات کو بھی بیان کیا ہے کہ جن پر تصوف کے سمجھنے کا دار و مدار ہے اور جن کے مطالعہ سے کرنے والون کو اس فن کی تحصیل پر ایک گونہ قدرت حاصل ہوتی ہے
۱۷	قصیدۃ الحبیب النعیم فی مدح سید العرب والعجم	عربی مین	متعلق فن نظم	یہ ایک بڑا قصیدہ ہے جسکے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہی کہ جناب شاہ صاحب کو علم ادب اور شاعری مین جو علوم عربیہ کے عنصر ہین

نمبر شمار	نام کتاب	کس زبان میں ہے	کس فن سے متعلق ہے	مختصر کیفیت
				کس درجہ لیاقت تھی اور آپنے ان علوم کو کس عروج پر پہنچایا تھا قطع نظر ادب اور شاعری کے یہ بھی بدیہی طور پر ثابت ہوتا ہے کہ آپ کو جناب نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم سے انتہا درجہ کی محبت تھی اور اُسی سرخوشانہ حالت مین آپکے قلم و زبان سے وہی الفاظ نکل رہے ہین جو آپکے دل مین تھے ۔
۱۸	سطعات	فارسی مین	متعلق سلوک و تصوف	اس رسالہ مین طلسم آلٰہی اور اصطلاحات صوفیہ کا ذکر ہے اور تصوف کے اُن رموز و اشارات کی توضیح ہے جنہین دیکھکر مبتدی اور فن تصوف سے ناواقف لوگ بہت جلد اُسپر عبور کر جاتے اور معلومات کو وسیع کرسکتے ہین حقیقت مین یہ ایک نہایت ہی مفید اور منفعت بخش کتاب ہے سلوک و تصوف کے جلیل القدر علوم کے اُن عریض و طویل مباحث اور مصطلحات کو اس اختصار سے بیان کرنا آپ ہی کا کام تھا ۔
۱۹	انتباہ فی سلاسل اولیاء اللہ	"	"	اس کتاب کے نام سے خود معلوم ہوتا ہے کہ اسمین اولیاء اللہ کے حالات و واقعات مذکور ہین اگرچہ اس مضمون کی اور بھی چند کتابین دیکھنے مین آئی ہین اور مختلف لوگون نے متعدد زبانون مین لکھی ہین لیکن اس کتاب کا ڈھنگ سب سے نرالا اور رنگ سب سے انوکھا ہے اس سے بہتر اس فن مین دوسری کتاب نہین لکھی گئی اور جو مضامین اس کتاب مین ملتے ہین وہ دوسری مین نہین ملتے ۔
۲۰	چہل حدیث	عربی مین	متعلق حدیث	اس چھوٹی سی کتاب مین شاہ صاحب نے وہ حدیثین جمع کی ہین جو اسلام کی مدار علیہ ہین اگرچہ اس نام کی اور نہ صرف نام بلکہ اس مضمون کی چند کتابین اور علماء نے بھی لکھی ہین جو آج ہمارے پیش نظر ہین لیکن جب اُن مین اور اس مین صحیح اندازہ اور پورا موازنہ کیا جاتا ہے

نمبر شمار	نام کتاب	کس زبان میں ہے	کس فن سے متعلق ہے	مختصر کیفیت
				تو آسمان و زمین کا فرق معلوم ہوتا ہے شاہ صاحب نے نہایت مختصر مختصر حدیثین جو ہر شخص کے لحاظ سے مفید اور سود مند ہین درج کی ہین اور تمام مضامین کا احاطہ کرلیا ہے سچ پوچھیے تو آپنے اہل اسلام کی سچی ہمدردی و خیر اندیشی مد نظر رکھکر وہ کام کیا ہے جو ایک اعلے درجہ کا مقتدائے قوم اپنی عزیز قوم کے لیئے نہایت دلسوزی کے ساتہ کیا کرتا ہے مضامین سے قطع نظر کرکے اسکی حسن نظمی دیکھنے سے تعلق رکھتی ہے۔
۲۱	فیوض الحرمین	″	متعلق تصوف	اس کتاب مین شاہ صاحب نے وہ مسائل درج کیئے ہین جو آپنے جناب نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کی روح مبارک سے حل کئے ہین یہ کتاب بہی باوجود قلیل الحجم ہونیکے اَن گنت مسائل سے لبریز اور مطالب سے پُر ہے۔
۲۲	[illegible] حزب البحر	فارسی مین	متعلق ادعیہ	یہ شرح بہی عجیب و غریب پیرایہ مین لکہی گئی دعا حزب البحر کی ایسے بسط سے شرح کی ہے کہ آجتک دیکھنے مین تو کیا سننے مین بہی نہین آئی زکوٰۃ کا طریقہ اور ہر فقرے کے مطلب کے لیئے جدا جدا پڑہنے کا قاعدہ اور اعتصام و اختتام پڑہنے کی ممانعت اور اُن کی وجہ بیان کی ہے غرضکہ یہ کتاب عاملون کی روح اور حاجتمندون کی جان ہے

نمبر شمار	نام کتاب	کس زبان مین ہے	کس فن کے متعلق ہے	کیفیت	نمبر شمار	نام کتاب	کس زبان مین ہے	کس فن کے متعلق ہے	کیفیت
۲۳	حسن العقیدہ	عربی مین	متعلق عقاید	.	۲۵	قول الجمیل	عربی مین	متعلق تصوف و سلوک	
۲۴	سرور المحزون فی	فارسی مین	″		۲۶	ارشاد الی مہمات علم الاسناد	″	متعلق علم اسناد	
	سیر الامین المامون				۲۷	تراجم بخاری	″	متعلق علم الحدیث[۱]	

[۱] علم الحدیث کو علم الروایت والاخبار بہی کہتے ہین اور علم الآثار بہی بولتے ہین لیکن خبر و اثر مین ذرا سا فرق ہے اور وہ یہ (بقیہ صفحہ آئندہ پر دیکھو)

نمبر شمار	نام کتاب	کس زبان مین ہے	کس فن سے متعلق ہے	نمبر شمار	نام کتاب	کس زبان مین ہے	کس فن سے متعلق ہے
۲۸	فہما یجب حفظہ للناظر	عربی مین	متعلق علم الحدیث	۳۱	بذرۃ الابرار فی طبقۃ العزیزیہ	فارسی مین	متعلق تاریخ
۲۹	انسان العین فی مشائخ الحرمین	فارسی مین	متعلق تاریخ	۳۲	عطیۃ الصمدیہ فی	״	״
۳۰	امداد فی مآثر الاجداد	״	״		الانفاس محمدیہ	.	

(بقیہ صفحہ گزشتہ) کہ خبر کا اطلاق جناب نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے قول پر ہوتا ہے اور اثر کا اطلاق صحابہ اور سلف کے قول پر یہ خبر حجت ہوتی ہو نماز اس علم سے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے اقوال و احوال اور افعال کی معرفت حاصل ہوتی ہی اس علم کا موضوع ظاہر ہی۔ یہی غایت تو وہ سعادت دارین پر کامیاب ہونا ہی پھر یہ علم دو قسم پر منقسم ہی ایک علم بروایت حدیث اسمین یہ بحث کی جاتی ہو کہ بلحاظ احوال روات ضبطاً و عدالۃً آنحضرت کے ساتھ اتصال و انقطاع کے اعتبار سے سند کی کیفیت کیا ہی اس علم کا نام اصول حدیث ہی اس فن مین رسالہ منہج الوصول الی اصطلاح احادیث الرسول نہایت جامع رسالہ ہے دوسری علم بدرایۃ الحدیث ہو اس علم مین الفاظ حدیث کے مفہوم معنی سے بحث ہوتی ہی کہ قواعد عربیت اور ضوابط شریعت کے لحاظ سے اُن الفاظ سے کیا چیز مراد ہی اور کیا وہ مراد جناب نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے احوال کے مطابق ہی یا نہین اس علم کا موضوع احادیث رسول ہین بحیثیت دلالت علے المعنی خواہ وہ معنی مفہوم ہون یا مراد۔ اور اس علم کی غایت آداب نبویہ سے آراستہ ہونا اور شرعی کمردہات و منہیات سے خالی ہونا ہی یہ علم بھی علم تفسیر کی طرح دراز دامن رکھتا ہی اور فضل و شرف مین علم کتاب اللہ کا ہم پہلو ہی قرآن اور حدیث مین غور کرنے سے صرف اسیقدر فرق نکلتا ہی کہ قرآن مجید فرشتہ کے ذریعہ سے آنحضرت پر نازل ہوا ہے اور حدیث بواسطہ قلب کی آئی ہے لیکن وحی ہونے مین دونون برابر ہین جیسا کہ قرآنی نص سے ثابت ہوتا ہی کہ وما ینطق عن الھویٰ ان ھو الا وحی یوحی دین اسلام کے اصول صرف یہی دو علوم ہین اور اجماع اسکی فرع اور فقہ اسکا نتیجہ ہے جس عالم کو کتاب و سنت کا علم نخوبی نہین ہی اسکا علم و فتویٰ دین مین لائق اعتماد اور قابل بھروسہ نہین ہی فقہ عرفی کا جو حکم کتاب و سنت کے دلائل کے خلاف ہوتا ہی یا بلا دلیل قرآن و حدیث کے ہوتا ہے وہ رائے مجرد ہے اور تدین کے لائق ہوتی ہے نہ قابل اخذ و تمکین۔ علم حدیث کی کتابین بیشمار اور انگنت ہین جن مین رطب و یابس سب کچھ ہی لیکن اس فن کی عمدہ کتابین جو مشہور و مقبول اور متداول ہین کل چھ کتابین ہین جناب شاہ ولی اللہ صاحب نے حجۃ اللہ البالغہ مین اور اُن کے فرزند رشید جناب شاہ عبد العزیز صاحب نے عجالہ نافعہ مین کتب حدیث کے طبقات اور اُن طبقات کا احوال نہایت اتقان کیساتھ لکھا ہے جن سے کتب حدیث کے اقسام اور کتب مذکورہ کا قوت و ضعف بہت کچھ معلوم ہو سکتا ہی اور یہ بات بخوبی دریافت ہو سکتی ہی کہ کون کتاب اور حدیث لائق قبول اور قابل احتجاج ہے اور کون نہین ہی اور یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ صرف صحاح ستہ ہی علم حدیث مین اعلے درجہ کی کتابین ہین یہی وجہ ہے کہ جب سے یہ کتابین متداول اور متلقی بالقبول ٹھہری ہین اُسوقت سے دیگر حدیث کی کتابون کا رواج کم بلکہ گم ہو گیا ہے اور بہت سی کتابین دائرہ گمنامی سے ابتک نہین نکلی ہین اگر انصاف و دیانت کی نگاہون سے دیکھا جا تا ہے تو حق بات یہی معلوم ہوتی ہے کہ حدیث کی یہ چھ کتابین علم و عمل کیلیئے کافی و وافی ہین بشرطیکہ کمال اتقان اور تمام اذعان سے دیکھی جائین اور شروح و غریب اللغات پر عبور ہو پھر اکثر اہل علم نے اُمہات ستہ کے مراتب بھی لکھے ہین۔ باستثناء قرآن مجید کے صحیحین کو روے زمین کی تمام کتابون پر ترجیح و فوقیت دی ہی خصوصاً صحیح بخاری کو یہ کتاب قرآن کریم کے بعد دنیا مین خدا تعالیٰ کی ایک حجت بالغہ ہی اور قبول و شہرت مین بہ نسبت اور کتابون کے نہایت اعلیٰ درجہ رکھتی ہی اسکے بعد صحیح مسلم کا درجہ ہی جو تہذیب ترتیب و جمع طرق و سیاق متون مین (بقیہ صفحہ آئندہ)

نمبرشمار	نام کتاب	کس زبان مین ہے	کس فن سے متعلق ہے	نمبرشمار	نام کتاب	کس زبان مین ہی	کس فن کے متعلق ہی
۳۳	مکتوبات مع فضائل	فارسی مین	متعلق علم الکتابت	۴۱	شفاء القلوب	فارسی مین	متعلق تصوف
	ابو عبداللہ اسمٰعیل البخاری			۴۲	بدور البازغہ	//	//
۳۴	وصیت نامہ	//	متعلق وصیت	۴۳	زہراوین	//	//
۳۵	فیض عام	//	متفرقات	۴۴	رسائل تفہیمات	//	//
۳۶	مکتوب المعارف	//	متعلق تصوف	۴۵	انتباہ فی اسناد حدیث	عربی مین	متعلق علم الحدیث
۳۷	رسالہ مکتوب مدنی	//	//		رسول اللہ صلے اللہ		
۳۸	ہمعات	//	//		علیہ وسلم		
۳۹	لمعات	//	//	۴۶	المقدمۃ السنیہ	//	متعلق عقائد
۴۰	خیر کثیر	//	//	۴۷	المقالۃ الوضیہ		متعلق وصیت

(بقیہ صفحہ گزشتہ) کسی قدر اس سے بہتر ہے بخاری ومسلم کے بعد سنن اربعہ ترمذی۔ نسائی۔ ابن ماجہ ابوداؤد کا مرتبہ ہی جن مین سے ہر ایک کتاب اپنے فن اور نفع خاص مین دوسرے سے ممتاز ہی رسالہ حطہ مین صحاح ستہ کی کیفیت نہایت بسط کیساتہ شرح لکھی ہی جس سے اُمہات ستہ کے حالات کے حقائق مع تراجم مؤلفین بخوبی معلوم ہوسکتے ہین۔ مذاہب اربعہ اہل سنت کا ماخذ یہی کتابین ہین گو دوسری معاجم ومسانید وسنن بہی انمین داخل ہین لیکن جسقدر جزئیات فقہ ان کتابون سے مستنبط کی گئی ہین اُسقدر دوسری کتابون سے مستنبط نہین ہوئی ہین اسلیئے محدثین مین یہ قاعدہ ٹہیر گیا ہی کہ فقہاء اربعہ مین سے جس کسی کا قول یا فتوے یا اجتہاد ایسا ہی جسکی سند کسی صحیح یا حسن حدیث سے نہین ہے وہ محض ضعیف ہوتا ہے اور چونکہ مقلدین مذاہب اعتقاداً وعملاً اُسکے خلاف نہین کرتے لہذا فقہا ومحدثین کے مابین اختلاف واقع ہوا اور یہی وجہ باہمی اختلاف کی قایم ہوئی ائمہ اربعہ مجتہدین رضی اللہ عنہم کا مراتب علم حدیث مین تفاوت بہی یہین سے ظاہر ہوتا ہی۔ امام مالک صاحب مؤطا قدیم زمانہ کے محدث ہین اُن کی ساری کتاب بخاری مین داخل ہی مؤطا مین تین سو حدیثین علاوہ بلاغیات کے ہین۔ امام احمد۔ صاحب مسند مین ان کا مسند جملہ کتب حدیث کا اصل مستند ہی اصحاب سنت وغیرہم کا سلسلہ تلمذ ان ہی تک پہنچتا ہی امام احمد کا مسند مع زوائدات کے پچاس ہزار حدیثون کو شامل ہی۔ امام شافعی بہی عالم بالحدیث تھے۔ امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کی روایت بحسب تصریح ابن خلدون ستر۱۷ہ اٹھارہ حدیثین ہین اہل حجاز روایت حدیث مین ہمیشہ بہ نسبت اہل عراق کے زیادہ تھے بہرحال اہل سنت کے چارون امام اور حدیث کے چہئون امام منجملہ اُن لوگون کے ہین جو مشہود لہا بالخیر کے قرنون مین ہین ائمہ فقہا ومحدثین مین باہمی اختلاف کی ایک یہ بہی وجہ تہی کہ اُنکے وقت مین علم حدیث کی تدوین جیسی چاہیئے ویسی نہین ہوئی تہی اسلیئے اگر بعض حدیث پر اُنسے عمل نہین ہوا تو وہ اسمین معذور تہے لیکن جب علم حدیث مدون ہو گیا تو اب متاخرین کیلیئے کوئی محل عذر باقی نہین رہا اسوقت اگر کوئی شخص حدیث صحیح مرفوع غیر منسوخ کے خلاف پر کسی کے قول وفعل پر عمل کرے تو موجب شقاق اور مخالفت رسول ہی خصوصاً اسوقت مین جبکہ فقہ سنت بہی مدون ہو چکی ہو اور قوی مسائل ضعیف فروع سے علیحدہ اور جدا کر دیئے گئے ہون ۱۲

نمبرشمار	نام کتاب	کس زبان مین ہے	کس فن سے متعلق ہے	نمبرشمار	نام کتاب	کس زبان مین ہے	کس فن کے متعلق ہے
۴۸	فتح الودود لمعرفۃ الجنود	عربی مین	متعلق علم الحقائق	۵۰	عوارف	عربی مین	متعلق تصوف وسلوک
۴۹	مسلسلات	״	متعلق علم اسناد	۵۱	مکاتیب عربی	״	متعلق علم اسرار

جناب شاہ ولی اللہ صاحب کے مصنفات کی بابت جو کچھ ہمین لکھنا تھا لکھ چکے اگرچہ آپکی تالیفات کے سلسلہ مین اور بھی بہت سی کتابین ہین جو قدیم کتبخانون مین موجود ہین مگر ہم نے صرف انہین کتابون کا ذکر کیا ہے جو مطبوع ہو کر شرق سے غرب تک نہایت وقعت کیساتھ مشہور ہوچکی ہین اور جو اسوقت ہماری پیش نظر ہین ان مین سے بعض کتابین ایسی بھی ہین جو بلحاظ جامعیت روایات دنیا مین اپنا نظیر نہین رکھتین اور جو شاہ صاحب کی خداداد قابلیت اور لیاقت کا نمونہ سمجھی جاتی ہین۔ ان ہی بے نظیر تصنیفات کے باعث پچھلی تاریخ نویسون نے آپ کو ائمہ متقدمین پر ترجیح دی ہے چنانچہ مین اس مقام پر علامہ ابو الطیب کا وہ مختصر ریمارک جو انہون نے شاہ صاحب کے حالات پر کیا ہے درج کرتا ہون جس سے آپکے علمی تبحر کا ثبوت بہت کچھ ہوتا ہے علامہ موصوف لکھتے ہین کہ اگر وجود او در صدر اول در زمانہ ماضی میبود امام الائمہ و تاج المجتہدین شمردہ میشد" یعنی اگر اس فرید عصر اور یگانہ روزگار کا وجود باوجود گذشتہ زمانہ کے صدر اول مین ہوتا تو اپنی ان بیش بہا اور عدیم النظیر تصانیف کی وجہ سے اماموں کا سرتاج اور مجتہدون کو مقتدا تسلیم کیا جاتا۔

چونکہ جناب عارف باللہ حضرت مولنا شاہ ولی اللہ کی تاریخی زندگی مین اب کوئی اور ایسا واقعہ نہین رہا جو خصوصیت کے ساتھ قابل ذکر ہو لہذا مین آپکے حالات وفات اور وہ بھی نہایت اختصار کیساتھ لکھکر اس حصہ کو ختم کرتا ہون اور نہایت افسوس کے ساتھ شاہ صاحب سے رخصت ہوتا ہون۔

شاہ صاحب کی وفات

معزز ناظرین! یہ امر بالکل مسلم ہے کہ جس نے دنیا مین قدم رکھا ہے اُسے ایک ایسا دن ضرور پیش آنے والا ہے جسمین موت کا تلخ اور زہر آلود ساغر منہ سے لگائے گا۔ کون نہین جانتا کہ دنیا اور اسکی تمام چیزین ایک دن صفحۂ ہستی سے مٹنے والی ہین۔ ہر شخص بخوبی جانتا ہے کہ خود مین اور جو کچھ مین کر رہا ہون یا آئندہ کرون گا چند ہی روز مین اسکا نام و نشان تک مٹ جائیگا اور پھر صفحہ ہستی پر شمہ برابر بھی باقی نہین رہنے کا۔ کیونکہ دنیا کے عظیم الشان انقلابات اور حیرتناک تغیر و تبدل جو ہر وقت اُسکے پیش نظر رہتے ہین وہ اُن سے دنیا کی ناپائیداری اور بے ثباتی کا استنباط کرتا ہے اور ساتھ ہی اسباب کا خیا

کرتا ہے کہ بڑے بڑے خدا کے پیارے اور برگزیدہ بندے دنیا مین آئے جنہین صرف چند روز مسافرانہ زندگی بسر کرکے اپنے اصلی مرکز کی طرف رجوع کرنا پڑا ہزارون عظیم الشان سلاطین اور دنیا کے مشہور و نامور تاجدار جنکی سطوت و جبروت کے پرشوکت و شاندار جھنڈے دنیا کے چارون کونون مین گڑے نظر آتے تھے دیکھتے دیکھتے اسطرح غائب ہوگئے کہ کوئی بھی نہین جانتا کہ کہان تھے اور کہان چلے گئے۔

اگرچہ دنیا کی بے ثباتی اور ناپائیداری کا المناک اور دل بجھا دینے والا خیال برقی قوت بنکر تمام جہان مین دوڑ رہا ہے اور جہاندیدہ و مسن زمانہ اپنے انقلاب کے حیرتناک نمونے آنًا فانًا مشاہدہ کرلینے سے آئے دن یہ سبق پڑھاتا ہے کہ دنیا حقیقت مین دو دروازون کا ایک مکان ہے جسمین ایک دروازہ سے داخل ہوکر دوسرے سے نکل جانا پڑتا ہے اور جب یہ ہے تو جینا مرنا ایک معمولی بات ہے اسپر خوش ہونے اور اسپر رنج کرنے کی کوئی وجہ نہین مگر جب اچھوا جسے کوئی فخر خاندان و قوم اور ہر دلعزیز شخص دنیا سے اٹھ جاتا ہے تو پتھر کا دل بھی بیساختہ دو آنسو ڈال ہی دیتا ہے قلم کا مسافر باوجودیکہ پتھر کا جگرا اور لوہے کا سینہ رکھتا ہے لیکن پھر بھی اس المناک اور جانگداز سین مین قدم قدم پر ٹھوکرین کھاتا اور ہر ہر گردش مین خونی آنسو بہاتا ہے حقیقت مین شاہ صاحب کا انتقال کوئی معمولی انتقال نہین جو لکھنے والے اور سننے والون کے دلون پر اپنا ماتمی اثر نہ ڈالے لیکن ہمین یہ خیال کرکے اپنے دلون کو تسلی دینا چاہیے کہ گو شاہ صاحب اسوقت ہماری نظرون سے غائب ہین لیکن حقیقت مین ہمارے دلون مین موجود ہین اور ہر دم انکی محسوس یادگارین ہمارے پیش نظر رہتی ہین اور جون جون زمانہ گزرتا جاتا ہے اُن کی سچی زندگی مین جان پڑتی جاتی ہے ہمین افسوس تو صرف اسبات کا ہے کہ آج اپنے قلم سے ایک ایسے قابل و لائق اور فخر روزگار کے دنیا سے غائب ہوجانے کا واقعہ قلمبند کررہے ہین جس کی شریف و مقدس ذات سے تمام ہندوستان کو عمومًا اور دلی کے باشندون کو خصوصًا فخر و ناز حاصل تھا یہی ایک فرید عصر اور یگانہ روزگار تھا جس کی بدولت دلی کی چوکھٹ کو بوسہ دیا جاتا اور یہان کے باشندون کے نام نہایت قدر و منزلت کیساتھ لئے جاتے تھے یہی اُس نخلستان علوم کا ایک ثمردار درخت تھا جسکے پھل پھول سے دور دراز کے لوگ گودیان لبریز کرکے جاتے تھے یہی اُن بحار فیوض کا ایک نہایت صاف اور نتھرا ہوا چشمہ تھا جو دنیا کے اِس سرے سے لیکر اُس سرے تک تشنہ دلون کو برابر سیراب کرتا ہوا چلا گیا حیف صد حیف اسے دنیائے دون انا للہ وانا الیہ راجعون۔

الغرض جب جناب شاہ ولی اللہ صاحب عمر کے تریسٹھ مرحلے طے کرچکے تو چند روز کی خفیف سی بیماری مین مبتلا ہوکر ۱۱۷۶ھ ہجری مین عازم سفر آخرت ہوئے اور شاہ جہان آباد کی جنوبی جانب پرانی دلی مین دفن کیے گئے

آپ کی تاریخ وفات اس مصرع سے نکلتی ہے۔ ع اوبود امام اعظم دین

جناب شاہ ولی اللہ صاحب کے چار مشہور و نامور فرزند تھے جو آپ کے پیچھے آپ کی محسوس یادگار تھے جیسا کہ ذیل کے شجرہ سے واضح ہوتا ہے۔

جناب شاہ ولی اللہ صاحب کی مشہور اولاد کا شجرہ نسب
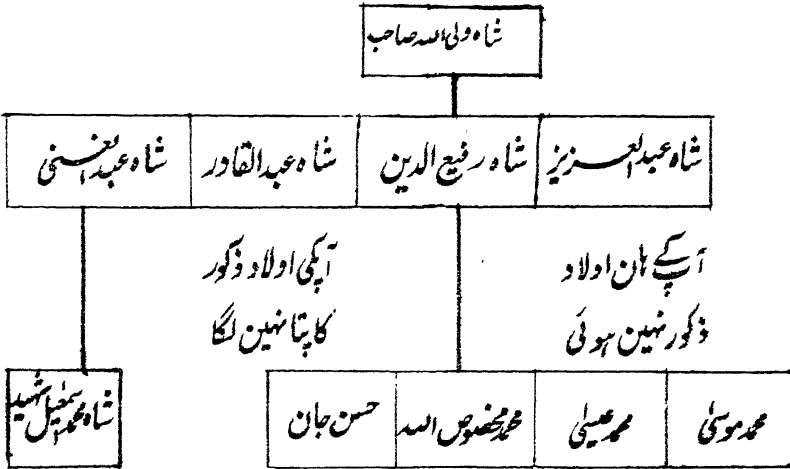
باب دوسرا

جناب شاہ عبد العزیز صاحب رح

عارف باللہ جناب مولانا شاہ ولی اللہ صاحب قدس سرہ کے چار مشہور و نامور فرزند تھے جیساکہ آپ کو شجرۂ نسب سے معلوم ہو چکا ہے۔ اگرچہ یہ چارون بزرگوار اپنے زمانے مین علم و عمل فہم و فراست قوت تقریر فصاحت تحریر تقوی و طہارت امانت و دیانت اور مراتب ولایت مین فرید دہر اور وحید عصر شمار کیئے جاتے تھے اور ہر ایک بزرگ آسمان علم کا جہانتاب آفتاب تہا۔ لیکن ان سب مین جناب شاہ عبد العزیز صاحب بالخصوص زیادہ نامور اور مجتہدین وقت کے زمرہ مین شمار کیئے گئے ہین۔ ہندوستان مین اسوقت جسقدر محدث ہین سب کا سلسلہ شاہ عبد العزیز صاحب ہی کے واسطہ سے جناب شاہ ولی اللہ صاحب پر منتہی ہوتا ہے۔

جناب شاہ عبد العزیز صاحب اپنے تمام بہائیون مین سب سے افضل اور عمر مین سب سے بڑے ہین۔ اور اگرچہ جناب شاہ عبد القادر صاحب اور جناب شاہ رفیع الدین صاحب اور شاہ عبد الغنی صاحب آپکے تینون بہائیون نے بھی گمنامی کے دائرے سے نکلکر عمدہ طور پر تاریخی شہرت پیدا کر لی ہے۔ اور علمی شہرت مین ہر ایک دوسرے سے بڑھکر ہے لیکن اُن سب مین بلحاظ شہرت عام اور باعتبار لیاقت علمی قابل انتخاب شاہ عبد العزیز صاحب ہی ہین۔ یہی وہ معزز اور دنیا کے نامور مشہور شخص ہین جنہون نے اپنے خاندان کو تمام دنیا مین روشناس کر دیا ہے حقیقت مین اگر اس جلیل القدر اور محترم خاندان مین جناب شاہ عبد العزیز صاحب کا وجود باجود نہوتا تو یہ خاندان گمنامی کے دایرہ سے کبھی نہین نکلتا۔ اور وہ تاریخی شہرت جو اُسے آج حاصل ہے کبھی حاصل نہین ہوتی۔

جناب شاہ عبد العزیز صاحب ۱۱۵۹ھ ہجری مین پیدا ہوئے جیساکہ آپکے تاریخی نام سے واضح ہوتا ہے ایک فاضل مورخ کا بیان ہے کہ جب شاہ عبد العزیز صاحب پیدا ہوئے تو آپکے والد بزرگوار جناب شاہ ولی اللہ صاحب نے عبد العزیز نام رکھا۔ لیکن آپکے بعض احباب اور رفقا نے غلام حلیم تاریخی نام نکالا۔

شاہ صاحب ہنوز شیر خوار بچے ہی تھے کہ آپ کی فراخ اور نصیبہ ور پیشانی عالمانہ تزک و احتشام کیسا روشن و منور تھی اور اُسمین ایک خاص قسم کی بزرگانہ متانت کا چمکارا اپنی پوری تابانی رکھتا تھا آپکی پیشانی کسیقدر چوڑی اور اُبھری ہوئی تھی۔ جسے دیکھکر مبصرین خوب سمجھتے تھے کہ کسی زمانہ مین یہی ہلال بدر کامل بن کر ملک مین چمکیگا۔ اور اس ہونہار اور بلند اقبال بچے کو وہ پایدار عزت اور دوامی آبرو نصیب ہوگی جو زمانہ مین بہ

طور پر اپنا سکہ بٹھادے گی۔

شاہ صاحب کے بچپن کا زمانہ ایسا حیرت ناک اور تعجب خیز زمانہ تھا جسکا فوٹو کاغذی پیکر پر کھینچنا مشکل اور بہت مشکل ہے۔ آپکی بھولی بھولی صورت کا جلال خیز نظارہ پھر اسپر جبروت انگیز سادگی لاکھ لاکھ بناؤ دیتی تھی آپکی وہ پیاری اور محبوبانہ حرکتین جو ڈھائی تین برس کے بچے سے ظہور پذیر ہوتی ہین قابل دید تہین اور آپ کی طفلانہ اداؤن مین اس غضب کی مقناطیسی کشش اور اس بلا کا جذب تھا جو سارے خاندان کے بڑے چھوٹون کو بیخودانہ اپنی طرف کھینچے لیتا تھا۔ شاہ ولی اللہ صاحب جیسے متین اور سنجیدہ شخص ان ہی پیاری اداؤن کی وجہ سے آپ پر فریفتہ تھے اور غایت درجہ کی محبت و الفت رکھتے تھے۔

اس شریف و نجیب بچے نے اپنے والد ماجد کی آغوش محبت مین بڑی خوش اسلوبی سے پرورش پائی اور بچپن کا زمانہ جناب شاہ ولی اللہ صاحب کے سایہ عاطفت مین بسر کیا گو اسوقت تک علم کے خوش آیندہ جھونکون نے آپکے دماغ کو معطر نہ کیا تھا۔ لیکن آپ کی طبیعت مین چونکہ فطری طور پر علمی مذاق کا خمیر کر دیا گیا تھا۔ لہذا جون جون آپ بڑے ہوتے گئے علمی دنیا کی طرف بے روک قدم بڑھاتے گئے جب آپ پانچ سال کے تھے تو قرآن مجید پڑھنا شروع کیا تھا اور چونکہ آپ کو قدرتی طور پر علم سے زیادہ دلچسپی تھی اور آپ فطرتًا ایک نہایت ہی تیز ذہن سلیم الطبع، خوش فہم، ذکی طباع تھے۔ اسلیئے بہت ہی نوعمری کے زمانہ مین قرآن شریف پڑھکر فارغ ہو گئے تھے اور اسکے ساتھ ہی اسی کم سنی کے زمانہ مین مقدس اسلام کے تمام اصول اور اکثر فروع کو تدریجًا حاصل کر لیا تھا۔ اور ساتھ ساتھ نشست و برخاست کے طریقے اور گفتگو کرنیکے داب بھی حاصل ہو گئے تھے۔

جب شاہ صاحب قرآن پڑھکر فارغ ہو گئے تو فارسی کے مختصر رسالون کی تعلیم آپ کو دی جانے لگی جنہین آپنے بہت تھوڑے عرصہ مین پڑھ لیا۔ اور اسکے بعد دو تین ہی سال مین معمولی صرف و نحو کی کتابین نکال لین شاید گیارہ بارہ سال کی عمر ہوگی کہ آپ کو باقاعدہ تعلیم ملنے لگی۔ شاہ ولی اللہ صاحب نے اپنے خلفا مین سے ایک نہایت متین و ذی علم شخص کے ہاتھ مین آپ کی خدمت تعلیم سپرد کی جسنے نہایت قابلیت اور دلسوزی سے اس خدمت کو ادا کیا اور بڑی جانفشانی اور محنت سے تعلیم دی۔ تقریبًا دو سال کے عرصہ مین آپنے عربی کے مختلف فنون مین وہ بلا کی حیرت انگیز ترقی حاصل کی جو قابل اظہار نہین اور اسوقت طبیعت مین ایک ایسی جولانی اور تیزی پیدا ہوئی جسکی نظیر سے بڑے بڑے غواص بحر معانی کے حلقے خالی تھے۔

شاہ عبد العزیز صاحب جب تیرہ برس کے تھے تو آپ کی تمام معمولی درسی کتابین نکل چکی تہین۔ صرف نحو

فقہ۔ اصول۔ منطق۔ کلام۔ عقاید۔ ہندسہ۔ ہیئت۔ ریاضی وغیرہ وغیرہ مین کامل مہارت اور عمدہ لیاقت حاصل ہوگئی تھی۔ اِن علوم کی تحصیل سے فارغ ہونیکے بعد آپ اپنے والد بزرگوار جناب شاہ ولی اللہ صاحب کی درسگاہ مین جانے اور دیگر طلبہ کے زمرہ مین شریک ہو کر سماعت حدیث کرنے لگے۔ جب آپکو متواتر چند روز درسگاہ مین جانے کا اتفاق ہوا اور جناب شاہ ولی اللہ صاحب کو اپنے طباع ذہین قابل فرزند کے مخفی جوہرون کی جانچ ہوگئی تو آپنے اُن پر امتیازیہ نظرین ڈالنا شروع کین اور بڑی خوشی و مہربانی سے علوم حدیث کا درس دینے لگے۔

شاہ ولی اللہ صاحب کے حلقۂ درس مین اسوقت وہ جفاکش اور محنتی طلبہ داخل تھے جن کی ذہانت و حافظہ کی دھوم تمام علما مین پھیلی ہوئی تھی اور جو معرکتہ الآرا مسائل کے حل کرنے مین اپنا نظیر نہ رکھتے تھے۔ شاہ عبد العزیز صاحب بھی اِن ہی طلبہ کے زمرہ مین شریک ہوکر تعلیم پاتے تھے۔ لیکن ذہانت و حافظہ کسی شخص کے اختیاری وصف نہین ہین نہ کسی طبع کیساتھ مخصوص و محدود ہین بلکہ فطرت کی خاص بخششین ہین جو بعض بعض نفوس کو عطا ہوتی ہین شاہ عبد العزیز صاحب کا دل و دماغ پہلے ہی سے اُن جوہرون سے آراستہ تھا جنھین فطرت کی خاص بخششین کہنا چاہیئے۔ جب آپ علم حدیث کی دشوار گزار گھاٹیان جلد جلد طے کرنے لگے تو تمام طلبہ آپکی فطری لیاقت اور خداداد قابلیت پر عش عش کرنے لگے اور آپ کی حذاقت و طباعی کو دیکھکر دنگ رہگئے۔ کوئی ایسا دقیق اور اہم مسئلہ درس کے وقت پیش نہ کیا جاتا تھا جسے آپ پانی نہ کردیتے ہون۔

ابتدا ہی سے آپ کی تقریر ایسی شستہ اور منجھی ہوئی تھی کہ جب آپ کسی اہم اور مشکل بحث کی تقریر کرتے تو ایک ایسے رنگ مین ڈبوکر بیان کرتے جسے سُنکر بڑے بڑے فضلا محوحیرت ہوجاتے۔ اور جناب شاہ ولی اللہ سمیت تمام حاضرین درس کی متعجبانہ نظرین آپ کی پُرمغز اور قیمتی تقریر پر پڑتین۔

الغرض دو سال کے عرصہ مین جناب شاہ عبد العزیز صاحب نے تمام حدیث کی کتابین اپنے والد بزرگوار سے نکال لین اور اب آپکی عمر مشکل سے پندرہ سال کی ہوگی کہ تمام علوم و فنون کی تکمیل کرلی اور ہر فن کو معراج کمال پر پہنچادیا شاہ صاحب کے سوانح عمری پڑھنے والون کو نہ صرف تعجب بلکہ سخت حیرت ہوگی کہ اتنی سی عمر مین شاہ صاحب جملہ علوم کے بحار زخار پر کیونکر عبور کرگئے اور ان سنگلاخ اور دشوار گزار گھاٹیون کو اسقدر جلد کسطرح طے کرگئے لیکن صاحبو! یہ ذرا بھی مقام تعجب اور جائے حیرت نہین ہے کیونکہ فطرت جس شخص کو اپنی بانگی اور ہنر کا نمونہ بنانا چاہتی ہے اُسکے ضمیر کو اول ہی روز سے ربانی قابلیتون اور روحانی جوہرون سے آراستہ کردیتی ہے اور ہمیشہ وہ قوت جو

الہامی نکات کے دریافت کرنے مین یدطولیٰ رکھتی ہے اِس روشن ضمیر مین ادنے تحریک سے جوش زن ہوجاتی ہی عموماً دیکھا جاتا ہے کہ جس نونہال پودے کی آبیاری خود قدرت اپنے نازک اور دلفریب ہاتھون سے کیا کرتی ہی اُسکا اُٹھان و اُبھار نہایت ہی حیرت خیز ہوا کرتا ہے۔ خود رو سبزہ قدرتی پانی سے جسقدر جلد اُگ کر سرسبز ہوتا اور لہلہانے لگتا اور اپنے اُٹھتے ہوئے جوبن پر ناظرین کے دلون کو مائل کر لیتا ہے اظہر من الشمس ہے جناب شاہ عبد العزیز صاحب کا ضمیر ہی کچھ ایسا قابل بنا تھا جسپر ربانی تجلیات کا پرتو بہت کچھ پڑسکتا تھا۔ اور جب آپ کی طبیعت مین قدرتی طور پر علمی مناسبت موجود تھی اور فطرت کے فیاضانہ ہاتھون سے آپ مین علمی جوہر کوٹ کوٹ کر بھر دیئے گئے تھے توحقیقت مین آپکے لیئے ہر فن مین ایک اشارہ کافی و وافی تھا اور اتنی سی عمر مین علوم کی اِسقدر کڑی اور سخت منزلین طے کر لینا کچھ بھی مشکل نہ تھا۔

خلاصہ یہ کہ جو کچھ جناب شاہ عبد العزیز صاحب نے حاصل کیا وہ چودہ یا پندرہ برس کی عمر تک حاصل کیا اِسکے بعد آپ فارغ التحصیل ہوگئے اور اسی چھوٹی سی عمر مین پیشوائے مذہبی اور مقتدائے علما تسلیم کیئے گئے کچھ مولنا شاہ عبد العزیز صاحب ہی پر چودہ پندرہ سال کی عمر مین فارغ التحصیل ہونا منحصر نہ تھا بلکہ یہ خصوصیت اِس جلیل القدر خاندان کے ہر معزز و محترم ممبر کیساتھ مخصوص تھی۔ آپکے والد بزرگوار جناب شاہ ولی اللہ صاحب اور جد امجد جناب شیخ عبد الرحیم صاحب بھی اِسی عمر مین علوم نقلیہ و عقلیہ کی تحصیل سے فارغ ہوگئے تھے جناب شیخ ابو الرضا محمد صاحب آپکے جد بزرگوار اور شاہ اہل اللہ صاحب عم محترم۔ غرضکہ اِس واجب التعظیم خاندان کے کل حضرات چودہ پندرہ ہی سال کی عمر مین پڑھ پڑھا کر فارغ ہوگئے تھے۔

شاہ عبد العزیز صاحب کے خاندان مین علوم نقلیہ کیساتھ ساتھ علوم عقلیہ کا بھی رواج تھا۔ اور جناب شاہ ولی اللہ صاحب کی درسگاہ مین جہان حدیث و تفسیر کو بڑے زور شور سے پڑھایا جاتا تھا وہان منطق و ریاضی کی بھی تعلیم دیجاتی تھی۔ یہی وجہ تھی کہ شاہ عبد العزیز صاحب چھوٹی سی عمر مین ایک لایق ریاضی دان اور قابل منطقی بنگئے تھے۔ اور تواریخ و جغرافیہ مین بھی اپنا نظیر نہ رکھتے تھے۔ جیسا کہ آپ کی قابل قدر تصانیف سے اِس بات کا بہت کچھ ثبوت ملسکتا ہے اور یہ بخوبی تحقیق ہوگیا ہے کہ جناب شاہ ولی اللہ صاحب کو اِن علوم سے خاص دلچسپی تھی اور تواریخ و جغرافیہ کے جوہرون کی کنجیان آپکے ہاتھہ مین تھین جیسا کہ آپکے اُس قصیدہ سے ثابت ہوتا ہے جسمین آپنے سوڈان کے حالات و واقعات کا پورا فوٹو کھینچا ہے اور اُس ملک کی مفصل کیفیت درج کی ہے۔

قطع نظر فنون اکتسابی اور علوم ظاہری کے آپ وہبی فیوض و باطنی علیہ سے بہی معزز و ممتاز تھے اگرچہ تمام علوم عقلیہ مثل حکمت منطق ہندسہ ہیئت وغیرہ مین مہارت تامہ رکہتے تھے لیکن اپنی تمام ہمت و اوقات حدیث نبوی کے غوامض کی تحقیق اور کلام الٰہی کی تفسیر اور حضرت رسالت پناہی کی مقدس و بزرگ شریعت کی اشاعت و توسیع مین صرف فرماتے تھے۔ اور طالبان صافی نہاد کے ارشاد و تلقین کیطرف ہمیشہ متوجہ رہتے تھے۔ ورنہ علوم عقلیہ مین ایسا کونسا علم تہا جسمین آپ کو دعوے یکتائی اور یہ فنی حاصل نہ تہا۔ اور کون فن تہا جسمین آپکو تبحر و عبور نہ تہا۔

جس طرح سلاطین تیموریہ کے خاندان مین نسلاً بعد نسل سلطنت و حکمرانی چلی آتی ہو اسیطرح آپکے عظیم الشان اور واجب التعظیم خاندان مین علوم و فنون بطناً بعد بطن اور صلباً بعد صلب چلا آتا ہے۔

شاہ عبد العزیز صاحب جب عقلی و نقلی علوم کی تحصیل و باطنی کمالات کی تکمیل سے فارغ ہوئے تو آپکے والد بزرگوار جناب شاہ ولی اللہ صاحب نے اسکے چند روز بعد سفر آخرت قبول کیا اور آپ کی فائض البرکات ذات سے مسند خلافت نے زینت اور سادۂ ارشاد و ہدایت نے بے انتہا رونق حاصل کی کیونکہ مولنا رفیع الدین صاحب اور مولنا عبد القادر صاحب رحمۃ اللہ علیہما آپکے چھوٹے بہائی والد ماجد کے سامنے نہایت کم سن اور نو عمر تھے اور جناب شاہ عبد العزیز صاحب سے علوم و فیوض حاصل کرتے تھے۔

جناب شاہ ولی اللہ صاحب کے انتقال کیوقت آپ کی سترہ برس کی عمر تھی اس چھوٹی سی عمر مین لوگ آپکے پاس تعلیم پانیکے لیئے آنے لگے۔ اور سبنے آپ کو مقتدا تسلیم کر لیا۔ آپنے والد کی جگہ بیٹھ کر نہایت مستعدی اور سرگرمی کیساتھ طلبہ کو پڑھانا شروع کیا اور حدیث و تفسیر کے علاوہ دیگر مروجہ علوم کا درس دینے لگے شوقین طلبہ دور دور سے آتے اور آپکے درسگاہ مین داخل ہونے کو ذریعۂ فخر سمجھتے چونکہ آپ طلبہ کے ساتھ نہایت مہربانی اور کریمانہ اخلاق سے پیش آنے کے علاوہ بڑی محنت و جانکاہی سے پڑھاتے تھے۔ اسلیئے اب یہ مدرسہ انتہا درجہ کی شہرت پکڑ گیا تہا۔ ہروقت آپکے درسگاہ اور مکان کے دروازے پر طلبہ کا ہجوم لگا رہتا۔ اور لوگ جوق جوق حاضر ہوتے۔

ہمین اس فقرے کے لکھنے مین کبھی تردد نہین ہوسکتا کہ ہندوستان مین علم و عمل کی ریاست کا اول آپ پر بعدہ آپکے لائق بہائیون پر خاتمہ ہوگیا افسوس اس شریف و نجیب خاندان کے معزز ممبر دنیا سے کیا اٹھے کہ دینی علوم یک لخت معدوم ہو گئے اور علوم و فنون کا صاف اور حکمرانی علمار کرے تو جہ سے ہماگی

خس وخاشاک سے بالکل پٹ گیا۔

صاحب اتحاف کا بیان ہے کہ "جناب شاہ عبد العزیز صاحب اپنے وقت کے نہایت زبردست عالم تھے اُس زمانہ کے تمام علما و مشائخ آپ کی طرف رجوع تھے۔ اور بڑے بڑے فضلا آپ کی خدمت تلمذ پر بیحد فخر کیا کرتے تھے آپ کا علوم متداولہ وغیرہ مین وہ پایہ تھا جو بیان مین نہین آسکتا۔ کثرت حفظ علم تعبیر رویا سلیقہ وعظ انشا پردازی تحقیق نفائس علوم مین تمام ہمعصرون مین امتیازیہ نگاہون سے دیکھے جاتے اور مخالفین اسلام کو ایسی سنجیدگی و متانت سے دندان شکن جواب دیتے تھے کہ وہ ہونٹ چاٹتے رہجاتے تھے۔ آپ کی تقریر مین بلا کا جادو تھا جسکا مخالف و موافق پر برابر اور یکسان اثر پڑتا تھا۔ آپ کی شیوا بیانی اور سُلجھی ہوئی تقریر کی تمام ہندوستان مین دہوم مچی ہوئی تھی اور یہ بات تمام لوگون مین مشہور تھی کہ شاہ عبد العزیز صاحب نے وہ طرز بیان اختیار کی ہے کہ اُن کی مجلس وعظ سے ہر مذہب ملت کا شخص خوش ہوکر اُٹھتا ہے۔ متعصب اور ہٹ دہرم لوگ بھی آپ کی بات بلا تردد تسلیم کرتے اور حسن تقریر کے آگے فوراً اطاعت کی گردنین جُھکا دیتے ہین۔

موافق تو موافق مخالف کے دلمین بھی آپ کا بے انتہا وقر و احترام تہا۔ آپنے اپنی عمر کا سارا حصہ طلبہ کی تدریس مریدون کی ارشاد و تلقین۔ طالب العلمون کی تکمیل وعظ و نصیحت فصل خصومات مین صرف کیا۔ آپ ظاہری جاہ و عزت۔ صوری احترام و تمکنت باطنی کمالات کیساتھ فراہم رکھتے تھے۔ غرضکہ تقدس مذہبی کے علاوہ دنیاوی اعزاز مین کوئی مرتبہ ایسا نہ تھا جو فیاض ازل نے آپسے دریغ رکھا ہو۔ آپ کی شاگردی پر بڑے بڑے فضلا کو فخر ہے اور آپ کی ترتیب دی ہوئی کتابون پر علمائے فحول کو بہت کچھ اعتماد و بھروسہ ہے۔ الحاصل جناب شاہ عبد العزیز صاحب کا واجب الاحترام خاندان علوم حدیث اور حنفی فقہ کا مخزن اور رسمی فنون کا سرچشمہ ہی۔ اس مقدس شریف علم کی خدمت جسقدر اس اہل بیت سے وجود پذیر ہوئی ہی۔ ہندوستان مین کیا دوسری ولایتون مین بھی کسی خاندان کی نسبت نہین سنی گئی۔

درحقیقت عمل بالحدیث کا بیج ہندوستان کی بنجر اور ناقابل زمین مین آپکے والد بزرگوار جناب شاہ ولی اللہ صاحب نے بویا اور آپ نے اُسے پانی دیتے دیتے یہان تک نوبت پہنچائی کہ اُس سے ایک نہایت خوشنما اور نونہال پودا پھوٹا جو چند روز مین سرسبز و شاداب ہوکر لہلہانے لگا۔ اور پھر تھوڑے ہی عرصہ مین دور دور کے لوگ اُس کے پھل و پھول سے گودیان لبریز کرکے جانے لگے"!

ایک اور فاضل مورخ جناب شاہ عبد العزیز صاحب کے حالات لکھتے ہوئے یہ مختصر ریمارک کرتا ہے کہ

"ہندوستان مین حدیث و تفسیر اور دیگر دینی علوم کا چراغ جناب شاہ ولی اللہ صاحب کے بعد صرف آپکے فرزند رشید جناب مولانا شاہ عبد العزیز صاحب سے روشن تہا۔ لیکن نہایت افسوس سے کہا جاتا ہی کہ آپکے انتقال کے بعد حدیث و تفسیر کے علوم کا چراغ گل ہوگیا۔ اور یہ علوم ہندوستان سے بالکل مفقود ہوگئے ہندوستان مین اسوقت جسقدر علما دیکھے جاتے ہین سب اسی سرگروہ علما کے خرمن کمال کے خوشہ چین ہین۔ اور اس دیار کے تمام علما اسی زبدۂ ارباب حقیقت کے چاشنی گرفتہ ہین"۔

اِس زمانے مین تمام ہندوستان مین عموماً اور دہلی مین خصوصاً جو یہ آفت وبائی ہوا کی طرح عام ہوگئی ہے کہ ہر عامی اپنے تئین عالم و فاضل سمجھتا ہے اور صرف اس بنا پر کہ چند دینی مسائل کے اردو رسالے اور قرآن مجید کا ترجمہ کسیقدر اُستاد سے اور کسیقدر زور طبیعت سے پڑھ لیا ہے۔ اپنے کو فقیہ و مفسر سمجھکر وعظ گوئی مین جرأت کر بیٹھتا ہے شاہ صاحب کے زمانہ زندگی تک اسکا مطلق اثر نہ تہا بلکہ بڑے بڑے متبحر علما اور نہایت مستعد فضلا باوجودیکہ تمام علوم مین غائر نظر رکھتے تھے اور جزئیات مسائل کے احاطہ پر پوری قدرت رکھتے تھے۔ لیکن تا وقتیکہ اپنا سمجھا ہُوا شاہ صاحب کیخدمت مین عرض نہ کر لیتے اُسکے اظہار کی کبھی جسارت نہ کرتے۔ اور بیان مین زبان کو جنبش تک نہین دیتے تھے۔

جناب شاہ عبد العزیز صاحب کا حافظہ لوح تقدیر کا اَن مِٹ نسخہ تہا اکثر ایسا ہوا ہے کہ آپنے غیر مشہور کتابون کی طول طویل عبارتین صرف اپنی یاد کے بہروسہ پر طلبہ کو لکھوا دین ہین۔ لیکن جب کبھی اتفاق سے کتابین دستیاب ہوئین اور اُنکی لکھوائی ہوئی عبارتین اصل کتابون سے مطابق کی گئین تو سرِمو فرق نہ تہا۔ باوجودیکہ آپ کی عمر شریف اسّی سال کے قریب پہنچ گئی تھی۔ اور جسمانی امراض کی کثرت خصوصاً قلت غذا کی وجہ سے بدن مبارک مین کچھ بھی طاقت باقی نہین رہی تھی۔ لیکن پہر بھی باطنی فیوض کی برکات اور قوے روحانی کی حدت سے علمی دقائق و نکات اس گرمی اور مستعدی سے بیان فرماتے کہ سُننے والیکو معلوم ہوتا تہا کہ ایک بحر زخار بڑے زور شور سے موج زن ہے اور سمندر مین متلاطم خیز موجین اُٹھ رہی ہین۔ جب آپ گفتگو کرنا شروع کرتے تو تمام حاضرین مجلس پر حالت استغراق و محویت طاری ہوجاتی اور اُن کے دل ربانی انوار سے منور ہوجاتے۔

ابتدائی زمانے مین فرقہ اثنا عشریہ نے تمام ہندوستان مین ایک خوفناک دُھندمچا رکھی تھی جس سے بعض اہل السنن کے عوام و جُہال کے دلون مین ایک طرح کا تردد و تذبذب پیدا ہوگیا تہا قریب تہا کہ اُنکے عقیدے بگڑ جائین کہ جناب شاہ عبد العزیز صاحب نے اکثر ممتاز و مفخر علما کی التماس سے کتاب تحفہ اثنا عشریہ لکھی جو اپنی انتہا درجہ کی شہرت کی وجہ سے

محتاج بیان نہین پہر یہ کسقدر حیرت کی بات ہی کہ باوجود اِس کثرت ضخامت کے آپنے چند روز مین اِس کتاب کو مرتب کردیا کتاب کی پوری خوبی تو اُسکے مطالعہ سے ہی معلوم ہو سکتی ہی۔ لیکن مختصر یہ ہے کہ ایک ادنے درجہ کا طالب علم بھی جو کچھ بھی علمی سرمایہ نہ رکھتا ہو اِسے دیکھکر علمائے شیعہ سے نہایت دلیری اور بیباکی سے مباحثہ اور مناظرہ کر سکتا ہے۔ چند معتبر اور ثقہ لوگون سے سنا گیا ہے کہ جب آپ تحفہ اثنا عشریہ کی تصنیف و تالیف مین مصروف تھے تو کتابون کی عبارتین اور روایتین اِسطرح زبانی ارشاد فرماتے تھے کہ گویا اس فن کے متعلق تمام کتابین اور کتابون کی عبارتین آپ کو ازبر ہین۔ اور ساتھ ہی مخالفون کو ملزم کرنے کیلئے کتب شیعہ کے حوالے جنہین شاید شیعی علمائے بجز نام کے سُنا تک نہوگا اپنے حافظہ کے اعتماد پر بیان فرماتے تھے۔ باوجود ان تمام باتون کے عبارت کی متانت اور لطائف و ظرائف جیسے کچھ ہین ناظرین پر واضح و ہویدا ہین۔

ہفتہ مین دو مرتبہ منگل و جمعہ کو دہلی کوچہ چیلان پُرانے مدرسہ مین مجلس وعظ منعقد ہوتی تھی اور خواص و عوام مین سے صادق العقیدت شائقین اور صافی نہاد معتقدین مور و ملخ سے زیادہ جمع ہوتے اور رشد و ہدایت کا طریقہ استفاضہ کرتے آپ کی جادو بھری اور سحر آمیز تقریرین نہ اثر ہوتا کہ مخالفین گہرون سے ارادہ کر کے جاتے تھے کہ عین وعظ مین مولانا کی مخالفت کرین گے بیکن وہان بجز سکوت و خاموشی کے کسی کو دم مارنیکی مجال نہوتی وعظ کے ختم ہونے تک تمام مجلس پر سکوت حکومت کرتا اور خاموشی کی چادر سب طرف پہیل جاتی آپ کا طرز بیان ایسا اچھا تہا کہ ہر مذہب ملت کا آدمی مجلس وعظ سے خوش ہو کر اٹھتا تہا اور آپ کی کوئی بات کسی پر گران نہین گزرتی تھی۔

شاہ عبد العزیز صاحب کے اِن مختصر حالات پر اجمالی نظر ڈالنے سے صاف واضح ہوتا ہے کہ آپ کی عمر شریف کا تمام حصہ درس تدریس ہی مین صرف ہوا اور یہین سے قیاس کیا جاتا ہے کہ آپکے بیشمار شاگرد اور انگشت نما تلامذہ ہو گئے۔ جنکی تعداد کی کوئی مفصل اور بسیط فہرست افسوس اسوقت تک باوجود تحقیقات کے ہمین دستیاب نہین ہوئی۔ لیکن پہر بہی جہان تک ہمین تحقیق ہوا ہی آپکے اُن مشہور و نامور شاگردون کی مجمل فہرست قلمبند کرتے ہین جنہونے آپ کی خدمت مین حاضر ہو کر علم کے بیش قیمت جوہرون سے گودیان لبریز کین۔

حضرت مولانا شاہ رفیع الدین صاحب۔ جناب عارف باللہ حضرت شاہ ولی اللہ صاحب کے نامور بلند اقبال فرزند اور حضرت شاہ عبد العزیز صاحب کے چہوٹے حقیقی بہائی جنہونے حنفی فقہ اور علم حدیث کی تحصیل آپ سے کی اور کلام و عقائد کی تکمیل بھی آپ ہی کی خدمت مین ہوئی۔ حضرت شاہ محمد اسحاق صاحب مہاجر۔ جناب شیخ محمد افضل کے

فرزند رشید اور آپکے حقیقی نواسے ہین۔ انہون نے حدیث و فقہ کے علاوہ اور علوم بھی آپسے سبقاً سبقاً حاصل کیئے۔ جناب مفتی صدر الدین خان صاحب دہلوی۔ حضرت شاہ غلام علی صاحب۔ جناب مولوی مخصوص اللہ صاحب جو حضرت مولانا شاہ رفیع الدین صاحب کے فرزند ارجمند اور آپکے حقیقی بھتیجے ہین۔ مولوی عبد الحی صاحب آپکے داماد مولانا رشید الدین خان صاحب دہلوی۔ مولوی کریم اسد صاحب دہلوی۔ مولوی شاہ محمد اسمٰعیل صاحب شہید جناب شاہ عبد الغنی صاحب کے فرزند رشید اور آپکے بھتیجے۔ مولانا میر محبوب علی صاحب۔ مولوی محمد یعقوب صاحب شیخ محمد افضل صاحب کے چھوٹے صاحبزادے اور آپکے دوسرے نواسے۔ مولوی عبد الخالق صاحب۔ حضرات مذکورین اسی دہلی کی چار دیواری کے اندر کے باشندے تھے جنمین سے اکثر صاحب اسی زمین مین پاؤن پھیلائے میٹھی نیند سو رہے ہین انکے علاوہ اور بہت سے بیرونجات کے طلبہ بھی آپ کی درسگاہ مین رہا کرتے تھے مثلاً مفتی الٰہی بخش صاحب کاندہلوی۔ مولوی فضل حق صاحب خیرآبادی۔ مولانا حسن علی صاحب لکھنوی۔ مولانا حسین احمد صاحب ملیح آبادی وغیرہ وغیرہ۔ ان حضرات مین کا ایک ایک شخص آسمان علم کا ایک ایسا جہانتاب آفتاب تھا جسکی علمی چمکار ون سے دنیا جگمگا اٹھی تھی، اور علوم کے انوار و برکات سے تمام اہل دنیا منور و مستفیض تھے آج جہان سے جہان تک علما، فضلا، محدث فقیہ دیکھے جاتے ہین سب نہین حضرات کے مائدہ افضال کے ذلہ ربا اور خوشہ چین ہین جن کا سلسلۂ اسناد جناب شاہ عبد العزیز صاحب کے واسطہ سے حضرت عارف باللہ جناب مولانا شاہ ولی اللہ صاحب تک منتہی ہوتا ہے۔

الحاصل جناب شاہ عبد العزیز صاحب جامع علوم و فنون تھے علمی تبحر سے قطع نظر کر کے آپکی قادر الکلامی اور انشا عربی بڑے پایہ کی تھی۔ آپ کی عربی نظم و نثر علم ادب کی جان اور ادیبون کی روح ہے۔ لہذا اس مقام پر چند مسودے نقل کیئے جاتے ہین جنسے آپ کا زور قلم جولانی طبع تیزی ذہن بہت کچھ ثابت ہوتا ہے۔ آپ اپنے عم بزرگوار جناب شاہ اہل اللہ صاحب کو تحریر فرماتے ہین

نظم

سلام علی مولی جسیم الفضائل	کریم الوری حاوی فنون الفواضل
حماه الله العالمین عن الاذی	وعن کل شر فی الخلیقة نازل
وبعد فان العبد یحمد ربه	علی ما حماه عن صنوف الغوائل
لاغدو واتی اب النعیم ملابسی	واسبغ ایدی الطیبات حمائل
ولکن اری الکفار ارباب ثروة	لقد افسدوا ما بین دهلی و کابل

ولقد رفع الاشرار فوق خيارنا — وكل امرء شر يلحي بالشناظل
وكل بخيل لا يرام فناؤه — وكل حسود مبغض ذي وغائل
ارى الخلق طرا مشتكين معانهم — وامرهم ما بين فقر وعائل
لكل زمان من تقاسم رحمة — الا اله نصيب لا يرد بحائل
وان زمانا ظلت فيه مسودًا — خلي من الخيرات ملاء الزلازل
فما الشغل فيه غير فسق وبدعة — وما الناس الا كالجمال العباهل
جزى الله عنا قوم سكهه ومرهٹ — عقوبة شرعا جلا غير اجل
فقد قتلوا جمعا كثيرا من الورى — وقد اوجعوا فى اهل شاء وجاهل
ولم يدعوا قوما مصونين عنهم — وان واقعوهم بالدواهي والكلاكل
هم كل عام نهبة فى بلادنا — يخوضون فينا بالضحى والاصائل
لقد فسدت هذه الديار وقد خلت — عن العدل حتى قلت بل كل قائل
فهل بعد هذا من معاذ لعائذ — وهل من مغيث يتقى الله عادل
ايا قليكم تشكو الزمان وانت — عن مكارم لطف الله لاه وغافل
كفى الله سلوانا لوجع مفاصلى — اليس بكاف عروة للاوائل
وكيف بهم الهم نحو قلوبنا — ولذنا الى من ليس عنا بغافل
وان كانت الاقوام لاخير فيهم — فنحن تمسكنا بخير الوسائل
رسول اله العالمين فانه — ثمال اليتامى عصمة للارامل
يلوذ به الآف من اهل حاجة — فهم عنده فى نعمة وفواضل
يضم عفاة الطارقين جنابه — كما ضم ام الراس شعث الفتائل
ويستهزم الجيش العرمرم باسمه — وان كان جرارا كثير الصواهل

شاہ صاحب نے اس خط مین سکھ اور مرہٹون کی غارتگری اور اس ظالم و ستمگار اقوام کی چیرہ دستی کا سچا فوٹو کھینچا ہے اور نہایت خوبصورتی کیساتھ اس مضمون کو نظم کے پیرائیہ مین ادا کیا ہے۔

شاہ صاحب موصوف کا ایک اور خط مولوی محمد عثمان کشمیری کی طرف

تألق برق موهنا من حمى هند	وهب نسيم سحرة من ربى نجد
فمن شيم ذاك البرق اصبحت في جوى	ومن شيم هذه الريح اصبحت لى وجد
كتبت لهذا عن نزول صحيفة	مكرمة عن قدرة العقل والمجد
كتاب كعقدة الدر جودة نظمه	يكون لسان النطق واسطة العقد
فلما فككت الختم عنه وجدته	خطوط رياحين على صفحة الورد

سلام قولا من رب رحيم وتحية فضلا من بر كريم على من حاز الفضائل طرا دانيها وقاصيها وحوى المجالس اسرا باديها وخافيها سلالة الاكابر وخلاصة ارباب المفاخر مولوى محمد عثمان بن فاروق الكشميرى لازال قدره بين الاكارم عليا وبدره على سماء المكارم جليا وما برح مجلسه روضة من رياض الصالحين ومنهجه منهاج العابدين وادام الله بهجته رونقا للعلوم والفضائل وزينة للفنون ومحاسن الشمائل وبعد فنحن بحمد الله تعالى على ما اولانا من عافية غير عافية ورفاهية غير واهية وعلى ما تواتر الينا من الاحاديث الصحيحة المسندة الى مجلسكم العالى المرسلة بايدى الثقات والتوالى بعد ما كادت سلسلة الوداد ينقطع واثرها او شكت شنشنة الاتحاد تنقلع وبعد ذلك كله قد وصل الينا فى نفحات ايامنا وفتوحات شهورنا واعوامنا منكم كتاب عن تفسير آيات الاشواق كشاف رائق ولبيان معانى بديع الاشتياق مفتاح فائق فى تلخيص اصول الاخبار السارة وتقريب للنجاة عن الهواجس المولمة الضارة مطالعه كافية فى تنوير الصدور بضوء المصباح فى ايضاح المسطور مقاطعه شافية عن التهاب القلوب الى فتوح الغيوب ولعمرى انه سرور المحزون ونور العيون كنز من فصوص الوداد معدن لنصوص الاتحاد مقاصده فى ازالة الخفاجة بالغة تترشح منها اهوا مع همات ربانية موافقة فى كشف الغين وقرة العينين كانها شمس بازغة تتشعب منها لوامع ولمعات نيرات مواقعه كمواقع النجوم من اهله الفهوم مراصده كالصحائف الالهية فى تجريد الصدر عن وساوس الشياطين فيها خير كثير والطاف قدسية تسلية لنفوس المحبين فعند ذلك انصرف ضميرى لابراز ما استتر فيه حيث لا يحسن اسناد السر الا باضافة الى ذويه ولا تجب معرفة جميع الاسماء وتركيب الحروف الا لمن هو من ظروف الاسرار ومن له تميز بين الاحوال المترادفة المتداخلة عند انقلاب الادوار فقلت له اهلا وسهلا ومرحبا بخير كتاب جاء من خير اوحدى ليهنك يا عثمان شلف سرور

والنجل فاروق وبعد فحمد اذا كان طبع المرء فى الاصل مجبولا على التواضع له الاوصاف من كل ممتد
هذا وقد فكنت عنده ختام المسكى واستنشقت منه العرف الذكى وصرحت النظر من اوله الى آخره
وتعجبت منه على من نطيفه كما يقع المتوحش فى الليلة الظلماء على ساهرة ووجدت مدده كخافية الغراب
او قرنفه سكرة فى السحاب خطه مثل موشى الثياب والفاظه كايام الشباب ورياه بيد وعلى
مطالب هذه الامور المذهب منها التحسر على فوات ما كان لكم من جانب شيخنا قدس سره مشافهة ومكاتبة
فاعلموا ان هذه تباغيض الاعضاء والام بقيت صبل الاجزاء وقد قلت فى الثالثة منها اكرالبعض
فيوضه ونجالسه ذكر البعض مرابعه فى نفسه نحو ما نجوى الى آخر الابيات ومنها فرط الملال وضيق البال
من فقد الجاه والمال فلا يخفى عليكم ان اقبال الدنيا كالمضيف او نجى له صيف او زيارة طيف
فلا جانب منها اغرودب واحلا امر منها جانب فاوما ترى الانسان فيها مبتهجا لكثرة الدراهم والدنانير
فلا يمضى عليه زمان اقصر من ظمار الحمار الاوزار قد انقلبت به الاطوار وهتكت عليه الاستار ونعم
ما قيل منافسة الفتى فيما يزول على نقصان همته دليل ومختار القليل اقل منه وكل فوائد الدنيا
قليل وكان على رضى الله عنه يتمثل ومن يصحب الدنيا يكن مثل قابض على الماء خانته فروج الاصابع
على ان المرجو من عميم لطفه وجسيم فضله ان يفتح الله عليكم ما يسد به خلتكم ويقضى به حوائجكم
فعليكم بالصبر فانه مفتاح الفرج وان من تانى ادرك ادرك ما يتمنى واما ابياتكم اللامية فاقرت فينا
قانين النغمات فى الاسماع واخذت منها اشد انجاع وكيف لا ومن حوب الدهر الغرر وبعثرة فى اخر الابيات
ومنها الاشتغال بالتصنيف والتاليف فهنا ءلكم هذه النعمة العظمى والمنحة الكبرى فانها الغاية القصوى
من العلم وفى ذلك فليتنافس المتنافسون ولذلك قيل ما خلدت العلوم الا بما دهرمن تدوينها والتصنيف
فى افانينها والا لكانت انفاسا تمضى ورياحا تجرى واصواتا تفنى واجيالا سالا تبصى ولولا بالخفية لك
لماتت رسومها وطمست نجومها ولفنيت عن راتبها وذوت ثمراتها ولنقل الغابر منها فى ايدى الناس
والثابت على مر الاحرس ولنشط على طالبه المهاد وكبت على مقتبسيه الزناد ولا نرى للعالم علما اذل
منه على كنه فضله وانوه بما اولى من فاثر بريك حيا ناطقا وهو رميم وذا تلك بين يديك وهو عديم
والسلام والاكرام

ایک ورخط جو جناب شاہ عبد العزیز صاحب نے شیخ عارف مولوی محمد عاشق صاحب کو فرزند کی تہنیت ومبارکبادی میں

لکھا تھا اور جو حروف معجمہ سے خالی ہے۔

مصدر المحامد والمکارم مرصد الاعالم والاکارم سالک مسالک الکرم صاعد مصاعد الهمم ما اورده مصرحا لسموه کمسماه ادام الله عمره واصلح امره المحرر حصل الله وفاله واصلح اعماله حامد لله اله لا الاء الا الاه ولا لاواء الا لاواءه سمک السماء ولا عمد له وامد العطاء ولا امد له وحصل لرسوله محمد صلی الله علیه وسلم وآله ورحمائه وموصل لکم السلام والاکرام والطمع الوصال لما هو اهم الامال وملوح لما مدلوله وصل مرسولکم المکرم ولما لاح محصوله وهو لولد مولود سرد کوال المحرر سماعه وادراکه مسرور دالاحد له ومرحا لاعد له عمرها واصلحها الکرم مهلهلا والسلام والاکرام

جناب شاہ عبد العزیز صاحب کا ایک اور خط جو آپ نے نظم و نثر سے آراستہ کرکے اپنے عم بزرگوار جناب شیخ اہل اللہ صاحب کے خط کے جواب میں لکھا تھا۔

سلام علی من فاق بالمجد والکرم ۔ واحرز اصناف البدائع والحکم

وشاق قلوب المخلصین بلطفه ۔ وعز فلم یترک نفیس امن العظم

وبعد فان العبد ما زال یحمد ۔ الاله علی ما فاض بالفضل والنعم

وعافاه عما یوجب الجهد والعنا ۔ وعن کل اطوار الشدائد والسقم

فاسئل رب الناس ان یخذل العدی ۔ ویحفظ احبابی من الشر والنقم

ولا سیما ذاک الجناب فانه ۔ نهایة امامی وغایة مغتنم

وبعد فلما فزت منکم بروضة ۔ حوت کل ما اشمل من الورد والشیم

ادیب بها خطا کریما منورا ۔ قاطع الدجی عنی وقد کشف الظلم

تیقنت ان المجد والعزا قبلا ۔ الی وان الغم والهم یصطلم

ملتف وریش المسک فیه مکانة ۔ لمدادو ان الله فیه لمنتظم

والهما مما این بان عن فتی ۔ علیل غلیل القلب غائلة السدم

لعمرک ان الشوق نحو جنابکم ۔ لیعجز عن تبیانه اللوح والقلم

لاخلاص هذا العبد فیکم شواهد ۔ وآیات ایضاح کنار علی علم

جزی الله ایاکم عن العبد خیرا ۔ واهدی علیکم عارض الجود والکرم

وصان جناب العز عن سائر البلا	وعن كل ما يخشى وما يوجب الهزم

وبعد فقد جاءت علينا بعاليل الرضا وآمطرت سحائب العز والعلى فاطفئت لهيب قلوبنا وازالت عنا بيلالها جفاف كروبنا وتلحت بورودها صدورنا وزادت بورودها سرورنا اكنى بذلك كله عن صحيفة شريفة نزلت علينا من ذلك الجناب الذى هو تلثم شفاه الاحباب ومعتصم ايدى الاصحاب وما تضمنت من بشارة التوجه السامى الى دعاء الشفاء واستدعاء زوال الداء العارض لقرة العين فلا نقصانها الله عن موبقات الزمان فقد وقع بمكان واخذ منا اخذ جنان وكيف لا وبمثل هذا يرتجى انجاح المطالب واسعاف المآرب واما الامر بالتمشية والمهاداة فقد سبقنا الى الامتثال به صدور الامر المطاع وورود الحكم اللائق بالاتباع هذا وقد اجزت الشيخ محمد امير بما اعرض لوالدة الكبير من نشوب الشوكة وورم القدم وشقها - وذكرته بما ورد فى الكتاب والسنة من مراعاة القرابة وحقها فاستعد بالرحلة وتاهب للسفرة ثم ان قرة العين فلانة حفظها الله بحمد الله خف مرضها وزال عرضها ووفقنا الله فى اثناء المعالجة لاستعمال الادوية المفيدة ففارقتها الحمى بحمد الله مفارقة سعيدة وذلك بعد حمية شديدة وملازمة لعرق عنب الثعلب واعواز السمن فى الطعام وتقليله ملازمة اكيدة فسوء القنية ايضا ليس لها بحمد الله تعالى على كبدها ولا على المعاليق اثر يحس او يعتد به وانما تعرضها عند رطوبة الهواء تهيج خفيف وعسى ان يرفع الله ذلك ايضا بمنه وكرمه ولطفه امين۔

شاہ صاحب کا ایک اور خط اپنے عم بزرگوار کی جانب۔

لاحت بروق الحى والقلب مبتول	والروح منفصل والدمع مهمول
فشمت منه سرورا لم يكن فرح	اعز عندى منه فهو موصول
وطبت من بين اصحابى وما علموا	بفرصتى ونسيم الروح معلول
وصرت ارفل فى اثواب عافيتى	والهم منهزم والغم مخذول
جزاك ربك فى الدارين خيرهما	وطول عمرك فى الدنيا فمسئول
وصاننا ولكم عن كل جائحة	يفضى الينا اذا ها هو مشمول
ايام بردانت فالقلب منجزع	من قوم سكهم وان الخوف معقول
افنا هم الله عن هذه الديار فهم	شر الاعادى وهم من جنة غول

فوضت امری و امر الناس اجمعهم	الی الاله وان الحفظ مامول

الفقیر الحقیر عبد العزیز یرفع السلام والغرام الی من فاق الکرام ویحمد اللہ علی العافیة والرفاهیة ویشکرہ علی ما وصل الیہ من الصحائف اللطائف تترٰی وحصل الیہ من مطالعة الاخبار السارة مرة بعد اخرٰی هذا واٰخر دعوانا ان الحمد للہ رب العٰلمین ثم طلب العافیة والمعافاة فی هذہ الایام التی هی ایام الفتن ومواسم المحن عافانا اللہ تعالٰی وایاکم عن سائر البلاء ورزقنا اللہ وایاکم ماتیمن من الخصب والرخاء اٰمین۔ والسلام۔

آپ کا ایک اور خط عم محترم شیخ اہل اللہ صاحب کے طرف

یا من الی وجهه تصبو صبابا تی	ومن ذری عزہ تقضی لبا نا تی
لاخیل عندی اهدیها ولا خول	لذا صعرت شناعیف التحیات
حیاک ربک فی عیش ورغد	ولا یکدرہ شوب البلیات
وافی المبشر فاعطی السمع منبهة	رفوض الهم من اتیان والاتی
بشری فقد طلعت شمس العلی و هدی	بدر الشرافة فی افق الکرامات
در من البحر بحر العلم قد ظهرا	نورتفتح من روض السعادات
ابقاہ رب الوری بالصالحات معا	وانبت اللہ سعدا خیر انبات

بعد عرض السلام ورفع الشوق والغرام فالداعی عبد العزیز الراجی الی رحمة ربه المجید یحییکم بتحیات اصولها ثابت فی ارض المحبة الخالصة وفروعها فی السماء ویرفع الیکم دعوات لایزال تزداد ابد الاباد فی القبول والنماء وبعد فانی احمد اللہ علی ما کسانی من سرابیل الصحة وقمص العافیة واطعمنی اقوات الامن وارزاق الرفاهیة وانها نعمة عظیمة ومنحة جسیمة کما قیل ؎

وما العیش الا فی الخمول مع الغنی	وعافیة تغدو بها وتروح

بید ان قرة العین عائشة سلمها اللہ تعالٰی کانت ذات علة فتفضل اللہ تعالٰی باز التا کثرها و هو المرجو لازالة زغبرها وقانا اللہ تعالٰی هول المطلع وصرف عنا وعنکم سوء المضطجع واحسن الینا و الیکم فی المرجع اللهم اثبات نعمک فلا تجعلنا حصائد نقمک اٰمین اٰمین اٰمین وان من نفحات رحمة اللہ فی هذہ الایام ما تباشرنا به وتباشر اهل الحرمین برخص الاسعار وتحادثنا به تحادث البلد

بلتب بعد الامطار وهو الخبر السار الذی کتب فی الالواح وامتزج بالارواح وعد فی جملة الفتشار
العظام وجری فی العروق وسری فی العضاد تغلغل حیث لم تبلغ شراب ولاحزن ولم یبلغ سرور
فقلنا متوجهین الی ورودها ما کانت تقوله اوائل العرب عند التهانی بمولودها بارک الله فی
الحیات بدا حتی نری شجالک هذا اجدا موراحد ه من قی تفدی مثل ما تفدی کانه انت اذا شدّ اشبالا
محمودة وقدّا هنا کو الله تعالی مولدہ وقرن بالخیر مورده واطال عمره واسعده وجعله مقرب جناب
الاله وربّاه فی ظلال اهل الله آمین الزیادة توجب السامة والسلام والاکرام

جناب شاہ عبدالعزیز صاحب کا ایک اور خط اپنے عم بزرگوار کی جانب۔

الی المجلس المحفوف بالمکارم والمعالی اعنی به سیدنا وسندنا ومعتمدنا ومکان الروح فی جسدنا
وذخیرنا یومنا وغدنا سیدنا العم سلمہ الله تعالیٰ ظلاله عن الافول واحله محل القبول آمین ۔

بعد رفع السلام والاکرام	فیقول الفقیر ذو الاثام
ان هذا الفقیر محفوظ	عن شرور الزمان والاسقام
یسئل الله بعد کل صلاة	ان یعافیه فائض الانعام
ویعافی جمیع رفقة الارحام	من ذکور ونسوة وغلام
ثم ان البلاد فاسدة	عن ایادی الغشوم والظلام
غیر خافٍ علیک ما صنعت	قوم سکهٍ کابت التوشام
خفضوا کل قریةٍ ومضوا	یفتحون الحصون والاطام
ضیّعوا امة من الارواح	فتلوا امة من الاجسام
نهبوا اعدة من الاموال	اونقوا اعدة من الایتام
وسقوا کلّ من تعرّضهم	من فنام الانام کاس الحمام
ذهلت کل مرضع عمّا	ارضعته وکل ذات فطام
ان هذی الامور منجرة	فیه فلتعتبر اولی الاحلام
کیف ما سلط الشرار علی الاد	ض من حائک ومن حمام
والی الله نشتکی منهم	انه ذو الجلال والاکرام

هٰذه حالهم من الرفعة ۔۔۔ کل یوم تتزید فی الاقدام
وخشی المسلمین غیر خفی ۔۔۔ قد سری فیهم نحول عظام
معهٰذ افلیس عندهم ۔۔۔ همة یرتقی ذری الاغرام
فاذا جاء عندهم فزع ۔۔۔ امروا ان تجهزوا بخیام
ثم لمّا تمالئوا اجمعًا ۔۔۔ یستشیرون رأی کل حرام
لم یقیموا علیٰ مقررة ۔۔۔ ثم یستقسمون بالازلام
لم یریدوا تدارکًا لعدو ۔۔۔ بل یریدون سد باب ملام
دابهم ذاك لم یروا عرفا ۔۔۔ قط فی دهرهم لطیف منام
ان شکاهم الیهم احدٌ ۔۔۔ دفعوا اللومة بزور کلام
والنصاری من الفرنج اتوا ۔۔۔ عرفوا بالوفاء دعی ذمام
یاخذون الخراج منتصفا ۔۔۔ بسم من دسموا باسم امام
ویریدون اقتطاع الملك ۔۔۔ من ذوی الارض صاحبی الاقوام
ویریدون افتلاذ المال ۔۔۔ من ذوی المال اُولی الانعام
خرجت حزبهم من الافکار ۔۔۔ خفیت صنعهم عن الاوهام
قد تعدی الامر عن حد ادب ۔۔۔ وتعدی عن المقام کلام
لیس عند الادیب معتبرا ۔۔۔ من سهی عن محافظات مقام
لم یصل من جنابکم خط ۔۔۔ ومضت مدّة من الایام
واشتیاقی بقرب حضرتکم ۔۔۔ شرحها لا یتم بالاقلام
ساعة الهجر عند ذی الاشواق ۔۔۔ قد تفوق السنین والاعوام
لکن المسئول من جنابکم ۔۔۔ ان تواسوا بمن الیکم هام
وصلوا ربعة الوداد بما ۔۔۔ فیه طیب وفیه برد اوام
سلم الله ذاتکم ابدا ۔۔۔ ما افاد الضیاء بدور تمام
لقد اوجزت خیفة الابرام ۔۔۔ وضممت السلام بالاکرام

جناب شاہ عبدالعزیز صاحب کا ریویو کتاب مناقب حیدریہ مصنفہ شیخ احمد بن محمد انصاری الیمنی الشروانی[۱]

رایت وریقات تدل تبشرها	علی فضل تحریر الیه یسند
وممدوحه فی ذلک الطرس حیدر	سمی امیر المؤمنین المؤید
ولا غرو ان فاه الکرام بمدحه	اذا الفضل محمود ومنشیه احمد
له قدم فی النثر عالی وان ابوا	علیه براهین البراعة تشهد
وفی نظمه لطف وحسن سلاسة	یذل لدیه کل نظم ویسجد
قد ام علی من الدهور علاوة	یزید علی الاکیاس طرا ویزید

دہلی کے وصف میں آپکے چند ابیات

یا من یسائل عن دهلی ورفعتها	علی البلاد وما حازته من شرف
ان البلاد تأدوا هی سیدة	وانها درة والکل کالصدف
فاقت بلاد الوری عزا ومنقبة	غیر الحجاز وغیر القدس والنجف
سکانها اجمال الارض قاطبة	خَلقا وخُلقا بلا عجب ولا صلف
بها مدارس لو طاف البصیر بها	لم تنفتح عینه الا علی المصحف
کم مسجد زخرفت فیها منارته	لو قابلته شموس الضحی تنکسف
ولا غرو ان زینت الدنیا بزینتها	کم من اب قد علا بابن ذری شرف
وما رجون جری من تحتها تحکی	انهار خلد جرت فی اسفل الغرف

معزز ناظرین! جناب شاہ عبدالعزیز صاحب کے خطوط ورقعات میں سے جسقدر رقعات مجھے نقل کرنے تھے لکھ چکا اگرچہ اسوقت آپکے خطوط کے بہت سے مسودات میرے زیر نظر ہیں لیکن میں نے حیات ولی کے طول پکڑ جانیکے خوف سے چند رقعات کا انتخاب کرکے آپکے سامنے پیش کیا ہے۔ جنسے شاہ صاحب کی جودت طبع اور علمی تبحر اور استعداد کا حال آپ پر بہت کچھ واضح ہو سکتا ہے اور صرف اسی سے آپ قیاس کر سکتے ہیں کہ جناب شاہ صاحب کا تبحر او

۱ شیخ احمد بن محمد بن علی بن ابراهیم انصاری یمنی شروانی بہت بڑا عالم وسیاح تھا اکثر عمر سفر میں بسر کی اور حجاز ومصر کا دورہ کرتا ہوا ہندوستان میں آیا اور اس ملک کے بہت سے شہروں میں پھرا چند تالیفات ورسائل چھپ کر شائع ومشہور ہوئے جو ہندوستان کے مدارس میں داخل درس ہیں ازانجملہ ایک کتاب نفحۃ الیمن ہے اور ایک حدیقۃ الافراح اور ایک عجب العجاب اور ایک مناقب حیدریہ جو سلطان حیدر بادشاہ لکھنو کی مدح میں لکھی ہے۔ علاوہ ازین بہت سے قصائد وخطوط مشہور ومعروف ہیں نمونہ کے چند شعر یہیں جو انشاء اللہ خیال کو لکھے گئے ۵ ہیّج الاشواق للصب اللبیب ÷ ذکر هند ربة الحسن الغریب ÷ من توارت فی حجاب البعد عن ÷ مستهام مشغف الوجد المذیب ÷ فاذکری یا هند صبا دمعه ÷ مذ خفرت العهد یا عینی صبیب ÷ بجوك الدفاك ابکی مقلتی ÷ والجفن اضحك من ینحو النحیب ÷ کیف ارضاك الذی ارضی لعدای ÷ ان هذا امنا نادوحی عجیب ÷

ادب اور فضل و کمال کس پایہ کا تہا۔ اور آپ کی علمی استعداد کس عروج پر پہنچ گئی تھی۔

جناب شاہ صاحب کے ہان بجز تین عصمت مآب اور باعفت صاحبزادیوں کے اولاد ذکور نہین ہوئی اور وہ بھی بڑی اور صاحب اولاد ہو کر آپ کی حیات ہی مین رحلت کر گئین۔ سب سے بڑی صاحبزادی۔ جناب مولانا شاہ رفیع الدین صاحب کے بڑے فرزند مولوی عیسے صاحب کے عقد نکاح مین تہین جو ایک فاضل اور نہایت بالیاقت آدمی تھے۔ دوسری صاحبزادی شیخ محمد افضل صاحب سے بیاہی گئی تہین جنسے جناب مولانا اسحاق[5] صاحب مہاجر اور جناب مولوی محمد یعقوب[6] صاحب پیدا ہوئے۔ مولانا اسحاق صاحب کی تاریخ ولادت ۶۔ ذیحجہ ۱۱۹۷ہجری اور مولوی محمد یعقوب صاحب کی ۲۸۔ ذیحجہ سنہ ۱۲۰۰ہجری ثابت ہوئی ہے۔ شاہ صاحب کی تیسری صاحبزادی مولوی عبد الحی صاحب کے عقد نکاح مین تہین جو ایک فاضل اجل اور نہایت شریف و خلیق شخص تھے اور جو جناب سید احمد صاحب کی بیعت مین چند سال تک کوہستان اور اُسکے اطراف مین رہے اور بہر مرض بواسیر کی شدت سے سفر ناگزیر اختیار کیا۔

مولانا شاہ عبد العزیز صاحب کی تصنیفات جو خاص خاص موقعون پر نہایت ضرورت کیوقت لکھی گئی ہین آپکی بے نظیر یادگار ہین۔ آج جن کتابون کی عام شہرت دریائے جمنا سے فرات تک اور ہندوستان سے کوہ ہمالیہ تک نہایت مقبولیت کیساتھ پہیلی ہوئی ہو اور جو بے انتہا توقیر و عظمت کی نگاہون سے دیکھی جاتی ہین وہ آپ ہی کی مصنفات ہین۔ شاہ صاحب کی تصانیف کا مفصل ذکر مشرح طور پر مینے حیات عزیزی مین کیا ہے جو میری پہلی تصنیف ہو اور جسکی قدر پبلک نے میری امید سے بہت زیادہ کی ہے مین اُس تمام بیان کو یہان ذکر کرکے حیات ولی کو طول دینا نہین چاہتا۔ ناظرین وہان اچھی طرح دیکھ سکتے ہین۔ لیکن چونکہ مین اس تذکرہ کو شاہ صاحب

[5] مولانا محمد اسحاق صاحب مہاجر شیخ محمد افضل کے فرزند اور جناب مع للہ شاہ عبد العزیز صاحب کے نواسہ ہین آپنے علم حدیث شاہ صاحب سے حاصل کیا اور کامل بیس برس تک یہ شریف فن آپکے حضور مین بیٹھکر جدید الفکر طلبہ کو پڑہایا۔ آپ سنت نبوی کے پورے فدائی تھے اور کوئی کام خلاف سنت ظہور مین نہ آتا تہا۔ چونکہ خدا تعالی نے صورت و سیرت دونون عطا کی تہین لہذا آپ کی صورت سے آثار نجابت عیان ہوتے تھے اور دیکھنے والون کو یقین ہوتا تہا کہ جناب نبی عربی صلے اللہ علیہ وسلم کی صحبت کا فیض جنہون نے پایا ہوگا ان کی یہی صورت و سیرت ہوگی جب جناب شاہ عبد العزیز صاحب نے سفر آخرت قبول کیا تو لوگون نے آپ کا فرق مبارک دستار خلافت سے مزین کیا اور تمام معتقدین کی رجوع آپ کی طرف ہوئی۔ وہ خدا جوئی نہایت فخر و ناز کے قابل ہے جو شاہ صاحب مین موجود تھی آپنے باوجود اس شوکت و حشمت اور جاہ و جلال کے سب کچھ چھوڑ کر صرف خدا جوئی مین حجاز کا مبارک سفر کیا او مع قبایل و عشائر وہان پہنچکر فرض منصبی ادا کیا حج سے فارغ ہو کر ہندوستان کیطرف مراجعت کی اور ایک عرصہ تک مواعظ و نصائح سے خلق کو راہ ہدایت دکہلاتے رہے اس کے بعد چونکہ شعائر اسلام مین دن بدن ضعف اور کفر و بدعات کی رسوم مین ترقی ہوتی جاتی تھی اس لیئے آپ نے ہجرت کی نیت مصمم کرکے اور تمام قبائل کو ہمراہ لیکر روانہ مکہ معظمہ ہوئے۔ اگرچہ تمام شہر کے باشندے اور نیز سلطان وقت بساجت تمام مانع آئے مگر چونکہ آپ پر شوق حرم محترم غالب تہا لہذا آپ ممتنع نہین ہوئے اور مکہ معظمہ مین جاکر توطن اختیار کیا اور چھ سال کے بعد ۱۲۶۲ ہجری مین انتقال فرمایا ۱۲

[6] مولوی محمد یعقوب صاحب شاہ محمد اسحاق صاحب مہاجر کے چھوٹے بہائی ہین علم و فضل مین اپنا نظیر نرکہتے تھے اور خلق جمیل صفات جزیل قناعت و استغنا مین آپکی مثال ہزار تلاش کے بعد بھی نہین ملتی تہی اکثر لوگ آپ کے پاس ہدایا اور تحفے لیکر حاضر ہوتے تھے لیکن آپ کسی چیز کو نگاہ قبول سے نہ دیکھتے تھے بلکہ جو سرمایہ اپنے پاس رکھتے تھے اسی مین قوت بسر کیا کرتے تھے آپ نے بہی اپنے برادر عزیز کے ساتھ ہندوستان سے ہجرت کی اور مکہ مین توطن اختیار کیا اور انجام کار وہین رحلت فرمائی ۱۲

کی تصنیفات سے خالی چھوڑنا مناسب نہین سمجھتا اسلیئے آپ کی تمام مصنفات کا ایک اجمالی نقشہ پیش کرتا ہون جس سے ناظرین کو آپ کی تصانیف کا سرسری نمونہ معلوم ہو سکتا ہے۔

نمبر شمار	نام کتاب	کس زبان مین	کس فن کے متعلق	مختصر کیفیت
۱	تفسیر فتح العزیز المعروف بہ تفسیر عزیزی	فارسی مین	متعلق قرآن مجید	اس قابل قدر اور بے مثال تفسیر کی دو جلدین ہین۔ پہلی جلد مین سورۂ فاتحہ سے لیکر پارۂ سیقول کے ربع تک سوا پارے کی تفسیر ہے اور دوسری مین اخیر کے دو پارون کی۔ یہ تفسیر ایک ایسے نرالے ڈھنگ مین لکھی گئی ہے جسکی نظیر سے تمام متقدمین و متاخرین کے حلقے خالی ہین اسمین تمام علوم و فنون کوٹ کوٹ کر بھر دیئے ہین اور ہر علم کا کافی نمونہ دکھایا گیا ہے جس سے مؤلف کی شان علم اور علمی تبحر بہت کچھ ثابت ہوتا ہے۔
۲	تحفۂ اثنا عشریہ	فارسی مین	متعلق مناظرہ	یہ کتاب اہل تشیع کے بطلان عقاید مین ایسی متانت و تہذیب اور شائستگی کیساتھ مدلل لکھی گئی ہی جسکا جواب آج تک علمائے شیعہ سے بن نہین پڑا۔ انصاف پسند طبیعتین خوب جانتی ہین کہ یہ لاجواب کتاب کس پایہ کی ہی اور مصنف نے کن کن آبدار جواہر سے اسے آراستہ کیا ہی یہ کتاب شاہ صاحب نے اُسوقت تصنیف کی جبکہ دہلی مین شیعون نے ایک بہت بڑا دُند مچا رکھا تھا اور یہ طبقہ مختلف خیالات و عقاید کا بازیگاہ بنا ہُوا تھا متعصب شیعہ حشرات الارض کیطرح چارون طرف پھیلے ہوئے تھے اور ہر طرف طوفان بے تمیزی کا اندھا دُھند جھکڑ چل رہا تھا۔ ایسے فتنہ زا اور پر آشوب زمانے مین جناب شاہ صاحب نے ایک ایسی معرکہ کی کتاب کا تصنیف کرنا ضروری سمجھا جس سے ہزارہا بندگان خدا کے شکوک مٹ گئے اور وہ پکے مسلمان بنگئے۔
۳	بستان المحدثین	فارسی مین	فن تاریخ مین	یہ لاجواب کتاب بھی اپنے فن مین بے نظیر ہے جسمین تمام کتب حدیث اور اُنکے مصنفین و مؤلفین کے تاریخی حالات نہایت بسط و شرح کیساتھ لکھے ہین اس کتاب کا طرز بیان قابل دید اور مصنف کی علمی تحقیقات در تاریخ دانی لائق تعریف ہے بارھوین صدی کے بعد جو کتابین سلف کی یادگار مین لکھی گئی ہین وہ

مختصر کیفیت	کس فن کے متعلق	کس زبان مین	نام کتاب	نمبر شمار
یہ ایک نہایت مختصر رسالہ میزان المنطق کی شرح ہی جو ہنوز قالب طبع مین ڈہالا نہین گیا۔ عاجز مولف نے ایک قومی کتبخانہ مین اسکی زیارت کی ہے حقیقت مین نہایت ہی عجیب و غریب کتاب ہے منطق کے ابتدائی مسائل و اصطلاحات کو اسقدر خوبی سے بیان کیا ہی کہ قابل اظہار نہین۔ رسالہ مذکورہ کے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہی کہ مصنف کو علم منطق مین بہت ہی کمال حاصل تہا اور اُسنے اس فن کو عروج کمال پر پہنچا دیا تہا۔	فن منطق مین	عربی مین	شرح میزان المنطق	۴
یہ حواشی بھی ابھی تک چہپی نہین بلکہ ایک قلمی نسخے پر لکھے ہوئے ہین ان حواشی مین شاہ صاحب نے بدیع المیزان کے مطالب کو اسدرجہ حل کیا ہے کہ ادنی درجہ کا طالب العلم بغیر استاد کی مدد مسائل منطقیہ سے بخوبی واقف ہوسکتا ہے اور جو اشکال اس راہ مین پیش آتے ہین اسکے آگے پانی ہوجاتے ہین۔ مینے بدیع المیزان کی اور بھی چند شروح کا مطالعہ کیا ہی لیکن جو خوبی اسمین پاتا ہون کسی دوسری شرح مین نہین پاتا۔	ایضاً	ایضاً	حواشی بدیع المیزان	۵
شرح عقاید کے اگرچہ بہت سے حواشی اور تراجم میری نظر سے گزرے ہین لیکن یہ حواشی اپنی طرز مین بالکل نرالے اور انوکھے ہین شاہ صاحب نے ان مین وہ طرز بیان اختیار کیا ہی جس سے شرح عقاید کے مشکل اور لاینحل مسائل بالکل پانی ہوگئے ہین یہ حواشی مینے اپنے ایک دوست کے پاس کہنہ مسودات مین دیکھے ہین۔	متعلق عقاید	ایضاً	حواشی شرح عقاید	۶
یہ ایک نہایت ہی لاجواب کتاب ہے جو خلفائے اربعہ کے فضائل مین بڑی تحقیق سے لکھی گئی ہی خلفائے اربعہ کی سوانح عمریان اور اُنکے تاریخی حالات جسقدر اب تک لکھے گئے ہین غالبًا اسی کتاب سے اقتباس کئے گئے ہین افسوس کہ مینے اول سے آخر تک اس کتاب کا بنظر غور مطالعہ نہین کیا اور یہی وجہ ہے کہ اسکی پوری کیفیت بیان نہین کرسکتا۔ البتہ سرسری اور اجمالی نظر ڈالنے سے اسقدر ضرور ثابت ہوا	متعلق تاریخ	ایضاً	ترجمہ ازالۃ الخفا عن خلافۃ الخلفا	۷

نمبر شمار	نام کتاب	کس زبان مین	کس فن کے متعلق	مختصر کیفیت
				کہ اس کتاب مین کتب احادیث کا بہت کچھ تتبع کیا گیا ہی اور خلفائے اربعہ کے تاریخی واقعات حتی الامکان احادیث مشہورہ اور متواترہ سے جمع کیے گئے ہین۔
۸	عجالۂ نافعہ	فارسی مین	متعلق اصول	یہ بھی ایک نہایت مختصر رسالہ ہی جو اصول حدیث کے متعلق لکھا گیا ہی اسمین شاہ صاحب نے مصطلحات حدیث اور اسکے اقسام و مراتب نہایت اختصار کیساتھ بیان کیے ہین۔
۹	سر الشہادتین	عربی مین	متعلق تاریخ	شاہ صاحب نے اس رسالہ مین امامین ہمامین حضرت حسنین کی شہادت کے دردانگیز اور پرملال واقعات کی ہوبہو تصویر کھینچی ہی اگرچہ کربلا کے پُردرد حالات اور لوگون نے بھی جمع کیے ہین لیکن اُن مین سے اکثر پر تو افسانہ کا رنگ آمیزی اور مبالغہ کا پوچڑ پھیر گیا ہے جس نے اصلی واقعات کی چمک کو بھی مٹا دیا اور بعض پر اُن مصنوعی روایات کا روغن چڑھایا گیا ہی جو مصنفین کے نزدیک فضول قصون سے زیادہ وقعت نہین رکھتے شاہ صاحب نے اس کتاب مین وہ صحیح اور معتبر واقعات لکھکر جو بالکل مسلم الثبوت اور مستند حدیثون سے ثابت ہوئے ہین دونون فریقون کے دھوکے کو کھودیا اور صاف طور پر بتادیا کہ امامین ہمامین کے اصلی واقعات یہ ہین۔

ان کتابون کے علاوہ اور بہت سے رسالے شاہ صاحب کی تصنیف سے ہین جو مختلف فنون مین زمانہ کی ضرورت رفع کرنے کی غرض سے لکھے گئے ہین اور جو ہنوز چھپ کر شائع نہین ہوئے بلکہ آپکے قلمی مسودات مین موجود ہین۔ چونکہ کتابون کے عنوانے اُن کے نامون کا سراغ نہین چلا اسلیئے مین اُنھین داخل نقشہ نہین کرسکا نظم مین ایک عربی دیوان بھی آپ کی تالیف سی ہے جو دہلی مین بعض لوگون کے پاس موجود ہی۔ اور جس سے شاہ صاحب کی جودت طبع اور تیزی ذہن اور فصاحت و بلاغت بہت کچھ ثابت ہوتی ہے۔ اسمین آپنے وہ وہ معرکے کے مضامین نہایت مختصر اور سادے لفظون مین ادا کیے ہین جنکے دیکھنے سی سخت تعجب آتا ہے الغرض جو کتابین مولانا موصوف نے حسب ضرورت لکھی ہین وہ آپکی زمین مین محسوس یادگار ہین جنکی چمک اسوقت شرق سے غرب تک بڑی تابانی کے ساتھ پڑ رہی ہی اور انشاءاللہ قیامت

تک پڑے گی۔

چونکہ شاہ صاحب کے تمام واقعات نہایت بسط و شرح کیساتھ حیات عزیزی مین لکھ چکا ہون اسلیئے صرف آپکے انتقال کا حال لکھکر اس عنوان کو ختم کرتا ہون۔ ناظرین سوانح۔ آپکے باقی حالات حیات عزیزی مین پڑھ سکتے ہین شاہ صاحب نے ۷۔ شوال روز یکشنبہ بوقت صبح ۱۲۳۹ ہجری مین سفر آخرت قبول کیا۔ بعض موزون طبیعتون نے چند قطعے آپکی تاریخ وفات مین موزون کیئے ہین جنمین سے مین تین قطعہ انتخاب کرکے ناظرین کیخدمت مین پیش کرتا ہون

قطعہ اول

قطعہ تاریخ از جناب مولانا شاہ رؤف احمد صاحب نقشبندی

شاہ عبد العزیز فخر جہان   عالم علم آیت قرآن
صبح یک شنبہ ہفتمین شوال   ازبدن گشتہ روح او پران
سن ہجری چو جستم از ہاتف   گفت اے نکتہ سنج قاعدہ دان
سال فوتش زہر عدد پیداست   از احد تا الوف زین عنوان
خواہی از ہر عدد کہ تاریخش   اولاً چار چند کن پس ازان
یک بیفزا و ضرب کن در دہ   پس بکن طرح بست بست ایجان
در صد و بست چار باقے را   ضرب فرما تو اے فہیم زمان
پس بنقصان در عدد دریاب   فوت آن مفخر زمین و زمان

قطعہ تاریخ از جناب حکیم مومن خان صاحب دہلوی

انتخاب نسخۂ دین مولوی عبد العزیز   بیعدیل و بینظیر و بیمثال و بے مثل
جانب ملک عدم تشریف فرما کیون ہوے   آگیا تہا کیا کہین مُردون کے ایمان مین خلل
ہے ستم اے چرخ تو کسکو یہان سے لے گیا   کیا کیا یہ ظلم تونے بے کسون پر اے اجل
جب اُٹھائی نعش ایک عالم تہ و بالا ہُوا   لوٹتا تہا خاک پر ہر قدسی گردون محل
کیا کس و ناکس یہ تہا صدمہ کیا جسوقت دفن   ڈالتا تھا خاک سر پر ہر عزیز و مبتذل

مجلس درد آفرین تعزیت مین مین بھی تھا	جب پڑھی تاریخ مومن نے یہ اکر بے بدل
دست بیداد اجل سے بے سروپا ہوگئے	فقر و دین فضل و ہنر لطف و کرم علم و عمل

قطعۂ سوم

حجت اللہ ناطق و گویا	شاہ عبدالعزیز فخر زمن
روز شنبہ و ہفتم شوال	درمیان بہشت ساخت وطن
مہر نصف النہار در عرفان	مثل بدر منیر در ہمہ فن
از سر لطف و حلم تاریخش	رضی اللہ عنہ گفت حسن

شاہ صاحب کے مرض موت کی کیفیت مختصراً یہ ہو کہ ابتداءً آپ کو خفیف سی تبخیر ہوئی اور پھر رفتہ رفتہ اچھی تپ آ گئی اور وقتاً فوقتاً اُسمین اشتداد بڑھتا گیا۔ اگرچہ مرض مین آناً فاناً زیادتی ہوتی جاتی اور کرب و بے چینی بڑھتی جاتی تھی لیکن پھر بھی آپکے ہوش و حواس مین کسیطرح کا فرق نہ آیا تھا کرب و بیچینی کے زمانہ مین معمولی اوظاف و اوراد مین تھوڑا فرق ضرور آگیا تھا۔ مگر فرائض و سنن اُسی اہتمام و سرگرمی سے ادا کیے جاتے تھے جیسا کہ صحت کیوقت۔ آپ کو خلق اللہ کی ہدایت و رہنمائی کا خیال صرف پیش نظر تھا۔ چنانچہ اشتداد مرض کے زمانہ مین جب آپکے وعظ کا دن آیا تو آپنے حاضرین سے فرمایا کہ مجھے اٹھا کر بٹھا دو اور دو آدمی میرے مونڈھے پکڑے رہو۔ لیکن جب بیان کرنا شروع کرون تو دونون شخص مجھے چھوڑ کر علیحدہ ہو جائین۔ چنانچہ آپکے ارشاد کی فوراً تعمیل ہوئی اور آپ نہایت اطمینان سے وعظ فرماتے رہے گو لب و لہجہ سے ناتوانی اور کمزوری کے آثار نمایان تھے لیکن استقلال ویسا ہی اپنا رنگ جمائے ہوئے تھا۔ وعظ ختم کرنیکے بعد آپنے خدائے ذوالجلال کے دربار مین ہاتھ اُٹھائے اور اپنے اور نیز تمام مسلمانون کیلئے نہایت خشوع و خضوع کے ساتھ دعا کی۔ زان بعد آیۂ ذوی القربی والیتمی والمسٰکین وابن السبیل زبان فیض ترجمان پر جاری ہوئی اور اپنے عزیز و اقارب کیطرف متوجہ ہو کر فرمایا۔ کہ میری ملکیت مین جسقدر نقد و اسباب ہے سب ایک جگہ جمع کردو۔ اس ارشاد کی فوراً تعمیل ہوئی اور گھر والون نے آپ کا سارا اسباب اور نقد و جنس جسقدر تھا ایک جگہ جمع کر دیا آپنے آیۂ مذکورہ کی منشا کے مطابق تمام جائز وارثون کے حصے علیحدہ کر دیئے اور جو شخص جسقدر شرعی استحقاق رکھتا تھا آپنے اپنے ہاتھ سے اُسے تقسیم کر دیا۔ اسکے بعد آپنے عربی فارسی چند اشعار جو معرفت الٰہی کے رنگ مین ڈوبے ہوئے تھے ایک ایسے دردناک لہجہ مین ادا کیے جس سے سُننے والونکے جسم مین سنسنی سی پیدا ہوگئی۔ اور بدن پر رونگٹے کھڑے ہوگئے۔

اسکے بعد آپنے حاضرین کو وصیت کی کہ میری تجہیز و تکفین مین زیادہ اہتمام نہ کیا جائے۔ بلکہ جس قسم کے کپڑے حالت زندگی مین میری تن پوشی کیا کرتے تھے اُن ہی سے مجھے کفنایا جائے۔ البتہ غسل کیوقت اس بات کی مزید احتیاط کرنا چاہیئے۔ کہ ارکان غسل مین سے کوئی رکن ترک نہو۔ تجہیز و تکفین کے بعد جب جنازہ تیار ہو تو نہایت آہستگی و وقار کیساتھ لے چلین اور شہر کے باہر صحرا مین نماز جنازہ ادا کرین۔ سلطان وقت کو میرے جنازے کی شمولیت اور شرکت نماز مین مدعو کیا جائے۔ ازان بعد آپ ذکر و اذکار مین مشغول ہوئے۔ اور اسی حالت مین آپ کی روح جسم عنصری سے پرواز کر گئی۔ جسوقت روح نے جسم سے مفارقت کی ہے یہ الفاظ زبان مبارک پر جاری تھے توفنی مسلما والحقنی بالصلحین روح کے بدن سے مفارقت کرتے ہی گھر والون سے کلمہ انا للہ وانا الیہ راجعون کا نعرہ بلند ہوا صد آفرین آپکے متعلقین پر جنہون نے ایسے نازک اور مصیبت کیوقت مین انتہا درجہ کے ضبط و استقلال سے کام لیا اور ثابت قدمی کے عمدہ نمونے دکھائے۔ اگرچہ پُرنم آنکھون سے آنسوؤن کی ندیان بہ رہی تھین۔ سینے اندوہ و رنج سے لبریز تھے بدن تھرتھر کانپ رہے تھے لیکن زبانین شکر الٰہی کیساتھ رطب اللسان تھین۔

شاہ صاحب کے انتقال کے بعد گھر والون نے آپ کی وصیت کے مطابق تجہیز و تکفین کی۔ چونکہ آپ حالت زندگی مین ہمیشہ موٹی دھوتر کا کرتہ گاڑھے کا پاجامہ یا تہ بند زیب بدن فرمایا کرتے تھے۔ لہذا آپ کی تکفین اسی قسم کے کپڑون سے کی گئی۔ جب کفنا کر فارغ ہوئے تو شہر سے باہر نکلکر نماز جنازہ ادا کی۔ لوگ جوق جوق آتے اور نماز جنازہ پڑھتے کہتے ہین کہ پچپن مرتبے آپکے جنازے کی نماز پڑھی گئی۔

مولانا شاہ رفیع الدین صاحب

یہ بزرگوار جناب شاہ ولی اللہ صاحب کے سعادتمند فرزند ہین عمر مین مولانا شاہ عبد العزیز صاحب سے چھوٹے اور حضرت شاہ عبد القادر صاحب سے بڑے ہین۔ آپنے تمام علوم بالخصوص علم حدیث و تفسیر کی سند اپنے والد بزرگوار حضرت عارف باللہ جناب مولانا شاہ ولی اللہ صاحب سے حاصل کی۔ علوم دینیہ اور فنون عقلیہ مین مجتہدانہ کمال رکھتے تھے اور ادب و شاعری مین مرجع ارباب استعداد تھے چونکہ آخری عمر مین جناب مولانا شاہ عبد العزیز صاحب کو کبر سنی اور ضعف مزاجی نے نہایت کمزور کر دیا تھا اور کثرت امراض کی وجہ سے آپ تعلیم و تدریس طلبہ کا دماغ نہ رکھتے تھے لہذا اسوقت تدریس کا سلسلہ آپ ہی کی مقدس ذات کیساتھ وابستہ تھا نامی گرامی اور مشہور شہرون سے جو نامور فضلا اور زبردست علما یہان آکر آپ کی قدمبوسی حاصل کرتے باوجودیکہ وہ دنیا کے نامور و مشہور اہل کمال سے منشور

یکتائی اور فضل و کمال کی سند حاصل کر چکے تھے لیکن پھر بھی آپکے فضل و کمال کی شان اور علمی تبحر دیکھکر دنگ رہجاتے اور آپ کی خدمت مین اپنے تئین طفل ابجد خوان اور مبتدی محض سمجھکر ابتدا سے انتہا تک سبقاً سبقاً تمام علوم کی تحصیل پر از سر نو کمر بستہ ہوتے اور سرگرم طبیعتون مین آپسے تحصیل علوم کا جوش پیدا ہوجاتا یہی وجہ ہے کہ دیار ہندوستان کے تمام نامی اور مشہور فضلا آپ ہی کے مستفیضون اور خوشہ چینون مین شمار کیے جاتے ہین۔

آپ کو ہر فن کے ساتھ ایک خاص قسم کی مناسبت تھی اور خدا نے وہ حافظہ و ذہن عطا کیا تھا کہ وقت واحد مین متعدد علوم اور مختلف فنون کا درس فرمایا کرتے تھے۔ جب ایک فن کی درس سے دوسرے فن کی طرف متوجہ ہوتے تو حضار مجلس کو معلوم ہوتا کہ اسی فن مین جامۂ یکتائی آپکے قامت استعداد پر قطع ہوا ہے غرضکہ آپ کا علم و فضل اور تبحر ہر طرح قابل تعریف ہے۔ اور متانت سنجیدگی راستبازی انصاف شعاری خوش طبعی عاجزی و انکساری حلم و بردباری اور بھی زیادہ لائق توصیف ہے۔

باوجود ان کمالات ظاہرہ کے آپکے فیض باطن کے افاضہ کا یہ حال تھا کہ اگر جنید بغدادی اور حسن بصری بھی آپکے مبارک زمانہ مین ہوتے تو آپکے پاک اور پر جوش ولولے دیکھکر عش عش کر جاتے۔ پھر ان تمام باتون کے علاوہ سخا و کرم آپ کی ذات اقدس مین کوٹ کوٹ کر بھرا ہوا تھا۔ رحم بھی حد سے زیادہ تھا تواضع بھی پرلے درجہ کی تھی غرضکہ جو باتین ایک معزز و باکرامت ولی مین ہونی چاہئین وہ سب آپ مین جمع تھین جب ہم آپکے تفصیلی واقعات پر اجمالی نظر ڈالتے ہین تو آپکے اصاف لکھنے سے زبان و قلم دونون کو عاجز پاتے ہین۔ آپکے زمانہ طالب العلمی کے وہ واقعات ہمارے پیش نظر ہین جنسے آپکی بے لوث توکل اور پاک استقلال پر ایک بہت بڑی نظیر قایم ہوسکتی ہے اگر اختصار ہمین قدم بقدم مانع نہوتا تو ہم مولانا موصوف کی پوری لائف لکھکر بتا دیتے کہ آپ کس پایہ اور مرتبہ کے آدمی تھے گو آپ بظاہر بشریت کے جامہ سے آراستہ تھے لیکن حقیقت مین فرشتہ خصلت تھے۔

اس مشہور فاضل نے اپنے تمام اوقات دنیاوی کاروبار اور عبادات اور طلبہ کی درس و تدریس مین تقسیم کر رکھے تھے۔ طلبہ کی تدریس نے اگرچہ آپ کی تصنیف و تالیف کیلئے بہت ہی کم وقت باقی چھوڑا تھا۔ مگر پھر بھی آپنے اکثر مفید کتابین تصنیف کین جو اسوقت تک مولنا کی بے نظیر یادگار ہین۔ قرآن مجید کا لفظی ترجمہ آپ ہی نے کیا ہے جو دریائے جمنا سے لیکر فرات تک نہایت مقبولیت کیساتھ پھیلا ہوا ہے اور جس سے عامہ خلائق مستفیض ہو رہی ہے آپنے عربی زبان مین بہت سے پر معنی اور دلچسپ مضامین نظم و نثر کے پیرایے مین عجیب شان و شوکت کیسا

لکھے ہین ہین اُنہین سے یہان صرف ایک قصیدہ اور ایک خمسہ منتخب کرکے نمونۃً ہدیۂ ناظرین کرتا ہون جنسے آپ کی عربیت اور ادب کی شان اور علم وفضل کا پایہ بہت کچھ ثابت ہوتا ہے۔

شیخ بوعلی سینا جو چوتھی صدی مین ایک مشہور فاضل اور فن طبابت کا موجد گزرا ہے اُس نے ایک نہایت پرزور قصیدہ اِس بارے مین لکھا تھا کہ نفس کیا چیز ہے اور اُسکی حقیقت کیا ہے۔ فاضل اجل جناب مولٰنا شاہ ولی اللہ صاحب نے اُسکا ایک متین اور سنجیدہ جواب نظم کے پیرایے مین دیا تھا جسے مولٰنا شاہ رفیع الدین صاحب نے مخمس کیا۔ چنانچہ مین اُس خمسہ کو بعینہٖ درج کرتا ہون اور وہ یہ ہے۔

سال الحکیم عن النفوس الرضع — وقعت فطارت لم تقف بالمطمع
فاجبت اکشف سرّها عن منبع — هبط الوجود من المحل الارفع
مستدرجا بتجنس وتنوّع

قد جل فی اطلاق غیب هویّة — عن وصمة التقیید فی انیّة
حتی اکتسی من نسبة علمیة — لزمت حقائق او لا الحقیقة
فتصوّی کمال الزوج عند الاربع

فهنالک کل کان اسمًا سامیًا — عن کسوة التخلیط خلوا عاریًا
لصنوف آثار التمثل حاویا — ثم اکتست تلک الحقائق ثانیا
بحقائق الاعراض کالمتقنع

فی اللوح قد ظلت تظل بجملة — مما استکن بروزها فی وحدة
من کل معنی تقتضیه وصورة — ثم استقرت کلها بهویة
فیها تشخصت الشیون بمجمع

او فت بها الناسوت حلا حاصرًا — وبحر الآثار فعلا حاضرًا
ما قد حوته وافرا او قاصرا — متکثرا تلک الحقائق ظاهرا
متوحدا عند اللبیب الاورع

فید ورا مرؤ واحد فی دورة — بشهادة او برزخ او غیبة
وقیام عین او تلاحق هیئة — والنفس عقد جامع لمشتتة

والنفس باطن جثة المتجسمہ

وکمالها الشخصی یرتی بته
دینًا وقبرًا محشرًا وجنة

وتری له نوعا وصنفا وسعة
انظنها رابت الاقامة برهة

ثم استقرت بالدیار البلقع

اوقاتها امرتربص اسه
اترى الحکیم البرسوغ بوسه

کلا فان الوهم نکس راسه
الظن ان الشیٔ یکرہ نفسه

هیهات ذالک من المحال الاشنع

حضرت مولنا شاہ رفیع الدین صاحب کا قصیدہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے معراج کے بیان مین

یا احمد المختار یا زین الورے
یا خاتم الرسل ما اعلاکا

یا کاشف الدعاء من مستنجد
یا منجی فی الحشر ما والاکا

هل کان غیرک فی الانام من استوے
فوق البراق وجاوز الافلاکا

واستمسک الروح الامین رکابه
فی سیرہ واستخدم الاملاکا

عرضت لک الدنیا وداعی ملته
نبحت بنعتک طامعین ردا کا

فرددتهم فی خیبة عن قصدهم
الله صانک عنهم ووقاکا

واخترت من لبن وخمر فطرة
الاسلام والهدی الیه هداکا

قعدت لک الرسل العظام ترقبا
فعلوت مغبوطا لهم مسراکا

وامتهم فی القدس بعد تجاوز
منهم بامر الله اود لاکا

وبکی الکلیم لما رأک علویة
وتنافسوا بحق فیهم ذاکا

وتزینت حور الجنان بشاشة
یلک سیک شوقا الی لقیاکا

خلفت روح القدس عند السدرة
القصوی یخاف من الجلال ملاکا

اذ ماک ربک فی منازل قربة
جلی لک الاکوان ثم حیاکا

واتم نعمته علیک فلو تسل
ان تو تی الاتفاق والاماکا

القی الیک کنوز اسرار سمت ۔۔۔ عن حیطۃ الافہام اذ ناجاکا

وسالت فینا العفو منہ شفاعۃ ۔۔۔ فاجاب بک قد وھبت مناکا

حتی اذا تم الدنو نسترت ۔۔۔ منک الھویۃ فی سنا مولاکا

فرایتہ جھرا بعیسی نورہ ۔۔۔ ماکان الا اللہ فی مجلاکا

فکساک نورا من اشعۃ ذاتہ ۔۔۔ افناک عنک اذا بہ ابقاکا

فلک المناصب والسیادت للوری ۔۔۔ وخلافۃ الرحمن یا بشراکا

جعلت لک الاقدار والانوار ۔۔۔ الجنات والنیران فی مراکا

اعطاک تخفیفا و تیسیرا الی ۔۔۔ دین قویم محکم لقراکا

و سواہ من نعم جام مالھا ۔۔۔ عد و حد ینتھی اولاکا

فرجعت مسرورا بہا فی الحجۃ ۔۔۔ وجمیع خلق اللہ قد ھناکا

اجریت دین اللہ بعد لغنویہ ۔۔۔ ومحوت راس الجھل والاشراکا

فلقد اتیتک سیدی مستجدیا ۔۔۔ من سیبک المدرار حسن والاکا

یا لیتنی قد فزت منک بنظرۃ ۔۔۔ فی بدر وجہ نور الاملاکا

جناب مولانا شاہ رفیع الدین صاحب کے ہان چار ہونہار اور بلند اقبال فرزند پیدا ہوئے۔ مولوی موسیٰ صاحب مولوی مخصوص اللہ صاحب۔ مولوی عیسےٰ صاحب مولوی حسن جان صاحب۔ اگرچہ یہ حضرات علم و فضل مین اپنا نظیر نہ رکھتے تھے اور ہر ایک آسمان علم کا نہایت تابان آفتاب تھا لیکن مولوی مخصوص اللہ صاحب ان سب مین خصوصیت کے ساتھ قابل ذکر ہین۔

مولوی مخصوص اللہ صاحب نے تمام علوم کی تحصیل اپنے عم بزرگوار جناب مولانا شاہ عبد العزیز صاحب قدس سرہٗ کی خدمت مین کی اور چند روز مین اپنے ہمعصرون سے گوئے سبقت لیگئے۔ فارغ التحصیل ہونیکے بعد ایک زمانہ دراز تک تدریس طلبہ مین مصروف رہے۔ اور علوم دینی فنون یقینی کے مشاغل مین اوقات گرامی شب و روز خرچ کرتے رہے چنانچہ بیس پچیس سال تک برابر مولانا صاحب کی خدمت مین قرات کلام الٰہی اور حدیث رسالت پناہی کرتے رہے اور آپ کی تقاریر گوش ہوش کا ذخیرہ فرماتے رہے اس لیئے آپنے حدیث و تفسیر مین وہ کمال بہم پہنچایا تھا کہ ان دونون فنون کے جو بیش قیمت اور انمول جواہر آپکے خزانۂ سینے مین تھے وہ اور کہین نہ پائے جاتے تھے۔

علاوہ حدیث و تفسیر کے فقہ عقائد کلام اصول وغیرہ مین مجتہدانہ کمال رکھتے تھے اوران علوم کو عروج کمال پر پہنچا دیا تھا اور چونکہ آپ کی طبیعت زیادہ تر عبادت دوست اور مزاج زہادت پرست واقع ہوا تھا اسلیئے آخر عمر مین سررشتہ تدریس ہاتھ سے دیکر گوشہ نشینی اختیار کرلی تھی اور ہمیشہ عبادت آلہی مین مصروف رہتے تھے۔ آپکے اوقات اسدرجہ مجموع تھے کہ شاید سلف صالحین کے زمرہ مین اولیائے کرام کے اوقات ایسے ہونگے۔ اور چونکہ آپ کی ساری ہمت عبادت الٰہی اور تقوے شعاری مین مصروف تھی۔ لہذا نظم عربی اور انشاپردازی کی طرف آپ کا میلان طبع نہ تھا یہی وجہ ہے کہ آپ کا کوئی کلام باوجود تحقیقات کے مجھے دستیاب نہین ہوا۔

جناب مولنا شاہ عبدالقادر صاحب رح

آپ جناب شاہ ولی اللہ صاحب کے فرزند رشید اور مولانا شاہ عبدالعزیز صاحب و شاہ رفیع الدین صاحب کے چھوٹے بھائی ہین۔ اس وحید العصر فرید الدہر کے علمی تبحر اور فطری جوہر کی خوبی کا اظہار کرنا بلا مبالغہ ایسا ہے جیسا آفتاب کی تابانی و درخشانی کی تعریف اُسکی چمکیلی شعاعون اور تیز کرنون کے ساتھ کرنا اور آپکے فضل و کمال کی توصیف کا ذکر کرنا بالکل ایسا ہے جیسے آسمان کی مدح سرائی اُسکی رفعت و بلندی کے ساتھ۔

شاہ عبدالقادر صاحب نے بچپن کا مسرت اندوز زمانہ اپنے ناز بردار اور مہربان والد کے سایۂ عاطفت مین بسر کیا اور تمام دینیات کی آپ ہی سے تحصیل کی لیکن باطنی فیض کے حاصل کرنے کیلئے والد بزرگوار کے علاوہ دیگر اکابر دین اور اہل کمال کی خدمت مین بھی رہنے کا اتفاق ہوا۔ آپ اپنے زمانہ کے اہل کمال کے زمرہ مین نہایت وقعت و عزت کی نگاہون سے دیکھے جاتے تھے۔ اور فضلا کے حلقے مین ایسے ممتاز تھے جیسے جھلملاتے تارون کی صف مین بدر کامل یا صبح کے ٹمٹماتے ہوئے چراغون مین برقی قوت کا لیمپ۔ آپکی پولیٹیکل قابلیت اور خداداد لیاقت کے آگے علمائے وقت کے علوم بالکل بے رونق اور کم رواج تھے اور یہی وجہ تھی کہ علمائے زمانہ اور سلاطین وقت کی گردنین ہمیشہ آپکے سامنے جھکی رہتی تھین۔ مذہبی تقدس کے علاوہ دنیاوی اعزاز بھی آپ کو بہت کچھ حاصل تھا۔ جناب شاہ ولی اللہ صاحب کے بعد جبقدر گورنمنٹ قلعہ نے آپ کی عزت افزائی کی بیان سے باہر ہے قلعہ کے تمام شہزادے اور اُمرا ہمیشہ آپکے سامنے گردنین جھکائے کھڑے رہتے تھے۔ اور آپکے ارشاد کی تعمیل بہت بڑا ذریعہ فخر سمجھتے تھے۔ غرضکہ مذہبی تقدس اور دنیاوی اعزاز مین کوئی مرتبہ ایسا نہ تھا جو فیاض ازل نے آپسے دریغ رکھا ہو۔

شاہ صاحب کا مکاشفہ اور تفرس ایسا صحیح اور درست تھا کہ اُس زمانہ مین کسی اہل کمال کو میسر نہین ہوا۔ اکثر معتبر اور ثقات اشخاص سے سنا گیا ہے کہ آپنے جس امر کی بابت ذہن دوڑایا یا اُسکے بارہ مین ارشاد فرمایا خدا کی شان کہ بے کم و کاست ویسا ہی ظہور مین آیا۔ آپکے زہد و اتقا اور متواضعانہ اخلاق اور فیاضانہ ہمت کی بے نظیر شہرت ہندوستان کی حدود سے نکلکر نجد و یمن تک پہیل گئی تھی۔ اور کرامات و روحانی جذبات کا چرچا ہر ادنی و اعلے کی زبان پر نہایت وقعت کیساتھ جاری تہا اگرچہ آپ عام اخلاق اور فطری عجز و انکساری کیوجہ سے ہر ایک شخص سے خواہ وہ کسی مرتبے کا آدمی ہوتا نہایت خندہ پیشانی اور خوش آیندہ مسکراہٹ کیساتھ گفتگو کرتے اور ہر شخص سے بقدر مراتب دلدہی اور تسلی آمیز لہجہ مین منکسرانہ تبسم کی باتین کرتے لیکن قدرتی طور پر لوگون کے دلون پر آپکا وہ رعب چھایا ہوا تھا جو کسی بڑے مقتدر و قہار بادشاہ کا اُسکی رعیت پر چھا جاتا ہے۔ یہی وجہ تھی کہ جب شہر کے معززوا و اولوالعزم روسا کو آپ کی خدمت مین حاضر ہونے کا اتفاق پڑتا تو مجلس مبارک مین نہایت سکوت و خاموشی کیساتھ گردنین جھکائے بیٹھے رہتے۔ ہر چند کہ اُنکے ذاتی اغراض و مقاصد دلون مین ایک نئی طرح کی گدگدی اُٹھاکر آپ سے ہمکلام ہونے اور اظہار مطلب کرنیکی جسارت و جرأت دلاتے۔ مگر آپ کا زبردست اور پرسطوت رعب اُن کے مونہون پر خاموشی کی مُہر لگا دیتا جس سے وہ لوگ بغیر آپ کی تحریک و اجازت کے دم مارنے کی قدرت نپاتے اور اجازت دینے کے بعد بھی بجز ایک دو باتین عرض کرنے کے زیادہ گفتگو کی مجال نہوتی۔

مولانا موصوف کی حیرت انگیز اور عجیب و غریب کرامات کی روایات اس کثرت سے ہین کہ اگر فیصدی پانچ کا بھی انتخاب کیا جائے تو حیات ولی اسکی گنجایش نہین رکھتی۔ لہذا تطویل کے خوف سے اُنھین نظرانداز کیا جاتا اور صرف اس ایک شعر پر اکتفا جاتا ہے

بیت

مردان خدا خدا نباشند لیکن ز خدا جدا نباشند

مولٰنا شاہ عبدالقادر صاحب قدرتی طور پر مستغنی المزاج تھے۔ اور آپکی طبیعت مین استغنا کا مادہ کوٹ کوٹ کر بھر دیا گیا تھا جس کا بدیہی نتیجہ یہ تہا کہ آپ ابتدا سے دم وفات تک دنیا کے فانی اور جلد مٹجانے والے ساز و سامان سے متنفر رہے اور دنیاوی تجملات آپکے آگے سرا سے زیادہ وقعت و قدر نہین رکھتے تھے آپ اہل دنیا اور اُنکے تمام جھگڑون سے ہمیشہ الگ تھلگ رہے۔ اور فارغ التحصیل ہونیکے بعد آپنے اپنی عمر کا پورا حصہ اکبرآبادی مسجد کے ایک حجرے مین بسر کر دیا۔ دنیا کی ملمع کار زینت اور اُسکے بیہودہ ساز و سامانون کو کبھی آنکھ اُٹھاکر نہین دیکھا اور شب و روز خداوندی طاعت مین مصروف رہ غالباً ایک یہی وجہ ایسی تھی جس سے آپ کو تصنیفات کیطرف توجہ

مبذول فرمانے کی فرصت بہت کم ملی۔ قرآن مجید کے اردو ترجمے اور تفسیر موضح القرآن کے علاوہ آپ کی کوئی اور تصنیف مجھے دستیاب نہین ہوئی۔ لیکن بڑی خوشی سے لکھا جاتا ہے کہ آپ کی یہی دونون قابل قدر دینی متین خدمات ایسی مبارک اور نیک نتیجہ ہین جن پر سے ہزارہا تصنیفات قربان کیجا سکتی ہین۔

قرآن مجید کا سلیس اور ٹھیٹھ اردو ترجمہ جس خوش اسلوبی اور انوکھے پیرایے مین آپنے کیا ہے اظہر من الشمس ہے دیکھنے مین نہایت سہل و مختصر لیکن حقیقت مین دقیق و باریک مطالب سے لبریز۔ لفظ مین نہایت آسان مگر حقائق مضامین سے پر۔ چھوٹے چھوٹے مگر فصاحت و بلاغت مین ڈوبے ہوے جملون سے وہ حیرت انگیز مضامین کا سمندر ابل رہا ہے جو انسانی طاقت سے بالکل باہر نظر آتا ہے۔ قرآن مجید کے ادق اور غامض مسئلون کو ایسے سہل اور آسان طریقے سے بیان کرنا جس سے عالم و جاہل دونون یکسان متمتع ہو سکین نہیں تائید نہین تو اور کیا ہے؟

ہم اس موقع پر اسقدر کہنے سے کبھی باز نہین رہ سکتے کہ روز ازل سے جس شخص کی قسمت مین کلام الٰہی کے مترجم ہونے کا معزز لقب لکھا تھا وہ جناب شیخ عبد الرحیم کے پوتے اور مولوی شاہ ولی اللہ صاحب کے نامور و بلند اقبال صاحبزادے شاہ عبد القادر صاحب ہین۔ اسمین ذرا شک نہین کہ خیاط ازل نے اس معزز نیت طبع اور ذہانت و فراست کا جامہ اپنے نازک ہاتھون سے قطع کر کے جناب مولانا شاہ عبد القادر صاحب ہی کے جسم مبارک پر آراستہ کیا تھا جو اسوقت آپکے قد و قامت پر نہایت موزونیت کیساتھ سج گیا۔

اسوقت اردو کے بہت سے مختلف اور متعدد ترجمے ہمارے پیش نظر ہین جو خاص خاص مصلحتون کیوجہ سے وقتاً فوقتاً لکھے گئے اور اب بھی لکھے جارہے ہین اور جنکی نسبت بظاہر کوئی نہ کوئی خاص بات ایسی ضرور بیان کی جاتی ہے جو دیکھنے والون کے رجھانے اور انکی طبیعتین اپنی طرف مائل کرنے کا کافی سامان کہتی ہے لیکن جب عمیق و بالغ نظر سے دیکھا جاتا ہے تو جو دلفریب خوبیان شاہ عبد القادر صاحب کے ترجمے مین موجود ہین وہ ہرگز کسیکو اب تک نصیب ہوئین نہ آئندہ ہو سکتی ہین آپکے ترجمے مین ایک ایسا مقناطیسی جذب ہے جسکی طرف خود بخود دل کھنچا جاتا اور ایک بے اختیارانہ جوش کیساتھ دوڑا جاتا ہے۔ بعض ترجمے تفہیم عوام کے لیئے بسط و شرح کیساتھ لکھے گئے ہین اور جس اردو نے اس زمانہ مین نیا جنم لیا ہے ہر ہر فقرہ اس پیرایہ کے قالب مین ڈھالا گیا ہے اور اسمین ذرا شک نہین ایک مختصر بات کو صاف اور سلجھے ہوئے لفظون کی مدد سے توضیح و تفصیل کے رنگ مین ڈبو کر بیان کرنا تفہیم عوام کا بہت بڑا ذریعہ ہے لیکن مبصرین خوب جانتے ہین کہ حقیقت مین قابل قدر وہی ترجمہ ہو سکتا ہے جس کے واقعی مطالب نہایت مختصر اور عام فہم لفظون مین ادا کیئے جائین کیونکہ اکثر اوقات دیکھا گیا ہے کہ تطویل اخلال مطالب کا

باعث ہوا کرتی ہے۔

مین ڈنکے کی چوٹ کہون گا۔ اور ضرور کہون گا کہ ٹھیٹھ اردو اور عام محاورات مین اس حسن خوبی کیساتھ قرآن مقدس کا ترجمہ کرنا صرف مولانا موصوف ہی کا حصہ تہا جس طرح خدا کا مقدس و پاک کلام جناب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت پر ایک بڑا زبردست اور بھاری معجزہ ہے جس نے نہ صرف عرب کے فصحا و بلغا کو بلکہ تمام جن و انس کے بڑے بڑے گروہون کو اپنی مثل ایک آیت بنا لانے سے تھکا کر بٹھا دیا۔ اسیطرح یہ نتیجہ خیز اور پر مغز ترجمہ جناب شاہ عبد القادر صاحب کی ایک حیرت انگیز کرامت ہی جسکے سامنے تمام ہندوستانی علما نے سر تسلیم خم کر دیے ہین۔ اور اس جیسا ترجمہ لکھنے سے عاجز و قاصر ہین۔ ایک فاضل کا یہ قابل قدر قول بیشک آب زر سے لکھنے کے لائق ہے کہ اگر اردو زبان مین قرآن مجید نازل ہوتا تو اُن ہی محاورات کے لباس سے آراستہ ہوتا جنکی رعایت جناب مولانا شاہ عبد القادر صاحب نے اِس ترجمے مین پیش نظر رکھی ہے۔

جناب مولٰنا شاہ عبد الغنی صاحبؒ

یہ بزرگوار جناب مولٰنا شاہ ولی اللہ صاحب کے چوتھے فرزند ہین جو علم و فضل اور باطنی فیض مین شہرت عام رکھتے تھے آپنے تمام علوم خاصکر فقہ و حدیث کی تحصیل اپنے والد بزرگوار اور جناب شاہ عبد العزیز صاحب سے کی اتباع شریعت مین آپکا قدم پیشرو ان مسلک دین سے آگے بڑھا ہوا تھا وضع و لباس مین اپنے والد بزرگوار کے اسقدر مشابہ تھے کہ جسنے اُنھین نہ دیکھا تہا وہ آپ کو دیکھکر شاہ صاحب مرحوم کو یاد کرتا علمی کمال کے علاوہ اخلاق عامہ آپ مین ایسے تھے جو دوسرون مین بہت کم پائے جاتے تھے۔ توکل و قناعت مین اپنا نظیر نہ رکھتے تھے اور باوجود عیالداری اور تاہل کے دنیا اور اہل دنیا کی طرف بہت کم رجوع کرتے تھے۔ آپکے اکثر اوقات تدریس طلبہ مین مصروف اور عنان ہمت افادۂ طالبین کی طرف معطوف تھی۔

مجھے افسوس ہے کہ جناب شاہ عبد الغنی صاحب کے حالات زندگی کسی ایسے وسیلے سے دستیاب نہین ہوئے جنھین مین بے کم و کاست یقین کر سکتا اور یہی وجہ ہے کہ مین اُن واقعات کو بالکل قلم انداز کرتا ہون جو لوگون کی زبانی سُنے گئے ہین اور کسی تذکرہ یا تاریخ مین نہین دیکھے گئے۔

جناب مولٰنا محمد اسمٰعیل صاحب شہیدؒ

روز ازل مین جس شخص کی قسمت مین قاطع بدعت ہونا لکھا تھا وہ شاہ عبد الغنی صاحب کے فرزند رشید
اور جناب مولانا شاہ ولی اللہ صاحب کے پوتے مولٰنا محمد اسمٰعیل صاحب شہید ہین۔ جو بہرہ خدائے ذو الجلال کی
توحید پہیلانے اور شرک بدعت کو ہندوستان سے مٹانیکا جناب شاہ ولی اللہ صاحب نے اٹہایا تہا خدا تعالے
نے آپکے بزرگ ہاتھون سے اُسی اسدرجہ تقویت عطا کی کہ علم توحید کا عظیم الشان پہریرا دہلی کی سرزمین سے
بلند ہوکر دور دور کی سرسبز سلطنتون تک بڑے زور شور سے لہرانے لگا۔

مولانا شہید کی تاریخ ولادت مین علما کا باہم اختلاف ہے۔ لیکن صحیح بات یہ ہے کہ آپ ۱۲ ربیع الثانی
۱۱۹۳ھ کو پیدا ہوئے۔ آپکے پیدا ہونیکے بعد آپ کی والدہ محترمہ نے جن کا نام بی بی فاطمہ تہا باوجودیکہ
نہایت ضعیف و کمزور تہین خود حد شرع تک دودھ پلایا۔ اور نہایت عمدہ طور پر پرورش کی جب آپنے چھٹے
سال مین قدم رکہا تو آپکے والد بزرگوار جناب شاہ عبد الغنی صاحب نے آپ کو قرآن مجید پڑہنے کیلئے بٹھایا اور
یہ خدمت ایک بزرگ معلم کے سپرد کی۔ آٹھ سال کی عمر مین آپنے قرآن مجید حفظ کر لیا اور اسکے بعد صرف نحو کے
مختصر رسالے پڑہنے شروع کیے۔ دو تین برس کے عرصہ مین صرف نحو کی معمولی درسی کتابین اپنے والد بزرگوار
سے نکال لین اور اب آپ باقاعدہ تعلیم پانے لگے۔

صرف نحو اور معقول کی تمام کتابین اور فقہ آپنے اپنے والد بزرگوار ہی سے پڑہین اور جب آپکے والد
بزرگوار کا انتقال ہوگیا تو جناب شاہ عبد العزیز صاحب نے اپنے ہونہار اور بلند اقبال بھتیجے کو اپنے سایہ عاطفت
مین لیلیا اور بجائے فرزندون کے پرورش کی روز و شب آپ کی تکمیل مین ساعی رہے اور تسلی و دلدہی کا کوئی
دقیقہ اُٹھا نہ رکھا۔

یہ امر عمومًا تسلیم کرنا پڑتا ہے کہ جوہر قابل محتاج تربیت اور نیازمند تعلیم نہین ہوتا اور جسے فطرت ہنر کا
نمونہ بنانا چاہتی ہے اُسکے دلکو پہلے ہی ربانی قابلیتون سے آراستہ و پیراستہ کر دیتی ہے یہی حال بعینہ
مولانا شہید کا تہا کہ آپکے ضمیری جوہرون نے تائید آلہی سے ایسی صفا اور جلا حاصل کی تھی جس کی وجہ سے ازلی
اسرار بے حجاب آپ پر منکشف ہوگئے تھے اور فطری ضمیری جوہر خود بخود اپنی اصلی تابانی اور درخشانی دکھا
رہے تھے۔ یہی وجہ تھی کہ آپ ابتدائی زمانہ مین کتابون کے مطالعہ کیطرف چندان ملتفت نہ تھے اور جب
آپ حضرت مبرور کیخدمت مین کتاب کھولکر بیٹھتے تو استغنا کی وجہ سے آپ کو یہ محفوظ نہ رہتا تہا کہ سبق
کہان سے شروع ہوگا۔ اور جب آپکو سبق کا پتا نہ لگتا تہا تو کبھی اُسکی بعد کی عبارت سے شروع کر دیتے۔ جب

شاہ صاحب وہان سے اقتناع فرماتے تو آپ کہتے ہین سنے اس مطلب کو آسان سمجھکر نہین پڑھا - اگرچہ وہ مقام نہایت مشکل ورسالانیحل ہوتا۔ لیکن جناب شاہ عبدالعزیز صاحب کی تنبیہ پر آپ اُس مقام کو اس عمدگی اور صفائی سے چٹکیون مین سلجھا دیتے اور اس بلا کی سحر آمیز تقریر کرتے کہ حاضرین جلسہ حیرت کا پتلہ بنجاتے اور بڑے بڑے ذہین وطباع طلبہ عشعش کرنے لگتے۔ علی ہذا القیاس کبھی ایسا ہوتا کہ کل کے پڑہے ہوئے مقام سے آغاز کرتے۔ اور جب حضرت مغفور اُس پر متنبہ فرماتے تو آپ اسمین فوراً کوئی شبہہ پیدا کردیتے اور حقیقت مین وہ شبہہ ایسا قوی ہوتا کہ جناب شاہ عبدالعزیز صاحب جیسے علامۂ دہر کو اُس کے دفعیہ مین توجہ کی بہت کچھ حاجت پڑتی۔

مولانا شہید جب تمام علوم نقلیہ اور فنون عقلیہ سے فارغ ہوگئے تو جناب شاہ عبدالعزیز صاحب سے حدیث پڑہنا شروع کی۔ علم حدیث ایک نہایت ہی اہم اور دشوار گزار علم ہے۔ اسکی اہمیت کو وہی شخص خوب جانتا ہے۔ جو اسکی سنگلاخ گھاٹیون کو طے کرتا ہے۔ لیکن ہمارے مولٰنا شہید کے زور طبیعت کے آگے یہ علم بھی نہایت آسان تہا۔ آپنے چندروز کی ادنے توجہ سے یہ علم بھی حاصل کرلیا اور دوسرے علوم کیطرح اسمین بھی آپنے وہ کمال پیدا کیا کہ بڑے بڑے مشاق وتجربہ کار آپکے سامنے زانوے شاگردی طے کرنے کو اپنا فخر سمجھتے تھے۔

الغرض اس خداداد استعداد اور پولیٹکل قابلیت کی رعایت سے پندرہ سولہ برس کی عمر مین جناب مولٰنا شہید کو کتب معقول ومنقول سے فراغت حاصل ہوگئی اور اسی نوعمری کے زمانہ مین آپ پیشوائے مذہبی اور مقتدائے عالم تسلیم کیئے گئے چونکہ آپ کی ذہانت وطباعی کی دہوم تمام شہر مین مچی ہوئی تھی اور علمی تبحر کا چرچا زبان زد خاص وعام ہورہا تہا اکثر شہر کے فضلا اور اہل کتاب جو کتاب دانی اور دقیقہ شناسی کے دعویدار تھے اور علوم کے نکات ودقائق کے سمجھنے مین اپنی نظیر سے تمام علمائے کے حلقے خالی خیال کرتے تھے وہ چند اس قسم کے باریک ونازک مقامات جنکے حل کرنے مین زمانہ دراز تک فکر کرنے کی ضرورت ہوتی آپسے سر راہ ملاقی ہوکر بطریق مناظرہ دریافت کرتے اِس لحاظ سے کہ اگر آپکے درسگاہ مین جاکر دریافت کرینگے تو ممکن ہے کہ آپ مطالعہ کتب یا شروح وحواشی کی اعانت کی وجہ سے اُسے بیان کردین۔ لیکن بڑی خوشی سے لکھا جاتا ہے کہ مولٰنا شہید اُن غامض اور دقیق مسائل کو اسطرح چٹکیون مین سلجھاتے اور ایسی شستہ اور منجھی ہوئی تقریر کرتے کہ سائلین کو اس جرأت ودلیری سے کمال ندامت وپشیمانی حاصل ہوتی اور وہ آپ کی

شیوا بیانی اور تجر علمی پر عش عش کرنے لگتے ۔

مولننا شہید کی فقہ کا یہ حال تھا کہ ہر مسئلہ کو آیات وحدیث کے ساتھ مستند فرماتے تھے اور وہ جزئیات فقیہہ بیان کرتے تھے کہ بڑے بڑے نامور اور مشہور فقیہہ سنکر دنگ ہوجاتے تھے آپنے معقول کی اکثر کتابون پر نہایت وزنی حواشی چڑھاے ہین جنہین دیکھکر آپ کی علمیت وقابلیت کا پورا اندازہ ہوسکتا ہے اور چونکہ آپ کی طبیعت اس علم کی طرف زیادہ مائل تھی لہذا آپنے ایک پرزور رسالہ منطق مین لکھا اور اسمین شکل اول کے بعید الطبع اور شکل رابعہ کے بدیہی الانتاج ہونے کا دعوی کیا اور اُسکے دلائل اس قوت واستحکام کے ساتھ بیان فرماے کہ بلا مبالغہ اگر معلم اول موجود ہوتا تو اپنے دلائل وبراہین تارعنکبوت سے زیادہ سست وکمزور سمجھتا اور میر باقر واماد زانوے شاگردی طے کرتا ۔

آپنے اثبات رفع یدین مین بھی ایک رسالہ تصنیف کیا ہے جس کا نام تنویر العینین فی اثبات رفع الیدین ہے اور جس کی شہرت دریاے جمنا سے فرات تک نہایت مقبولیت کے ساتھ پھیلی ہوئی ہے یہ رسالہ ایک عجیب دلچسپ پیراے مین لکھا گیا ہے اور حقیقت مین اس بیہودہ شور وشر کے مٹانے کی غرض سے تالیف کیا گیا ہے جو دہلی کے مولویون مین رفع یدین کی بابت مدت سے پڑا ہوا تھا متعصب اور ہٹ دھرم مولویون کے ایک بڑے گروہ نے صرف اس فروعی اختلافی مسئلہ مین یہانتک تشدد کیا کہ ایک دوسرے کو بلا دریغ کافر کہنے لگا جو شخص رفع یدین کرتا تھا وہ اپنے اُس مسلمان بھائی کو بے روک اسلام سے خارج کرتا تھا جو رفع یدین کیا کرتا تھا علےٰ ہٰذا القیاس رفع یدین کرنے والا شخص نہ کرنے والے کو کافر بتاتا تھا ۔ مولننا شہید نے اس فضول شور وشر اور بیہودہ وہولناک غلط فہمی کو اڑا دیا اور اثبات رفع یدین مین نہایت قوی اور مشہور حدیثون سے استدلال کیا اور اسی پر اکتفا نہین کیا بلکہ فقہا کے دلائل جو اُسکے مقابل تھے اپنے سوالات سے اسطرح اُٹھا یا کہ غیر متعصب منصف کو بجز تسلیم کے اور کچھ بن ہی نہین آتا ۔ اسکے علاوہ اور چند رسائل مختلف فنون مین آپ کی تالیف سے ہین جو مولننا شہید کی محسوس یادگارین ہین

چونکہ مولننا شہید کو ابتدائی زمانہ سے کسب فیض باطن کا بہت خیال تھا لہذا جناب غفران مآب زبدۃ اولاد حضرت خیر الانام جناب سید احمد قدس اللہ سرہ العزیز کی خدمت مین اعتقاد بہم پہنچایا اور اُن سے فیض باطن کسب کیا ازان بعد پیر کی رفاقت مین سفر حجاز اختیار کیا ۔ اور مناسک حج ادا کرکے ہندوستان کی طرف مراجعت کی اور حضرت پیر مرشد کی خدمت مین اطراف وجوانب مین زندگی بسر کی اور مخلوق خدا

کی گودیاں ارشاد و ہدایت سے لبریز کردین۔ مولنا شہید کے اس زمانہ کے واقعات اس کثرت سے میری پیش نظر ہین جن سے میں فیصدی پانچ کے انتخاب مین بھی گنجائش نہین دیکھتا اور جنکے تصور سے قلم کی زبان شق ہوئی جاتی ہے لہٰذا مین اُنہین یہین چھوڑکر آپکے آخری حالات نہایت اختصار کے ساتھ قلمبند کرتا ہون۔

مولنا شہید حجاز کے متبرک سفر اور ہندوستان کے اطراف جوانب کے باشندون کو اپنے رشد و ہدایت سے فیضیاب کر کے اپنے پیر کے ارشاد کے مطابق دہلی شاہجہان آباد کیطرف متوجہ ہوئے اور ملکی ہمدردی کے اصول پیش نظر کر کے یہان کے لوگون کیلیئے رشد و ہدایت کا دروازہ کھولا اور وعظ و نصائح سے اہل غفلت کے کان کھولدیئے جو مسائل کہ ضروریات دین مین شمار کیئے جاتے تھے اور جن پر مداومت و مواظبت کرنا اہل اسلام پر فرض تہا۔ اور علماء وقت کی سستی و کاہلی کی وجہ سے عوام تو الگ رہے خواص کے بھی گوش وہم تک نہ پہنچے تھے مولنا کی انتہا درجہ کی کوششون سے سب پر کھل گئے اور اب شرک و بدعت کی بنیادین متزلزل ہوکر ڈھے پڑین اور اعلام سنت کا آوازہ ہر وضیع و شریف کے کان تک پہنچ گیا جن ارباب مشیخت اور صاحبان تشخیص کے ساتھ خاص و عام کی ارادت کا سررشتہ اور سلسلۂ اعتقاد مضبوط و مستحکم تہا۔ اور کسیکو اُن کی مداہنت کا گمان نہ ہوتا تھا۔ اُنہین سخت تلملاہٹ پیدا ہوا اور دنیا طلب مولویون کے گروہ مین ایک بہت بڑا تہلکہ پڑگیا۔ اُنہین خیال ہوا کہ اگر مسائل حقہ عوام کے کان تک پہنچ گئے تو ہمارے حق مین ضعف اعتقاد کا موجب ہوگا اور رفتہ رفتہ ہماری روزی کی عمارتین ڈھا دیجاینگی جہلا قبضہ مین نہ آئینگے اور وہ بات بات مین بحث کرنے کو طیار ہو جائینگے اس بیہودہ خیال نے اُن کے دلون مین ایک آگ مشتعل کردی اور علاوہ کفر کے فتوے دینے کے مولنا موصوف کے جانی دشمن ہوگئے اور منازعت و مخالفت کے جھنڈے اونچے کرکے درپے اذیت و اہانت ہوئے۔

لیکن چونکہ تائید ایزدی مولنا کے شامل حال تہی اور روز ازل سے قاطع بدعت ہونا آپ کی قسمت مین لکھا گیا تہا۔ آپ اس ہدایت و ارشاد سے باز نہ آئے اور کٹ ملاؤن کا کسی قسم کا فریب نہین چل سکا آپکے وعظ و نصائح مین اس درجہ اثر تھا کہ خلق کو یہانتک اختیار سنت نبوی کی توفیق اور ترک بدعات کا ولولہ پیدا ہوا کہ چند روز مین ایک اور ہی طرح کا نور ہر شخص کی پیشانی احوال سے چمکنے لگا اور

مفسدون کا بازار بالکل کاسد و بے رونق ہوگیا تمام لوگون پر یہ بات اظہر من الشمس ہوگئی کہ جنہین ہم آجتک مذہبی پیشوا سمجھتے تھے اور جنکے آگے ہر وقت گردنین جھکائے کھڑے رہتے تھے وہ حقیقت مین دین کے راہزن تھے جو مال و دولت کے طمع مین امور حق کو چھپاتے اور ہمیشہ سبز باغ دکھاتے رہے ۔

حقیقت مین جو باتین اسوقت مسلمانون مین رائج نہین اور جن سے اسلام شرک و بدعت مین گھی کھچڑی ہو رہا تھا مولنا شہید نے اُنہین اسطرح علیحدہ کرکے دکھا دیا اور قرآن و حدیث سے اُن کی ایسی تردید کی کہ ہوا کا رخ ادہر سے اُدھر ہوگیا اور بجائے شرک و بدعت کے ہر شخص کے دل مین سچے اسلام کی روشنی چمکنے لگی دہلی کے تمام بے نمازی لوگ پابندی کے ساتہ نمازین پڑھنے لگے اور بہرا دینے والے کو ایسی نماز کی توفیق ہوئی کہ جامع مسجد مین نماز جمعہ کے لیئے وہ کثرت ہونے لگی جو عیدگاہ مین نماز عیدین کیلیئے ہوا کرتی ہے اور جس کی مثال آجتک قایم ہے ۔ یہ تائید آلہی اور مولنا کی صدق نیت و خلوص کا بدیہی اثر ہے جو اس وقت تک ایک حال پر دیکھا جاتا ہے ۔ بیشک اس احیاء سنت کا ثواب آپکے اعمال کے رجسٹر مین آجتک لکھا گیا اور انشاء اللہ آئندہ قیامت تک لکھا جائیگا الحمد للہ علیٰ ذالک ۔

مولنا شہید کی عادت تھی کہ جمعہ اور سہ شنبہ کو جامع مسجد مین مجلس وعظ مرتب کرتے اور ہزارہا لوگ غول کے غول آآکے جمع ہوتے تھے اِس چار روز کے عرصہ مین عوام الناس کو توچندان خیال نہ ہوتا لیکن لکھے پڑھون کے گروہ مین ایک عام تحریک پھیلجاتی اور ہر شخص کہتا کہ دیکھیئے مولنا آئندہ وعظ مین کیا فرماینگے ۔ عام طلبہ ضلالت نہاد کمسنویون کے اغواسے طرح طرح کے شبہہ پیدا ہوتے اور ہر طالب علم اپنے خیال مین فلاطون اور ارسطو بنا رہتا اور یہ سمجھتا کہ ابکے وعظ مین مولوی اسمٰعیل کو ایک بات مین بند کردونگا ۔ لیکن تعجب اور نہ صرف تعجب بلکہ حیرت سے دیکھا جاتا ہے کہ مولنا کی سموئی ہوئی مذہبی پولیسی دہلی کے تمام علماء پر عجیب و غریب اثر ڈال رہی تھی ۔ اور آپ کی تقریر مین وہ جادو بھرا ہوا تھا کہ لوگ گھرون سے ارادہ کرکے جاتے تھے کہ عین وعظ مین مولنا شہید کی مخالفت کرینگے ۔ لیکن وہان بجز خاموشی کے اور کچھ بن نہ آتا تھا ۔ آپ ابتدائے وعظ مین چند جملے تمہید کے طور پر فرماتے اور انکی جامعیت سے وہ چیزین مذکور ہوتین کہ ہر شخص اپنے شبہہ کا جواب پالیتا اور کسیطرح کا خدشہ باقی نہ رہتا ۔ حتی کہ اختتام وعظ کے بعد کسی کو یہ خلجان نہ رہتا کہ ان شبہات کو پھر اپنی زبان سے بیان کرکے طالب دلیل ہو ۔ ہر وعظ مین عمدہ مقاصد اور اعلیٰ مطالب شرک و بدعت کی تردید اور احیائے سنت کی نسبت ہوتے تھے ۔ آپ کی تقریر نہایت صاف اور منجھی ہوئی تھی

اور اسمین وہ کمال حاصل تہا کہ جو دقیق و غامض مسائل رد و قدح کے بعد طالب علمون کے ذہن نشین ہوتے عالی جہلا کے دلون مین سنتے ہی بیٹھ جاتے اور اسطرح منقوش خاطر ہوتے کہ مخالفین مین سے بعض علما ہر چند چاہتے کہ علمی دلائل سے انہین رد کرکے ذہن سے نکال ڈالین ممکن نہ تہا۔ جب یہ مطالب اچھی طرح جم گیے اور شرک و بدعت کی گھٹا جو دہلی اور اُسکی اطراف مین چہائی ہوئی تھی مولٰنا شہید کے انفاس متبرکہ کی وجہ سے کائی کیطرح پہٹ گئی تو اب آپنے سید اصفیا یعنے پیر طریقت کے ارشاد کے مطابق تقریر وعظ کی اسطرح بنیاد ڈالی کہ اثنائے وعظ مین بیشتر مسائل جہاد فی سبیل اللہ کے متعلق بیان ہوتے۔ یہان تک کہ بہت تہوڑے عرصہ مین آپکے صیقل تقریر سے مسلمانون کا باطنی آئینہ نہایت مصفا و مجلا ہو گیا اور سرگرم طبیعتون مین جہاد کا وہ ولولہ و شوق پیدا ہوا کہ ہر شخص بے اختیار چاہتا تہا کہ میرا سر راہ خدا مین قربان ہو اور لوائے دین محمدی کے نیچے میری جان صرف کیجائے۔

جب یہ شوق دہلی کے باشندون مین اچھی طرح پک گیا تو جناب سید احمد صاحب نے مولٰنا شہید کو طلب کیا اور آپ معتقدین کو تشنہ چھوڑ کر اُن کی خدمت مین روانہ ہوئے اور بالاتفاق حضرت ممدوح نے نہایت مستعدی کیساتھ جہاد فی سبیل اللہ پر کمر باندھی۔ کوہستان مین تشریف لیجا کر اطراف ہندوستان مین خطوط طلب روانہ کیے اور شائقین جہاد جوق جوق آپ کی خدمت مین حاضر ہوئے۔ کوہستانیون کے علاوہ ہندوستان کے باشندون کی ایک بہت بڑی جمعیت آپکے پاس جمع ہو گئی۔ اور ایک لاکھ سے زیادہ ہندوستانی اپنی جانین قربان کرنیکے لیے مستعد ہو گئے اور نہایت بانتیجہ اور نمایان کام راہ خدا مین ظہور پذیر ہوئے۔

تائید الٰہی سے مولٰنا شہید کا رعب کفار کے دلون مین اسدرجہ بیٹھ گیا کہ جس جگہ غزاۃ مسلمین کا قلیل گروہ اور مٹھی بھر آدمی بھی متوجہ ہوتے اور اُنکے جنرل مولٰنا شہید مقرر کیے جاتے تو کافرون کا لشکر اگرچہ مور و ملخ سے زیادہ ہوتا بے سر و پا فراری ہوتا۔ اور یہ سُنکر کہ مولٰنا اسمٰعیل آتے ہین بڑے بڑے تجربہ کار اور خونخوار لشکرون کے دل کانپ اُٹھتے تھے۔ قوم افاغنہ باوجودیکہ وحشی جانورون سے کسی طرح کم نہ تھے۔ مولٰنا شہید کے اسدرجہ معتقد ہوئے کہ آپکے پیر کے ہاتھ پر بیعت امامت کی اور مستحکم عہد کیا کہ آپ جہاد کرینگے تو ہم لوگ سرفروشی کو حاضر ہین۔

مولانا سید احمد صاحب نے سکھون کی اقوام پر جہاد قایم کیا اور قوم افاغنہ کے علاوہ ایک لاکھ سے زیادہ

ہندوستانی جمع ہوگئے۔ آپکے نام کا خطبہ پڑھا گیا۔ اور سب نے اپنا امام و مقتدا تسلیم کیا۔ اب آپنے فوج کی
آراستگی کیطرف عنان توجہ مبذول فرمائی اور مولٰنا شہید لشکر اسلام کے جنرل مقرر ہوئے۔ اس لشکر نے
اپنے بہادر جنرل کے حکم سے حرکت کی اور پنجتار سے نکلکر آہستہ آہستہ آگے قدم بڑھایا چندروز تک عشر جو
بتحہ اسلام مین خراج کی ایک قسم ہو آپکے پاس آنے لگا۔ اور پشاور اور بعض مقام دیگر سکھون کی عملداری سے
ملکر غازیان اسلام کے تصرف مین آگئے۔

مولانا شہید کا رعب سکھون پر اسقدر چھایا ہوا تھا کہ وہ کچھ ملک دینے پر بخوشی راضی ہوگئے لیکن چونکہ
آپ کو ترویج اسلام پیش نظر تھی اس لیئے آپنے اس بات کو قبول نہین کیا اور کئی سال تک جنگ کا سلسلہ
یون ہی چلا گیا۔ قوم افاغنہ چونکہ نہایت لالچی اور بندۂ زر تھے۔ سکھون کے اغوا سے منحرف ہوگئے۔ اور عین معرکہ
جنگ مین آپسے دغا کی۔ روز ازل سے آپکی قسمت مین دولت شہادت لکھی تھی اور یہ عظیم الشان درجہ آپکو ملنا تھا
اسلیئے آپ بالکل مطمئن اور بیخوف تھے۔ افاغنہ کے یون منحرف ہوجانے اور ایک ایسے نازک موقع پر ساتھ چھوڑ
دینے سے کچھ تشویش دل مبارک مین نہین ہوئی۔ اور جس طرح جان توڑ توڑ کر آپ سکھون سے لڑے ہین حد سے زیادہ
داد دینے کے قابل ہے۔

الغرض بعد سخت خونریزی کے مولٰنا محمد اسمٰعیل صاحب اور مولٰنا سید احمد صاحب مع اکثر صاف اعتقاد
مسلمانون کے بالاکوٹ کے قریب شہید ہوئے۔ اور یہ جانکاہ واقعہ بقول ایک مورخ کے ماہ مئی سنہ ۱۸۳۱ء
کو وقوع مین آیا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ **تمام شد**

خاتمہ کتاب

آن چشم دارم از نظر بندہ پرورت — کز عین التفات برین عرض بنگری

معزز ناظرین! تاریخانہ واقعات لکھنے اور گزشتہ حالات کی ہو بہو اور دلچسپ تصویر کھینچنی کوئی مشکل
امر نہین لیکن اُن واقعات کی تلاش و جستجو کرنا جنھین مورخون نے عام جزئیات اور معمولی حالات سمجھکر نظر
انداز کر دیئے ہون اور پھر ہر واقعہ کی نسبت غیر معمولی چھان بین کر کے اُنھین زمانہ کی طرز رفتار کے مطابق تاریخی
جامہ پہنانا نہایت اہم اور مشکل بات ہی۔ اس اہمیت اور اشکال کا وہی شخص اندازہ کر سکتا ہے جس نے کبھی یہ
کام کیا ہو۔ ایک ایسے صاف باطن تذکرہ نویس سے جس نے مذکورہ امور کا التزام اپنا منصبی فرض قرار دیا
ہو پوچھنا چاہیئے کہ اس قسم کے واقعات قلمبند کرتے وقت اُسے کن کن مشکلات اور دقتون کا سامنا کرنا پڑتا ہے

درحقیقت یہ ایسا پیچ در پیچ اور خطرناک میدان ہے جسمین قلم کا مسافر باوجودیکہ لوہے کا سینہ اور پتھر کا جگر رکھتا ہے اُن سنگلاخ اور دشوار گزار گھاٹیون کے طے کرنے کا تصور کرکے جو اس کے بیچ مین پڑتی ہین قدم رکھتے ہوئے تھرّاتا ہے۔

حیات ولی کے لکھنے کا خیال ایک مدت سے میرے دماغ مین کوندرہا تھا۔ لیکن مین اپنی بے سامانی اور بے سروسامانی سے قطع نظر کرکے ناقابلیت اور ہیچمدانی کی وجہ سے اس پُرخار وادی مین قدم ڈالتے ہچکچاتا تھا۔ اور طبیعت خود بخود رک جاتی تھی۔ اِدہر یہ خلش چین نہ لینے دیتی تھی کہ جسطرح بن پڑے اس خیال کی تکمیل کرنی چاہیے۔ اُدہر اپنی بے بضاعتی کا خیال پیش نظر تھا۔ غرض اسی کشمکش مین ایک عرصہ گزر گیا اور مجھے کوئی شق اختیار کرتے بن نہ آئے۔ انجام کار خدا پر بھروسہ کرکے مین نے اس میدان مین قدم رکھا اور آہستہ آہستہ آگے بڑھا۔ مین خدا کے شکر سے کسیطرح عہدہ برآ ہو نہین سکتا کہ اُس نے میرے قدیم ارادہ مین جو بسبب سستی ایک ضعیف سا خیال رہگیا تھا۔ عام تحریک اور تحریک کیساتھ تکمیل کی روح پھونکدی۔ اور یہ اہم اور عظیم الشان کام مجھ ناچیز کے ہاتھ سے انجام کو پہنچادیا۔ اور نہایت عمدگی اور خوش اسلوبی کے ساتھ اسکا انجام ہوا۔

حیات ولی کے دوران تالیف مین علاوہ تاریخی سرمایہ کے خود جناب شاہ ولی اللہ صاحب اور اُن کے محترم خاندان کے تمام تراجم و تصانیف کا سلسلہ میری پیش نظر تھا۔ چونکہ تواریخ سے مجھے بہت کم مدد ملی۔ اسلیئے مین نے اکثر واقعات و روایات اسی سلسلے سے منتخب کرکے حیات ولی مین درج کیئے۔ اس بناپر مین نہایت بھروسے کے ساتھ کہہ سکتا ہون کہ جسقدر حالات و واقعات آپ اسمین پائینگے غالبًا نہایت درست اور نفس الامری ہونگے۔ اور مین آپکو پورا اطمینان دلاتا ہون کہ اسمین آپ کو ایک واقعہ بھی ایسا دستیاب نہوگا جسکی مستند شہادت اور تاریخی ثبوت میرے پاس موجود نہو۔

یہ سب کچھ ہے لیکن مجھے پھر بھی اپنی ناقابلیت اور بے بضاعتی کا بدل اعتراف ہے اسلیئے مین آخر مین اپنے معزز ناظرین سے التماس کرتا ہون کہ اگر آپ میری غلطی پر متنبہ ہون تو از راہ کرم خطاپوشی کو عمل مین لائین اور مجھے [illegible] خیر سے یاد فرمائین ؎ شاہان چہ عجب گر بنوازند گدارا ٭

آپکا خادم قدیم

محمد رحیم بخش۔ دہلوی

قیمت	نام کتاب

تذکرہ صابریہ

ہ سوانح عمری مخدوم علاؤالدین علی احمد
بری پیران کلیری جس مین آپ کی پیدایش
رش تعلیم بیعت ۔ شادی اور کلیر شریف مین
ریف لانا اور وہان کی مسجد وغیرہ کو اُلٹ دینے
ا نہایت تفصیل کیساتھ لکھا ہے قیمت — سہر

بڑی سوانح عمری

ضرت خواجہ معین الدین چشتی حسن سنجری الاجمیری
اپکے حالات مین مختلف طور پر بہت کتابین
گئی ہین مگر جو حالات ابتدا سے انتہا تک
ل اس کتاب مین لکھے گئے ہین وہ دوسری
تاب مین ہرگز نہین ملسکتے اور یہ قاعدہ کی بات
یز سب کے بعد طیار کیجاتی ہو اسمین تمام پہلے
ن کو رفع کرکے تکمیل کردیجاتی ہے یہ فقط
سوانح عمری ہی نہین ہو بلکہ عارفانہ جذبات اور
صوفیانہ ذوق و شوق بڑہنے کا دلچسپ نظارہ
ور حسب اصطلاح تصوف والونکے انسان کامل بنانے
ا ذریعہ ہے اسمین حضرت خواجۂ خواجگان خواجہ معین الدین
چشتی کے مفصل حالات نسب نامہ پدری مادری
ی وجہ تسمیہ سلسلۂ طریقت۔ پیدائش کا حال دنیا
رک کرکے سفر اختیار کرنا۔ بزرگان وقت اور خواجہ
عثمان ہارونی رحسے فیض حاصل کرنا قطب المشائخ
کا خطاب پانا۔ شہر سبزوار مین یادگار محمد کو فیض پہنچانا
لخ کے حکیم ضیاء الدین فلسفی کو مرید کرنا۔ مردہ کو
زندہ کرنا آگ کا گلزار بنانا۔ ہندوستان مین
تشریف لانا اجمیر شریف مین قیام فرمانا
راجہ پتھورا اور جیپال جوگی کا واقعہ آپ کی صاحبز
ادامتین اور آپکا وصال۔ تذکرہ خلفا آپکی اولاد
کا حال۔ درگاہ شریف۔ روضۂ منورہ

قیمت	نام کتاب

شاہجہانی اور ڈھائی دن کی مسجد وغیرہ تعمیرات
کے حالات مع نقشجات۔ خواجہ سید حسین خنگ
سوار کے حالات۔ وجیہ غزلیات نہایت خوبی
سے درج ہوئی ہین بڑی دلچسپ کتاب ہے قیمت — ۸ر

سوانح بندہ نواز

اس مین حضرت خواجہ سید محمد بندہ نواز گیسو دراز
رحمۃ اللہ علیہ خلیفہ حضرت شاہ نصیر الدین
روشن چراغ دہلی کے حالات پیدائش نسب
نامہ۔ شجرہ شریف۔ تحصیل علم حضرت روشن
چراغ دہلی سے فیض حاصل کرنا۔ آپکے اخلاق
و حلم کا بیان۔ وجہ تسمیہ بندہ نواز گیسو دراز
ترک دہلی۔ آپکے کرامات گلبرگہ شریف مین
تشریف لیجانا۔ اور لوگون کو فیض پہنچانا اور
آپکے وصال وغیرہ کا حال نہایت عمدہ طور
پر لکھا گیا ہے۔ آپکے ملفوظات سے عجیب
غریب تصوف کی دقیق اور بکار آمد باتین درج
کی گئی ہین۔ مثلاً مزارات وغیرہ سے بیعت
شناخت شیخ۔ زمین بوسی مشائخ۔ اقسام خلافت
ستر کرامات۔ معاملات اولیاء اللہ شناخت
فقر اصلی و مصنوعی۔ صفت مراقبہ۔ تعریف
سماع۔ حال۔ صوفیہ کرام کی تعریف۔ صورت
بیعت۔ تحقیق اصل خرقۂ مشائخ۔ سرعت سیر
الی اللہ۔ کشف اولیا
سے مفید اور
شائقین ت
کے لیئے خصوصاً

قیمت	نام کتاب

دیوان راسخ

عاشقان حسن سخن کو مژدہ اور شائقان خوبی کلام
کو نوید کہ جناب مولٰنا مولوی حافظ عبدالرحمن
صاحب راسخ دہلوی کا کلام جو عام و خاص مین
شہرت پذیر تھا الحمد للہ کہ اب کارنامۂ خیالی یعنی
دیوان مرآۃ الخیال بکوشش شیخ ... مطبع
افضل المطابع مین طبع ہوکر جلوہ آرائے عالم ہوا
اس دیوان کو طرز قدیم کا آئینہ اور طرح جدید کا
سفینہ کہیئے تو بجا ہے۔ انصاف یہ ہو کہ عاشقان
حقیقی و مجازی کے اچھوتے پاک و صاف خیالات
کو سلیس و سہل ممتنع اردو مین ظاہر کرنا اگر معجزہ
نہین تو سحر حلال ضرور ہے ترکیب الفاظ غضب کی
اور وضع تشبیہ عجیب طرز استعارات ستم کی
اور طرح کنایات بلا۔ طریق انداز اظہار مضامین
دل نشین ہے۔ اور تشریح اسرار معانی قابل تحسین
تعقید صوری و معنوی سے مبرا ہے اور نقص
حرفی و لفظی سے معرا۔ اسکا ہر مصرع اگر
تو ہمپایہ الہام ہے اور ہر شعر اگر
تو معجز نظام قیمت

اعلان

ہر خاص و

عام کو اطلاع دیجاتی ہے کہ

اس کتاب مسمیٰ **حیات ولی** کے جملہ حقوق

تصنیف و تالیف ہمیشہ کیلئے مشتہر کے نام محفوظ ہیں اور

مشتہر نے بموجب قانون ستم ۱۸۴۷ء درج فہرست رجسٹری گورنمنٹ

انڈیا بھی کرا دیا ہے۔ لہذا بخدمت جملہ تاجران کتب و اہل مطابع وغیرہ التماس

کی جاتی ہے کہ کوئی صاحب اس کتاب کے جز یا کل کے چھاپنے کے مجاز

نہیں جب تک کہ میری تحریری اجازت حاصل نہ کر لیں ہان جسقدر

جلدیں مطلوب ہون وہ مشتہر سے طلب فرمائیں۔ بامید نفع

نقصان نہ اٹھائیں فقط بر رسولان بلاغ باشد و بس

المشتہر مرزا عبد الغفار بیگ مالک

مہتمم [illegible] المطابع و فضل الاخبار

سوال